حیات و آثارِ حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ

(مقالہ جو ڈاکٹریٹ کیلئے پشاور یونیورسٹی کو ۱۹۷۹ء میں پیش کیا گیا)

پیش کنندہ
محمد حنیف
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبۂ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

نگران کار
ڈاکٹر سید سعید اللہ
ایسوسی ایٹ پروفیسر
شعبۂ اسلامیات
پشاور یونیورسٹی

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

(سورۃ یونس ۱۰-۶۲-۶۴)

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر قطعاً نہ کوئی خوف ہے اور نہ غمگین ہوں گے ۔ یہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کئے رہے ۔ انہی کے واسطے بشارت ہے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ۔ اللہ کی باتیں بدلا نہیں کرتیں ۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے ۔

حیات و آثار حضرت میان محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ

(خلاصہ)

آپ کا اسم گرامی محمد عمرؒ بن ابراہیمؒ ہے - اور موضع چمکنی مین سکونت کی نسبت سے " میان صاحبِ چمکنیؒ " کے نام سے مشہور ہین - فرید آباد (لاہور) مین آپ کی پیدائش حدود ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۳ء مین ہوئی - آپ کے دادا کلاخانؒ افغانون کے مشہور قبیلہ ترکانی کے نامور سردار اور روحانی پیشوا تھے - مغل فرمانروا شاہجہان (المتوفی ۱۰۸۶ھ / ۱۶۷۵ء) کے دور مین اپنے آبائی وطن باجوڑ سے لاہور تشریف لے گئے - بادشاہ کو آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو انتہائی عزت و احترام سے پیش آیا اور دریائے راوی کے کنارے واقع فرید آباد نامی قصبہ ان کو بطور جاگیر پیش کیا -

فرید آباد مین سکونت کے دوران حضرت کلاخان سادات خاندان کی ایک پاک دامن خاتون سے رشتۂ ازدواج مین منسلک ہوئے - انہین کے بطن سے حضرت میان محمد عمرؒ کے والد ماجد ابراہیم خان پیدا ہوئے - جن کو بعد مین ولایت و عرفان کا بلند مقام حاصل ہوا -

اسی زمانے کا واقعہ ہے کہ پشاور مین سخت قحط پڑا - جس کے نتیجے مین بڑے بڑے صاحب حیثیت لوگ بھی ترک وطن کرنے پر مجبور ہوگئے - ان تارکین مین سے ایک شخص ملک سعید خان چقہ خیل بھی تھے - جو موضع چمکنی سے جاکر فرید آباد مین مقیم ہوئے - وہان پر ابراہیم خان کے ساتھ ان کے تعلقات اتنے استوار ہوئے کہ اپنی صاحبزادی سے ان کا نکاح کردیا -

ابراہیم خانؒ کے ہان تین فرزند پیدا ہوئے جن مین سے حضرت میان محمد عمرؒ کو لازوال شہرت حاصل ہوئی - حضرت میان صاحبؒ ابھی صغیرالسن ہی تھے کہ والد ماجد

کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا ۔ قحط سالی ختم ہونے کے بعد ملک سعید خان اپنے گاؤں چمکنی واپس آگئے ۔ آپ چمکنی میں تھے کہ آپ کے داماد فوت ہوئے ۔ جب ان کو اپنے داماد ابراھیم خان کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ہوئی تو فوراً فرید آباد روانہ ہوئے اور اپنی صاحبزادی اور ان کے دیگر اہل خانہ کو چمکنی لے آئے اس وقت حضرت میاں محمد عمرؒ کی عمر صرف سات برس تھی ۔

ملک سعید خان نے نہایت خلوص سے ان کی پرورش کی ۔ جب سن شعور کو پہنچے تو سلوک و طریقت کی راہ پر گامزن ہوئے ۔ اپنے دور کے بڑے بڑے علماء و مشائخ سے فیض حاصل کیا ۔ ابتداء میں حضرت شیخ سعدی لاھوریؒ کے زیر تربیت رہے ۔ حضرت سعدیؒ کی وفات کے بعد ان کے جلیل القدر خلیفہ حضرت شیخ محمد یحیٰیؒ (معروف بہ حضرت جی اٹک) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور دین حنیفیؐ کے اصول و ضوابط کے تحت فرقۂ نقشبندیہ کی اشاعت و ترویج میں ہمہ تن مصروف ہو گئے ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نہ صرف ایک پیر کامل تھے بلکہ علم و فضل کے میدان میں بھی آپ کو قابل رشک شہرت حاصل تھی ۔ آپ جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے ۔ ایک طرف اگر عبادت و ریاضت زُھد و تقویٰ ، جود و سخا اور عجز و انکساری کے لحاظ سے آپ کا مرتبہ نہایت بلند تھا تو دوسری طرف مذہبی ، علمی ، رفاہی اور ادبی خدمات کے لحاظ سے بھی خطۂ سرحد میں بے مثال تھے ۔

آپ نے احیاء دین کے سلسلے میں ہر محاذ پر لادینی قوتوں کا مقابلہ مقابلہ کیا اور زبان ، قلم اور تلوار تینوں کے ذریعے باطل پرستوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا معاشرہ کی اصلاح و فلاح کے لئے منظم تحریک چلائی اور اس میں اس حد تک کامیابی حاصل کی کہ دو سو برس گذر جانے کے باوجود آج بھی اس علاقے میں آپ کی تعلیمات کے اثرات

موجود ھین ۔

آپ مادرزاد ولی اللّٰہ تھے اور استفادہ کے لحاظ سے اویسی تھے ۔ جلال و جمال کی صفات سے آراستہ و پیراستہ تھے ۔ آپ کے فیوض و برکات کا دائرہ بہت وسیع تھا ۔ آپ کے مریدین و خلفاء کی تعداد بے شمار تھی یہان تک کہ بادشاہِ وقت احمدشاہ درانیؒ ، ان کے صاحبزادے اور تقریباً تمام امراء و وزراء آپ کے حلقۂ بگوش خدام مین شامل تھے ۔

خداوند تعالیٰ نے نہایت بابرکت زندگی عطا فرمائی تھی ۔ ارشاد و ھدایت اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے کام مین بھی مصروف رھتے اور " العمالی" اور " شمس الھدیٰ " جیسی معرکۃ الآراء کتابون کے علاوہ ظواھر السرائر" توضیح المعانی ، اللآلی ، شمائل نبوی اور د پشتو نسب نامۃ (پٹھانون کا نسب نامہ) لکھ کر علمی میدان مین بھی گرانقدر خدمات انجام دین ۔

آپ کی اولاد انتہائی نیک تھی ۔ آپ کے دونون صاحبزادے ---- محمدیؒ اور احمدیؒ ---- علم و عرفان مین درجۂ کمال پر فائز تھے اور اپنے دور کے مشہور و معروف اور بااثر روحانی رھنما تھے ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ نے تقریباً سو برس تک یہان کی فضاء کو اپنے انوار سے منوّر رکھا مگر بمقتضائے " کُلّ نفسٍ ذائقۃُ الموت " بالآخر ۱۱۹۰ھ ۔ ۱۷۷۶ء مین جام وصال نوش فرمایا ۔ انا لِلّٰہ وانّا الیہ راجعون ۔

آپ کا مزار موضع چمکنی (پشاور) مین واقع ہے اور مرجع خاص و عام ھے ۔

****

مَ مُحکم پــه شریعت وهٔ — د نبــي پــه طریقتَ وهٔ
حَ حَق گوي وهٔ وَهر چاته — هم بادشاه ته هم گدا ته
مَ مدارپــه دهٔ وهٔ عام — وهٔ ژوندي په دهٔ اِسلام
دَ داعي دَيَ دهرجاوهٔ — دین پــه دهٔ باندرنړا وهٔ
عَ عالِم عامِل عادِل وهٔ — هم کامِل هم مکمّل وهٔ
مَ مئین وهٔ پــه نیکانــو — بیخ وشکونکې د بدانــو
رَ رنړا پــه خپل زمان وهٔ — غږ ئې تللئ په جهان وهٔ

دَيَ ښتن د نیك اِرشاد وهٔ
رب پرِ کړیٔ عظیم داد وهٔ
قیل وقال ئې باصواب وهٔ
د دهٔ مثــل بل نایــاب وهٔ

(نورالبیان از شیخ نورمحمّد قریشی (قلمی) ورق ۷۲)

فہرست

مضامین		صفحات
تمہید		
باب اول —	مقدمہ	۱ — ۲۰
باب دوم —	حالات زندگی	۲۱ — ۷۱
	قوم و قبیلہ	۲۱ — ۳۲
	آبا و اجداد	۳۳ — ۴۲
	زمانۂ طفولیت	۴۲ — ۵۰
	اکتساب علوم اور سلوک و طریقت	۵۰ — ۶۵
	ذریعۂ معاش	۶۵ — ۶۶
	وفات	۶۶ — ۷۱
باب سوم —	بزرگانِ فیض بخش یعنی وہ علماء و مشائخ جن کی صحبت سے آپ فیضیاب ہوئے۔	۷۲ — ۱۹۵
	ابراہیمؒ، مولانا	۷۲ — ۷۳
	تاج محمودؒ، مولانا	۷۴
	جیونؒ، مولانا	۷۵
	دلدار بیگؒ، مولانا	۷۵ — ۷۶
	ذکریاؒ، شیخ (المعروف شہید میاں صاحب دیہہ میاں گوجر)	۷۶ — ۷۸
	سعدی لاہوریؒ، شیخ	۷۸ — ۱۱۳
	عبدالشکورؒ، سیّد مولانا	۱۱۳ — ۱۲۱

****

تمہید

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

رَبِّ یَسِّر وَلا تُعَسِّر وَ تَمِّم بالخیر

تاریخ اقوام کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قوم اپنے اسلاف کے کردار کو اپنے لئے سرمایۂ فخر سمجھتی ہے اور ہر زندہ قوم کے افراد اور ہر مذہب کے پیروکاروں کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں کو منظر عام پر لائیں تاکہ قوم ان کے نقشِ قدم پر چل کر شاہراہِ زندگی پر کامیابی کے ساتھ گامزن ہوسکے ۔

حق کے علمبردار کون تھے اور باطل کا ساتھ کس نے دیا ۔یہ بات ان حضرات کی تعلیمات کے آئینہ میں صاف دکھائی دیتی ہے اور اہل تمیز ان کی شخصیت کی اصل ~~قدوقامت~~ (قدر وقیمت) کا اندازہ اسی آئینے میں دیکھ کر لگا لیتے ہیں ۔

علماء کرام کا کہنا ہے کہ سُنّتِ رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی عظمت و تاثیر کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ جو شخص اس کے جتنا قریب ہوا اتنا ہی زندہ جاوید ہوجاتا ہے ۔اس قول کی حقانیت کا بین ثبوت یہ ہے کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے اذہان و قلوب سے بڑے بڑے صاحبان تاج و تخت سلاطین اور جاہ و جلال والے عظیم فاتحین کے نام محو ہوچکے ہیں مگر ان کے مقابلے میں کتنے ہی بوریانشین ' گدڑی پوش روحانیت کے علمبردار عاشقانِ رسول ایسے ہیں جن کا نام و کام صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی زندہ و تابندہ ہے اور تا ابد زندہ و تابندہ رہے گا ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما (1)

---

(1) دیوان خواجہ شمس الدین محمد (حافظ شیرازی) مرتبہ پژمان بختیاری بسرمایہ کتب خانہ ابن سینا مطبوعہ چاپخانہ شرق تہران آذرماہ ۱۳۴۲ غزل ۱۲ ص ۱۲ ۔

ھمارے اس علاقہ سرحد میں بھی ایسے بے شمار محبانِ خدا اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ھیں - جن کی زندگی تادم آخر عبادت خالق تعالیٰ اورخدمتِ خلق کی خاطر وقف رھی ھے اور ان کو عمر بھر اگر غم رھا تو صرف یہ کہ بھٹکی ھوئی انسانیت کو کس طرح راہ راست پر لایا جائے - ان بندگان خدا میں سے ایک قطب الاقطاب حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ھے جواپنے دور میں اس قافلہ راہ حق کے سالار تھے - اور تقریباً دو سو برس گزر جانے کے باوجود بھی آپ کا نام نامی یہاں کی فضاؤں میں بلا برابر گونج رھا ھے - مگر افسوس کہ یہاں کے تمام دیگر علماء و مشائخ کی طرح اس عظیم مردِ کامل کے احوال و آثار کو بھی کما حقہٗ جمع و مرتب کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی -

میرے دل میں کافی عرصہ سے حضرت میاں صاحب چمکنی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار جمع کرنے کی آرزو موجزن تھی اور اس موضوع سے میری دلچسپی کاباعث عامۃ المسلمین کو عموماً اور اھل سرحد کو خصوصاً بارھویں صدی ھجری کے ایک مایہ ناز افغان عالم و صوفی سے روشناس کرانا اور ان کی مذھبی، علمی اور سیاسی خدمات کے بارے میں سرمایہ معلومات فراھم کر دینا ھے - اور دوسرا وہ فطری جذبہ ھے جو ھرانسان اپنے ھمذھب اور ھم وطنوں کے لئے اپنے دل میں محفوظ رکھتا ھے -

میری خوش قسمتی ھی سمجھ لیجئے کہ ۱۹۷۴ء میں پشاور یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی میں داخلہ دینے کا اھتمام کیا چنانچہ اس سکیم کے تحت میں نے باقاعدہ داخلہ لیا اور اپنے عالم و فاضل اور مشفق استاد جناب حافظ عبدالقدوس صاحب سابق چیرمین شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کے مشورہ سے "حیات و آثارِ میاں محمد عمر چمکنیؒ" کو اپنے مقالے کا موضوع منتخب کیا -

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نہایت اھم اور ممتاز شخصیت کے مالک تھے کیونکہ آپ نہ صرف اپنے دور کے ایک خدارسیدہ بزرگ و صوفی تھے بلکہ زیورِ علم سے آراستہ و پیراستہ ایک محقق و مدقق عالم بھی تھے اور یہی بات آپ کو اپنے زمانہ کے دیگر مشائخ سے ممتاز کرتی ھے - علاوہ ازیں

حضرت میان صاحب موصوف کو اس علاقہ کی سیاست اور خصوصاً مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت کو بحال کرنے میں بڑا عمل دخل تھا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کی "خانقاہ" کو ایک "دارالخلافہ" کی طرح مرکزی حیثیت حاصل تھی اور آپ نے اپنے اثر و رسوخ اور شہرت و مقبولیت کی بناء پر تمام مذہبی اور سیاسی معاملات میں نہایت اہم اور تاریخی کردار ادا کیا ہے -

اس سلسلے میں ان دشواریوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے جو اس مقالہ کے لئے مواد فراہم کرنے کی راہ میں پیش آئیں -

سب سے پہلی مشکل یہ ہے کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ اور آپ کے اہل خاندان کی تصنیفات یا تو ناپید ہو چکی ہیں اور یا ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جواز راہ عقیدت اس بارے میں اس قدر بخل سے کام لیتے ہیں کہ کسی کو دکھانا بھی گوارا نہیں کرتے -یہی وجہ ہے کہ مطلوبہ مواد کے سراغ لگانے اور اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بارہا لاہور -اٹک -مردان -پشاور کوہاٹ - دیر - باجوڑ اور ملحقہ قبائلی علاقہ جات کا سفر کرنا پڑا اور بڑی کدوکاوش کے بعد حضرت میان صاحب چمکنیؒ ، آپ کے مریدین و متوسلین اور بعض معاصر علماء کرام کی کتابیں فراہم کیں جنہیں بنیاد بنا کر کام کا آغاز کیا -

دوسری مشکل یہ کہ اکثر مقامات میں واقعات اس قدر مختلف اور متضاد تھے کہ ان کے درمیان صحیح و سقیم میں امتیاز کرنا قدم قدم پر سنگ گران ثابت ہوتا تھا -جس کو حل کرنے کے لئے مؤید معلومات حاصل کرنے کے لئے دن رات سعی بلیغ کرنے کے علاوہ ان متضاد روایات کی تحقیق وتنقیح کے لئے بار بار ماہرین فن کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا -

بہرحال چھوٹے چھوٹے پرزوں کو جوڑتا ہوا آگے بڑھا خداوند تعالیٰ کے فضل و کرام سے رفتہ رفتہ مشکلات رفع ہوتی رہیں یہاں تک کہ آج میں حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے حیات و آثار پر مشتمل یہ ضخیم مقالہ ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں —

ذٰلک فضل اللّٰه یوتیه من یشاء (۱) — تاهم بمقتضائے "فوقَ کُلِّ ذِی علمٍ علیم" (۲) اس کے حرف آخر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اصحاب علم و دانش سے استدعا ہے کہ جہاں کہیں وہ ضروری سمجھیں اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں -

اس باورے میں میں یہ اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں کہ اس مقالہ کی ترتیب و تدوین میں جن حضرات نے میری مدد و رہنمائی فرمائی اظہار تشکر کے طور پر ان کا مختصر تذکرہ کروں -

جناب مولانا عبد القدوس صاحب سابق صدر شعبہ اسلامیات اور جناب ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب صدر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کا میں تہہ دل سے ممنون ہوں جو اپنی گوناگون مصروفیات کے باوجود میری ہر ممکن رہنمائی فرماتے رہے -

جناب ڈاکٹر سعید اللّٰہ قاضی ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات کا بالخصوص میں بے حد شکرگذار ہوں جنہوں نے تحقیق کی فنی مشکلات حل کرنے اور مضامین کو ترتیب دینے میں میری مدد فرمائی -

احسان مندی کے اس باب میں مجھے جناب ڈاکٹر سیّد سعید اللّٰہ صاحب اور جناب مولانا سید عبد الشکور صاحب ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات کی خدمت میں بھی ہدیہ تشکر پیش کرتا ہے - جنہوں نے وقتاً فوقتاً میری حوصلہ افزائی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی -

شکریے کا یہ باب نامکمل رہے گا اگر میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ساکن گوجر گڑھی، مولانا سیّد محمد ایوب جان بنوری صاحب اور مولانا فضل صمدانی مرحوم کے خلف الرشید جناب سیّد

---

(۱) سورہ الجمعہ ۶۲ : ۴

(۲) سورہ یوسف ۱۲ : ۷۶

محمد فاروق صاحب ساکن بہانہ ماڑی پشاور شہر کا شکریہ ادا نہ کرون جنہون نے ضروری مواد بہم پہنچانے مین میرے ساتھ حتّی المقدور تعاون کیا ۔مین پشتواکیڈیمی کے پشتواردو ٹائپسٹ محمد انورخان صاحب کا شکریہ ادا کئے بغیر نہین رہ سکتا جنہون نے مسودہ نہایت ہی جانفشانی کے ساتھ بہت کم وقت مین ٹائپ کیا ۔بعض اور ارباب دانش نے بھی کسی نہ کسی شکل مین میری مدد کی جن کا ذکر طول کلام کا باعث ہوگا ۔بہرحال مین ان سب حضرات کا احسان مند ہون جو اس یگانہ روزگار مرد کامل کی سوانح حیات جمع کرنے کے دوران میرا ہاتھ بٹھاتے رہے ۔

یہان اس بات کی وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہون کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے شیوخ، ہم عصر علماء اور آپ کے خلفاء و مریدین کے حالات کو حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے ۔اور چونکہ حضرت میان صاحبؒ، حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ اور حضرت شیخ محمّد یحییٰؒ کے مرید تھے لہٰذا ان دونون کے حالات کو نسبتاً تفصیل سے بیان کیا ہے ۔

علاوہ ازین مقالہ مین "ظواہر السرائر" کے دو قلمی نسخون سے استفادہ کیا گیا ہے ۔ پہلی بار مین نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانہ مین موجود "ظواہر" کا نسخہ مطالعہ کیا ۔ اس کے بعد کوہاٹ مین اس کتاب کا دوسرا نسخہ دستیاب ہوا اور اس سے استفادہ کیا ۔اس لئے حوالہ جات مین اوّل الذکر کو ظواہر ۱ اور موٴخرالذکر کو ظواہر السرائر ۲ سے ظاہر کیا گیا ہے ۔

اسلامیہ کالج پشاور
مورخہ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ
مطابق اپریل ۱۹۷۸ء

محمّد حنیف
اسسٹنٹ پروفیسر (اسلامیات)
شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

باب اول

مقدمه

سیاسی حالت

حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ کا دور سیاسی اور مذہبی اعتبار سے انحطاط کا دور تھا ۔ کیونکہ اسوقت ہند اور ایران کی دونوں عظیم سلطنتوں کا سیاسی نظام نہایت سرعت کے ساتھ منہدم ہو رہا تھا ۔ جس کی وجہ سے گرد و پیش کی سیاسی فضا انتہائی مکدّر تھی ۔

دہلی سے لے کر حدودِ پشاور تک کا علاقہ سلطنت دہلی کے زیرِ تصرف تھا مگر بادشاہتوں میں آئے دن انقلابات، تورانی اور ایرانی امراء کی مخاصمت، شیعیت و سنیت کی کشمکش، اور مرہٹہ جاٹ اور سکھ تحریکوں کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کا آفتاب لبِ بام آچکا تھا ۔ مرکز کے کمزور ہوجانے کے باعث سارے ملک میں سیاسی نبردآزمائی، بدنظمی، اور طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور جس طرف بھی نگاہ اُٹھتی تھی زوال ہی نظر آنے لگا تھا ۔ (1)

ملک کا اقتصادی ڈھانچہ اس حد تک تباہ و برباد ہوچکا تھا کہ احمد شاہ (المتوفی ۱۱۶۸ھ / ۱۷۵۴ء) کے زمانہ میں تین سال تک فوجیوں کی تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں مجبوراً سپاہیوں

---

(1) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں ۔
شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی اشاعت اول ۱۹۵۰ء ص ۳۵ ۔ ۳۸ ص ۱۶۱ ۔ ۱۶۲، تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت از سیّد ہاشمی فریدآبادی اشاعت اول ج دوم مطبوعہ انجمن ترقی اردو بورڈ کراچی ۱۹۵۳ء ص ۱ ۔ ۳۶،
مقدمہ "اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ" از ڈاکٹر مظہر بقا مطبوعہ ادارہ "تحقیقات اسلامی" ۱۹۷۳ء ص ۱ ۔ ۱۰، ایضاً مقدمہ "سیاسی مکتوبات" ص ۱ ۔ ۳۷ ۔

نے هنگامه بوپا کیا اور اُمراءکے محلات کے دروازے روک کر کھڑے هوگئے - ایک امیر کا جنازه چار دن تک پڑا رها اور سپاهیون نے اس وجه سے دفن نه هونے دیا که اس نے تنخواهیں ادا نهین کی تهین ایک موقعه پر شاهی محلات کے سازو سامان کی فهرست بنا کر دوکانداروں کو دی گئی تهی تاکه اس کو فروخت کرکے فوجیون کی تنخواهین ادا کر دی جائین - (١) اس تباه حالی مین روز بروز اضافه هوتا رها - یهان تک که عالمگیر ثانی (المتوفی ١١٧٣ھ/١٧٦٠ء) کے زمانے مین ایک دفعه حرم کی بیگمات نے بهوک کی شدّت سے بے تاب هوکر محل سے باهر نکل کر شهر مین جانے کا اراده کر لیا تها اور شدتِ گرسنگی کے مارے ان کو اپنی بے پردگی کا بهی خیال نه رها تها - (٢)

فوجی نظام بهی ناگفته به حد تک خراب تها جس کی وجه سے باغی اور سرکش عناصر سرگرم عمل تهے اور هر جگه ظلم و تشدد لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکها تها - (٣)

حضرت میان صاحب جمکنی رحمة الله علیه حدود ١٠٨٢ھ/١٦٧١ء مین جب لاهور مین پیدا هوئے تو اس وقت سرزمینِ هند مین سلطان محمد اورنگ زیب عالمگیر (المتوفی ١١١٩ھ/١٧٠٧ء) بر سر اقتدار تهے عالمگیر کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے حصولِ اقتدار کی خاطر آپس مین دست و گریبان هوگئے - اس کشمکش مین ان کے بڑے بیٹے شاه عالم بهادر اول (المتوفی ١١٢٣ھ/١٧١١ء) کو کامیابی هوئی - اور سلطنت هند کا فرمانروا بن بیٹها - اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹون مین تخت نشینی کے لئے خانه جنگی کا آغاز هوا جس کے نتیجے مین معزّالدین جهاندار شاه تخت نشین هوا مگر صرف ایک سال بر سر اقتدار رهنے کے بعد وه بهی اپنے بهتیجے فرخ سیر (المتوفی ١١٣١ھ/١٧١٩ء) کے هاتهون مارا گیا -

---

(١) سیاسی مکتوبات ص ١٩٢ بحواله "تذکره" شاکرخان (قلمی)

(٢) تاریخ مسلمانان پاکستان و بهارت ص ٣

(٣) مقدمه "سیاسی مکتوبات ص ١ - ٣
مقدمه "شاه ولی الله اور اصول فقه ص ١ - ٩

فرخ سیر بھی برائے نام بادشاہ تھا اصل اقتدار سادات بارھہ[1] کے ہاتھوں میں تھا جن کو ہر وقت صرف اپنا اقتدار بچانے کی فکر دامنگیر رہتی تھی ۔ فرخ سیر کے بعد رفیع الدّرجات (المتوفی ۱۱۳۲ھ / ۱۷۱۹ء) شاہ جہان ثانی (۱۱۳۲ھ / ۱۷۱۹ء) محمد شاہ (المتوفی ۱۱۶۲ھ / ۱۷۴۸ء) احمد شاہ (المتوفی ۱۱۶۸ھ / ۱۷۵۴ء) عالمگیر ثانی (المتوفی ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۰ء) اور شاہ عالم ثانی (المتوفی ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء) یکے بعد دیگرے تختِ اقتدار پر متمکن ہوئے مگر ان میں پورے اختیار و اطمینان کے ساتھ حکومت کرنے کا موقعہ کسی کو بھی میسّر نہ[2] ہوا اور بیشتر یا تو قید ہوئے یا قتل کر دئیے گئے ۔

دوسری طرف سرزمین ایران میں بھی شاہ عباس اعظم (المتوفی ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء) کی وفات کے بعد صفوی حکومت زوال پذیر تھی ۔ اندرونی اور بیرونی حالت بد سے بدتر ہورہی تھی ۔ مخالف خارجی عناصر مثلاً ازبک، ترک، اور روسی ایرانی حکومت کے خلاف تخریبی اور جارحانہ سرگرمیوں میں مصروف تھے، کردوں نے اصفہان کے قرب و جوار میں فساد برپا کیا تھا ۔ [illegible] ۔ اس داخلی اور خارجی انتشار و بے چینی سے فائدہ اٹھا کر بالآخر محمود بن میرویس خان غلزئی (المتوفی ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۵ء) نے ایران پر حملہ آور ہوا جس کے حملے کی تاب نہ لاکر سلطان حسین نے ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۲ء میں بصد حسرت و یاس صفوی حکومت[3] محمود کے سپرد کردی ۔

---

(۱) سادات بارھہ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مؤرخین کہتے ہیں کہ سلطنت دھلی کے ابتدائی دور میں زیدی سادات کا ایک گروہ گنگا اور جمنا کے دوآبہ میں آکر آباد ہوا اور کثرت اولاد کی برکت سے کئی ضلعوں میں پھیل گیا تھا ۔ ابتداء میں چونکہ بارہ خاندان بارہ مواضعات میں آباد ہوئے تھے اور اسی نسبت سے ان کی آئندہ نسل "سادات بارھہ" کے نام سے موسوم ہوئی (تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت ج ۲ ص ۱۳)

(۲) مقدمہ "اصول فقہ اور شاہ ولی اللّٰہ" ص ۱ ۔ ۳

(۳) تاریخ ایران از پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی ج ۲ ص ۳۲۹ ۔ ۳۵۷ اشاعت اول مطبوعہ شفیق پریس ۲۵ کبیر سٹریٹ پیسہ اخبار لاھور ۱۹۷۱ء ۔

۱۱۳۹ھ / ۱۷۲۷ء میں نادرشاہ افشار سیاستِ ایران کے افق پر نمودار ہونے لگا - ایک ڈاکو کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا مگر بہت جلد ترقی کے بامِ عروج پر پہنچ کر فرمانروا بن گیا - اور ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۵ء میں ایران کے بادشاہ کی حیثیت سے باقاعدہ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا ہوئی - (۱)

نادرشاہ کو بعض مؤرخین نے شیعہ بتایا ہے اور بعض اس کو سنی مذہب کی طرف مائل بتاتے ہیں - مگر حقیقت یہ ہے کہ بنیادی طور پر نہ تو وہ مذہب تسنّن کا پیروکار تھا اور نہ مذہب تشیّع کا پابند بلکہ دین و مذہب کے قیود سے بالکل آزاد ایک دنیا دار اور دنیا پرست حکمران تھا - (۲) تاہم یہ بات مسلّم ہے کہ سیاسی اعتبار سے وہ غیر معمولی شخصیت کا مالک تھا - اس کا عروج ملک کے ایک نہایت پرآشوب دور میں ہوا لیکن اس کی ہمت و حوصلہ اور جنگی اوصاف نے اسے بہت جلد قوم کے ایک محبّ وطن ناجی کے مرتبے پر پہنچا دیا اور حیرت انگیز سرعت کے ساتھ وہ فوجی اور سیاسی کارنامے انجام دئے کہ ایسے شاذ و نادر دیکھنے میں آتے ہیں - اس نے شکست خوردہ اور شکستہ دل اہل وطن کی ہمتوں کو بلند کیا سرزمین ایران کو روسیوں، ترکوں اور افغانوں سے خالی کرا لیا داخلی استحکام پیدا کیا اور بیرونی قوتوں سے اپنے ملک کی سرحدات کو محفوظ کر لیا مگر یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بہت جلد اس کی زندگی میں ایک زبردست انقلاب رونما ہوا اور مخلوق خدا پر ایسے وحشیانہ اور قابل نفرین مظالم ڈھانا شروع کئے جن پر یقین آنا مشکل ہے اور جس ملک کو غیروں سے بچایا اور دوبارہ عظمت و فلاح سے بہرہ مند کیا تھا اسے پھر سے بے پناہ مصائب و آلام میں مبتلا

---

(۱) نادرشاہ افشار کی تاج پوشی کی تاریخ کا مادہ :
(۱) الخیر فیما وقع (۱۱۴۷ھ) ؎ اور (۲) ذوالقرنین (۱۱۴۷ھ) ہے (درۂ نادرہ از مرزا مہدی خان استر آبادی ص ۴۲۱ مطبوعہ چاپخانہ دانشگاہ تہران ۱۳۴۱ھ)

(۲) بیان واقع از خواجہ عبدالکریم کشمیری (تحقیق ڈاکٹر کے - بی نسیم) اشاعت اول مطبوعہ حبیب پریس ۳۴ مزنگ روڈ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۸۳ - ۱۸۴

کردیا اس کے ظلم و ستم اور سنگدلی کی اس سے بدترین مثال کیا ہوسکتی ہے کہ اپنے لخت جگر اور ولیعہدِ سلطنت رضا قلی مرزا کی آنکھین نکلوا کر بصارت کی نعمتِ عظمیٰ سے ~~ہمیشہ ہمیشہ کے لئے~~ محروم کردیا ۔ اس کے ان مظالم کا اثر یہ ہوا کہ لوگ سخت خوف و خطر کی زندگی گزارتے تھے یہان تک کہ رعایا اس سے بہت بیزار و متنفر ہوئی اور اہل ایران جو اس کو آیت رحمت سمجھتے تھے موجب زحمت سمجھنے لگے ۔ (1)

نادرشاہ کا درباری منشی مرزا مہدی خان اس حالت کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہین:

ایرانیان کہ او را آیتِ رحمت انگاشتہ و برصفحۂ دل نقش محبتش را نگاشتہ و نہال ولایتش را در زمین جان بہ تمنائی اجتنائی میوۂ مراد بدو دست دعا پیوستہ از چشمۂ سار چشم آبیاری ریاض دولتش کردہ بہ انتظار بہاران گلزار نزہت آثار شگوفہ وار دیدہ سفید نمودہ بودند آخر از احراز مدعا حرمان گزیدہ بہ خار مغیلان برخوردند و زہر گیاہ وحنظل بجائی برخوردند وقعوا فی عہوتران شو "وطعموا ان ینالوہ فاصابوا سلماً وقارا" زمان خلافتش آفتہ شد و ایام پادشاہیش

ایرانی جو اس کو خداوند عالم کی رحمت کی نشانی تصور کرتے تھے اور اپنے دلون کے صفحات پر اس کی محبت کے نقوش ثبت کرتے تھے اور اس کی محبت کے شجر کو اپنی روح کی زمین مین میوۂ مراد حاصل کرنے کی تمنا مین مسلسل دونون دعاگو ہاتھون سے بوتے تھے اور اپنی سارس کی طرح خوبصورت آنکھون کے چشمون سے اس کی آبیاری کرتے تھے خوشبوؤن سے بھرپور بہار کے انتظار مین شگوفون کی طرح اپنی آنکھین کھولے ہوئے تھے آخرکار اپنے مصیبت آشنا مدعاکو بچانے کے لئے پھول کے

---

(1) درۂ نادرہ ص ۷۵۹ ـ ۷۶۰
ایضاً ملاحظہ ہو تاریخ ایران ج ۲ ص ۳۸۱ و
ہندوستان کی حالت (برطانوی تسلط کے قریب) از اوون سڈنی ترجمہ از سید ہاشمی فریدآبادی مطبوعہ دارالطبع جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن ص ۱۲۹ ـ ۱۵۱ ـ

مخِ آفت و مخافت - محمد مناعتش معمد متاعب
(۱)
آمد و محدرا حتش مهادِ مصائب و مصاعب *

کانٹون سے دوچار ہوئے اور میوے کے بجائے زہر اور حنظل کی گھاس ان کو نصیب ہوئی - "ایسی مصیبت میں گرفتار ہوئے جس سے چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن تھا اور جس چیز کی خواہش کی تھی اس سے محروم رہے" -

اس کی خلافت کا دور آفات سے روبرو ہوا اور اس کی بادشاہی کا زمانہ آفت اور مصیبت سے دوچار ہوا اور اس کا دور حکومت تکالیف کے لئے وقف ہو گیا اور اس کے آرام و راحت کا گھوارہ دشواریون کا بچھونا بن گیا -

(۲)
نادرشاہ نے $\frac{\text{۱۱۵۰ھ}}{\text{۱۷۳۷ء}}$ مین قندھار پر لشکرکشی کی $\frac{\text{۱۱۵۱ھ}}{\text{۱۷۳۸ء}}$ مین پشاور کے راستے ہندوستان

---

(۱) درہ نادرہ ص ۹۳۸ - ۹۳۹

(۲) قندھار عرصہ دراز سے حکومت ہند اور سلطنت ایران کے درمیان متنازعہ فیہ تھا - $\frac{\text{۱۰۳۸ھ}}{\text{۱۶۳۸ء}}$ مین مغل فرمانروا شاہجہان نے اس پر قبضہ کرلیا شاہ عباس دوم (المتوفی ۱۰۷۷ھ) نے $\frac{\text{۱۰۵۹ھ}}{\text{۱۶۴۹ء}}$ مین اس پر دوبارہ اپنا قبضہ جما کر اپنی سلطنت کا حصہ بنالیا اس کے بعد مغل سلاطین ہر دور مین اس کو واپس لینے کی جدوجہد کرتے رہے مگر کامیابی نہ ہوسکی اور صفوی دور کے اختتام ($\frac{\text{۱۱۳۵ھ}}{\text{۱۷۲۲ء}}$) تک یہ علاقہ ایرانی مملکت مین شامل رہا - (تاریخ ایران ج ۲ ص ۳۵۰ - ۳۵۱) اس کے بعد کچھ مدت تک اس پر افغانون کا پھریرا لہراتارہا لیکن نادرشاہ نے آکر اس کو پھر اپنا زیر نگین کیا بعد مین جب احمد شاہ درانی بادشاہ بنے اور افغانستان کی آزاد مملکت کی بنیاد رکھی تواس وقت سے قندھار مستقل طور پر افغان سلطنت مین شامل ہوگیا - (تاریخ ایران ج ۲ ص ۳۵۰ - ۳۵۱)

کا رخ کیا اور اپنی روایتی تاخت و تاراج کے ذریعے دھلی تک کے اس پورے علاقے کو ایسا تہہ و بالا کرلیا کہ سلطنت مغلیہ کی رہی سہی ساکھ بھی ملیا میٹ ہوگئی اور ہند کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات ایسا تنگ کردیا کہ انہون نے مجبور ہوکر "جوہر" ـ آگ مین جل کر مرنا ـــ کے ذریعہ خود کو ختم کرنے کا ارادہ کرلیا تھا ۔ (۱)

اس دور کے مشہور مدبّر حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نادرشاہی یلغار کی تباہ کاری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ھین کہ :

بخدا می پناہم از آنکہ بدستور نادرشاہ بعمل آید کہ مسلمانان را زیر و زبر ساختہ ومرھٹہ و جٹ را سالم و غانم گذاشتہ رفت ـ ازان باز دولت کفار قوت یافتہ و جنود اسلام از ہم پاشید وسلطنت دھلی بمنزلہ ٔ لعب صبیان گشت معاذاللہ ! اگر آن قوم کفار مسلّم ماند و مسلمانان ضعیف نام اسلام ہم جائی نخواھد ماند ۔ (۲)

خدا سے پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو کہ وہ مسلمانون کو زیر و زبر کر گیا اور مرہٹے اور جاٹون کو سالم و غانم چھوڑ کر چلاگیا ـ نادرشاہ کے بعد سے کفار قوت پکڑ گئے اور افواج اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنت دھلی بچون کا کھیل بن گئی خدا کی پناہ ! اگر کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان کمزور ہو جائین تو اسلام کا نام و نشان بھی کہین باقی نہ رہے گا ۔

مندرجہ بالا بیانات سے یہ بات اظہر من الشمس ھے کہ اسوقت اصفہان سے لے کر دھلی

---

(۱) سیاسی مکتوبات ص ۱۸ بحوالہ ٔ ملفوظات شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۔
ایضاً ملاحظہ ہو اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ ص ۸ ۔

(۲) سیاسی مکتوبات ـ مکتوب ۲ ص ۵۲ ـ ۵۳

تک اس پورے علاقے میں امن و سکون کے آثار ناپید تھے اور ہرجگہ ظلم و جبر کے مہیب سائے مسلمانوں کے سروں پر منڈلارہے تھے -(۱)

---

(۱) پشتو زبان کے ایک معاصر شاعر حافظ مرغزیؒ نادرشاہ افشار کے ظلم و جور اور اس تمام خطہ ارض کی بری حالت کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

عجب باغ وہ اصفہان — تمام وران شہ پر خزان
پہ شیراز ئې وکہ زور — د غضب بلند شہ اور
زلزلہ شوہ پر جہان — چہ مسمار شہ خراسان
پہ کرکوت موصل پہ رې — جور نامہ ئې کاوہ س کې
پہ ارګنج پہ بلخ حصار — څہ ناتار وہ د افشار
ھلاکو صفت عیان شہ — نمودار پہ دا جھان شہ
پہ مشکت بلند شہ اور — خلاص تر نہ شہ د جاکور
سند ھي د رست زیروزبر کہ — بې بالینہ بې بستر کہ
پہ ھر لور شہ ملک مسمار — د غواخونو پہ رفتار
کہ بغداد کہ داغستان وو — پہ بلا کښې د طوفان وو
پہ ھر ملک پہ ھر دیار — د دہ ظلم وو بسیار
تمام ملک شہ بې چراغ — بھار لاړ شہ د دې باغ
د ھر ملک د ھر وطن — اسیر کړې مرد و زن
کویا کان وہ د فجور — لہ عصیان سرہ پور
اما وخت د نادرشاہ وہ — د ھرچا ترحلق ساہ وہ
پہ دنیا د ظلم اور وہ — لګیدلی پہ ھر کور وہ
د رست عالم وہ پر گداز — چہ د جور ئې وہ اغاز

ترجمہ: اصفہان ایک عجیب (خوبصورت) باغ تھا - شیراز پر زور و ظلم کی آگ بلند ہوئی خراسان کے مسمار ہونے کی وجہ سے دنیا ہل گئی - کرکوٹ موصل ورے ارگنج اور بلخ و حصار پر افشار نے کیا ظلم و تشدد کیا ایک ہلاکو صفت وہ دنیا پر نمودار ہوا مشکت میں کوئی گھر اس کے ظلم و ستم

۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء (۱) میں نادرشاہ فتح آباد (ایران) میں قتل کیا گیا ۔اس کے قتل کے بعد احمد شاہ درانیؒ جو اس وقت نادرشاہ کے همرکاب تھے اپنا افغانی لشکر لے کر اپنے وطن قندھار چلے آئے ۔ یہاں پہنچ کر افغان سرداروں کے ایک جرگہ میں ان کو پوری قوم کا متفقہ بادشاہ منتخب کیا گیا ۔

احمد شاہ درانیؒ کو خداوند تعالیٰ نے دین و دنیا دونوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا ۔ ذاتی کردار اور دینداری میں ان کا مقام بہت بلند ہے وہ مذهباً سنی اور شریعت کے پابند ایک صوفی منش مسلمان تھے وہ نہ صرف خداجوئی کا سچا ذوق رکھتے تھے بلکہ اصول جہانبانی سے واقف نہایت بیدار مغز سیاستدان اور تجربہ کار مردمیدان بھی تھے ۔یہی وجہ ہے کہ اپنی مومنانہ فراست اور مجاهدانہ شجاعت و مہارت کے بل بوتے پر بہت جلد تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل کرلیا اور بقول سید هاشمی فریدآبادی احمدشاہ :

" احمدشاہؒ وہ افغان سردار ہے جس کے اقبال کا ستارہ فراست نے چمکایا اور اس کی سپہ سالاری کو فن حرب کی مہارت نے چارچاند لگا دئیے " ۔ (۲)

= کی آگ سے نہ بچ سکا اس نے سندھ کو زیر و زبر کیا ۔فوجوں کی یلغار سے هر طرف تباهی مچا دی بغداد اور داغستان سب مصیبت کے طوفان کی لپیٹ میں تھے هر ملک اور هردیار میں اس کے جبر و تشدد سے ایک اندھیرا چھا گیا اور دنیا کے باغ سے بہار رخصت ہوا ۔ هر ملک و وطن کے مرد اور عورتوں کو قیدی بنایا تھا وہ گویا فسق و فجور کی کان اور سراپا عصیان تھا ۔نادرشاہ کے دور میں هر شخص انتہائی تنگ و پریشان تھا اور هر جگہ ظلم و جور جاری تھا ۔

(شاهنامہ احمدشاہ ابدالی از حافظ ص ۲۰ ۔ ۲۵ اشاعت اول طبع پشاور ۱۹۶۵ء)

---

(۱) درہ نادرہ ص ۶۸۱ و بیان واقع ص ۱۴۳ ۔

(۲) تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت ص ۴۵ ۔

بحیثیت بادشاہ اور کشور کشا اس کا قابل افتخار کارنامہ یہ ہے کہ اپنے مدبرانہ قوانین و ضوابط اور سیاسی حکمت عملی کے ذریعے یہان کے مختلف النسل اور مختلف الخیال قبائل مین وحدت پیدا کی - ان کی باہمی خانہ جنگیون کو فرو کیا اور ان کے جنگجوئی کے جوش کو مخالفین اسلام کے خلاف جدوجہد مین لگا دیا - اس طرح انہون نے دنیا کے نقشے پر نہ صرف "افغانستان" کے نام سے افغانون کی ایک آزاد حکومت کا نام ثبت کرا دیا بلکہ کفار ہند کے فسادات کو مٹانے کی غرض سے پے در پے نو بار ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تا آنکہ وہ اپنے اس مقصد مین کامیاب ہوگئے اور ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء مین مرہٹون اور جاٹون کی مشترکہ قوت کو پانی پت کے میدان مین نیست و نابود کرکے رکھ دیا فتح کے بعد سلطنت مغلیہ کو اس کے اصل ورثاء کے حوالے کردیا اور خود اپنے دارالسلطنت لوٹ آئے -

مغلیہ سلطنت ہر لحاظ سے کمزور تھی اور زوال اس کا مقدر بن چکا تھا - یہی وجہ ہے کہ احمد شاہ درانیؒ کی ان کوششون کے باوجود بھی مغل فرمانروا اپنی حکومت کو سنبھالا نہ دے سکے جس کے نتیجے مین بالآخر ان کو اپنی سلطنت سے دستبردار ہونا پڑا -

۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء مین احمد شاہ درانیؒ اس دار فنا سے کوچ کرگئے اور ان کی جگہ ان کے فرزند تیمور شاہ درانی (المتوفی ۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۳ء) تخت افغانستان پر جلوہ افروز ہوئے - جس کے دور حکومت کے پورے چار سال کے نشیب و فراز بھی حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی آنکھون کے سامنے رہے تھے -

مذہبی حالات | سیاسی حالات کی طرح اس دور کے مذہبی حالات بھی نہایت حوصلہ شکن تھے - تاریخ شاہد ہے کہ اس زمانے مین ہندوپاک افغانستان اورایران کے مسلمان نہایت مظلومیت اور بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے - سرزمین ہند و ایران مذہبی اختلافات و تناقشات کی لپیٹ مین تھی اور موجودہ افغانستان اور سرحد کے باشندے ان کی کشمکش سے بری طرح متأثر تھے -

ہند و ایران کے مذہبی حالات کی تفصیل ہمارے موضوع سے خارج ہے البتہ صوبہ "سرحد

کے حالات قدرے تفصیل سے بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں اس لئے کہ حضرت میاں صاحب جمکنی کی شخصیت اور آپکی مذہبی علمی اور سیاسی خدمات کی اہمیت اور قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ آپ جس دور جس خطہ ارض اور جس قوم میں بسر اوقات کرتے تھے اس دور اس قوم اور اس خطہ ارض کے مذہبی حالات کا اجمالی خاکہ قارئین کے پیش نظر ہو ۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ صوبہ سرحد کو ایک اہم گزرگاہ کی حیثیت حاصل ہے لہذا برصغیر پاک و ہند میں مغربی جانب سے اسلام کے اکثر داعی و مبلغ اسی راستے سے ہوکر آئے ہیں بعد میں مسلمانوں میں جو دوسرے فرقے یعنی باطنیہ ، رافضیہ ، جبریہ ، قدریہ ، معتزلہ ، حلولیہ اور تناسخیہ وغیرہم پیدا ہوئے تو ان عقائد کے علمبردار بھی اسی علاقے سے ہوکر سرزمین ہند میں وارد ہوئے تھے (1) ۔

چونکہ افغان لوگ ابتداء ہی سے اہل سنت والجماعت کے عقائد کے پیروکار تھے یہی وجہ ہے کہ دیگر عقائد کے مبلغین نے پہلے پہل ان علاقوں کو تبلیغ و تلقین کا مرکز بنایا جہاں افغان آباد تھے ۔ چنانچہ ان عقائد کے داعی پیری و مریدی کا لبادہ اوڑھ کر یہاں کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور اپنے عقائد کی اشاعت و پرچار کا آغاز کیا ۔ چونکہ افغان اسلام پسند اور مرد میدان تو تھے مگر ان کے ہاں اصحاب علم و قلم کا فقدان تھا اس لئے دین کے شوق میں ہر کس و ناکس کا اتباع کرکے گمراہی کی راہ پر گامزن ہوجاتے اور اس طرح لوگوں کے عقائد و اعمال میں عظیم فساد عمد رونما ہوکر الحاد و بے دینی کا ایک سیلاب امنڈ آتا تھا (2) ۔

حضرت میان محمد عمر جمکنی رحمۃ اللہ علیہ گیارھویں صدی ہجری کے وسط میں پیدا ہوئے

---

(1) روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر اشاعت اول مطبوعہ منظور عام پریس پشاور 1965ء ص 520 ـ 532

(2) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں روحانی تڑون ص 532 ـ 540

تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ ص 85 ـ 190 ـ 202 مطبوعہ نیوایگ سٹار پریس پشاور

تھے اور بارھوین صدی ھجری کے اواخر تک زندہ رھے - گیارھوین صدی ھجری کے مذھبی حالات اس دور کے مشہور عالم و روحانی پیشوا حضرت اخوند درویزہؒ نے نہایت بسط کے ساتھ قلمبند کئے ھین - اور افغانستان و سرحد کے حدود مین آباد افغان قوم کے تمام اھم قبائل کے عقائد و اعمال پر مفصل گفتگو فرمائی ھے -

افغانون مین یوسفزئی قبیلہ کو تاریخی اھمیت حاصل ھے - ابتداء سے یہ لوگ راسخ العقیدہ تھے اور الحاد و بدعات سے اجتناب کرتے تھے - مگر ایسا معلوم ہوتا ھے کہ گیارھوین صدی ھجری مین وہ بھی بدعات و رسومات کی زد مین آکر ان کے اندر بڑی تبدیلی رونما ھونے لگی تھی - حضرت اخوند درویزہؒ اس حقیقت کی نشاندھی کرتے ھوئے لکھتے ھین کہ :

"در زمانِ اوّل یوسفزئی اکثر مردم اھل صلاح بودند و درین ایام اکثر اھل ھوا گشتہ اند "(۱)	پہلے زمانے مین اکثر یوسفزئی افغان اچھے اور نیک لوگ تھے اور اسوقت اکثر بے راہ ھو گئے ھین -

کوہ سفید (کوہِ ایسپین غر) کے حدود مین آباد جمکنی افغانون کے عقائد کا حال بیان کرتے ھوئے اخوند درویزہ فرماتے ھین کہ :

اکثر این مردم جمکنی در سفید کوہ بل ھمہ ایشان بلکہ اکثر افغانان سفیدکوہ کافر مطلق شدہ اند درین ایام چہ ایشان متابعت پیر تاریک اختیار کردہ اند نماز و روزہ و زکوۃ از میان برداشتہ اند و علم علماء را دشمن گرفتہ اند امر و نہی را حجاب	سفید کوہ مین آباد اکثر جمکنی لوگ بلکہ تمام بلکہ سفید کوہ کے اکثر افغان کافر مطلق ھو چکے ھین کیونکہ ان دنون پیر تاریک کی متابعت اختیار کی ھے - نماز و روزہ و زکوۃ کو درمیان مین سے ھٹایا ھے اور علم و علماء کے ساتھ

---

(۱) ارشاد المریدین از اخوند درویزہؒ طبع پشاور ۱۳۰۳ھ ص ۲ - ۳

دانستہ اند قرآن ربانی و حدیث نبوی صلعم را بسوزانند و تہ با اندازند و علماء و مومنان دیگر را بامید ثواب می کشند نعوذ باللہ من کفوفعۃ ھم"(۱)	دشمنی کرتے ھین امر و نہی کو حجاب سمجھتے ھین ۔قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جلا ڈالتے ھین اور علماء اور دوسرے مومنین کو ثواب کی امید پر قتل کر دیتے ھین ۔نعوذ باللہ من کفرھم ۔

علاقہ باجوڑ مین آباد ترکانی قبیلہ کی مذھبی حالت کے بارے مین لکھتے ھین کہ :

این مردم ترکلانی درین ایام نیز اکثر متابعت پیر تاریک می ورزند وبالکلیہ حرام خوراند کہ مردم حلال خور و بادیانتہ درمیان ایشان کم یافتہ می شوند ۔(۲)	ان دنون ترکلانی لوگ بھی پیر تاریک کی متابعت اختیار کئے ھوئے ھین اور بالکل حرام خور ھین کیونکہ حلال خور اور بادیانتہ لوگ ان مین کم پائے جاتے ھین

مہمند افغانون کے مذھبی حالات قلمبند کرتے ھوئے اخوند درویزہؒ لکھتے ھین کہ :

اکثر مردم مہمندزئی تبعیت کہ ملا دولت خان نمودہ مرید آن لعین گشتند زیرا کہ این مردم در سفاھت و حماقت از سائر افغانان مشہور تراند "(۳)۔	مہمند افغانون کے اکثر لوگ ملا دولت خان کا اتباع کرتے ھوئے اس لعین کے مرید ھوگئے ھین اس لئے کہ یہ لوگ سفاھت و حماقت مین تمام افغانون سے زیادہ مشہور ھین ۔

دیگر افغان قبائل کی طرح دلہ زاک اور خٹک قبیلے بھی الحاد و بدعات مین مبتلا تھے (۴) تھے ۔اور پیران باطل کی پیروی کو اپنا دین و آئین بنایا ھوا تھا ۔

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۸۷

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۸۸

(۳) تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۵۳ ایضاً ملاحظہ ھو ص ۷۹ ۔ ۲۲۸

(۴) تذکرۃ الابرار ص ۱۳۲ ۔ ۱۳۳

مختصر یہ کہ اس دور میں حدود قندھار سے لے کر حدود ہند تک پھیلی مجموعی تمام افغان قوم کی مذھبی حالت بےحد خراب تھی - حضرت اخوند درویزہ[1] اس مذھبی زبون حالی پر اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ھیں کہ :

الیوم اکثر مردم افغانان بل جملہ ایشان در دین مشکک آمدہ اند چہ از کثرت اشرار و قلت ابرار مذبذب اند تا بہ تمیمہ کدامی راہ اختیار کنند چہ از غایت جہل حق را از باطل نہ دریابند معلوم نیست کہ مسلمانان زیند و مسلمانان میرند چہ جہل در اسلام عذر و حجت نیست - (۵)	آج کل اکثر افغان بلکہ تمام دین کے بارے میں شک و شبہہ میں پڑے ہوئے ھیں کیونکہ شریر لوگوں کی کثرت اور نیک لوگوں کی قلت کی وجہ سے مذبذب ھیں تاکہ کس کے اتباع میں کونسا راستہ اختیار کریں کیونکہ انتہائی جہل کی وجہ سے حق و باطل میں امتیاز نہیں کرسکتے معلوم نہیں کہ مسلمان زندہ رھیں گے اور مسلمان مریں گے (یا نہیں) کیونکہ جہل اسلام میں عذر و حجت نہیں ھے -

ان حالات کو سدھارنے کی خاطر حضرت پیر بابا[7] (المتوفی ۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء) حضرت اخوند پنجو بابا[7] (المتوفی ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء) اور حضرت اخوند درویزہ[7] (المتوفی ۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۸ء) جیسے نامور شخصیات مذاھب باطلہ کی تردید اور عقائد صحیحہ کی پرچار کے لئے دن رات کام کرتے رھے اور جہاں کہیں بھی کسی باطل پرست کی اطلاع ملتی دشت و بیابان اور کوہ و صحرا میں جا جا کر اس کے خلاف آواز بلند کرتے اور اس کے عقائد کے برے اثرات سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کی سعی فرماتے - (۲)

---

(۱) تذکرۃ الابرار ص ۱۵۱ مکمل تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں : حالنامہ (قلمی) از علی محمد مخلص کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی اور صوات نامہ (قلمی) از خوشحال خان خٹک (المتوفی ۱۱۰۱ھ / ۱۶۸۹ء) کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی

اس میں شک نہیں کہ اگر اس وقت حضرت پیر باباؒ اور آپ کے ہمکار و پیروکار دیگر اہل حق علماء اس ملک میں موجود نہ ہوتے تو بقول حضرت اخوند درویزہؒ

" شاید فردے از افراد این مردم مسلمان ماندے " یعنی شاید ان لوگوں میں سے ایک فرد بھی مسلمان رہتا - (۱)

چونکہ اس زمانے میں یہاں آباد افغان لوگوں میں بادشاہ اسلام موجود نہ تھا اور نہ سلطنت ہند نے ان کو پوری طرح ماتحت بنایا تھا قانون کی بندشوں سے آزاد تھے "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا قانون جاری تھا - نیک لوگ کم تھے بد لوگ زیادہ تھے لہٰذا بے پناہ تکالیف جھیلنے اور دن رات تگ و دو کرنے کے باوجود بھی ان حضرات کو خاطرخواہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی - ایک موقعہ پر حضرت اخوند درویزہؒ بادشاہ اسلام کے نہ ہونے اور قلتِ ابرار اور کثرتِ اشرار کے باعث اپنی مجبوری کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

چون درمیان افغانان بادشاہ اسلام نمی باشد و ہیچ کسی در پئے انصاف نیک و بد نمی رود و حق را از باطل جدا کردن بہ خود لازم نمی دانند من نیز چون قوت و شوکت نداشتم عمل بہ این حدیث کردم " من رأ ی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف

چونکہ افغانوں میں بادشاہ اسلام نہیں اور کوئی بھی انصاف سے کام نہیں لیتا اور حق و باطل میں امتیاز کرنا اپنے آپ پر لازم نہیں کرتے میں بھی چونکہ قوت و شوکت نہیں رکھتا اس حدیث پر عمل کیا - " جو کوئی تم میں سے برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اگر ایسا نہیں کرسکتا تو زبان سے روکے اگر ایسا

---

(۱) تذکرۃ الابرار ص ۱۲۳ -

****

(۲) تذکرۃ الابرار ص ۱۵۱ -

(١) الایمان " یعنی از ضرب و زجر و قتل او عاجز شدم اما از امور زبانی خدا شاهد حال است (٢) که در هیچ اوان و مکان تعطیل نه دوزیدم -

لا نہین کر سکتا تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور مرتبہ ھے " یعنی ان لوگون کے مارنے اور ان کے زجر و قتل سے عاجز ھوا لیکن خدا شاھد حال ھے کہ زبانی امور سے کسی وقت اور کسی جگہ بھی اجتناب نہین کیا ھے -

حضرت پیر بابا "حضرت اخوند پنجو بابا اور حضرت اخوند درویزہ کے بعد ان کی اولاد اور اس علاقے کے بعض دیگر نامور مشائخ کرام مثلاً حضرت شیخ رحمکار (المتوفی ١٠٦٣ھ / ١٦٥٢ء) حضرت حاجی بہادر کوهاٹی (المتوفی ١٠٩٠ھ / ١٦٧٩ء) اور حضرت شیخ حبیب پشاوری (المتوفی ١٠٩٣ھ / ١٦٨٢ء) وغیرهم تادم آخر اس تحریک مین سرگرم عمل رھے اور ھر سطح پر بدعات و کفریات کا مقابلہ فرماتے رھے -

اس دور کے حالات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ھے کہ ان علماء حقانی کی مخلصانہ مساعی سے کچھ حد تک حالت سنبھل گئی تھی مگر مکمل اصلاح کے لئے اب بھی بہت کوشش اور انتھک محنت درکار تھی کیونکہ لوگون کے عقائد و اعمال مین اب بھی بڑا فساد و فتور موجود تھا - (٣) اور وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی شکل مین فساد و انقلاب کا ظہور ھوتا رھتا چنانچہ حضرت میان صاحب جھکنی آنے دن کے مذھبی انقلابات و فتن کے بارے مین لکھتے ھین کہ :

در سنہ یک ھزار و یک صد و پنجاہ و ھشت (١١٥٨ھ) آفات گوناگون و روز بوقلمون بظہور آمد کہ آنا

١١٥٨ھ مین گوناگون آفات و بلیات کا ظہور ھوا

(١) ابو داوٗد ج ٢ کتاب الملاحم باب الامر و النھی حدیث ٥ -

(٢) تذکرۃ الابرار ص ١٦٣-

(٣) ملاحظہ ھون نورالبیان از نورمحمد قریشی (قلمی) ١١٩٨ھ ورق ٩ - ١٦ - ١٧ - ١٨ - ١٣ - ٢١ ایضاً شاھنامہ احمد شاہ ابدالی از حافظ اشاعت اول مطبوعہ پبلک آرٹ

فاناً نوعِ نوع چیزها سرزدند و انقلاب در عقائد صریح گشت خصوصاً فتنهاء ابحاث علمی پر وسواس نو پدا اندا ختند و تقلیب در قواعد مذاهب کثیر الوقوع پیدا شد و کتابهائی معتبره مخلوط و مملو شدند از مخترعات ناشائسته و افتراء بداندیشان نو خواسته و دلائل زنادقه و ملاحده بطل نوبادہ از خود تراشی بر فساد عقائد شایع شدند ۔ (۱)

یہان تک کہ قسما قسم چیزین سرزد ہوئین اور عقائد مین ایک انقلاب نمودار ہوا خصوصاً شکوک و شبہات پر مشتمل علمی بحثین شروع ہوئین اور قواعد مذہبی مین بڑا رد و بدل واقع ہوا اور معتبر و مستند کتابین ناشائستہ مخترعات اور جدت پسندون کی افتراپردازیون اور زنادقہ اور ملحدین کے خود ساختہ اور نئی نئی دلیلون سے پر ہوگئین اور اس طرح عقائد مین فساد برپا ہوا ۔

اس طرح اس علاقے کے ایک اور معاصر عالم اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے شاگرد مولانا[2] شیر محمد گگیانی۔ پشاوری اپنی مایۂ ناز تصنیف "الفج العمیق" کے مقدمہ مین لکھتے ہین کہ :

بہ سبب بدو جہل و ضلال و ہوا و فشو ترفض وتشیع و غوا این نسخہ غریبہ بطریق ایجاز تالیف نمودم امتثالاً لامرہ علیہ السّلام " اذا ظہرت الفتن اوقال البدع وسبّ اصحابی فلیظہر العالم علمہ فمن لم یفعل ذلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والنّاس اجمعین " (۲)

جہل و ضلالت و ہوائے نفسانی اور ترفض و تشیع کے عام ہونے کے سبب مختصر طور پر یہ نسخہ غریبہ تالیف کیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کہ " جب فتنے پیدا ہون یا کہا کہ بدعات پیدا ہون اور میرے اصحاب کو لوگ گالیان دینے لگے تو عالم کو چاہئے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے اور اگر ایسا نہ کیا تو اس پر خدا فرشتون اور تمام لوگون کی جانب سے لعنت ہے ۔

= پوہن پشاور ص ۱۹۷ ۔ ۲۰۲

****

(۱) نوٹ) حضرت میان محمد عمر چمکنیؒ نے ۱۱۸۳ھ مین یعنی اپنی وفات سے صرف سات ===

عقائد و اعمال مین یہ فساد و انقلاب صرف صوبہ ؕ سرحد تک محدود نہ تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہمہ گیر تحریک تھی جس نے دہلی تک پورے ملک کو اپنے پنجہ ؕ گرفت مین لے لیا تھا ۔ چنانچہ اس دور کے عظیم مجاہد حافظ رحمت خان ساکن رامپور (المتوفی $\frac{۱۱۸۸}{۱۷۷۴}$ ھ) ہند کے اس مذہبی انتشار کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ :

اہل بدعت از جنس رفضہ و شیعہ و خوارج وغیرہم بسیار منتشر شدہ و چنانچہ بعضے از قسم روافض کہ سبّ شیخین می کنند و بعضی از قبیل خوارج کہ سبّ حضرت علی می کنند پس بر اہل سنت و جماعت ابد لازم است کہ آنچہ از آیات و احادیث درین باب وارد شدہ است ظاہر کنند و در رد بدعات باطلہ ایشان سعی بلیغ نمایند تا درتحت	اہل بدعت مثلاً رفضہ شیعہ اور خوارج وغیرہم بہت پھیل چکے ہین روافض مین سے بعض شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو گالیان دیتے ہین اور بعض خوارج حضرت علی کرم اللّٰہ وجہہ کو گالی دیتے ہین پس اہل سنت والجماعت کا فرض ہے کہ اس بارے مین جو آیات و احادیث وارد ہین ظاہر کرین اور ان کی باطل بدعات

ـــ یوسف پہلے اپنی تصنیف " شمس الہُدیٰ " کے مقدمہ مین بھی لوگون کے عقاید و اعمال مین فساد و انقلاب کا تذکرہ کیا ہے اور علماء سوء کو اس فساد کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے ۔ فرماتے ہین کہ یورثہ الانبیاء ہونے کے دعویدار ہوتے ہوئے بھی حق و باطل مین امتیاز نہین کرتے جس کی وجہ سے عوام و خواص سب اس وقت فساد عقاید کی مصیبت مین مبتلا ہین ۔ (شمس الہدیٰ (قلمی) از میان محمد عمر چمکنیؒ ورق ۱۲ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور) ۔

(۲) الفج العمیق از مولانا شیر محمد (قلمی) ۱۱۸۱ ھ ص : ۳ کتب خانہ ریکارڈ آفس شمال مغربی سرحدی صوبہ پشاور ۔

****

ابن وعید "اذاظهرت البدع وسّبّ اصحابی فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل ذٰلک فعلیه لعنة الله والملائکة والنّاس اجمعین" (١) ته پایند -

کی رد کے لئے بھرپور کوشش کرین تاکہ اس وعید کے تحت نه آئین که "جب بدعات ظاهر هون اور میرے اصحاب کو لوگ گالیان دین تو عالم پر لازم هے که وه اپنے علم کو ظاهر کرے اگر ایسا نه کیا تو اس پر خدا فرشتون اور تمام لوگون کی جانب سے لعنت هے" -

بارهوین صدی هجری کے انهی پرفساد اور هوشربا حالات مین حضرت میان صاحب چمکنی رحمة الله علیه نے آنکهین کهولین، پهلے پهولے، اصلاح احوال کا بیڑا اٹهایا اور اپنے پیشرو علماء کی طرح اهل سنة والجماعة کی اشاعة اور اهل باطل کے عقاید کے اثرات کو مٹانے کی غرض سے ایک باقاعده تحریک چلائی (٢) اپنی قوم کو راه راست پر لانے کے لئے بڑی کامیاب جدوجهد کی اسلام دشمن قوتون کو کمزور کرکے فساد عقاید کا سدّباب کیا - حکومت وقت کو امن و امان کے قیام مین مدد دی اور اس طرح مدت دراز کے بعد یهان کے مسلمانون کو اطمینان و سکون کی فضا مین زندگی بسر کرنا نصیب هوا (٣) -

آپ هر وقت مسلمانون کو بادشاه وقت کی اطاعت و اعانت کی تلقین کرتے ان کو ایک مرکز پر جمع کرکے جهاد فی سبیل الله کے لئے منظم کیا - احمد شاه درانیؒ اور دیگر امراء و وزراء کو زیراثر

---

(١) خاتمه "خلاصة الانساب" از حافظ رحمت خان (فوٹو سٹیٹ کاپی) کتب خانه پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی -

(٢) نورالبیان ورق ١٠ - ١٧ - ١٨

(٣) نورالبیان ورق ١٧ - ١٨ مناقب از مولانا دادین (قلمی) ١٢١٩ھ ورق ١١٦ -

لاکر اسلام کی اشاعت و حفاظت کے لئے آمادہ کیا ۔ اسلامی لشکر میں اپنے مریدین و معتقدین کو شامل کیا غازیان اسلام کے حالات سے ہر وقت اپنے آپ کو باخبر رکھا ان کی فتح و نصرت کے لئے دعائیں دیں ان کی مالی مدد فرماتے رہے اور اس طرح آپ کی ظاہری اور باطنی مدد و توجہ کی وجہ سے احمد شاہ درانیؒ کی حکومت کو استحکام حاصل ہوا جس کے نتیجے میں بڑی حد تک شرپسند عناصر کی حوصلہ شکنی ہوئی اور مسلمان ایک بار پھر خدمت اسلام کا ایک نیا عزم لے کر میدان جہاد میں کود پڑے اور درحقیقت یہی حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کا ایک زبردست سیاسی کارنامہ اور ایک عظیم مذہبی خدمت ہے ۔
آئندہ ابواب میں آپ کی زندگی کے تفصیلی حالات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ احمد شاہ درانیؒ کے دور حکومت کے استحکام، جنگی فتوحات اور اس خطہ ارض میں امن و سکون کے قیام کا سہرا دراصل شاہ موصوف کے پیر و مرشد حضرت میاں صاحب چمکنیؒ ہی کے سر ہے ۔[1]

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں : مناقب از مولانا نورمحمّد (قلمی) ورق ۹ ۔ ۱۰ ، مناقب از مولانا دادین ورق ۲۲ ۔ ۱۱۶ ، مناقب از مولانا مسعود گل مطبوعہ فیض عام پریس دهلی ۱۲۹۹ ھ ص ۹۱ ۔ ،
احمد شاہ درانی از گنڈا سنگھ (انگریزی) طبع بمبئی ۱۹۵۹ ء ص ۲۸ ۔ ۳۲۹ ۔

باب دوم

حالات زندگی

(۱)

حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ نسباً اسرائیلی النسل افغان تھے ۔ اور

---

(۱) افغان قوم کی اصلیت کے بارے میں اگر چہ مورخین مختلف الرائے ہیں مگر جہاں تک افغان علماء کرام اولیاء عظام اور تاریخ دانوں کا تعلق ہے نسلاً بعد نسلٍ تقریباً تمام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ افغان قوم حضرت سلیمان علیہ السّلام کے سپہ سالار افغان بن ارمیا کی اولاد ہے اور چونکہ افغان مذکور حضرت یعقوب (الملقب بہ اسرائیل) کی اولاد میں سے تھے اس لحاظ سے افغانی النسل لوگ نسباً اسرائیلی ہیں ۔ (ملاحظہ ہوں تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ مطبوعہ مطبع محمدی پشاور ۱۲۸۷ھ ص ۱۰۷ ـ ۱۳۷ تواریخ حافظ رحمت خانی (اردو ترجمہ از خان روشن خان) اشاعت اول ۱۹۷۶ء ص ۳۲۵ ـ ۳۳۵ یوسف زی پٹھان از اللہ بخش یوسفی اشاعت چہارم مطبوعہ شریف آرٹ پریس کراچی ۱۹۷۳ء ص ۷۶ ـ ۸۰ ضمیمہ نمبر ۱ کتاب یوسف زی پٹھان از عبدالحلیم اثر خورشید جہان از شیر محمد خان گنڈہ پور طبع لاہور ۱۸۹۴ء ص ۴۶ ـ ۶۹) ۔

حضرت میاں محمّد عمر چمکنیؒ نے بھی دیگر افغان علماء و مشائخ کی طرح اسی قول کو اختیار فرمایا ہے ۔ اپنا شجرہ نسب بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ :

" این فقیر محمد عمر بن ابراهیم محمدی مشرب است بن جهت النسب مشهور به افغان است ۰۰۰۰۰ افغان مذکور بن ملک طالوت و ملک طالوت مذکور از بنی اسرائیل است و اسرائیل عبارت از مهتر یعقوب است " (مقدمه " المعالی (قلمی) از میان محمد عمر ۱۱۵۸ھ کتب خانه پخانه ماتڑی پشاور شهر)	یہ فقیر محمد عمر بن ابراہیم محمّدی مشرب ہے نسب کے اعتبار سے افغان مشہور ہے ۰۰۰۰ افغان مذکور ملک طالوت کا بیٹا (ہے) اور ملک طالوت بنی اسرائیل سے ہے اور اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السّلام سے عبارت ہے ۔

اسی طرح اپنی تصنیف " شمس الہدیٰ " کے مقدمہ میں اپنے نسب نامہ کے ذیل میں لکھتے ہیں ۔

= کہ :

" نحن بحسب الوقت نسمّی من قوم شیخی (عبداللہ) ۰۰۰ ومن جهة العرف نسمّی سوہنی ومن جهة التعریف نسمّی افغاناً ومن جهة النسل قد کان افغان اسرائیلیا " ۔

ہم بوجودہ وقت میں شیخی (عبداللہ) کی قوم سے ہونے کی وجہ سے شیخی خیل موسوم ھین ۔عرف کے اعتبار سے سڑبنی اور (جامع مانع) تعریف کے لحاظ سے افغانی موسوم ھین ۔اور نسل کے اعتبار سے افغان اسرائیلی تھا ۔

(مقدمہ "شمس الہدیٰ (قلمی) ۱۱۸۳ ھ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور' ایضاً ملاحظہ ہو توضیح المعانی (قلمی) از میاں محمد عمر چمکنی ص ۱۱ ۔ ۱۹ کتب خانہ بخانہ مانڑی پشاور شہر) ۔

سرزمین افغانستان اور صوبہ "سرحد میں ان اسرائیلی النسل افغانون کی آبادکاری کے بارے میں مورخین لکھتے ھین کہ جب بابل کے فرمانروا بخت نصر نے ۵۸۶ ق م میں بیت المقدس پر یلغار کرکے اس کو مکمل طور پر تاخت و تاراج کردیا تو بنی اسرائیل نے ملک بدر ہوکر ترک وطن اختیار کیا ۔اس وقتاان کی ایک جماعت سلسلہ ھائے کوہ سلیمان میں آکر آباد ہوگئی جو بعد میں کوہ سلیمان کی نسبت سے " سلیمانی "مشہور ہوئے (خورشید جہان ص ۵۲ ۔۵۳) ۔

هجرت مدینہ کے بعد جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور عرب و عجم جوق درجوق دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے لگے تو اسوقت کوہ سلیمان میں آباد افغانون کا ایک وفد بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوگیا ۔آپ صلعم یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنا عصا مبارک ان کو عنایت کرکے رخصت فرمایا ۔اسوفد نے واپس آکر کوہ سلیمان میں آباد اپنی قوم کے افراد کو حضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا سب نے بالاتفاق مذہب اسلام کو قبول کرلیا (تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۱۴ الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر العسقلانی (المتوفی ۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء) مطبوعہ مصر ج ۵ ص ۲۶۵ ' اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر الجزری ج ۳ ص ۲۲۹) ۔

مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ حدود ==

(۱)
صوبہ سرحد کے شمال مین واقع قبائلی علاقہ باجوڑ مین آباد سڑبنی افغانون کی شھخی خیل شاخ کے

= ۲۱۲ھ / ۸۲۷ء مین یہ لوگ رفتہ رفتہ ادھر ادھر منتشر ہوکر ہرات قندھار اور غزنی مین آباد ہوتے لگے ۔فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۳ھ / ۱۰۲۲ء مین جب ھند پر لشکر کشی کی تو اس موقعہ پر افغان لوگ کثیر تعداد مین سلطان موصوف کے ھمرکاب تھے اور انہون نے اس کی تمام مہمات مین بڑی شجاعت اوربہادری کا مظاہرہ کیا تھا اور یہی وجہ ھے کہ جب یہ ملک فتح ہوا تو افغان مفتوحہ علاقون مین جابجا آباد ہوکر متوطن ہوئے مگرسڑبنی افغانون کی دو بڑی شاخون یعنی شھخی خیل اور غوری خیل قبائل کے لوگ حدود قندھار ھی مین سکونت پذیر رھے تاآنکہ مرزا الغ بیگ (المتوفی ۹۰۷ھ / ۱۲۰۱ء) کا زمانہ آیا جس کے ظلم و ستم سے تنگ آکر پندرھوین صدی عیسوی مین افغانان قندھار نے ترک وطن کرکے وادی پشاور کی جانب کوچ کیا ۔یہان دلہ زاک افغانون کے ساتھ سکونت اختیار کی رفتہ رفتہ یہ لوگ تمام صوبہ سرحد پر قابض ہوئے اورآج تک یہین آباد ھین ۔

(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہون : تواریخ حافظ رحمت خانی از پیرمعظم شاہ اشاعت اول مطبوعہ شاھین پریس پشاور ۱۹۷۱ء ص ۵ ۔ ۵۳، تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ مطبوعہ نیو اینگل سٹاو پریس پشاور ص ۷۹ ۔ ۱۲۷، پٹھان از اولف کیرو (اردو ترجمہ از سید محبوب علی) اشاعت اول مطبوعہ خیبرمیل پریس پشاور ۱۹۶۷ء ص ۲۱ ۔ ۵، خورشید جہان ص ۴۲ ۔ ۶۹، یوسف زئی پٹھان ص ۲۷۰ ۔ ۳۲۸) ۔

****

(۱) علاقہ باجوڑ اندازاً ۴۵ میل لمبا اور ۲۰ میل چوڑا ھے اور اس کا رقبہ تقریباً ۳۲۰ مربع میل ھے ۔ ۱۹۷۲ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی تین لاکھ چونسٹھ ھزار ریکارڈ کی گئی ھے ۔

باجوڑ کے شمال مین چترال مشرق مین ضلع دیر اور مالاکنڈ ایجنسی جنوب مین مہمند ایجنسی اوراس کے مغرب مین افغانستان واقع ھے افغانستان جانے کے لئے یہان کی پہاڑیون مین دو ایک راستے ایسے ھین جن کے ذریعے آمدورفت ہوتی ھے ان راستون کی اھمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ھے کہ سکندراعظم، محمود غزنوی اور بابر نے انھی

راستون سے ہوکر ہندوستان کی طرف اقدام کیا تھا ۔

یہ علاقہ مختلف وادیون مین منقسم ہے اور تمام علاقے پر ترکانی اور اتمان خیل قبائل حسب ذیل ترتیب سے آباد ہین : ۔

وادئ میدان اسماعیل زئی افغانون کے تصرف مین ہین جبکہ بروِل بانڈہ اور وادیٔ جندول عیسوزئی قبیلہ کے قبضہ مین ہین ۔ بابوقرہ اوروادئ چارمنگ مین سلارزئی شاخ آباد ہے ۔ وادی وَتَلَئی مین ماموند قبیلہ سکونت رکھتا ہے اور جنوب کی جانب "کوہ مور" کے دامن کے ساتھ ساتھ شرقاً غرباً ایک لمبی پٹی پر اتمان خیل قبائل قابض ہین ۔

عمراخان جندولی کے خلاف انگریزون کے اقدام کے بعد بروَل ، میدان اور وادیٔ جندول کا زیرین حصہ نواب دیر کے ماتحت ہوا جبکہ باقی ماندہ حصہ پر خان آف ناوگئی کا کنٹرول قائم رہا ۔ بعد مین موجودہ خان آف خار عبدالسبحان خان کے والد جناب محمدجان خان مرحوم اور موجودہ خان آف ناوگئی معصوم جان خان کے والد احمدجان خان مرحوم کے درمیان کشمکش کا سلسلہ شروع ہوا جس کے نتیجے مین یہ حصہ انتظامی لحاظ سے دو حصون مین بٹ گیا اور اس طرح ششگس کے حدود سے لیے کر زور بندو تک کا علاقہ نواب خار مرحوم کے قبضہ مین آگیا جبکہ مغرب کی جانب باقی ماندہ علاقہ خان آف ناوگئی کے زیر تصرف رہا ۔ یہان تک کہ ۱۹۶۰ء مین حکومت پاکستان نے نواب دیر کو معزول کردیا اور اس علاقے کا کنٹرول اپنے ہاتھ مین لے کر صدرمقام "خار" تک پیش قدمی کی ۔ یہان سرحدی حفاظتی چھاونیون کی بنیاد رکھی اور اس علاقے کی سیاسی نزاکت کے پیش نظر اس کو خاصی اہمیت دی ۔ سڑکون کو پختہ کیا گیا ۔ سکول اور شفاخانے تعمیر کئے گئے ۔ بجلی پہنچائی گئی اور پینے کے پانی کا بندوبست کیاگیا ۔ ۱۹۷۲ء مین اس کو ایجنسی کی حیثیت حاصل ہوگئی اور جناب عبدالسبحان خان کے اختیارات کو ختم کرکے پولیٹیکل نظام قائم کر دیا گیا ۔

آج کل یہ علاقہ تعلیم ۔ آمدو رفت ۔ رسل و رسائل ۔ زراعت اور اقتصادی لحاظ سے خوب ترقی ہے اور اگر موجودہ رفتار جاری رہی تو انشاءاللہ مستقبل قریب مین یہ دوسرے ترقی یافتہ علاقون کی طرح زندگی کی تمام سہولیات سے بہرہ ور ہو جائے گا ۔

(یہ تفصیلات راقم الحروف کی ذاتی معلومات کے علاوہ اطلاعات و نشریات ڈویژن بارڈر پبلسٹی آرگنائزیشن کے شائع کردہ چارٹ ۷۵-۱۹۷۴ء اور یوسف زئی پٹھان اشاعت سوم مطبوعہ کراچی کے ص ۴۶۸ سے ماخوذ ہین) ۔

مشہور و معروف ترکانی قبیلہ کی ایسوزئی شاخ کی ایک ذیلی شاخ موسٰی خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ (۱) (۲)

---

(۱) شیخی خیل افغانون کے جد امجد شیخی کی دو بیویان تھین ایک کا نام "موجانہ" اور دوسری کا نام "بسو" تھا ۔بسو کے ھان جو اولاد پیدا ہوئی وہ اس کے فرزند اکبر "ترک" کی نسبت سے "ترکانی" موسوم ھے ۔(تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ مطبوعہ محمدی پریس پشاور ۱۲۸۷ھ ص ۱۱۹ ۔ توضیح المعانی از میان محمد عمر چمکنی (قلمی) ص ۱۶۔ ۱۹ تاریخ پشاور از گوپال داس ص ۳۲۶) جوکہ تاریخ کی کتابون مین ترکلانی ترکلانڑی اور ترکانڑی نامون سے بھی یاد کیا گیا ھے ۔

یہ قبیلہ موسٰی کے تین بیٹون محمود (ماموند) عیسٰی اور موسٰی کی نسبت سے تین شاخون ماموند، ایسوزئی، اور اسماعیل زئی پر منقسم ھے ۔پہلی دونون شاخین زمانہ قدیم سے علاقہ میدان، دیر، اور وادئ جندول (دیر) مین آباد ھین ۔محمود بابا (ماموند بابا) کی تین بیویان تھین ۔زوجہ اول کے ھان جو اولاد پیدا ہوئی وہ اس کے بیٹون سالار اور ککے کی نسبت سے سالارزی اور ککازی (یا کاڑی) کے نام سے موسوم ھین ۔ککازئی شاخ کو "لوئی ماموند" (بڑے ماموند) کے نام سے یاد کیا جاتا ھے ۔زوجہ دوم کی اولاد برُوزی اور وریازی نامون سے مشہور ھے ۔اور ان دونون شاخون کے لوگ "واڑہ ماموند" (چھوٹے ماموند) کے نام سے یاد کئے جاتے ھین زوجہ سوم کی اولاد خلوزی ہوم کاڑی اور بدل زی مشہور ھین ۔چونکہ ماموند بابا نے باجوڑ کی زمین اپنی اولاد پر تقسیم کرنے کے بعد تیسری شادی کی تھی اس لئے ان کو جائیداد مین بہت کم حصہ ملا ھے ۔خلوزی شاخ کو ککازئی نے پانچوان حصہ دیا ھے ۔ہوم کاڑی شاخ کو برُوزی اور وریازی نے جائیداد مین سے پانچوان حصہ دیا ھے اور بدل زئی شاخ کو سالارزئی نے اپنے ساتھ زمین کے پانچوین حصے پر آباد کیا ھے ۔

۹۵۷ھ ‎/‎ ۱۵۵۰ء تک یہ قبیلہ علاقہ لغمان (افغانستان) مین متوطن تھا اس کے بعد کابل کے مغل حکمرانون کے ساتھ اختلافات کی بنیاد پر سولھوین صدی عیسوی کے اواخر مین علاقہ باجوڑ کا رخ کیا اور وھان آباد گگیانیون کو بزور شمشیر نکال کر سارا علاقہ اپنے تصرف مین لایا اور مستقل طور پر یہان آباد ہوگئے (تذکرۃ الابرار ص ۱۵۲ دی پٹھان از اولف کیرو لندن ۱۹۶۲ھ ص ۱۸۸) ۔

علاقہ باجوڑ میں آباد ہوتے وقت ترکانیوں کے چند گھرانے جو گبور کہلاتے تھے بدخشان اور چترال جاکر مقیم ہوئے ۔ لوئی ماموند کی ککازئی شاخ جالندھر ۔ لاہور ۔ گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں جاکر آباد ہوئی جبکہ ترک کے دوسرے بیٹے شیہب کی اولاد افغانستان کے علاقہ لغمان اور ننگرہار میں قیام پذیر رہی (تواریخ حافظ رحمت خانی اردو ترجمہ از روشن خان اشاعت اول ص ۵۹۹) یہ ایک بہادر اور طاقتور قبیلہ ہے اور ابتداء سے لے کر آج تک علاقہ باجوڑ کی تمام سیاسی اور قبائلی معاملات میں اس کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے ۔ (شجرہ نسب کے لئے ملاحظہ ہو باب ہشتم ص) ۔

(۳) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں :۔

(شمس الہدیٰ از میاں محمد عمر چمکنیؒ (قلمی) ۱۱۸۳ھ / ۱۷۶۹ء ورق ۱۷ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور

المعالی شرح امالی از میاں محمد عمر چمکنیؒ (قلمی ۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء ووقعہ ص ۲۲ کتب خانہ پختانہ ماڑی پشاور شہر ۔

مقدمہ ظواہر السرائر از میاں محمد عمر چمکنیؒ (قلمی) ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء ورق ۱ کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۔

توضیح المعانی از میاں محمد عمر چمکنیؒ (قلمی) ص ۹ ۔ ۱۵ کتب خانہ پختانہ ماڑی پشاور شہر

مقاصد الفقہ از صاحبزادہ محمدیؒ (قلمی) ص ۲ ۔ ۵ کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی

رسالہ شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدیؒ (قلمی) ۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۸ء ۔

نورالبیان از نورمحمد قریشی (قلمی) ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء ورق ۴۵ ۔

ریکارڈ اوقاف میاں صاحب چمکنیؒ مملوکہ دفتر اوقاف شمال مغربی سرحدی صوبہ پشاور ۔

روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر اشاعت اول ۱۹۶۵ء ص ۷۵۶ ۔ ۷۵۷ ۔

عبرت نامہ از صاحبزادہ احمدیؒ (قلمی) ص ۶۳ کتب خانہ ریکارڈ آفس شمال مغربی سرحدی صوبہ پشاور) ۔

(۴) صاحبزادہ احمدیؒ اپنی کتاب عبرت نامہ کے ورق ۶۳ پر لکھتے ہیں کہ :

آپ مولداً فریدآبادی مسکناً پشاوری ملکاً احمدی مذهباً حنفی طریقةً نقشبندی استمادۃً
(۱) (۲) (۳)
اویسی اور مشرباً محمّدی تھے -

= سړه بن پوښتون سړکند یم
هسی نه چه پټ په کند یم
بیا خښتې یم سړه بن کښې
دا خبره کړم په خوند کښې

ظاہر (ہے) مین ~~جھکنے~~ سڑین پٹھان ہون -
ایسا نہین کہ مین گدڑی مین چھپا ہوا ہون -
پھر سڑین (افغانون) مین خشی (خیل) ہون اور یہ
مین ~~ایک باجا کہتا ہون~~ مخبرِ حالات کہہ رہا ہون

* * * * * * * * * *

(۱) مقاصد الفقه ورق ۱ - ۲ - طریقه اویسیه خیرالتابعین سیدنا حضرت اویس قرنی کی جانب منسوب ہے - حضرت اویس کا پورا نام ابو عمرو اویس بن عامر القرنی تھا (قطب الارشاد از فقیراللہ شکارپوری ص ۶۳۹ ص ۳۹۵) اور ان کا نسب نامہ قرنی بن رومان بن ناجیہ بن مراد سے جا ملتا ہے (مکتوبات مجدد حصہ دوم دفتر اول حاشیہ مکتوب ۶۶) آپ اہل یمن مین سے تھے اور قرن (واقع نجد) مین سکونت رکھتے تھے - آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور زُہد و ریاضت کے پیکر تھے - عشقِ رسول کا یہ حال تھا کہ جنگ احد مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کے شہید ہونے کی خبر سن کر تمام دانت توڑ ڈالے تھے ~~[illegible]~~ (روزنامہ مشرق ۳/اکتوبر ۱۹۷۶ء مضمون حضرت اویس قرنی از چودھری محمد اشرف صاحب) -

حضرت اویس اہل تصوف کے مشائخ کبار مین سے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین زندہ تھے مگر دو وجوہ کی بناءپر آپ کی زیارت سے رہ گئے تھے اول یہ کہ کہین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے غلبہ شوق سے ہلاک نہ ہوجائین دوم یہ کہ کہین والدہ کے حق خدمت کی بجاآوری مین کوتاہی نہ ہونے پائے -

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حضرت اویس قرنی کے حالات سے مطلع فرمایا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونون کو ان کے ساتھ ملاقات کرنے کی ہدایت فرمائی تھی - جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ مکہ تشریف لائے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ یا اہل نجد قوموا (اے اہل نجد کھڑے ہوجاو) اس کے بعد پوچھا کہ کوئی شخص قرن =

سے هے - انہون نے کہا کہ هان - حضرت عمر رضی اللّٰہ عنه نے ان سے حضرت اویس کے بارے مین دریافت فرمایا تو جواب دیا کہ اویس نامی ایک دیوانه هے جو آبادیون مین نہین آتا - اس گفتگو کے بعد حضرت عمر رضی اللّٰہ عنه اور حضرت علی کرم اللّٰہ وجہه دونون حضرت اویس کے پاس گئے اسوقت وہ نماز مین مصروف تھے - فراغت کے بعد تو دونون نے سلام کیا اور حضور صلی اللّٰہ علیه وسلم کا سلام پہنچا کر اُمتِ محمدیہؐ کے حق مین ان سے دعا کرنے کی درخواست کی - اس واقعه کے بعد اهل قرن مین حضرت اویس کی شہرت هوگئی - لہٰذا وہ قرن سے کوفه تشریف لے گئے -

حضرت اویس کی وفات کے بارے مین اقوال مختلف هین - حضرت داتا گنج بخشؒ نے یه قول نقل کیا هے کہ حضرت اویس نے ٣٧ ھ مین حضرت علی کرم اللّٰہ وجہه کی حمایت مین لڑتے هوئے جام شہادت نوش فرمایا هے "- عاش حمیداً ومات شہیداً " -

(کشف المحجوب از ابوالحسن علی هجویری (المتوفی ۴۶۵ ھ) اردو ترجمه از مولوی محمد حسین طبع لاهور ص ١٠٣ - ١٠۴) -

اویسی کی وجه تسمیه یه هے کہ جیسا کہ سیدنا حضرت اویس قرنی رضی اللّٰہ عنه نے سید المرسلین صلی اللّٰہ علیه وسلم کی روحانیت سے فیض حاصل کیا تھا اس طرح اویسی طریقه والے بزرگان دین بعض انبیاءکرام اور شیوخ طریقت کی روحانیت سے روحانی فیض کا استفادہ کرتے هین (همعات از شاہ ولی اللّٰہ دهلوی اشاعت اول ١٩٦۴ ء حیدرآباد همعه ١١ ص ۵٦ - ٦۴
اور العنهل الروی الرائق فی اسانید العلوم و اصول الطرائق از سید محمد بن علی السنوی ص ٦۴ -)

طریقه " اویسیه کی حقیقت بیان کرتے هوئے حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ فرماتے هین کہ :

"قومے از اولیاء اللّٰہ باشند کہ ایشان را مشائخ طریقت و کبرائے حقیقت اویسیان نامند و ایشان را در ظاهر احتیاج به پیرے نه بود زیرا کہ ایشان را حضرت رسالتمآب صلی اللّٰہ ولعه

اولیاء اللّٰہ مین سے ایک گروہ هوتا هے کہ مشائخ طریقت اور کبرائے حقیقت ان کو اویسی نام سے یاد کرتے هین اور بظاهر مین ان کو کسی پیر کی ضرورت نہین هوا کرتی اس لئے کہ ان

علیه وسلم یا روح ولی از اولیاء حق در حجر عنایت خود پرورش میدهد بے واسطه غیرے چنانکه اویس قرنی را داد رسالت پناه صلی اللّٰه علیه وسلم" (فتح عمیق (قلمی) ص ۲۹۸ و نفحات الانس از مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ ص ۱۴)۔

کو حضرت رسالتمآب صلی اللّٰه علیه وسلم یا اولیاء حق میں سے کسی دوسرے ولی کی روح اپنے آغوشِ عنایت میں پرورش دیتی ہے بغیر کسی دوسرے واسطه کے ۔جیسا که اویس قرنی کو رسالت پناه صلی اللّٰه علیه وسلم (کی روح) نے پرورش دی ۔

سلوک و طریقت میں ارواح مقدسه سے براه راست فیوضات حاصل کرنا خداوند تعالیٰ کی ایک بہت بڑی بخشش ہے ۔ طریقه نقشبندیه کے اکثر مشائخ مثلاً ابوالقاسم گرگانیؒ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ وغیره کو اللّٰه تعالیٰ نے اسی مرتبه عالیه سے سرفراز فرمایا تھا بارھویں صدی ھجری کے مشائخ میں سے منعمِ حقیقی نے جن حضرات کو اس نعمت جلیله سے نوازا تھا ان میں سے شیخ الہند حضرت شاہ ولی اللّٰهؒ دھلوی حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ مزینی الاسرائیلی اور ان کے پیر و مرشد حضرت شیخ سعدی لاھوریؒ کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ھیں ۔ (فتح عمیق (لاحظه ہوں) (قلمی) ص ۴۱ توضح المعانی (قلمی) ص ۲۲ ظواہر السرائر (قلمی) ص ۲۴۲)۔

(۲) المعالی ورق ۲۱ ـ اقسامِ ولایت میں سے ایک قسم ولایت محمّدی ہے جو فناءِ لطیفه اخفیٰ سے عبارت ہے جو سالک لطیفه اخفیٰ کی ولایت کی راه سے واصل ہوتا ہے ۔ اسے "محمدی المشرب" کہتے ھیں ۔ فناءِ لطیفه اخفیٰ سارے مراتب کا جامع اور بہت بلند مقام ہے ۔ اس مقام پر فائز سالک متخلّق باخلاق اللّٰه ہوتا ہے ۔ اور یه فناءِ لطیفه اخفیٰ شان الٰہی کے مرتبه میں ہے ۔ (ھدایت الطالبین از شیخ ابو سعید مجددی خلیفه مجدد الف ثانی طبع لاھور ۱۹۱۲ء) ۔ (۳) صاحبزاده محمّدیؒ لکھتے ھیں :- فانّ العبد المحتاج الیٰ جناب الحضرت الاحدی فقیر محمّدی ابن فقیر محمّد عمر الچمکنیؒ الاحمدی ملةً والحنفی مذھباً والنقشبندی طریقةً والاویسی استفادةً تغمّده اللّٰه بغفرانه الخ ـ (مقاصد الفقه (قلمی) ص ۳ ـ)

* * * * * *

آپ کا نام محمد عمرؒ تھا ۔والد بزرگوار کا نام ابراہیم خان اور دادا کا نام حضرت کلاخان تھا اور موضع چمکنی (۱) میں سکونت کی مناسبت سے "میاں صاحب چمکنیؒ" کے نام سے مشہور تھے ۔

(۱) موضع چمکنی پشاور شہر سے مشرق کی جانب سات میل کے فاصلے پر واقع ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ پرانے زمانے میں یہاں چمکنی افغان آباد تھے بعد میں ابراہیم مہمند اس پر قابض ہوگیا اور اس طرح رفتہ رفتہ مہمند قبیلہ کے لوگ یہاں آباد ہونے لگے (نورالبیان از نورمحمد (قلمی) ورق ۴۶ و تاریخ پشاور مرتبہ گوپال داس ص۱۲۸) اور یہی وجہ ہے کہ آج کل یہاں کی آبادی کی اکثریت مہمند افغانوں پر مشتمل ہے ۔حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے زمانے میں اس گاؤں میں کم و بیش ساٹھ گھر آباد تھے اور تقریباً دو تین دوکانیں موجود تھیں ۔ (مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین (قلمی) ورق ۱۲۶) ۔

زمانۂ قدیم میں پشاور لاہور روڈ موضع چمکنی سے ہوکر گزرتا تھا یہی سبب ہے کہ جب ۱۸۲۴ء میں سکھوں نے دریائے سندھ کو عبور کرکے پشاور کی جانب پیش قدمی کی تو چمکنی کے مقام پر اپنی پوزیشن سنبھالی تھی ۔۱۸۴۸ء میں جب انگریز یہاں قابض ہوئے تو اس سڑک کو تبدیل کرکے موجودہ بڑی شاہراہ کی تعمیر کی جو سیدھا چھاونی تک جاتی ہے (ملاحظہ ہو تاریخ پشاور از ڈاکٹر دانی اول ایڈیشن ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۱۰))

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ سے پہلے اس پورے علاقے میں ظلم و فساد کا دور دورہ تھا لوگوں کا جان و مال محفوظ نہ تھا اورآئے دن فسادات اور کشمکش سے ان کی عزت و آبرو کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا ۔خداوند رحمٰن و رحیم اپنی مخلوق پر بےحد مہربان ہے اس کی رحمت جوش میں آئی اور اس علاقے کے امن و امان کا اس طرح اہتمام فرمایا کہ ایک طرف احمد شاہ درانیؒ جیسے مرد مومن کو تخت قندھار پر متمکن کیا تو دوسری طرف حضرت میاں محمد عمر چمکنیؒ جیسے پیر کامل کو ان کے ارشاد و ہدایت پر مامور فرمایا ۔اہل پشاور کو آپ کی بدولت امن و امان نصیب ہوا ۔اور بالخصوص موضع چمکنی کو دارالامان اور دارالشفا کی حیثیت حاصل ہوگئی مولانا نور محمد اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

چمکني په باد شاهئ کښې	(موضع) چمکنی (درّانیوں) کی بادشاہت میں
وه باکرام په تواحئ کښې	گرد و نواح میں باکرام و معزز تھا ــــ

آپ حدود ۱۰۸۲ھ / ۱۶۷۳ء[1] کو صفرالمظفر کے مہینے مین جمعۃ المبارک کی صبح کو دریائے راوی

پشتو	اردو
حق تعالی خیرالقریٰ کړ	(اس کو) حق تعالیٰ نے خیرالقریٰ ہونے کا مقام دیا -
چه مخدوم ي مقتدیٰ کړ	به سبب اس کے کہ مخدوم (میان صاحب جمکنی[2]) کو یہان کا مقتدا و پیشوا بنایا -
پاچ ناب د کل مهمند	تمام مہمند (افغانون) کا مرجع اور سڑبن
سرورځ شه د سربند	(افغانون) کا منبع ہے
راجعون ورته عالم دي	تمام لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہین -
د خدای فضل هم کرم دي	اور (یہ) خدا کا فضل و کرم ہے کہ یہان
په قربت دده خلاصیږي	آپ (میان صاحب جمکنیؒ) کی قربت سے لوگون کو نجات ملتی ہے -
مظلومان په امان کیږي	اور مظلومون کو امن ملتا ہے -
دا یو دیحه بیت‌الامان دي	یہ گاؤن ایک بیت الامان اور ایک عجیب مکان ہے
په هر وقت په هر زمان دي	
دي خاصه عجب مکان شه	
چه مکین ئي غوث زمان شه	کہ غوث زمان (میان صاحبؒ) اس کے مکین ہوئے
په نسبت ي سرفراز دي	اور یہ آپکی نسبت سے سرفراز ہوا -
خمکنی عالم ممتاز دي	یہان کے جمکنی لوگ (آپکی نسبت سے) ممتاز ہین -
د خیبر په هورته جانه	حن لو خیبو سے ادہر (علاقے مین) بھی
خمکنی شته واړه مانه	جمکنی لوگ آباد ہین -
تر هغو نه دا عزیز دي	مگر ان سے یہ (موضع جمکنی مین رہنے والے جمکنی خیل افغان) زیادہ معزز ہین اور
په دا پوهه اهل تمیز دي	اہل تمیز اس حقیقت سے باخبر ہین-

(ملاحظہ ہو نورالبیان از نورمحمد (قلمی) ورق ۴۲ ایضاً مناقب میان صاحب جمکنی از مولانا مسعودگل ص ۳ و ص ۶ ایضاً مناقب میانصاحب جمکنی از مولانا دادین (قلمی) ورق ۲۰-۱۱۷)

****

(۱) حضرت میان صاحب جمکنی کی جائے پیدائش، مہینہ، دن اور وقت پیدائش مستند مصادر

(۲)　　(۱)

کے کنارے لاہور کے ایک قصبہ فریدآباد مین تولد ہوئے -

سے ثابت ہے - مگر جہان تک سن پیدائش کا تعلق ہے تو وہ اندازہ اور تخمینہ پر مبنی ہے - اس تخمینہ کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ آپ نے ۱۱۰۴ھ مین پہلی بار لاہور جاکر حضرت شیخ سعدی لاہوری کی خدمت مین حاضری دی اور ۱۱۱۲ھ مین اپنی مشہور کتاب "ظواہرالسرائر" لکھی - لہٰذا اگر ۱۱۰۴ھ مین ہم آپ کی عمر کم از کم ۲۰ برس فرض کر لیتے ہین تو اس حساب سے آپ کا سن پیدائش (۱۱۰۴ـ۲۰) حدود ۱۰۸۴ھ برآمد ہوتا ہے - دوسری بنیاد یہ کہ آپ نے ۱۱۵۸ھ مین "المعالی" لکھی اس کتاب کے ورق ۲۳ پر اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ فرماتے ہین کہ :

"ای درویش تا امید مباد از رحمت خداوند کہ او کریم و رحیم است یک سجدہ کہ قلم آورد بہ او بخشید ای بندہ" مومن محمدی کہ هفتاد یا هشتاد سال در شبانہ روزی چندین بار سر بسجدہ نہادہ ای حضرت او را بپاکی یاد کردہ ای عذر گناهان خود را خواستہ ای امرزش خواهد کرد خداوند تعالیٰ قلم عفو بر کردار او کشد و در لوح روز قیامت او را شرمسار نگرداند چہ عجب باشد " -

مندرجہ بالا بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ ستر اسّی برس کے تھے اگر ہم اس وقت آپ کی عمر ۷۵ برس فرض کر لیتے ہین تو اس حساب سے بھی آپ کا سن پیدائش (۱۱۵۸ـ۷۵) ← حدود ۱۰۸۴ھ ہی برآمد ہوگا واللہ اعلم -

****

(۱) آقائے شاہ علوی اپنی کتاب تاریخ پنجاب (قلمی) مین لکھتے ہین کہ فریدآباد دریائے راوی کے کنارے آباد ہے نہایت قدیم شہر ہے اور سیدوڈال سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے - زمانہ قدیم سے راجپوتون کا موروثی شہر ہے اور یہان راجپوت قوم کا بھٹی قبیلہ آباد ہے - اس شہر کا بانی محرم خان بھٹی ہے - محرم خان کے زمانہ مین اس کی آبادی ایک ہزار گھرون اور ڈیڑھ سو دوکانون پر مشتمل تھی - اس کی آبادی پختہ تھی بعد کے زمانہ مین یہ شہر سیلاب کی زد مین آکر ویران ہوگیا - اس کو دوبارہ آباد کیا گیا اب اس کی آبادی اکثر کچی ہے - لاہور سے فرید آباد تک دریا کا مشرقی کنارہ اونچا ہے - اس کے دونون کنارے پست ہین

آبا واجداد | آپ کے دادا حضرت کلا خان(۱) اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے - اور اپنے آبائی وطن باجوڑ(۲) مین سکونت رکھتے تھے - اس وقت اس علاقے مین کوئی منظم حکومت قائم نہ تھی آئے دن انقلابات اور قبائلی کشمکش کی وجہ سے ہوجگہ افراتفری اور بدامنی کا دور دورہ تھا - سیاسی فضا مکدر تھی اور کسی کو سکون میسر نہ تھا - حضرت کلان خان چونکہ ایک عابد و متقی آدمی تھے اور انتشار و فساد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے - چنانچہ انہون نے یہان کے حالات سے بددل اور مایوس ہوکر گوشہ عافیت کی تلاش مین ہندوستان کا رخ کیا - حضرت صاحبزادہ احمدؒ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے

= اس لئیے اکثر سیلاب کا خطرہ ہوتا ہے - فریدآباد کے نزدیک ایک گزرگاہ ہے جو گزرگاہ فریدآباد کے نام سے مشہور ہے (تاریخ پنجاب از آغا شاہ علوی قادری (قلمی) ص ۵۰ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور) اس شہر کو مرحوم خان مذکور نے اپنے بیٹے فرید خان کے نام پر موسوم کیا تھا (روحانی تڑون ص ۵۸ بحوالہ مخزن پنجاب ج ۲ ص ۲۴۶)

آج کل فریدآباد نام کا کوئی شہر یہان موجود نہین ممکن ہے دوسرے اکثر قصبون اور شہرون کی طرح اس کا نام بھی کسی وجہ سے تبدیل ہوگیاہو - کسی زمانہ مین حضرت میان صاحب چمکنیؒ اور آپ کے آبا و اجداد کی وجہ سے اس شہر کو بہت شہرت حاصل تھی صاحب نورالبیان اس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین :-

اصلی ځاي د سکونت وه	مخدوم صاحبِ عظمتؒ کی یہ سکونت کی اصلی
د مخدوم صاحب عظمت وه	جگہ تھی
پــه لاهور کښې وه معلوم	لاہور مین نمایان تھی اور بزرگی کی وجہ سے
په بزرګئ مشهور مفهو م	اس کو شہرت حاصل تھی -

(نورالبیان ورق ۴۵)

(۲) روحانی تڑون ص ۵۵ نورالبیان (قلمی) ورق ۱۲ اور توضیح المعانی (قلمی) ص ۱۱ -

****

(۱) شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی (قلمی) ص ۹ -

(۲) شیخ نورمحمد اپنی کتاب نورالبیان (قلمی) کے ورق ۴۵ پر لکھتے ہین کہ : =

فرماتے ہیں :

لاړ له باجوړ د کلاخان نیکهٔ لاهور ته	دادا کلا خان باجوڑ سے لاہور چلے گئے (اور)
دې بیا له لاهوره شو روان د هند ولورته	وہ پھر لاہور سے ہندوستان کی جانب روانہ ہوئے
خوښ نه وو د لې د پښتنو وشر و شور ته (۱)	یہاں پٹھانوں کے شر و شور (جنگ و جدل) سے
نه راته یه بیرته له د غمه وخپل کور ته	ناخوش تھے اس لئے وہ اپنے گھر واپس نہیں آنا چاہتے تھے -

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سرزمین ہند پر صوم و صلوٰۃ کے پابند اور علماء و فقراء کے قدردان شہنشاہ شاہجہان (المتوفی $\frac{۱۰۷۶ھ}{۱۶۶۵ء}$) (۲) کی حکومت کا آفتاب بڑی آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ حضرت کلا خان جب لاہور پہنچے تو بادشاہ کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی چنانچہ بڑی عقیدت و احترام سے ان کا خیرمقدم کیا اور بےحد لطف و مہربانی کرکے ان کی بڑی خاطر مدارت کی - شاہانہ عنایات سے نوازا اور ایک شاہی فرمان کے ذریعے فریدآباد بطور جاگیر عنایت فرمایا -حضرت کلا خان نے وہیں پر سکونت اختیار کرلی اور نہایت سکون و اطمینان اور عزت و وقار کے ساتھ ایام زندگی بسر کرنے لگے -

اپنے دادا حضرت کلاخان کے ترکِ وطن اور فریدآباد میں ان کی سکونت کا حال بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں :-

---

= ترکلانړي د ې اصلي قام وه	ترکلانڑی آپ کا اصلی قبیلہ
باجوړ د د وی مقام وه	اور باجوڑ آپ کی سکونت کا مقام تھا -
په بزرګۍ مشهور په قام وعظ کښی	بزرگی کی برکت سے اپنی قوم میں مشہور تھے
رو ستانه په خاص وعام کښی	اور خاص و عام کا آستانہ و مرجع تھے -

******

(۱) شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی ص ۵ -

(۲) رود کوثر از شیخ محمد اکرام اشاعت دوم طبع کراچی ص ۲۴۷ -

نیت م نیکه وکړ چه اوس ځم هندوستان له
ته چه درته وایم دې روان شه نور سیستان له
دې له کور روان شهٔ اخر ورغې لاهور لـه
هسې شان خوشحال شهٔ گویا ورغې خپل کورله
لاس پلاس خبر شهٔ هغه وقت کښې شاهجهان
دهٔ ې عزت وکړ ورله راسته وهٔ فـرمان
کړ ورله جاگیر پـه هغه ځاې کښې مقرر
دا کلام مشهور دې په جهان کښې لکه نمـر
دهٔ چه سکونت په کښې اختیار کړ زړهٔ ښاد مانه
نوم د هغه ځاې فریدآباد وو واوره مانـه
دهٔ په هغه ځاې مده څو تیره پـه هوس کړه
رب ې خوشحالي په هغه ځاې کښې ورپه لس کړه
دهٔ باند چه فضل او کرم د پاک سبحان وو (۱)
زیات له حده کوره مهربان پرِ شاهجهان وو

میرے دادا نے هندوستان جانیکا اراده کرلیا
نه یه که وه سیستان کی جانب روانه هوئے
وه اپنے گھر (واقع باجوڑ) سے روانه هوکر لاهور پهنچے -
وهان پهنچ کر اس قدر خوش هوئے گویا اپنے گھر پهنچے -
شاهجهان کو فوراً (ان کی آمد کی) اطلاع هوئی -
اس نے ان کی بهت عزت کی اور ایک شاهی فرمان کے ذریعے وهان ان کے لئے جاگیر مقرر کی -
یه بات دنیا میں اظهر من الشمس هے -
انهون نے جهان خوشی سے سکونت اختیار کی -
سنو ! اس مقام کا نام فریدآباد تھا -
انهون نے کچھ مدت وهان خوشی کے ساتھ گزاری -
الله نے وهان ان کو دس گنا خوشی عطا فرمائی
ان پر الله کا فضل و کرم یه تھا که
(بادشاه وقت) شاهجهان ان پر بے حد مهربان تھا -

---

(۱) توضیح المعانی (قلمی) تالیف میان صاحب چمکنی ص ۹ / ایضاً ملاحظه هو شجرهٔ نسب از صاحبزاده احمدی (قلمی) ص ۶ ۱۲۲۳ هـ / ۱۸۰۸ ع

مذکوره بالا واقعه اس بات کی کھلی دلیل هے که حضرت کلا خان کو اپنے وقت میں ایک عالم دین روحانی پیشوا اور قبائلی سردار کی حیثیت سے نهایت نمایاں مقام حاصل تھا -
یهی وجه هے که لاهور پهنچتے هی شاهجهان جیسے عظیم فرمانروا کے دربار میں فوراً ==

فرید آباد میں حضرت کلا خان کی بزرگی کا بہت چرچا تھا - عوام و خواص ان کی درگاہ پر عقیدت مندانہ حاضری دیتے تھے یہاں تک کہ ہندوستان کے تاج و تخت کے مالک فرمانروا شہنشاہ شاھجہان اور ان کے فرزند دارا شکوہ بھی ان کے حلقہ مریدین میں شامل تھے - اور ان کی خدمت گذاری میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے - (۱)

یہاں سکونت کے دوران جناب کلا خان سادات خاندان کی ایک پاکدامن اور عفت مآب خاتون کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے جن کے ہاں حضرت میاں صاحب چمکنی کے والد بزرگوار ابراھیم خان پیدا ہوئے - (۲)

= اس کی آمد کی اطلاع پہنچتی ہے اور بادشاہ ان کے لئے جاگیر مقرر کرکے ان کی عزت افزائی فرماتے ہیں -

جس وقت کلا خان لاہور آئے اس وقت شاھجہان لاہور میں موجود تھے اور شاھجہان اپنی بادشاہت کے دوران پہلی بار ۱۰۴۱ ھ میں لاہور آئے تھے - (منتخب اللباب از خافی خان اردو ترجمہ از محمود احمد فاروقی طبع کراچی ۱۹۶۳ ھ ص ۹۲ - ۱۰۱) حضرت کلا خان کی شادی لاہور میں ہوئی تھی اور ابراھیم خان لاہور ہی میں پیدا ہوئے تھے - چونکہ ابراھیم خان حدود ۱۰۶۴ ھ میں پیدا ہوئے تھے لہٰذا یقینی بات ہے کہ حضرت کلا خان ۱۰۴۱ ھ اور ۱۰۶۴ ھ کی درمیانی مدت میں لاہور تشریف لے گئے تھے - واللّٰہ اعلم -

* * * * * * * *

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از شیخ نورمحمد (قلمی) ۱۱۹۸ ھ ورق ۴۵ -

(۲) حضرت صاحبزادہ احمدی اپنے شجرہ نسب میں حضرت کلا خان کی شادی اور اپنے دادا ابراھیم خان کی ولادت کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

دی فریدآباد کښې شو مشغول په عبادت	وہ فریدآباد میں عبادت میں مشغول ہو گئے -
هورې یو ښه کور وه ښه مشهور په سیادت	وہاں ایک اچھا گھرانہ تھا سیادت کی وجہ سے مشہور تھا -

....

دې مشر نیکهٔ ورسره وکهٔ قرابت پیدا شو ابراهیم تر نه د خداې په ارادت (شجرهٔ نسب از صاحبزاده احمدي (قلمی)	اس بڑے دادا نے ان کے ساتھ رشتہ کیا اس (خاتون کے ہاں) خدا کے حکم سے ابراھیم (خان) پیدا ہوئے ۔

حضرت ابراھیم خان کی والدہ ماجدہ اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی دادی اماںؒ سید محمّد گیسودرازؒ کی اولاد میں سے تھیں ۔آپ فرماتے ہیں کہ :

" والدهٔ ابراهیم .... من جهت النسب مسلسل به سید محمّد گیسودرازؒ است و سید محمّد گیسودراز حسینی سیّد صحیح النسب است از اولاد حضرت بی بی فاطمة الزهرٰی خاتون جنت و فاطمة الزهرٰی رضی اللّٰه عنها سیّده از اولاد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم "	ابراھیم کی والدہ ... سید محمّد گیسو درازؒ کی نسل سے ہے اور سید محمّد گیسودرازؒ صحیح النسب حسینی سید ہیں ۔خاتون جنت حضرت فاطمة الزھرٰی کی اولاد سے اور حضرت فاطمة الزھرٰی رضی اللّٰه تعالیٰ عنہا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیہ وسلم کی اولاد میں سے (ہیں)

(مقدمهٔ المعالی از میاں صاحب چمکنیؒ ۱۱۵۸ھ (قلمی) ص ۲۴ کتب خانہ پجانہ ماتڑی پشاور شہر) ایضاً ملاحظہ ہو شمس الهدٰی از میاں صاحب چمکنیؒ ۱۱۸۲ھ ورق ۱۷ ۔

موصوفہ نہایت زاہدہ عابدہ اور صاحبہ کمال خاتون تھیں ۔صاحبزادہ احمدی فرماتے ہیں کہ :۔

مور د ابراهیم چه سیده صاحبه د راز وه دا هم له اولاده د محمّد گیسودراز وه دا په عبادت کښې دخپل خداې په عجز ونیاز وه دا صحیح نسب له حسیني سره ؔم ساز وه	ابراھیم کی والدہ (نسباً) سیّدہ (اور حسباً) ایک صاحبہ راز خاتون تھیں ۔ یہ بھی سید محمّد گیسودرازؒ کی اولاد میں سے تھیں ۔ وہ اپنے خدا کی عبادت اور عجز و نیاز میں (مصروف) رہتیں اور صحیح النسب حسینی سادات سے وابستہ تھیں ۔

سفر باجوڑ اور حضرت کلاخانؒ کی شہادت

فرید آباد میں کچھ مدت گزارنے کے بعد ان کے دل میں اپنے آبائی وطن(باجوڑ) جانے کی آرزو پیدا ہوئی -لہٰذا رخت سفر باندھ کر باجوڑ کی جانب روانہ ہوئے -جب علاقہ یوسفزئی میں پہنچ گئے تو راستہ ہی میں مندنڑ قبیلہ خدوخیل کے کلان نامی گاؤں کے قریب شہید کر دئیے گئے -آپ خود اپنے دادا کلاخانؒ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

پس له خو مدې نه اراده چه د خپښتن شوه	کچھ مدت کے بعد مشیت الٰہی سے اس کے
زړه کښې ناګاه پیدا ارزو د خپل وطن شوه	دل میں اچانک اپنے وطن جانے کی آرزو پیدا
نوم چه ېې کلان دې یوسفزو کښې دې یو کلې	پیدا ہوگئی -علاقہ یوسف زئی کے قبیلہ
دې په خدوخیلو کښې مشهور خلقو لیدلې	خدوخیل میں کلان نامی ایک مشہورگاؤں ہے
څوک به مبدل که مبرم حکم د وحید	اللہ تعالیٰ کےمبرم حکم کو کون تبدیل کر
راغې کلاخان نور په کلان (۱) کښې شه شهید (۲)	سکتا ہے -کلاخان موضع "کلان" میں آکر شہید ہوگئے -

= (شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی (قلمی) ۱۲۲۳ھ ص ۷ - ۱۱ ایضاً ملاحظہ ہو نورالبیان از نورمحمد (قلمی) ۱۱۹۸ھ ورق ۴۹) -

فرید آباد (لاہور) میں ان کا وصال ہو چکا تھا اور وہیں پر مدفون تھیں -پھر بعد میں جب حضرت میاں صاحب چمکنیؒ اپنے والد بزرگوار کے جسد مبارک کو پشاور لے آنے کے لئے لاہور تشریف لے گئے تو جدہ ماجدہ کے جسد کو بھی وہاں سے منتقل کرکے موضع چمکنی میں سپرد خاک کردیا گیا (نورالبیان ورق ۴۹) -

یہ دونوں قبریں ایک گنبدنما عمارت کے اندر موجود ہیں -اور لوگ اس مقام کو نہایت عقیدت سے "نیا تیکہ" " (دادا دادی) کے مزارات سے یاد کرتے ہیں - واللہ اعلم بالصواب

****

(۱) علاقہ بونیر کے انتہائی جنوب میں خدوخیل کا علاقہ واقع ہے جو ایک طرف سے تحصیل

دادا دادی کے مزارات

= صوابی کے ساتھ ملا ہوا ہے ۔اس علاقے کی آبادی تقریباً ٣٥ ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور خوبصورت سلسلہ ہائے کوہ اور قدرتی مناظر کی وجہ سے نہایت دلکش اور جاذب نظر علاقہ ہے ۔ اسی علاقے میں ایک مقام "کلان" کے نام سے موسوم ہے اور حضرت میان صاحب جکنیؒ کے دادا کلاخان یہیں پر شہید کر دئیے گئے تھے ۔توضیح المعانی کے واحد دستیاب قلمی نسخے میں کاتب کی لغزش قلم سے "کلان" کی جگہ "کلاخان" لکھا گیا ہے ۔مگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ کاتب نے دوبارہ اپنے ہی قلم سے اس کی تصحیح کرکے "کلاخان" کے حرف "خا" کو کاٹ کر "کلان" رہنے دیا ہے ۔بعض متأخرین تذکرہ نگاروں کو اس سے غلط فہمی ہوئی ہے اور اس لفظ کو "کلاخان" سمجھ کر غیر ضروری تاویلات کرنے لگے ہیں ۔مثال کے طور پر عبدالحلیم اثر صاحب نے اپنی کتاب روحانی تڑون کے صفحہ ٤٥٩ پر کلاخان لکھ کر قوسین کے اندر "کالوخان" لکھا ہے اور بڑی سوچ و بچار کے بعد یہ غالباً اس لئے کیا گیا ہے کہ چونکہ کلاخان نام کا کوئی مقام علاقہ یوسفزئی میں کہیں موجود نہیں ہے اس لئے اس کو کالوخان میں تبدیل کرنے کی زحمت گوارا کی ہے ۔جو ضلع مردان کے ایک مشہور گاؤں کا نام ہے ۔حالانکہ اس تاویل و تبدیل کے ساتھ میرا اتفاق نہیں ہے ۔بلکہ یہ لفظ دراصل "کلان" ہے اور کلان مذکور خدوخیل کے ایک گنجان آباد مقام کا نام ہے جہاں آج کل "کلان بابا" کے نام سے مشہور بزرگ سکونت رکھتے ہیں ۔

اس کے علاوہ دوسری دلیل یہ ہے کہ کلان میں ایک زیارت آج بھی موجود ہے ۔جو "پیرے باباجی" کے نام سے مشہور ہے اور زبانی سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق یہی وہ مقام ہے جہاں حضرت کلاخانؒ کو شہید کر دیا گیا تھا ۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت میان صاحب جکنیؒ کے پشتو اشعار میں بہت روانگی موجود ہے ۔ لیکن "کلان" کی جگہ اگر ہم مذکورہ شعر میں "کلاخان" لگا دیتے ہیں تو شعر کی ساری خوبی اور روانگی ختم ہوجاتی ہے ۔اور شعر یوں وہ جاتا ہے

څوک په مهڈل کا مېرم حکم د وحید

راغے کلاخان نور په کلا(خا) ن کښې شه شهید

(توضیح المعانی ص ١٠)

حالانکہ ایک کم درجہ کا شاعر بھی فوراً یہ محسوس کرتا ہے کہ یہاں شعر کے =

حضرت میاں صاحب چمکنی کے والد ماجد حضرت ابراہیم خانؒ بھی اس سفر میں اپنے والد بزرگوار حضرت کلا خانؒ کے ہمراہ تھے ۔ دوران سفر والد کی اچانک شہادت کا یہ واقعہ بے حد اذیت ناک صدمہ اور پریشان کن تھا ۔بے سروسامانی کے عالم میں جناب کلا خان کو وہیں دفن کیا اور خود باجوڑ کی راہ لی ۔کچھ مدت وہاں قیام کیا اس کے بعد اپنے منصب و جاگیر کے بندوبست کے لئے اپنے اعزہ و اقارب کے پاس واپس فرید آباد تشریف لے گئے اور بہ طریق احسن اپنے کاروبار کو سنبھالا ۔آپ اپنے والد کی یتیمی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ۔

پاتې تر یتیم زما والد شهٔ ابراهیم	میرے والد ابراہیم خان یتیم رہ گئے
نه وي د حکمت خالي کارونه د رحیم	حکیم و دانا خدا کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے ۔
پس له څو مدې فریدآباد له ابراهیم خان	ابراہیم خان (باجوڑ میں) کچھ مدت (گزارنے)
راغې د جاگیر او د منصب شه خپل څوبان	کے بعد واپس فرید آباد آئے اور اپنے منصب و جاگیر

═ دوسرے مصرعے میں دوسری بار "کلا خان" کے استعمال کرنے سے نظم نہیں نثر رہ جاتا ہے اور اگر "کلان" استعمال کیا جائے تو پھر شعر کی چستی اور روانگی برقرار رہتی ہے ۔ واللہ اعلم ۔

(۲) توضیح المعانی (قلمی) ص ۱۰، روحانی ترون از عبدالحلیم اثر اشاعت اول ۱۹۶۶ء ص ۷۵۹ مؤلف مذکور نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۵۹ پر حضرت کلا خان کی شہادت کا سن ۱۰۶۶ھ / ۱۶۵۵ء بتایا ہے ۔
باجوڑ کے سفر میں حضرت کلا خان کی شہادت کے موقعہ پر حضرت ابراہیم خان اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ تھے ۔ان کی شہادت کے بعد ابراہیم خان باجوڑ چلے گئے باجوڑ میں کچھ مدت گزارنے کے بعد دوبارہ لاہور گئے اور اپنے منصب و جاگیر کو بخوبی سنبھالا ۔ان واقعات کے پیش نظر اگر ہم اس وقت ان کی عمر کم از کم سولہ سال فرض کر لیتے ہیں تو اس حساب سے حضرت کلا خان کی شہادت کا سن (ابراہیم خان کا سن پیدائش + ۱۶ یعنی ۱۰۴۴ + ۱۶)

(کے بندوبست) کی طلب کی ۔ (اور) اپنے باپ کے متروکہ منصب و جاگیر کو اللہ کے فضل و کرم سے خوب سنبھالا ۔	خیل منصب جاگیر چه ورته پاتې وه دپلار (۱) وارهٔ ې سنبال کړ په کرم د کردگار

کارخانہ قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے : ان دنوں پشاور میں ایسا زبردست قحط پڑ گیا جس نے بڑے بڑے متمول اور صاحب جائیداد لوگوں کو بھی ترک وطن کرنے پر مجبور کر دیا ۔ ان تارکین وطن میں سے ایک صاحب سعید خان جفہ خیل ساکن جمکنی بھی تھے (۲) جو قحط کے مارے یہاں سے فرید آباد جاکر مقیم ہوئے ۔ جہاں قیام کے دوران ابراہیم خانؒ کے ساتھ ان کے تعلقات استوار ہوئے یہاں تک کہ آخر کار سعید خان نے اپنی صاحبزادی ابراہیم خان کے نکاح میں دے دی ۔

آپ اس واقعہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

(ابراہیم خان) فرید آباد میں مقیم تھے اور خوشی کی زندگی گزار رہے تھے ۔ کارخانہ قدرت دیکھئے ! پشاور میں قحط پڑ گیا ۔	تا ست فرید اباد کښې وه مشغول په عیش عشرت راشه ته وګوره کارخانو ته د قدرت قحط شه (۳) پېښور کښې هلته وراغئ سعید خان

۱۰۷۰ھ برآمد ہوتا ہے ۔ واللہ اعلم ۔

****

(۱) توضیح المعانی ص ۱۰ ۔

(۲) سعید خان موضع جمکنی کے محلہ جفہ خیل کے رہنے والے تھے ۔ گاؤں کے معزز سفید ریشوں میں ان کا شمار ہوتا تھا ۔ قبیلہ جمکنی کی جفہ خیل شاخ سے تعلق رکھتے تھے ۔ یہ قبیلہ آج بھی موضع جمکنی میں آباد ہے ۔ اور اسی جفہ خیل نام کی نسبت سے ابراہیم خانؒ کی بیوی "جفی بی بی" کے نام سے مشہور تھیں ۔

(یہ حالات موضع جمکنی کے بعض معتبر سفید ریش بزرگوں کے بیانات کی روشنی میں مرتب کئے گئے ہیں)

(۳) یہ غالباً ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۰ء کے قحط کی طرف اشارہ ہے چونکہ ممالک محروسہ کے اکثر شہر

(۱)

وہ یہ کرہ ابراہیم سرہ دوستی نوربعبنہ شان

(جس سے مجبور ہوکر) سعید خان (جمکتی سے روانہ ہوکر) (فریدآباد) چلے گئے اور ابراہیم خان کے ساتھ دوستی کی۔ (یعنی اپنی صاحبزادی ان کے ساتھ بیاہ دی)۔

سعید خان اور ابراہیم خان کے درمیان اس رشتہ کو خداوندتعالیٰ نے سرزمین سرحد کے لئے بے حسد مبارک بنایا اور اس خاتون کے بطن سے میان محمد عمر جمکنیؒ جیسے نامور فرزند پیدا ہوئے۔

زمانۂ طفولیت | آپ کے والد بزرگوار کا سایہ شفقت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ چنانچہ ابھی محمدؒ عمرؒ اور آپ کے دوسرے دو بھائی صغر السن ہی تھے کہ ابراہیم خانؒ نے بمقام فریدآباد اس جہان فانی سے جہان جاودانی کی جانب انتقال فرمایا۔ اور وہین پر ان کو سپرد خاک کردیا گیا۔ (۲)

= اس کے لپیٹ مین آگئے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر (متوفی ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء) کا زمانہ تھا۔ پایہ تخت کے علاوہ شہر لاہور مین جدید لنگرخانے قائم کئے گئے اور جب تک قحط کا زمانہ ختم نہین ہوا یہ کار خیر برابر جاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگون نے ترک وطن کرکے ہند کی جانب کوچ کیا تھا۔ (مقدّمہ مآثر عالمگیری ترجمہ از محمد فداعلی طبع کراچی ۱۹۶۲ء ص ۴۰)

****

(۱) ۲۴ توضیح المعانی (قلمی) ص ۱۱۔

(۲) آپ کے والد بزرگوار ابراہیم خان نجیب الطرفین بزرگ تھے۔ اور والد ماجد اور والدہ دونون واسطون سے ان کا شجرہ نسب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام تک پہنچتا ہے۔ (المعالی (قلمی) ورق ۱۲ - ۱۳)

ابراہیم خان اہل السنۃ والجماعۃ کے پرہیزگار عالم اور مادرزادی ولی اللّٰہ تھے۔ (شمس الہدیٰ (قلمی) ورق ۱۷ نورالبیان (قلمی) ورق ۲۱ - ۲۲ - ۴۸)

حضرت صاحبزادہ احمدی ابراہیم خانؒ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین :- =

زویٔ د کلاخان په ابراهیم چه مسمیٰ وه
دې سیّد زاده وه پیدا شوې اولیا وه
پیر ئې په ظاهر کښې لویٔ ولی چه مقتدا وه
دا نیکه م بزرگ په ابتدا په انتها وه

کلاخان کے فرزند جو ابراهیم کے نام سے موسوم تھے - سیّد زادہ تھے اور مادرزاد ولی اللہ - ظاھر مین ایک بڑے ولی و مقتدا ان کے پیر تھے اور میرے یہ دادا از ابتداءتا انتھا ولی تھے -

(ملاحظه هو شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی (قلمی)) -

ابراهیم خان اپنے دور کے مشهور باکمال بزرگ تھے اور اپنے دور مین مغلون اور پٹھانون کا مرجع و ماویٰ رھے ھین -

شیخ نور محمد لکھتے ھین که :

د مخدوم چه قبله گاه وه
باکمال بې اشتباه وه
که مغل که پښتانه وو
قبله گاه ته دوزانو وو

د بزرگیٔ آوازئې لویٔ وه
په هر ملک ې گفتگوې وه

مخدوم (میان صاحب جکنیؒ) کے والد بزرگوار بلا شبه باکمال (بزرگ) تھے -
خواه مغل تھے خوا پٹھان -
(سب) آپ کے قبله گاه کے سامنے (تعظیماً)
دو زانو هوکر بیٹھتے -
ان کی بزرگی کی بہت شہرت تھی اور هر ملک مین
ان کا چرچا تھا

(نورالبیان (قلمی) ورق ۲۰ - ۲۱ - ۴۹)

وہ ایک صاحب لفظ بزرگ تھے اور لاھور مین ان کے کشوف و کرامات کا بہت چرچا تھا -

(نورالبیان ورق ۲۱ - ۴۸) -

ابراهیم خان لاھور مین فریدآباد کے مقام پر پیدا هوئے اور وھین پر وفات پائی - (شاھنامه احمدی از حافظ ص ۲۳ - ۲۴ ایضاً نورالبیان ورق ۴۶) -

ابراهیم خان کی وفات کے تقریباً چالیس برس بعد حضرت میان صاحب جکنیؒ نے ان کے جسد مبارک کو فریدآباد سے منتقل کرکے جکنی مین سپرد خاک کردیا - اس واقعه کی تفصیل یون بیان کی جاتی هے - که ایک مرتبه حضرت میان صاحبؒ کو والد بزرگوار کی ایک روحانی اشاره

والد ماجد کی وفات کے وقت حضرت میان صاحب جمکنی کی عمر سات برس تھی ـ صاحبزادہ

احمدی فرماتے ھین :

مشر باباجی م وو په عمر هفت ساله	میرے باباجی کی عمر سات سال کی تھی اور میرے
ترونه م وارهٔ نه وو د ځان په سنباله	دونون چچا صاحبان چھوٹے تھے اپنے آپ کو
نوش کړه ابراهیم نیکهٔ د مرګ یو که پیاله (۱)	نہین سنبھال سکتے تھے ـ میرے دادا ابراھیم
راغله اوس په دوئ د یتیمئ دا کشاله	خان نے موت کا پیالہ نوش کیا اور اب ان پر
(شجرهٔ نسب از صاحبزاده احمدي ص ۷)	یتیمی کی مصیبت آ پڑی ـ

= نے خیرداو کیا کہ دریائے (راوی) کا پانی قریب آرھا ھے اس لئے ان کی لاش کو یہان سے منتقل کیا جائے ـ جب حضرت میان صاحب کو یہ راز معلوم ھوا تو آپ اپنے پیر و مرشد حضرت [illegible] کی خدمت مین حاضر ھوئے اور ان سے اجازت لے کر لاھور کی جانب روانہ ھوئے ـ

پشاور سے روانگی کے وقت چالیس مریدین و خدام کی جماعت ھمراہ تھی ـ آھستہ آھستہ اس مین اضافہ ھوتا گیا یہان تک کہ ایک سے رخصت ھونے کے وقت یہ تعداد چار سو تک پہنچ گئی ـ لاھور مین جب ان کا ورود ھوا تو فریدآباد جاکر قبرون کی کھدائی کا کام شروع کیا ـ

[illegible] والد ماجد اور جدہ ماجدہ کی [illegible] اور تقریباً سات ماہ قیام کے بعد لاشون کو پشاور منتقل کرکے موضع جمکنی مین باغیچہ کی مشہور قبرستان مین دفن کر دیا گیا ـ (نورالبیان ورق ۴۵ ـ ۴۶ ایضاً شاھنامہ احمدی (قلمی) ورق ۴۴ ـ ۴۹)

تاریخ وفات | ابراھیم خان کی وفات کے وقت حضرت میان صاحب جمکنی کی عمر سات برس تھی ـ (نورالبیان ورق ۴۷) اور میان صاحب جمکنی کی تاریخ پیدائش حدود ۱۰۸۴ھ / ۱۶۷۳ء ھے ـ لہٰذا اس حساب حضرت ابراھیم خان کی وفات کا سن ۱۰۹۲ھ / ۱۶۸۱ء (۱۰۸۴ + ۸ = ۱۰۹۲) برآمد ھوتا ھے ـ اور چونکہ وفات کے چالیس برس بعد لاش کو پشاور منتقل کیا گیا تھا ـ لہٰذا لاش کے یہان منتقل کرنے کا سن ۱۱۳۲ھ (۱۰۹۲ + ۴۰ = ۱۱۳۲) متعین ھوگا ـ شادی کے وقت اگر ابراھیم خان کی عمر ۲۰ سال فرض کر لیا جائے ۱۶۷۱ء تو پھر سن پیدائش حدود ۱۰۶۴ھ (۱۰۸۴ ـ ۲۰) برآمد ھوتا ھے ـ

*****

(۱) حضرت میان صاحب چمکنیؒ خود اپنے والد بزرگوار کی وفات اپنے اور اپنے بھائیون کی پیدائش کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین :

مونږ درې ترپیدا شو قبله گاه مو شو وفات انا للّٰه لوله راجعون پورې آیات	ہم تین (بھائی) پیدا ہوئے (اس کے بعد) ہمارے قبلہ گاہ وفات پاگئے-آپ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھ لو -
نوم م د یو وروړ گوره چه دې محمّد موسٰی بل وریسې گوره په نامه باند عیسٰی	میرے ایک بھائی کا نام محمّد موسٰی اور دوسرے کا نام عیسٰی ہے -

(توضیح المعانی ص ۱۱ - ۱۲) راقم الحروف کے نزدیک یہان ضروری ہے کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے برادران اور ان کی اولاد کا مختصر تذکرہ کیا جائے جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا - آپ کے دو بھائی تھے ایک کا نام محمّد موسٰی تھا اور دوسرے کا نام محمّد عیسٰی - دونون میان صاحب چمکنیؒ سے طریقہ نقشبندیہ مین بیعت تھے اور آپ کے روحانی چشمہ فیض سے فیضیاب ہوکر ولایت و روحانیت کا بلند مقام حاصل کیا تھا - صاحبزادہ احمدی لکھتے ہین کہ :

تره خما صاحب د کمالات چه میان موسٰی وو | میرے چچا میان (محمّد) موسٰی صاحب کمال بزرگ تھے -

کشر ترهغهٔ ولی اللّٰه چه میان عیسٰی وو	ان سے چھوٹے ولی اللہ جو میان (محمّد) عیسٰی تھے -
هر یو په خدمت د باباجی صبا بیگاه وو هر یو ته کمال د باباجی وایم عطا وهٔ	ہر ایک صبح و شام باباجی کی خدمت مین (مصروف) رہتے اور ہر ایک کو باباجی سے کمال حاصل تھا

(شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی (قلمی) ۱۲۲۳ھ ایضاً ملاحظہ ہو مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۹۷) -

اس طرح مولانا دادین میان موسٰی اور میان عیسٰی کے بارے مین لکھتے ہین :

خوك كهٔ د مشر کشر میان کاند خما پوښتنه پیژ په دالان کښې د فلك شمس وقمر پراته دي	جو بڑے اور چھوٹے میان (میان محمّد موسٰی اور میان محمّد عیسٰی) کے بارے مین مجھ سے پوچھتا ہے (تو مجھ مین کہونگا) کہ

آسمان کے دلائل نے آسمان میں گویا شمس و قمر پڑے ہوئے ہیں -

دوسری جگہ لکھتے ہیں :

کشر وورو د صاحب هم یو عیانی وو

صاحب (یعنی حضرت میاں صاحب) کا ایک چھوٹے سگے بھائی بھی تھے -

میاں عیسٰی نوماند نیک خویه لاثانی وو

ان کا نام میاں محمد عیسٰی تھا اور نیک خصلت اور بے نظیر تھے -

(مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۴۴ و ورق ۱۲۵)

دونوں بھائی میاں صاحب چمکنیؒ کی وفات کے وقت ($\frac{١١٩٠ \text{ھ}}{١٧٧٦ \text{ء}}$) تک زندہ تھے اور ان کو غسل دینے کی خدمت میں شرکت کا شرف حاصل کیا تھا (مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ص۲۲۹)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد موسٰی $\frac{١١٨٣ \text{ھ}}{١٧٦٩ \text{ء}}$ سے پہلے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے ہیں - کیونکہ میاں صاحب چمکنیؒ نے ۱۱۸۳ھ میں جو وصیت قلمبند کی ہے اس میں میاں محمد موسٰی کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی مخاطب کیا ہے (شمس الہدٰی (قلمی) ورق ۱۷) -

جہاں تک میاں موسٰی کی اولاد کی تعداد کا تعلق ہے - یہ بات یقینی ہے کہ $\frac{١١٩٨ \text{ھ}}{١٧٨٤ \text{ء}}$ میں ان کے چار فرزند موجود تھے - اور چاروں اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ سے آراستہ و پیراستہ تھے - شیخ نورمحمد حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے بیان کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ :

قائم مقام ي فرزندان دي

(آپ کے فرزند آپ کے قائم مقام اور

د دې دهر کاملان دي

اس زمانے کے کامل (ولی) ہیں -

بیا په دا شان ي وربرونـه

پھر اس طرح آپ کے بھتیجے (ہیں)

د خپل پلار په شان وو نه

جو (خود خصلت میں) اپنے والد ماجد کی طرح تھے -

همه څلور دي لا د زيات شي

کل چار ہیں (خدا کرے) ان میں اور اضافہ ہو

درخت د برله ثمرات شي

اور خدا ان کے درخت (حیات) کو ثمرات سے بھر دیں (یعنی اولاد عطا فرمائیں)

(نورالبیان ورق ۷۰)

مندرجہ بالا بیان سے اس بات کا تو قطعی ثبوت ملتا ہے کہ ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۴ء تک حضرت میاں موسیٰ کی نرینہ اولاد صرف چار افراد پر مشتمل تھی - اس کے ہاں لڑکیاں موجود تھیں یا نہیں اس کے بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کہی جاسکتی اور نہ یہ معلوم ہو سکا ہے کہ بعد میں لڑکوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں کیونکہ میاں موسیٰ ۱۱۹۸ھ کے بعد بھی کم از کم دو سال یعنی ۱۲۰۰ھ تک یقیناً بقید حیات رہے ہیں - بہرحال زبانی سینہ بہ سینہ روایا کی روشنی میں اغلب گمان یہ ہے کہ ان کے ہاں صرف یہی چار فرزند تھے جن کے نام حسب ذیل بیان کئے جاتے ہیں -

۱- صاحبزادہ بازگل
۲- صاحبزادہ فقیرگل
۳- صاحبزادہ عبداللطیف
۴- صاحبزادہ حاجی عبدالرحیم

ان میں سے حاجی عبدالرحیم بہت بعد میں وفات پا گئے ہیں یہاں تک کہ موضع جھکٹی کے کئی سفید ریش حضرات آج بھی زندہ ہیں جو اپنے آبا و اجداد کی زبانی حاجی عبدالرحیم کے حالات زندگی کے بارے میں بعض حقائق بیان کرتے ہیں -

حضرت میاں موسیٰ کی اولاد میں سے صرف ان کے بڑے صاحبزادے بازگل کی تاریخ وفات معلوم ہے - جو ۱۶ شعبان اتوار کے دن ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء کو اس دار فانی سے دار بقا کی جانب انتقال کر گئے ہیں - (دیوان بیاض ص ۱۶۹ مرتبہ مولوی محمد ایوب صاحب گنڈیرو شریف (مالاکنڈ ایجنسی) پشاور ۱۹۵۸ء)

پشتو کے مشہور شاعر بیاض صاحبزادہ بازگل کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :

محاضر کہ پس شا مدار د گل وہ مخ ئې گل وہ نوم ئې گل بهار د گل وہ	حاضر اور غیرحاضر دونوں صورتوں میں "گل" (یعنی میاں گل) کے مدار تھے - چہرہ پھول (کی طرح خوبصورت) نام گل (بازگل) تھا - اور گل (کی زندگی) کے بہار علی الاعلان کہتا

قحط کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد چونکہ سعید خان واپس پشاور آچکے تھے لہذا جب اپنے داماد ابراہیم خان کی وفات کی اطلاع ملی تو غمزدہ حالت میں فوراً فرید آباد گئے اور اپنی صاحبزادیوں اور دیگر لواحقین کو وہاں سے موضع جمکنی (پشاور) لے آئے - جمکنی میں سکونت اختیار کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے میاں صاحب جمکنی فرماتے ہیں :

پته نه وایمه دي سنګار د ګل وه	ہوں کہ "گل" کے لئے زیب و زینت کا ذریعہ
خطا کړي بیلتانه ئې ن وار د ګل وه	تھے اور ان کی جدائی نے آج "گل" کو بعض پد حواس کردیا تھا -

(دیوان بیاض مرتبہ مولوی محمد ایوب صاحب پشاور ۱۹۵۸ء ص ۱۷۰) -

مذکورہ بالا بیان میں ایک طرف اگر صاحبزادہ بازگل کی شخصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے تو دوسری طرف اس بات کی طرف اشارات موجود ہیں - کہ صاحبزادہ بازگل حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے فرزند حضرت عبداللہ (میاں گلؒ) کے دست راست تھے اور ان کو اپنے علم و فضل کی وجہ سے اتنی شہرت حاصل تھی کہ شاعر موصوف نے ان کو صاحبزادہ میاں گل کی محفل کے "سنگار" کے نام سے یاد کیا ہے -

یہ بات یقینی ہے کہ صاحبزادہ بازگل کی وفات کے وقت یعنی ($\frac{۱۲۰۰ھ}{۱۷۸۵ء}$) کو کم از کم ان کے دو بھائی زندہ تھے - (دیوان بیاض ص ۱۹۹) -

صاحبزادہ موصوف بہت شہرت اور نہایت ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے - یہی وجہ ہے کہ جب ان کا وصال ہوگیا تو ہرجگہ جگہ ان کے غم میں نہ صرف ماتم بچھ گئی تھی - بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وفات سے روزمرہ زندگی کی رونق بھی بہت متأثر ہوکر رہ گئی تھی - بیاض لکھتے ہیں :

ستا په تلو روغ لیوني لیونې الاړه	تمہارے یہاں سے جانے کی وجہ سے ٹھیک ٹھاک لوگ دیوانہ وار چلے گئے اور گھر و محلہ
کور محلت کوڅه بازار وراني حجري کړي	اور کوچہ و بازار ویران ہوگئے -

(دیوان بیاض ص ۱۹۱)

جہاں تک میاں عیسٰی کا تعلق ہے ان کے بارے میں مشہور ہے کہ غیرشادی شدہ حالت میں وفات پا چکے ہیں - واللہ اعلم -

****

شۀ چه له وفاته خبردار نورسعید خان
راغې په تلوار فرید آباد له زړۀ پریشان
ټول ټبر ي مونږ کړو راروان له هغه ځایه
نور مو سټونت په هغه ځائی نه وو له خدایه
کړو په شمکنو کښې سعید خان نیکۀ محطل

دا وو په نصیب کښې زمونږ ښکلې لم یزل
دا د شمکنو د سکونت سبب مو دادي
دلته چه اول آخرم ښکلې هویدادي (۱)

سعید خان کو (ابراهیم خان کی) وفات کی اطلاع هوئی تو پریشانی کی حالت مین جلدی فرید آباد آئیے سب خاندان والون کو وهان سے لے آیا ۔وهان هماری اور سکونت خدا کو منظور نه تهی ۔دادا سعید خان نے همین چمکنی مین (اپنے پاس) ٹهہرایا

یه همارے انمٹ نوشته تقدیر مین لکها هوا تها همارے چمکنی مین سکونت کا یہی سبب هے جو اول تا آخر مین نے وضاحت کے ساتھ قلمبند کیا هے

(۱) (توضیح المعانی (قلمی) ص ۱۱ ایضاً ملاحظه هو شجرۀ نسب از صاحبزاده احمدی ص ۸)

خدائے حکیم ودانا کا کوئی کام حکمت سے خالی نہین هوا کرتا قحط پشاور ۔ فرید آباد مین سعید خان کی آمد اور ابراهیم خان کی اچانک موت وغیره واقعات کا ایک ایسا سلسله هے جس مین خدا کی بے شمار حکمتین پوشیده تهین کیونکه اس کے نتیجه مین آخرکار حضرت میان صاحب چمکنیؒ کا موضع چمکنی مین ورود هوا ۔جنهون نے ایک ابر رحمت کے مانند اپنی باران رحمت سے اس سرزمین خارزار کو باغ و بہار بنا دیا ۔ یہان کے اطراف واکناف انکے فیوضات و برکات کے نور سے منوّر هوگئے اور آپ کے وجود مسعود سے اس مقام کو ایسی لازوال شہرت حاصل هوئی که آج دو صدیان گذر جانے کے بعد بهی یه مقام خاص و عام کا مرجع هے اور ایک روحانی مرکز کی حیثیت سے اس کو کافی اهمیّت حاصل هے ۔

*****

اکتساب علم اور سلوک و طریقت

حضرت میاں صاحب جمکنی اپنی پیدائش (حدود ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۳ء) کے تقریباً آٹھ سال بعد (یعنی حدود ۱۰۹۲ھ / ۱۶۸۱ء میں) فرید آباد سے موضع جمکنی میں تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے۔ (۱) ۱۰۹۹ھ / ۱۶۸۷ء کو پشاور میں حضرت شیخ سعدی لاہوری کے ساتھ پہلی بار ملاقات کی۔ (۲) ۱۰۹۲ھ / ۱۶۸۱ء سے لے کر ۱۰۹۹ھ / ۱۶۸۷ء تک کے درمیانی وقفے یعنی کم و بیش سات سال کی مدت کے حالات پردہ خفا میں ہیں۔

جہاں تک علوم ظاہری کی تحصیل کا تعلق ہے اس بارے میں یہ بات یقینی ہے کہ موضع جمکنی میں قیام کے دوران کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرکے اکتساب علم نہیں فرمایا ہے۔ (۳) البتہ آپ چونکہ استفادہ کے لحاظ سے اویسی تھے۔ (۴) لہٰذا آپ پر ابتداء ہی سے سلوک و طریقت کا شوق غالب تھا۔ علماء و صلحاء کی مجالس میں شرکت کرتے اور ان سے فیض حاصل کرنے کی سعی فرماتے تھے۔ (۵) (۶)

شیخ سعدی سے ملاقات اور ان سے روحانی فیض حاصل کرنا۔

آپ کے بیان سے ظاہر ہے کہ ازل ہی سے حضرت سعدی لاہوری کے ساتھ روحانی ربط و تعلق قائم تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن کتاب "رشحات عین الحیات" میرے ہاتھ میں تھی اور میں خواجہ عبداللہ احرار کے احوال و خوارق کے مطالعہ میں مشغول تھا کہ اچانک غیبت کی حالت طاری ہوگئی۔ (۷) اس حالت غیبت میں میں نے دیکھا کہ ایک جگہ پر حضرت عبداللہ احرار دو اور آدمیوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں وہ مجھے دیکھ کر

---

(۱) رسالہ "شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی (قلمی) ص ۷ -

(۲) ظواہر ۱ از میاں محمد عمر جمکنی (قلمی) ص ۴۰۶ -

(۳) مقدمہ المعالی (قلمی) از میاں محمد عمر جمکنی ۱۱۵۸ھ ورق ۱۲ -

(۴) توضیح المعانی از میاں محمد عمر جمکنی (قلمی) ص ۲۲ -

(۵) مقدمہ المعالی ورق ۱۲ -

(۶) نورالبیان از شیخ نورمحمد (قلمی) ۱۱۹۸ھ ورق ۲۴ - ۲۹ -

(۷) کسی وارد غیبی کے غلبہ و ہجوم سے حواس بشریہ کا معطل ہونا اصطلاح تصوف میں

اُٹھے اور اپنے بغل مین پکڑ کر التفات بے غایات سے سرفراز فرمایا ۔ابھی مین ان کے بغل مین تھا کہ ان دو آدمیون مین سے ایک نے حضرت خواجہ سے کہا کہ :

"این جوانرا مرید خود کنید " (اس جوان کو اپنا مرید بناو)

حضرت خواجہ نے جواب مین فرمایا کہ :

"این مرید شیخ سعدی است اینجا دست تصرف ما کوتاہ است " (یعنی یہ شیخ سعدی کا مرید ہے اور یہان ہم دخل دینے سے قاصر ہین) ۔

اس سوال و جواب کے بعد خواجہ احرارؒ نے میرے کندھون کے برابر میری گردن پر داٸین اور باٸین جانب خط نسخ مین اپنی انگشت شہادت سے لکھا کہ " سعدی سعدی " آپ فرماتے ہین (۱) کہ حضرت خواجہ موصوف کے اس خط کی شکل و صورت اور طرز نوشت اب بھی مجھے یاد ہے ۔

حضرت سعدی لاہوریؒ $\frac{\text{۱۰۹۹ھ}}{\text{۱۶۸۷ء}}$ (۲) مین پہلی بار پشاور تشریف لاٸے اور مولانا رسول خان (۳) کے ہان چھ ماہ تک قیام فرما رہے ۔اس موقعہ پر حضرت میان صاحب جمکنیؒ کابل مین تھے وہان سے واپس آٸے تو حضرت سعدیؒ کی خدمت مین حاضری دی ۔اس وقت تک آپ ان کے حلقہ مریدین مین شامل نہین ہوٸے تھے ۔فرماتے ہین کہ :

(۴) "فقیر راقم این حروف بحسب صورت ہنوز در سلک بندگان آنحضرت منسلک نہ شدہ بودم " (یعنی فقیر راقم الحروف ظاہری طور پر ابھی آنحضرت کے بندگان حلقہ بگوش کے سلک مین منسلک نہین ہوا تھا ۔)

= غیبت و محو کہلاتا ہے اور انسان پرایسی حالت کا طاری ہوجانا حدیث سے ثابت ہے (التکشف از مولانا تھانویؒ ص۳۹۸ طبع لاہور ۱۹۳۰ء) ۔

****

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۳۸ ۔ ۵۴۱ ۔

(۲) حضرت سعدی لاہوریؒ کی پشاور مین پہلی بار آمد کا سنہ سید یوسف اکھوپوری کے =

جب تک شیخ سعدی لاہوریؒ یہاں مقیم رہے آپ روزانہ پا پیادہ چل کر ان کی صحبت سے فیض حاصل کرتے تھے ۔فرماتے ہیں کہ :

"در همان اوقات فرخنده سمات کرت اولیٰ که حضرت ایشان در پشاور تشریف آورده بودند و از خانه من تا منزل رسول خان که آنحضرت آنجا نزول فرموده بودند از یک میل شرعی بیش بود پا پیاده هر روز در آستانِ فیض رسان می رسیدم (۱)"۔

اس بابرکت موقعہ پر جبکہ حضرت (سعدیؒ) پشاور تشریف لائے تھے اور آپ مولانا رسول خان کے مکان میں قیام فرما تھے، جو میرے مکان سے ایک میل کے فاصلے پر تھا میں روزانہ آپ کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا ۔

مندرجہ بالا بیان سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ آپ اسی ملاقات میں ان کے سلکہ مریدین میں منسلک ہو گئے ہیں ۔

$\frac{۱۱۰۴\text{ھ}}{۱۶۹۲\text{ء}}$ میں آپ نے لاہور جاکر حضرت سعدیؒ کی بارگاہ میں حاضری دی ۔مگر ان کی صحبت میں زیادہ دیر تک قیام نصیب نہیں ہوا اس لئے کہ بعض ناگزیر حالات کی بناء پر آپ کو وہاں سے جلدی واپس لوٹنا پڑا تھا ۔ (۲)

ماہِ شعبان $\frac{۱۱۰۵\text{ھ}}{۱۶۹۳\text{ء}}$ میں حضرت سعدیؒ ارشاد و ہدایت کی غرض سے دریائے اٹک کو عبور کرکے علاقہ یوسفزئی میں تشریف لائے (۳) ۔ وہاں سے فارغ ہوکر اسی سال شوال یا ذی قعدہ کے

== ذکرکردہ اس جملے سے نکلتا ہے ۔ شیخ سعدی آمد ۱۰۹۹ (ظواہر السرائر ۲ ص ۲۴۱)

(۳) مولانا رسول خان کے حالات معلوم نہیں صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ پشاور کے رہنے والے اور بہادرخان کی اولاد میں سے تھے اور اپنے وقت میں بڑی شہرت و اثر و رسوخ کے مالک تھے ۔

(۴) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۴۳ (فقیر راقم الحروف تا ہنوز بظاہر آنحضرت (شیخ سعدیؒ) کے مریدین میں شامل نہیں ہوا تھا ۔) ......

(۱) ظواہر ۱ ص ۶۰۶ ۔ (۲) ظواہر ۱ ص ۶۹۲ ایضاً ملاحظہ ہو ص ۵۰۲ ۔ ==

مہمنیے مین علاقہ "درابہ (پشاور) کے مشہور گاوں مة مغل خیل مین آکر مولانا محمد فاضل پاپینیؒ کے (۱)
هان قیام فرمایا ۔حضرت میان صاحب چمکنیؒ نے اپنے چند دیگر رفقائیں کے همراہ جاکر ان کی صحبت
مین شمولیت کی ۔آپ فرماتے هین کہ همین رخصت کرنے کے بعد شیخ سعدی لاهوریؒ دره خیبر چلے گئے (۲)
اور واپسی پر پشاور شهر کے نواحی گاوں اجتی مین ابراهیم جشتی کے مکان پر قیام فرمایا ۔حضرت میان
صاحبؒ نے وهان جاکر ان کی خدمت مین حاضری دی ۔اس کےبعد حضرت سعدیؒ پشاور آئے اور یہان
سے کوهاٹ کی جانب کوچ کیا ۔۱۵ صفر بدھ کے دن $\frac{\text{۱۱۰۶ھ}}{\text{۱۶۹۴ء}}$ کو پشاور واپس لوٹے ۔اس موقعہ پر
شیخ سعدیؒ کے دیگر اصحاب و احباب کے همراہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ نے بھی نہایت عقیدت مند
سے ان کا استقبال کیا ۔ اس استقبال کے بعض حالات بیان کرتے هوئے آپ فرماتے هین کہ :

حضرت سعدیؒ پالکی مین سوار تھے اور ان کے چھوٹے فرزند خواجہ محمد عارف ان کے
آگے بیٹھے تھے ۔خواجہ محمدعارف کے سامنے چند نارنگیان پڑی هوئی تھین ۔مین اس وقت پالکی کا
فتراک پکڑے هوئے تھا ۔اتفاقاً حضرت سعدیؒ نے ایک نارنگی اٹھا کر سونگھ لی میرے دل مین خیال آیا
کہ اگر آنحضرت یہ نارنگی مجھے دے دے تو یہ میری بڑی سعادت مندی هوگی ۔حضرت سعدیؒ کو
کشف کے ذریعے معلوم هوا چنانچہ فوراً خواجہ عارف سے کہا ۔ کہ هم یہ نارنگی محمّدعمر کو دے دینگے ۔ خواجہ عارف نے لا و نعم کہے بغیر اس نارنگی کو هاتھ مین لے کر دوبارہ دوسری نارنگیون مین
رکھدیا ۔مین یہ دیکھ کر پریشان هوا اور اپنے دل مین سوچا کہ سعادت نے میرا ساتھ نہین دیا
یہ خیال دل مین مستحکم هوتا گیا کہ اگر آپ یہ نارنگی نہین دیتے تو کیا فائدہ هوا انہون نے
فی الفور اس نارنگی کو دوبارہ اٹھا کر سونگھا اور خواجہ عارف سے کہا کہ هم یہ نارنگی محمّدعمر کو

---

(۲) علاقہ یوسف زئی مین حضرت سعدی کی آمد کا سنہ حافظ عبدالرحیم کے ذکر کردہ اس جملے سے نکلتا هے "محمدی مشرب است" (ظواهر) ۱۱۰۵

****

(۱) ظواهر محمد فاضلؒ کے حالات ملاحظہ هون ۔ باب ۱۲ ص ——

دے دیئے گے - خواجہ عارف نے حسب سابق اس کو ان کے ہاتھ سے لے لیا اور اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا - اس سے میری مایوسی میں اور بھی اضافہ ہوا اور خیال آیا کہ شاید سعادت میری مقدر نہیں ہے اس لئے اس دولت عظمیٰ سے مشرف نہیں ہوا - حضرت سعدیؒ کو کشف کے ذریعے میری اس ناامیدی کا علم ہوا چنانچہ خواجہ محمد عارف کے زانو کے نیچے سے اس نارنگی کو اٹھا کر سونگھا اور بعد ازاں اس سے اجازت لے کر مجھے عنایت فرمائی - جس سے میری خوشی کی انتہا نہ رہی - اس خوشی کا حال بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ :

"از فرطِ مسرت و انبساط در جامہ نمی گنجیدم"[1] -

آپ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے حضرت سعدیؒ کے ساتھ میری محبت و عقیدت میں کئی گنا اضافہ ہوا -

اس دورے کے اختتام پر جب حضرت سعدیؒ مولانا سید عبدالشکورؒ کے مکان سے واپس پر لاہور کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت میاں صاحب جکنیؒ[2] بھی ان کی ہمرکابی میں ساتھ ہو لئے - اس سفر کے حالات بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ :

فقیر راقم الحروف آنحضرت کی ہمرکابی میں (اس وقت) تنہا جا رہا تھا اور جب بھی راستے میں خس و خاشاک اور نشیب و فراز آتے اس کو پھلانگتا اور آپ کی ہمرکابی سے اپنے کو پیچھے نہ رکھتا -	فقیرؒ راقم این حروفم در فتراک حضرت ایشان در صحرائی تنہا میراندم و ہر چند در راہ خس و خاشاک و نشیب و فراز پیش می آمد از وی می جستم و از خدمت آنحضرت نمی ماندم[2] -

(۲) ابراہیم جشتیؒ کے بارے میں تحریری حالات موجود نہیں ہیں - میں نے موضع اجھنی جا کر موصوف کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی بہت جدوجہد کی مگر ان کے حالات زندگی کے بارے میں زبانی کوئی روایت بھی دستیاب نہ ہو سکی -

(۱) ظواہر ا ص ۵۰۳ - (۲) ایضاً ص ۵۰۵ - ۵۰۶ -

"ودران وقت بر روئ مبارک آنحضرت را سایه هسم کرده بود و در هنگام راه رفتن زانوئ مبارک آنحضرت را معمری و خادمی می کردم و دامن جامه من از کثرت آویزش خار و خاشاک بسیار مثل ماهیچه پاره پاره آویزان شده بود " - (۱)

اور اس وقت میں آنحضرت کے روئے مبارک پر سایہ بھی کئے ہوئے تھے اور دوران سفر آنحضرت کے پیر دباتا اور میرا دامن خس و خاشاک اور (جھاڑیوں) سے الجھتے الجھتے جھنڈوں کی طرح پارہ پارہ لٹک رہا تھا -

حضرت میاں صاحب چشتی فرماتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ دوران سفر کوئی تنہائی میسر آجائے تو میں ان کی خدمت میں اپنی چند مشکلات پیش کروں - الحمد لله تنہائی میسر آئی - دوسرے ساتھی صحرا میں ادھر ادھر منتشر ہوگئے میں اکیلے ان کے پاس رہ گیا اس وقت حضرت سعد مراقبہ میں تھے - مراقبہ سے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا مگر میں ان کے جاہ و جلال سے اتنا مرعوب ہوا کہ اپنا مطلوب بیان کرنے کی جرأت نہ کرسکا - تین بار ایسا ہی ہوا آخر میرے دل میں آیا کہ کتنا اچھا ہوگا کہ اگر آنحضرت خود مجھ سے میرا حال دریافت کریں - یہ خیال آتے ہی آنحضرت نے دوبارہ استغراق سے سر اٹھایا اور نہایت تلطف اور خوش اخلاقی سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ :

" هر مشکلے که پیش آید حالِ آنرا از پیرِ طریقت خود باید جُست و حجاب نه باید کرد از مرشد و مربّی خود " - (۲)

جو بھی مشکل پیش آئے اپنے پیر طریقت سے اس کا حل تلاش کرنا چاہئے (اور اس سلسلے میں) اپنے پیر و مرشد سے حجاب نہیں کرنا چاہئے -

فرماتے ہیں کہ میں نے تعظیماً دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ لئے اور اپنی مشکلات کو آنحضرت کی روحانیت کے طفیل حل کیا -

---

(۱) ظواهر السرائر ۲ ص ۱۹۱ -
(۲) ظواهر ۱ ص ۵۰۷ -

اس سفر میں حضرت سعدیؒ نے آپ کو بے پایان عنایات و نوازشات سے سرفراز فرماکر اسرار غیبی سے بہرہ مند فرمایا ۔ لکھتے ہیں کہ : "این محل تحمل آن نہ دارد و بعضے ازان قبیل است کہ تحریر را نہ شاید " ۔ یعنی یہ موقع اس کے بیان کا متحمل نہیں ہوسکتا اور بعض باتیں تو ایسی ہیں جن کو تحریر میں لانا مناسب نہیں ۔ (۱)

حضرت سعدی لاہوریؒ کے ساتھ عقیدت و محبت ۔

حضرت میاں صاحب چھٹیؒ فرماتے ہیں کہ جس دن سے مجھے حضرت سعدیؒ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا اسی دن سے ہر وقت ایسی جدوجہد میں لگا رہا کہ اپنی باقیماندہ عمر ان کی خدمت میں رہ کر گزاروں مگر جب کبھی بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا سوء اتفاق سے کوئی ایسا واقعہ رونما ہوجاتا جس کے سبب ان کی صحبت کو خیرباد کہنا پڑتا اور دوبارہ جب ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتا تو بعض حوادث و نوائب کی بناء پر ارادہ ملتوی کرنا پڑتا یہاں تک کہ اپنے اختیار و ارادہ کو اللّٰہ تعالی کی مرضی پر چھوڑ کر وقت معین کا انتظار کرتا رہا کہ اچانک حضرت سعدی لاہوریؒ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور میں حیران و پریشان رہ گیا ۔آپ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ عقیدت و محبت اور ان کی وفات کے بعد اپنی حالت زار کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

فقیر بیمقدار و حقیر بے اعتبار ۰۰۰۰۰۰ صحبت آن ذات قدسی صفات را چون صحبت خیرالبشر علیہ و آلہ الصلوۃ والسّلام دانستہ سر عبودیت و دیدۂ عقیدت برآستان فیض‌رسان خدام ذوی الاحترام آنحضرت نہادہ و سعادت دو جہانی را در مجلس آن ذات قدسیہ سمات شمردہ ہمگی ہمت وتمامی نہضت برآن

فقیر بے مقدار و حقیر بے اعتبار ۰۰۰ اس ذات قدسی صفات کی صحبت خیرالبشر صلی اللّٰہ علیہ وسلم (کی مثل) سمجھ کر سر عبودیت اور دیدۂ عقیدت اس کے آستان فیض‌رسان پر رکھ کر (اور) ان کی مجلس میں دونوں جہانوں کی سعادت خیال کرتے

(۱) ظواہر ۱ ص ۶۹۲ ۔

گماشت که بقیة العمر در خدمتگاری آن عتبه علیہ سپرد لکن ازحوادث گردون و نوائب گوناگون در زمان اندک از محافل افادت انتساب و مجالس افاضت مآب آنحضرت .... وقت صوری روی نمود و ازان قبله و آبائی مهاجرت واقع شد و هرگاه قصد ملازمت آن حریم فیض شمیم می کرد بناء بر بعضے تعلقات و امورات در تعلیق و تعویق می افتاد و رشته اختیار به مشیت حضرت صمدیت سپرده منتظر وقت می بود که تاکے این متمناء عظماء و مقصد علیا روی نماید که ناگاه به مقتضائے "فاذا جاء اجلهم لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون" (١) وبه اقتضائے "کل نفس ذائقة الموت" (٢) آنحضرت کوس رحیل شتافتند و روی در تواری آوردند ازین خبر جان گداز عالمے اشک حسرت از دیده غمدیده باریدن گرفت و این فقیر در وادی حیرانی و در تیه پریشانی حیران ماند و چاره جز بیچارگی نمی اندیشید -

ہوئے اپنی پوری ہمت و محنت اس بات پر صرف کی که اپنی باقیمانده عمر اس کی دھلیز مبارک کی خدمت گذاری کرے گا - لیکن تھوڑے وقت میں آپ کے افادت انتساب محافل اور افاضت مآب مجالس (میں رہنے) میں ایسی مشکل نمودار ہوئی کہ اس قبله و کعبه سے جدائی واقع ہوئی اور جب کبھی اس حریم فیض شمیم کی خدمت میں حاضری کا قصد کرتا بعض امور و تعلقات کی وجه سے (یہ اراده) معرض التوا میں پڑتا - اپنا رشته اختیار خداوند تعالیٰ کے مشیت کے سپرد کرکے وقت (مقرره) کا منتظر رہتا که کب یه بڑی تمنا اور بڑا مقصد نمودار ہوتا ہے یہاں تک که اجل به اقتضائے "اذا جاء اجلهم لا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون" اور به اقتضائے "کل نفس ذائقة الموت" آپ یہاں سے کوچ کر گئے اور روپوش ہو گئے - اس خبر جان گداز سے تمام لوگوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں یه فقیر حیرانی و پریشانی کی وادی میں حیران رہ گیا اور بجز بیچارگی

(١) سورہ اعراف ٧ : ٣٤

(٢) سورہ آل عمران ٣ : ١٨٥

کے کوئی علاج ذہن میں نہیں آتا تھا -

باغبان گل را بسوئے خویش خواند

(۱)

بلبل بے چارہ سوگردان بماند

حضرت سعدیؒ کے ساتھ محبت و عقیدت کا یہ حال تھا کہ ان کی کفش برداری کو باعث سعادت سمجھ کر بڑا فخر محسوس کرتے تھے - ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"در وقت عبور آنحضرت ازان رود فقیر راقم چوب یک طرفِ پالکی آنحضرت را بودو شخود گرفته بودم وکفش مبارک آنحضرت دوان محل در بغل داشتم انشاءاللّٰه تعالیٰ امید می داوم که در روز قیامت نیز در زمرهٔ کفش برداران آنحضرت محشور شوم" (۲) -

اس نہر کو عبور کرتے وقت فقیر راقم الحروف آپ کی پالکی کی ایک طرف کی لکڑی اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھا اور اس دوران میں آپ کے جوتے مبارک بغل میں موجود تھے انشاءاللّٰه تعالیٰ امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن بھی آپ کے کفش برداروں کے زمرہ میں اٹھایا جاؤنگا

حضرت شیخ محمّد یحییٰؒ کے ہاتھ پر بیعت ہونا -

حضرت سعدی لاہوریؒ کی وفات کے بعد حضرت میاں صاحب جھنگیؒ رحمۃ اللّٰه علیہ حضرت سرالاعظمؒ شیخ محمّد یحییٰ (المعروف بہ حضرت جی ایک) کے ہاتھ پر بیعت ہوکر آپ کے آستانہ کے ساتھ مستقل طور پر منسلک ہوگئے -

---

(۱) مقدمہ "ظواہر السرائر (قلمی) از میاں محمد عمر جھنگی -

(۲) ظواہر ۱ ص ۵۰۸ - کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور -

حضرت سرالاعظمؒ شیخ محمّد یحیٰؒ حضرت سعدیؒ کے نہایت جلیل القدر خلیفہ تھے اور حضرت سعدیؒ اکثر اوقات اپنے احباب و اصحاب کو حضرت سر الاعظمؒ شیخ محمّد یحیٰؒ کی صحبت سے استفادہ اور استفاضہ کرنے کی تلقین کرتے اور ان کو تاکیداً یہ فرمایا کرتے تھے کہ :

" ایشان را ببینید و شرف ملازمت ایشان را دریابید کہ بسیار عزیز اند و از جملہ مقبولان الٰہی اند " (۱)	ان کو ضرور دیکھئے اور خدمت کا شرف حاصل کیجئے کہ بہت عزیز ہیں اور منجملہ خداوند تعالیٰ کے مقبول بندوں میں سے ہیں

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ آغاز جوانی ہی سے حضرت سرالاعظمؒ سے متعارف اور ان کے روحانی تصرفات سے متأثر تھے (۲) - اس کے علاوہ حضرت سعدیؒ کی اشارات و ہدایات سے آپ کی نظروں میں حضرت سرالاعظمؒ کی وقعت و اہمیت میں کئی گنا اضافہ ہوا - چنانچہ ۱۱۰۸ھ میں جب حضرت شیخ سعدیؒ کا انتقال ہوگیا تو آپ اپنی حیرانی اور پریشانی کا مداوا کرنے کے لئے حضرت سرالاعظمؒ کی جانب متوجہ ہوئے اور ان کی بارگاہ سے وابستہ ہوکر ان کی صحبتوں سے استفادہ کرنے کے لئے تگ و دو کرنے لگے -

حضرت سعدیؒ کی وفات کے تقریباً ایک سال بعد شعبان ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۸ء میں آپ ایک واقعہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ

" دران فرصت فقیر در پیش سرالاعظم بسیار آمد و شد می کردم " (۳) -	اس فرصت میں فقیر حضرت سر الاعظم کے پاس بہت آیا جایا کرتا تھا -

آپ کی خوش قسمتی تھی کہ حضرت سر الاعظمؒ جیسا رہبر کامل مل گیا - جن کی مربیانہ توجہ اور نظر کیمیا اثر کے طفیل آپ راہ طریقت کے تمام منازل کامیابی سے طے کرکے روحانیت کے بلند

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۶۳۹ -
(۲) نورالبیان (قلمی) تالیف شیخ نورمحمد ورق ۲۴ - ۲۵
(۳) ظواہر ۱ ص ۶۱۸ -

مقام پر فائز ہوئے -

آپ فرماتے ہیں کہ تاجدار کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات خداوند تعالیٰ نے ایک راز بطور امانت سپرد فرمایا تھا وہ راز سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوئے حضرت سعدیؒ کی وساطت سے حضرت سرالاعظمؒ کے حوالے ہوا -

اگر چہ میرا روحانی طریقہ استفادہ اویسی ہے مگر چونکہ اس راز کی حفاظت پر مامور تھا لہٰذا حضرت سر الاعظمؒ (کے ہاتھ پر بیعت ہوکر) راز معراج کے رازدار ہونے کا شرف عظیم نصیب ہوا- (۱)

حضرت سرالاعظمؒ آپ کی روحانی عظمت سے واقف تھے -یہی وجہ ہے کہ آپ کے متعلق یہ پیشن گوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد تم میرے خلیفہ ہو گے -خلق خدا کے رشد و ہدایت کا منصب تمہارے سپرد ہوگا اور (اپنے دور میں) تمہارا کوئی ہمسر نہیں ہوگا اور تمام لوگ آپ کے غلام اور خادم ہوں گے - (۲)

---

(۱) توضیح المعانی (قلمی) تالیف میاں صاحب چمکنی ص ۲۰ - ۲۲ -

علماء و مشائخ سرحد از امیرشاہ قادری ص ۹۶ اشاعت اول طبع پشاور ۱۹۶۲ء

(۲) نورالبیان (قلمی) ورق ۲۵ - ۲۶ -

چنانچہ خدا کے ایک محبوب مرد کامل کے منہ سے نکلے ہوئے یہ بول صحیح ثابت ہوئے اور واقعی آپ نے اپنے زمانے میں آسمان رشد و ہدایہ کے مہر تاباں بن کر بے شمار لوگوں کے علاوہ تاریک سینوں کو اپنی روحانیت کے نور سے منوّر کردیا -

حضرت سرالاعظمؒ کی وفات کے بعد آپ چمکنی میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور تادم آخر مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ملانے کا فریضہ انجام دیتے رہے -

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے اساتذہ (ایک تحقیق)

جناب عبدالحلیم اثر نے " ظواہر السرائر " کےحوالے سے مولانا محمد یونسؒ مولانا محمد فاضل پاپینیؒ ، مولانا سید محمد قطب بنوریؒ مولانا محمد امین بدخشیؒ ، مولانا عبدالغفور پشاوریؒ

= اور مولانا حاجی دریا خانؒ کو حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے ۔ مذکورہ حضرات میں سے جہاں تک مولانا محمد فاضل پابینیؒ، مولانا سید محمد قطبؒ اور مولانا عبد الغفورؒ کا تعلق ہے یہ بات صحیح ہے کہ میاں صاحب چمکنیؒ ان کی صحبتوں میں رہ چکے ہیں ۔ اور ان سے روحانی استفادہ اور فیض حاصل کیا ہے ۔ مگر جہاں تک مولانا حاجی دریا خانؒ اور مولانا محمد یونسؒ کا تعلق ہے میاں صاحب چمکنیؒ کی کتاب " ظواہر السرائر " میں نہ ان کا کہیں ذکر ہے اور نہ میاں صاحبؒ کے کسی مرید یا کسی اور معاصر کے بیان سے مؤلف موصوف کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے ۔

اس سلسلے کی ایک دلچسپ کڑی یہ ہے کہ جناب عبد الحلیم صاحب نے مولانا محمد امین بدخشیؒ کو نہ صرف میاں صاحب چمکنیؒ کا استاد بتایا ہے بلکہ لکھتا ہے کہ " مولانا محمد امین بدخشی پشاور میں سکونت رکھتے تھے اور ان کا مزار پشاور چھاونی میں واقع ہے " ۔

(روحانی تڑون ص ۶۹۱)

مؤلف موصوف کا یہ بیان حقیقت سے کوسوں دور ہے اس لئے کہ انہوں نے جس کتاب کے حوالے سے مولانا محمد امینؒ بدخشی کو میاں صاحبؒ کے اساتذہ میں شامل کیا ہے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ :

" مولانا محمد امین بدخشیؒ قدس سرہ از اعاظم اصحاب و اماجد خلفاء حضرت بزرگ خود اند و در سفر حرم محترم با ایشان همراه بودند و بعد از رحلت ایشان در همان ارض مقدسه اقامت کردند و در مصر یوسف دم رحلت کردہ آسودہ اند " ۔

(ظواهر السرائر ۲ ص ۱۵۱)

مولانا محمد امین بدخشی قدس سرہ حضرت بزرگ خود (سید آدم بنوری) کے بڑے اصحاب و خلفاء میں سے تھے اور حرم شریف کے سفر میں ان کے همراہ تھے اور ان کی رحلت کے بعد اسی ارض مقدسہ میں قیام کیا اور (سرزمین) مصر میں رحلت کرگئے وهیں پر آرام فرما ہوئے ۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مولانا محمد امین بدخشیؒ حضرت سید آدم بنوریؒ کی وفات یعنی $\frac{۱۰۵۳ھ}{۱۶۴۳ء}$ کے بعد حرمین شریفین میں سکونت اختیار

....

= کر چکے ہیں اور برصغیر پاک و ہند میں دوبارہ تشریف نہیں لائے ہیں لہٰذا حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کا، جو ۱۰۸۴ھ / ۱۶۷۳ء کے حدود میں پیدا ہوچکے ہیں، مولانا موصوف سے استفادہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی درست نہیں ہے کہ مولانا محمد امین بدخشیؒ پشاور میں وفات پاکر پشاور چھاونی مدفون ہیں کیونکہ حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے بیان میں اس بات کی بھی وضاحت موجود ہے کہ مولانا محمد امین بدخشیؒ مصر میں وفات پا چکے ہیں اور وہیں پر مدفون ہیں۔ واللہ اعلم۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حاجی دریاخانؒ کون تھے اور میاں صاحب جمکنیؒ کے ساتھ ان کا تعلق کیا تھا۔ حاجی موصوف موضع جمکنی کے قابض و متصرف مشہور سردار ابراہیم مہمند کی اولاد میں سے تھے (تاریخ پشاور از گوپال داس ص ۱۷۸) آپکا شمار حضرت شیخ رحمکارؒ (المتوفی ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۲ء) کے خلفاء کبار میں سے ہوتا ہے ابتدائے سلوک کے احوال بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں مجھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور آپ کے روحانی تصرف سے ایسا متأثر ہوا کہ ذکر و فکر اور تلاوت میں ہمہ تن مصروف ہوا۔ کچھ مدت کے بعد سید السادات حضرت سید آدم بنوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضری دی۔ انہوں نے ارشاد و تلقین کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ میری خواہش تھی کہ دنیا کی محبت میرے دل سے بالکل مٹ جائے مگر یہ حال ان کی مجلس میں میسر نہ ہوا کشف کے ذریعے میرا حال ان پر منکشف ہوا لہٰذا ایک روز مجھے مخاطب ہوکر خود فرمایا کہ اے شیخ دریا! شیخ رحمکار کو کبھی دیکھا ہے میں نے جواب میں کہا کہ ہاں سنا ہے کہ اس ملک (سرحد) میں ایک شخص ہے جو کہ پہاڑوں میں رہتا ہے۔ یہی گفتگو ہوئی اور بس۔۔۔۔۔۔ کچھ عرصہ کے بعد میں وہاں سے رخصت ہوکر اپنے وطن واپس آیا اور شیخ رحمکارؒ کے ساتھ منسلک ہوگیا۔ شیخ رحمکارؒ کے ساتھ ملاقات و تعلق کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

یک وقت از اوقات شریفہ حضرت شیخ المشائخ شیخ رحمکارؒ در کار باطن بظہور آمد۔۔۔۔ کفش و نعلین او را بطریق خدمت	اوقات شریفہ میں سے ایک وقت شیخ المشائخ حضرت شیخ رحمکارؒ باطن میں ظاہر ہوئے۔۔۔ ان کے جوتے خدمت کے طریقہ پر ان کے سامنے

=

= دربیش او نہادم و مثل مرتبہ شان مثل بلندی آسمان بود و مرتبہ من مثل پستی زمین۔ | رکھ دئیے (میں نے دیکھا کہ) آپ کا مرتبہ آسمان کی بلندی کے مانند تھا اور میرا مرتبہ زمین کی پستی کے برابر۔

(مقامات قطبیہ از شیخ عبدالحلیم بن شیخ رحمکار مطبوعہ دہلی ۱۳۱۸ھ ص ۱۳۹ - ۱۴۰)

فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے ظہور کے بعد مجھے حضرت شیخ رحمکارؒ کے دیدار کا شوق دامنگیر ہوا لہٰذا ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور پہلی ملاقات میں ان کے چہرۂ مبارک کا عاشق ہوکر آپ کے پاس آمدورفت کرنے لگا اور اس طرح آپ کی صحبت کی تاثیر سے میری دیرینہ خواہش پوری ہوئی - دنیاکی محبت میرے قلب و ذہن سے یکسر زایل ہوگئی - سیم و زر کو خاکستر سمجھنے لگا اور امارت و سرداری کو چھوڑ کر فقر کی دولت سرمدی سے ہمکنار ہوا (مقامات قطبیہ ص ۱۴۰)۔

حاجی دریاخانؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت شیخ رحمکارؒ نے مجھے قبا پہننے کی ہدایت فرمائی جس کے بعد میں نے قباپوشی کو اختیار کیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ حاجی دریا خان قباپوش کے نام سے مشہور ہوئے (مقامات قطبیہ ص ۱۴۰ تاریخ مرصع از افضل خان تصحیح و تعلیق از دوست محمد خان کامل مطبوعہ یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۷۴ء ص ۱۳۲۵)۔

آپ سید آدم بنوریؒ اور شیخ رحمکارؒ کے علاوہ اس دور کے ایک اور مشہور ولی اللہ حضرت عبدالوہاب المعروف بہ اخوند پنجو باباؒ (المتوفی ۱۰۴۰ھ) کے چشمۂ فیض سے بھی فیضیاب ہوئے تھے (تحفۃ الاولیاء از میراحمد پشاوری مطبوعہ لاہور ۱۳۲۱ھ ص ۲۴)

آپ اپنے دور کے بڑے پابندِ شریعت عالم اور صاحبِ کرامت پیر و مرشد تھے (دیوان عبدالعظیم بابا مطبوعہ ادارہ اشاعت سرحد پشاور ۱۹۵۹ء ص ۴۷ ایضاً ملاحظہ ہو مناقب شیخ رحمکار از شمس الدین (قلمی) ۱۲۶۸ کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی)۔

$\frac{۱۰۶۳ھ}{۱۶۵۲ء}$ میں آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے حج سے واپسی پر آپ قندھار پہنچے تو اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت شیخ رحمکارؒ کا وصال ہوگیا ہے۔ (مقامات قطبیہ ص ۱۵۲)۔

=

= آپ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات راقم الحروف کو معلوم نہ ہوسکی البتہ مذکورہ بالا بیان شاہد ہے کہ آپ ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۲ء میں یقیناً بقید حیات تھے -

آپ کا مزار موضع جمکنی میں واقع ہے - اس کی عمارت پختہ ہے - تاریخ پشاور کا بیان ہے کہ اس عمارت کو یوسف جان اور حاجی دریاخان کے بھائی نامدارخان نے تعمیر کروایا ہے -
(تاریخ پشاور از گوپال داس ص ۳۷۲)

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں -
(۱) تاریخ مرصع ص ۱۳۴۴ - ۱۳۴۶ -
(۲) تذکرہ "شیخ رحمکار از سید سباح الدین مطبوعہ لائل پور ۱۹۶۴ء ص ۲۰۵ -
(۳) روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۵۸۹ -
(۴) بحرالانوار از عبدالروف نوشہروی مطبوعہ پشاور ۱۳۸۴ھ ص ۲۱۲ -)

عبدالحلیم اثر نے حاجی دریاخان جمکنی کو حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے - مگر یہ بات محل نظر ہے اس لئے کہ آپ نے علوم ظاہری میں کسی سے باقاعدہ اکتساب نہیں فرمایا ہے - خود فرماتے ہیں کہ آٹھ نو برس کی عمر میں میں نے صرف اگیارہ پارے تک قرآن پڑھا اور چونکہ آٹھ نو برس کی عمر میں آپ لاہور میں تھے - لہٰذا ظاہر ہے اس وقت آپ حاجی دریاخان کے شاگرد نہیں رہے - اور جہاں تک حاجی دریاخانؒ سے روحانی استفادہ کرنے کا تعلق ہے یہ بھی یقینی اس لئے نہیں ہے کہ حضرت میاں صاحب جمکنیؒ نے اپنی کتاب "ظواہر السرائر" میں ان حضرات کا تفصیلی ذکر کیا ہے جن سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا ہے اور جن سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے مگر اس میں حاجی دریاخانؒ جیسے نامور بزرگ کا کہیں بھی ذکر نہیں اس کے علاوہ آپ کے چار بڑے خلفاء مولانا دادینؒ مولانا محمد شفیق خٹکؒ شیخ نور محمدؒ اور مولانا مسعود گلؒ - نے آپ کے مناقب پر کتابیں لکھی ہیں اور ان میں بے شمار ایسے لوگوں کا حال بیان کیا ہے جن کے ساتھ حضرت میاں صاحبؒ کا تعلق رہا ہے یہ کتابیں بھی حاجی دریاخانؒ کے ذکر سے یکسر خالی ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حاجی دریاخانؒ حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے استاد نہیں رہے ورنہ

ذریعہ معاش | والد بزرگوار حضرت ابراھیم خان کی وفات کے بعد حضرت میان صاحب چمکنی کا پدری جاگیر (واقع فریدآباد) ان کے قبضہ سے نکل گیا تھا کیونکہ حضرت صاحبزادہ احمدی اپنے دادا (ابراھیم خان) کی وفات کے بعد حالات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ھین کہ :

لاړ هغه منصب هغه جاګیر هغه روزګار	ھمارا وہ منصب و جاگیر اور وہ روزگار ختم ھوا ۔
خدايږ د نه که څوك په يتيميږ کښې ګرفتار (۱)	خدا کسی کو یتیمی (کی مصیبت) مین مبتلا نہ کرے۔

جیسا کہ ذکر ھو چکا ھے کہ سعید خان اپنے داماد (ابراھیم خان) کی وفات کے بعد سب اھل خانہ کو فریدآباد سے موضع چمکنی لے آئے تھے اور یہین پر ان کو اپنے ساتھ بسایا تھا ۔وہ اگر چہ ایک صاحبِ استطاعت اور بااثر آدمی تھے اور سب کی پرورش و نگہداشت کا ذمہ اٹھا لیا تھا مگر ایسا معلوم ھوتا ھے کہ جب حضرت میان صاحب چمکنی سنِ شعور کو پہنچ گئے تو دوسرون پر بوجھ بننے کی بجائے خود اپنے پاون پر کھڑے ھونے کو ترجیح دی ۔

آپ ابتداھی سے نہایت ذھین اور صاحب استعداد آدمی تھے ۔لہٰذا اپنی خداداد قابلیت و اھلیت کے ذریعے کتابت اور درس و تدریس مین اچھی خاصی شہرت حاصل کرلی اورکافی عرصہ تک اسی کو ذریعہ معاش بنا کر اپنا گزر اوقات کرتے رھے (۲) ۔

= مذکورہ بالا کتابون مین کسی نہ کسی صورت مین ان کا ذکر ضرور آتا ۔ واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب ۔

(المعالی شرح امالی ورق ۱۲ نورالبیان (قلمی) ورق ۳۶)

****

(۱) رسالہ شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی (قلمی) ۱۲۲۳ھ ۔

ترجمہ :

(۲) ظواھر ۱ ص: ۵۰۲ ـ ۵۰۵ ـ ۵۰۸

ایضاً ملاحظہ ھو "شرح صلوۃ ملہمۃ" (قلمی) از مولانا عبدالاحدین بایزید صفحہ آخر =

آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت سر الاعظمؒ کے انتقال کے بعد مسندِ ارشاد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے۔ بے شمار لوگ آپ کی خانقاہ میں جمع رہتے تھے۔ یہ دیکھ کر اہلِ استطاعت و ثروت معتقدین و مریدین خانقاہ کے مہمانوں کے قیام و طعام کے لئے آپ کے نام زمین وقف کرنے لگے۔ جس کی آمدنی سے لنگرخانے کے بندوبست کے ساتھ ساتھ بقدرِ ضرورت آپ کے اہل و عیال پر بھی صرف ہوتا رہا

وفات | محبوبِ حقیقی سے وصال آپ کی زندگی کا نصب العین تھا۔ ہمیشہ دل میں یہی تمنا موجزن رہتی (١) اور ہر آن اپنے وطن اصلی (٢) کی جانب کوچ کرنے کے لئے بے قرار رہتے۔ آخرکار آپ کی یہ

= کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور۔

اسلامیہ کالج پشاور کے کتب‌خانہ میں " شرح صلوۃ ملہمہ " کا جو قلمی نسخہ موجود ہے یہ اس نسخے کی نقل ہے جو احمد شاہ دوانیؒ کے پیر شیخ محمد عمر چمکنیؒ (پشاوری) نے اپنے قلم سے لکھا تھا۔ (ملاحظہ ہو لباب المعارف العلمیہ فی مکتبہ دارالعلوم اسلامیہ مرتبہ مولانا عبدالرحیم مطبوعہ مطبع آگرہ ١٩١٨ء ص ١٩٢)۔

******

(١) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ ان میں پانچ یعنی قلب۔ روح۔ سر۔ خفی اور اخفیٰ عالمِ امر سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ یعنی نفس خاک باد۔ آب اور آگ عالمِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ عالمِ امر عرش کے اوپر اور عالم خلق عرش کے نیچے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہیکل جسمانی پیدا کی تو اپنی قدرتِ کاملہ سے لطائف عالم امر کو (جو جواہر مجرد ہیں) جسمِ انسانی کے چند مواضع سے تعلق و تعشق پیدا کردیا۔ چنانچہ لطیفہ قلب زیرِ پستانِ چپ بقدر فاصلہ دو انگشت اور لطیفہ روح زیر پستان راست بقدر فاصلہ دو انگشت کے اور لطیفہ سر بالائے پستان چپ بقدر دو انگشت اور لطیفہ خفی بقدر دو انگشت بالائے پستان راست اور اخفیٰ کو وسط سینہ میں تعلق بخشا۔ ان لطائف کو اس پیکرِ جسمانی سے ایسا تعلق بڑھ گیا کہ ان کو اپنی اصلیت بالکل نسیاً منسیاً ہوگئی۔ جب

خواہش پوری ہوئی اور ماہ رجب میں جمعرات کے دن $\frac{\text{۱۱۹۰ھ}}{\text{۱۷۷۶ء}}$ کو تقریباً ۱۰۶ سال کی عمر میں سماء روحانیت کا یہ آفتاب عالمتاب بے شمار بندگان خدا کے قلوب کو منوّر کرتا ہوا ہمیشہ کے لئے ظاہری آنکھوں سے روپوش ہوگیا - (۱)

شیخ آفاق محمد عمر آن عارف حق
بود چون مردمک دیدہ عزیز مردم
او بہ فردوس روان شد ز سرائی فانی
گشت از چشم جہان بین بہ آسانی گم (۲)

شیخ آفاق محمد عمر وہ عارف حق تھے جو
لوگوں کے آنکھوں کا تارا تھے -
اس جہان فانی سے جانب فردوس روانہ ہوئے
اور ظاہربین آنکھوں سے بآسانی گم ہوگئے -

= اللہ تعالیٰ کا فضل کسی کے شامل حال ہوتا ہے تو وہ کسی کامل شیخ کی خدمت میں جاکر عبادات و ریاضات میں مشغول ہوجاتا ہے - اور اس طرح ذکر و فکر اور توجہ شیخ سے اس کا دل روشن ہونا شروع ہوتا ہے اور جس وقت کہ تمام قلب منوّر ہوجاتا ہے اس کو اپنی اصلیت یا وطن اصلی جس کو وہ پیکر جسمانی میں آکر فراموش کر گیا تھا - یاد آتا ہے اور متوجہ فوق ہوکر اپنی اصل کی جانب کہ فوق العرش ہے پرواز کرتا ہے -

کلہ

حالات مشائخ نقشبندیہ از محمد حسن نقشبندی طبع مرادآباد ۱۳۲۲ھ ص ۵۲۹ - ۵۳۰ -

(۲) مناقب میان صاحب جمکنیؒ از مولانا دادین (قلمی ورق ۱۵۹ - حضرت اخوند درویزہ لکھتے ہیں کہ

چون حجاب بین العبد والرّب حیات بندہ است پس سالکان را ہردم تمنائی مرگ می باشد زیرا کہ بر رفع این حجاب ایشان را مطلوب حاصل می شود -

جب بندہ اور رب کے درمیان پردہ بندہ کی زندگی ہے پس (یہی وجہ ہے کہ) سالکوں کو ہر وقت موت کی تمنا رہتی ہے - کیونکہ اس حجاب کے ہٹ جانے سے ان کو اپنا مطلوب یعنی وصال محبوب جل شانہ حاصل ہوتا ہے -

(ارشاد الطالبین مطبوعہ مفید عام پریس لاہور ۱۹۰۷ء ص ۲۲۵) ==

آپ کو غسل دینے کاکام آپ کے پانچ قریبی متعلقین میاں محمّد موسٰیؒ، میاں محمّد عیسٰیؒ، قاضیٔ پشاور جناب عبدالرّحمٰن پشاوریؒ[1] ، پیر رضوان کوهاٹی اور اخوند سرور نے انجام دیا تھا - چونکہ آپ کا وجود خداوند تعالٰی کا ایک بہت بڑا احسان تھا اس لئے آپ کی جدائی یہاں کے مسلمانون کے لئے ایک عظیم سانحہ سے کم نہ تھی - یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی وفات کی خبر پھیل گئی تو اس حادثہ جانکاہ کی وجہ سے سارا پختونخوا ایک ماتم کدہ مین تبدیل ہوگیا تھا - ایک معاصر شاعر لوگون کے غم و اندوہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہین :-

په سپارل د امانت چه ئې غم زور شه په آهونو د اسمان چت سره تور شه[2]	آپ کی لاش کو زمین کے سپرد کرتے پر غم و اندوہ کا اتنا غلبہ ہوا کہ (لوگون کے) آہ و فریاد کے سبب آسمان کا چھت سیاہ ہوگیا -

---

(۱) یہ قطعہ تیمورشاہ تیمورانی کے درباری منشی نے اپنی کتاب تاریخ مین تحریر کیا ہے - ملاحظہ ہو تیمورشاہ درانی از عزیز الدین وکیلی ج ۲ اشاعت دوم کابل ص ۲۱۱ -

(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۱۶۶ نورالبیان از نورمحمد قریشی (قلمی) ورق ۱۲ - دیوان کاظم خان شیدا (المتوفی ۱۱۹۴ھ) (قلمی) حاشیه ورق ۱۸۰ - کتب خانه اسلامیه کالج پشاور -

****

(۱) مناقب از دادین ورق ۱۶۰ -

معظم میان صاحب چمکنیؒ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اس کے بارے مین اگر چہ کوئی صراحت موجود نہین مگر چونکہ یہ بات یقینی ہے کہ پشاور شہر کے قاضی عبدالرحمٰن اس موقعہ پر موجود تھے اور یہ اعتبار عہدہ و خصوصیت وہ اس کے زیادہ مستحق تھے لہٰذا اغلب گمان یہ ہے کہ وہی نماز جنازہ پڑھا چکے ہونگے - واللّٰہ اعلم بالصواب -

(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۱۵۹ ایضاً ملاحظہ ہو دیوان کاظم خان شیدا (قلمی) ورق ۱۸۰

*****

آپ کی وفات کی وجہ سے نہ صرف سرزمین سرحد میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی بلکہ سرزمین رامپور (ہند) بھی اس کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھی تھی[1] -

---

(۱) دیوان کاظم خان (قلمی) ورق ۱۸۰ -

قطعات تاریخ وفات حضرت میاں صاحب چمکنیؒ رحمۃ اللہ علیہ

تیمور شاہ درانی کا ایک درباری منشی حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی وفات کا بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ : -

سال تاریخ وفات سر اقطاب زمان

رهنمون شد خرداز لطف به من گفتاکم

۱۱۹۰ھ

عدد "بیست نهم شهرِ جمادی دویم"

(تیمور شاہ درانی از عزیزالدین وکیلی طبع دوم ج ا ۱۳۴۶ھ ص ۲۱۱) -

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے مرید خاص مولانا دادینؒ لکھتے ہیں : -

۱۱۹۰ھ

سن غصق پنجشنبې په ورځ اې جانه

د رجب په غرې لاړ شه له جهانه

(مناقب میاں صاحب از دادین ورق ۶۲)

"بلبل ہند" اور مشہور عالم و فاضل شاعر کاظم خان شیدا (متوفی ۱۱۹۴ھ) نے آپ کی وفات پر حسب ذیل دو قطعات قلمبند کئے ہیں : -

(الف) میان عمر یــــه خیل د وران کښې

چه کشاده ي د فیض باب وه

شاه کداي په در حاضر وو

مرجع د خلقو عام ما ب وه

تاریخ ي دادي د رحلت واوره

۱۱۹۰

"شیخ اجل وه قطب اقطاب وه"

(ب) د میان پــه درد وغم کښې
ناله پېـره شوه هم آه
وایـــه دا عمر ولی
ورسـره رحمـــة الله
علیـه ورسـره ضم کړه
پــه تاریخ به شي آگاه

پورا جملہ یہ ہے ۔ ۱۱۹۰ ھ
"دا عمر ولی رحمة الله علیه"

(دیوان کاظم خان شیدا (قلمی) ۱۱۸۱ ھ حاشیہ ورق ۱۸۰ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور)

تاریخ وفات کی تحقیق

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ رجب کے مہینے میں جمعرات کے دن $\frac{۱۱۹۰ ھ}{۱۷۷۶ ء}$ کو وفات پا چکے ہیں ۔ مولانا دادینؒ جو آپ کے جنازہ میں شریک تھے لکھتے ہیں کہ :-

سن غصق د پنجشنبې په ورځ اې جانه
د رجب په غرې لاړ شه له جهانه

(مناقب از دادین (قلمی) ورق ۱۶۱) ۔

کاظم خان شیدا (متوفی $\frac{۱۱۹۳ ھ}{۱۷۸۰ ء}$) نے آپ کی وفات کے بعد دو قطعات میں مادہ تاریخ وفات کے طور پر جو دو جملے قلمبند کئے ہیں ان سے بھی آپ کی وفات کا سن ۱۱۹۰ ھ برآمد ہوتا ہے ۔ وہ دو جملے یہ ہیں ۔

(۱) "دا عمر ولی رحمة الله علیه" ۱۱۹۰

(۲) "شیخ اجل وہ قطب اقطاب وہ"

(دیوان کاظم خان (قلمی) ورق ۱۸۰) ۔

میاں صاحب چمکنیؒ کا برادرزادہ صاحبزادہ بازگل (متوفی $\frac{۱۲۰۰ ھ}{۱۷۸۶ ء}$)ؒ بھی آپ کا سن وفات ۱۱۹۰ ھ بتاتا ہے ۔ (روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۷۷۴) ۔

عزیزالدین وکیلی اپنی کتاب تیمور شاہ درانی ص ۲۱۱ پر لکھتے ہیں کہ میاں صاحب چمکنیؒ

= ١١٨٠ھ / ١٧٦٦ء مین وفات پا چکے ھین - مولف مذکور کے اس قول کی تردید کے لئیے مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور ناقابل تردید ثبوت یہ ھے کہ حضرت میاں صاحب چمکنی نے ١١٨٠ھ کے تین سال بعد اپنی مشہور کتاب "شمس الہدیٰ" تصنیف کی ھے - اور اس کا سن تالیف غففج (١١٨٣ھ / ١٧٦٩ء) بتایا ھے - (شمس الہدیٰ (قلمی) ورق ١۶) -

عزیزالدین وکیلی صاحب نے اپنے قول کی تائید کے طور پر تیمورشاہ درانی کے درباری منشی کا ایک قطعہ پیش کیا ھے جو اس نے میاں صاحبؒ کی وفات پر لکھا ھے - وہ قطعہ یہ ھے

شیخ آفاق محمد عمر آن عارف حق

بود چون مردمک دیدہ عزیز معمو مردم

بیست و نه روز که از ماه جمادی دویم

منقضی گشت ز نوروز به ماه پنجم

او به فردوس روان شد ز سرائے فانی

گشت از چشم جهان بین به آسانی گم

سال تاریخ وفات سر اقطاب زمان

رهنمون شد خرد از لطف بمن گفتا تم

آربیرون بحساب جملش تا دانی

عدد "بیست نهم شهر جمادی دویم"

(تیمورشاہ درانی از عزیزالدین ج ١ اشاعت دوم ١٣۴۶ھ ص ٢١١)

راقم الحروف کے نزدیک یہ ایک غلط فہمی ھے جو کاتب کے سہو قلم کی وجہ سے پیدا ہو گئی ھے - کاتب نے جملہ تاریخ وفات مین لفظ "دویم" کو "دوم" لکھا ھے مگر یائے تحتانی کے اور بہی درست بھی ھے مگر نظم مین یائے تحتانی کی زیادت کے ساتھ بھی مستعمل ھے -

لہٰذا اگر اس کو "بیست و نہم شہر جمادی دوئم" سمجھا جائے تو پھر اس سے بھی سن وفات ١١٩٠ھ ھی برآمد ہوتا ھے - واللہ اعلم -

****

باب سوم

علماء ومشائخ جن کی صحبت سے آپ فیضیاب ہوئے ۔

حضرت میان صاحب چمکنی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی تمام عمر گرانمایہ سلوک و طریقت مین گزر چکی ہے ۔آپ نے اس سلسلے مین بے شمار علماء و مشائخ کی خدمت مین حاضری دی اور ان سے روحانی استفادہ کیا ۔ایسے چیدہ چیدہ بزرگان فیض بخش کے حالات حسب ذیل ہین : ۔

ابراہیمؒ مولانا :

مولانا ابراہیمؒ حضرت سعدیؒ کے محبوب و منظور خلیفہ اور نہایت عابد و زاہد بزرگ گزرے ہین ۔حضرت سر الاعظمؒ فرماتے ہین کہ مولانا ابراہیم ابتداء مین حضرت سید آدم بنوریؒ کی صحبت سے مشرف ہوئے بعد ازان حضرت سعدیؒ کے آستانِ فیض رسان پر حاضری دے کر ان کے حلقہ مریدین مین شامل ہوگئے ۔

مولانا موصوف نہایت فقر و تجرد کی زندگی گزارتے تھے اور دنیا سے اپنا تعلق بالکل منقطع کردیا تھا ۔حضرت میان صاحب چمکنیؒ ان کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ ایک روز کوئی شخص حضرت سعدیؒ کے پاس کچھ نقدی بطور تحفہ لے آیا ۔حضرت سعدیؒ نے وہ رقم مولانا ابراہیم کو امانتاً سپرد کردی ۔اس نے وہ رقم تھوڑی دیر اپنے پاس رکھی اس کے بعد حضرت سعدیؒ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ :

"ازین نقدی کہ بہ من سپردہ اید خیلے دربار ام و تشویش عظیم در من یافتہ است"	یہ نقدی جو آپ نے میرے سپرد کردی ہے اس کے سبب سے بہت بوجھ محسوس کرتا ہون اور میرے اندر بہت تشویش پیدا ہوگئی ہے ۔

یہ سن کر حضرت سعدیؒ نے وہ نقدی ان سے لے کر دوسرے شخص کے حوالہ فرمائی ۔

(١)

مولانا ابراہیمؒ بڑے جان نثار اور وفادار آدمی تھے - حضرت سر الاعظم ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت سعدیؒ نے مولانا موصوف کو ایک بیش قیمت چادر عنایت کی مولانا نے تعظیم بجا لا کر کہا کہ :

"پوشیدن چنین رداء قیمتی را من لائق نہ یم" یعنی ایسی قیمتی چادر پہننے کا میں لائق نہیں -

یہ کہہ کر فوراً اس کو اٹھا کر میرے سر پر رکھا - میں نے کہا کہ :

"ما نیز چنین رداء قیمتی نہ پوشیم" (ہم بھی ایسی قیمتی چادر نہیں پہنتیں گے)

اور واپس وہ چادر مولانا ابراہیمؒ کے سپرد کردی - اس کے بعد مولانا ابراہیمؒ نے مجبوراً وہ چادر اوڑھ کر سنبھال لی -

یہ دیکھ کر حضرت سعدیؒ بہت خوش ہوئے - اور مولانا ابراہیمؒ کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کہ :

"یاران چنان معیشت باید کرد کہ هر چہ باشد
نثار یکدیگر کنند و فرمودند کہ مولانا ابراہیم
چرا چنین نہ کند کہ صحبت حضرت
بزرگ خود را دیدہ و یافتہ است"- (۱)

یعنی دوستوں کو ایسی زندگی گزارنی چاہئیے کہ جو کچھ بھی موجود ہو ایک دوسرے پر نثار کرتے رہیں - اور فرمایا کہ مولانا ابراہیمؒ کیوں ایسا نہیں کرے گا کہ وہ حضرت سید آدم بنوریؒ کے شرفِ دیدار اور شرفِ صحبت سے مشرف ہوچکے ہیں -

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۸۰ -

****

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۸۲ - ۵۸۳ -

تاج محمودؒ مولانا

مولانا تاج محمودؒ حضرت سعدیؒ کے منظورِ نظر اور مقبول و محبوب خلیفہ اکبر تھے۔ اور مسلسل چالیس برس تک ان کی صحبت میں رہ کر ان کے فیضانِ روحانیت سے فیضیاب ہوتے رہے ۔ حضرت میاں صاحب جھگئی نے مولانا تاج محمودؒ کی صحبتوں میں رہ کر ان سے روحانی استفادہ کیا ۔ میاں صاحب موصوف ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" مولانا تاج محمود از اقدم و اسبق و کبار اصحاب حضرت ایشان اند و از جملہ مقبولان آنحضرت —— و آنحضرت تعظیم و توقیر مولانا بسیار میکردند و درمحافل و مجالس مولانا را بہ پہلوئے خود جائی می دارند —— و با جمیع امور و مصالح مشورت و مصلحت با مولانا میکردند و جمیع اصحاب و فرزندان آنحضرت تعظیم مولانا میکردند "۔ (۱)

مولانا تاج محمودؒ حضرت سعدی لاہوری کے اقدم و اسبق اور کبار اصحاب میں سے تھے اور آپ کے مقبول نظر تھے —— آپ ان کی بہت تعظیم و توقیر کرتے تھے ۔ اور مجالس و محافل میں مولانا کو اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ —— اور تمام امور میں مولانا کے ساتھ صلاح و مشورہ کرتے تھے اور آپ کے تمام فرزند اور اصحاب مولانا کی بہت تعظیم کرتے تھے ۔

ولایت و عرفان میں مولانا تاج محمودؒ کو بہت بلند مقام حاصل تھا ۔ آپ بڑی فیض رساں شخصیت کے مالک تھے اور بے شمار لوگ آپ کے ارشاد و ھدایت کے طفیل راہ راست پر آئے ۔ حضرت شیخ سعدیؒ ان کی فیض رسانی کا ذکر کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ :

" از مولانا تاج محمود عالمی فیض یابد و روشن و منوّر گردد "۔ (۲)

یعنی مولانا تاج محمود (کی برکت) سے پورا عالم فیضیاب اور منوّر ہوجائے گا ۔

(۱) ظواھر ۱ ص ۵۷۶ ۔

(۲) ظواھر ۱ ص ۵۷۶ ۔

جیونؒ مولانا

حضرت میاں صاحب جمگیؒ مولانا جیونؒ سے بے حد متأثر تھے اور ان کا بہت عزت و احترام کرتے تھے ۔آپ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

کہ مولانا موصوف حضرت شیخ سعدیؒ کے منظور نظر احباب میں سے تھے اور ایک پیر سے معذور تھے ۔صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے ۔ان کی جملہ کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ جب ان کی موت قریب آگئی تو گھر گھر پھر کو لوگوں سے کہا کہ آج میرے جنازہ میں شریک ہوجاو۔اس کے بعد ایک جولاہے کے گھر جاکر غسل کیا اور چادر اوڑھ کر سو گئے اور اسی حالت میں جان جانِ آفرین کے سپرد کردی ۔ (۱)

دلدار بیگؒ مولانا

مولانا دلدار بیگؒ حضرت سرالاعظمؒ کے قریبی اصحاب و احباب میں سے تھے ۔بہت بڑے زاھد و عابد، مرتاض اور صاحب استعداد بزرگ تھے ۔اور رشد و ھدایت کے آثار ان کے جبین مبین پر نمودار تھے ۔حبس نفس کے طریقے پر ایک سانس میں دو ہزار پانچ سو بار ذکر نفی و اثبات کرتے تھے اور باوجود اھلیت و استعداد کے دنیاوی تلذ ذات سے قطع تعلق کیا ہوا تھا ۔ (۲)

حضرت سعدیؒ ان پر بے حد مہربان تھے ۔میاں صاحب جمگیؒ لکھتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ :

" محمّد عمر باری از دلدار بیگ بپرس که وی از ما جرا گله مند است و حالانکه تمام عالم در آرزوی آنست که یک بار حضرت پیغمبر صلی اللّٰه علیه وسلم را به خواب بینند و وی به کرّات و مرات لایعد	محمد عمر ! ایک بار دلدار بیگ سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیوں گلہ کرتا ہے حالانکہ تمام دنیا کو یہ آرزو ہے کہ کاش ایک بار خواب میں حضرت پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا دیدار

(۱) ظواھر ا ص ۷۴۳ ۔
(۲) ظواھر ا ص ۶۸۳ ۔ ۷۶۰ ۔

و یحصیٰ در خواب و بیداری حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دیدہ است و بشارتہا و اشارتہا عظیم یافتہ است ۔ "(۱)

نصیب ہو ۔ اور وہ کئی بار بے شمار مرتبہ خواب و بیداری دونوں حالتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہو چکے ہیں اور آپ سے بہت سی اشارات و بشارات پا چکے ہیں ۔

مولانا دلدار بیگؒ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے ساتھ نہایت اخلاص و محبت سے پیش آتے تھے ۔ اور اکثر اوقات حضرت سر الاعظمؒ کے سامنے تعریف و توصیف فرماتے تھے ۔ میاں صاحب چمکنیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں حضرت سر الاعظمؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :

"اکثر مردم کہ با شما اخلاص دارند بہ نسبت اخلاص آنہا اخلاص و اعتقاد محمد عمر زیادہ است " ۔

اکثر لوگ جو آپ کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں ان کے اخلاص کی بہ نسبت محمد عمر کا اخلاص و اعتقاد کہیں زیادہ ہے ۔

یہ سن کر حضرت سر الاعظمؒ بہت خوش ہوئے اور اپنے دستار مبارک سے تسبیح نکال کر مجھے عنایت فرمائی ۔(۲)

مولانا دلدار بیگ ۳/ ربیع الثانی کو اتوار کے دن $\frac{1111}{1699}$ ھ/ء کو رحلت کر گئے ہیں ۔(۳)

ذکریا، شیخ المعروف شہید میاں صاحبؒ

دیہہ میاں گوجو

حضرت شیخ ذکریاؒ کے اسلاف ابًا عن جدٍ سلوک و طریقت سے منسلک تھے ۔ آپ کے دادا شیخ اورنگ موضع خوڑکی علاقہ " داوڈزئی (واقع پشاور) میں سکونت رکھتے تھے ۔ اور حضرت شیخ

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۶۹۴ ۔

(۲) ظواہر السرائر ۲ ص ۶۹۴ ۔

(۳) ظواہر ۱ ص ۷۶۴ ۔

اخوند پنجو بابا اکبرپوری کے خلیفہ شیخ عبدالغفور عباسی ساکن مٹی (واقع ننگرہار)کے مرید تھے۔
حضرت شیخ زکریا کے والد ماجد اپنے والد ماجد شیخ اورنگ سے طریقہ "چشتیہ" میں بیعت ہوئے تھے
آپ بھی حسب روایت اپنے والد بزرگوار سے طریقہ "چشتیہ" میں بیعت ہوئے اوراکثر اوقات حضرت اخوند
پنجو بابا (المتوفی ۱۰۴۰ھ / ۱۶۳۰ء) کے مزار پرانوار پر آکر ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ چونکہ
اس زمانہ میں سرالاعظم حضرت محمّد یحییٰ (حضرت جی اٹک) کی بہت شہرت تھی لہٰذا ان کی خدمت
میں حاضر ہوکر طریقہ "نقشبندیہ" میں ان کی مریدی کا شرف حاصل کیا۔ اور بعد میں اپنے پیر طریقت
حضرت سرالاعظم کے حسب الارشاد موضع صاحبئی علاقہ داؤدزئی میں آکر آباد ہوئے۔ آج کل یہ گاؤں
میاں صاحب شہید کی نسبت سے "دیہہ میاں گوجر" کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شیخ ذکریا اگر چہ سلسلہ "نقشبندیہ" میں بھی بیعت ہوئے تھے مگر طریقہ
چشتیہ کی طرف زیادہ مائل تھے اس لئے سماع و وجد اور ذکر جہر کیا کرتے تھے۔ حضرت میاں صاحب
چمکنی اس بناء پر کہ وہ طریقہ "نقشبندیہ" میں بیعت ہیں اور سماع و ذکر جہر کرتے ہیں حضرت میاں
صاحب شہید سے قدرے آزردہ خاطر رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار دونوں برائے فیصلہ حضرت جی
اٹک کے پاس گئے اس وقت آپ قلعہ "اٹک" کے اندر مسجد غربی میں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ حضرت جی
اٹک نے اپنے دونوں نامور مریدوں کے درمیان صلح کرادی۔

احمد شاہ درانی حضرت میاں صاحب شہید کے عقیدت مند تھے۔ ان کے اخراجات
کی کفالت کے لئے مشٹی، جالہ، گل بیلہ، منڈوونہ، خزکے اور شکرپورہ وغیرہ مواضعات بطور جاگیر عطا
فرمائے تھے۔ (۱)

چونکہ ان دیہات میں سے اکثر اس سے پہلے ارباباں گل بیلہ کے تصرف میں تھے۔

---

(۱) تحفۃ الاولیاء ص ۴۲ و ایضاً۔

(۲) حضرت اخوند پنجو صاحب از نصراللّٰہ خان نصر مرحوم پشاور ۱۹۵۱ء ص ۱۱ ۔ ۱۲

لہٰذا ایک روز جبکہ آپ نماز عصر کے بعد مراقبہ میں تھے ارباباں کی بیلہ میں سے چند اشخاص نے حملہ کرکے ان کو شہید کردیا - حضرت میاں صاحب شہیدؒ کے فرزند شیخ محمّد صلاحؒ نے آکو احمد شاہ درانیؒ سے فریادرسی کی درخواست کی - بادشاہ اسوقت ھندوستان سے خراسان جارہے تھے - اتک کے قریب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بڑے رنجیدہ خاطر ہوئے - فوراً مجرموں کی گرفتاری کا حکم صادر کیا اور قلعہ بالاحصار میں قصاص کرکے کیفر کردار تک پہنچا دیا -

حضرت میاں صاحب شہیدؒ صاحبِ کرامات ولی اور بڑے بابرکت اور پرتاثیر شخصیت کے مالک تھے - ان کا مزار موضع صاحبئی (واقع پشاور) میں مرجع خاص و عام ہے - (۱)

سعدی لاھوریؒ شیخؒ : ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء تا ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء

آپ کا نام سعدی والد بزرگوار کا نام ابدال اور کنیت ابوعیسیٰ ہے - ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء میں ایمن آباد (۲) کے نزدیک "اَوی" (۳) نامی گاوں میں پیدا ہوئے - آپ کے آباءو اجداد سرزمین پنجاب کے رہنے والے تھے اور کاشتکاری کو ذریعہ (۴) معاش کے طور پر اختیار کیا ہوا تھا -

حضرت سعدیؒ کی زندگی خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور عجیب و غریب خوارق عادت امور کی ایک دلچسپ کہانی ہے (۵) - آپ کے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک زمانے میں میں بہت ثروت مند تھا مگر چونکہ گھر میں نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے ہر وقت دل میں بیٹے کی تمنا موجزن رہتی تھی اور ہمیشہ علماء و فقراء سے بیٹے کے لئے دعا کی درخواست کیا کرتا تھا -

---

(۱) تحفة الاولیاء از مولوی میراحمد شاہ پشاوری ص ۴۱ - ۴۲

(۲) ایمن آباد گوجرانوالہ کے شمال میں آٹھ میل کے فاصلے پرواقع ہے - ~~جی ٹی روڈ سے~~ قومی شاہراہ کے ساتھ ایک پختہ سڑک کے ذریعے ملایا گیا ہے اور ایمن آباد ریلوے سٹیشن سے صرف دو میل دور ہے - اس کو سیالکوٹ کے ایک مشہور راجپوت راجہ نے آباد کیا تھا - اصل قصبہ سید پور کے نام سے مشہور تھا جو سولھویں صدی عیسوی میں شیرشاہ افغان کے ہاتھوں ویران ہوکر

= اس کی جگہ شیرگڑھ کے نام سے ایکحیا شہر آباد کیا گیا - بعد میں ہمایون کے ایک جرنیل ایمن بیگ نے شیرگڑھ کو منہدم کرکے موجودہ ایمن آباد تعمیر کروایا -

اس شہر کی منہدم ایک مشہور تاریخی یادگار روڑی صاحب کا گوردوارہ ہے - جس کے بارے میں خیال ہے کہ یہاں سکھون کے روحانی رہنما گورونانک نے پتھرون کی روڑی کے ایک چبوترے پر اپنا بچھونا بچھایا تھا - یہاں ہر سال اپریل کے مہینے میں بیساکی کا مشہور میلہ لگتا ہے - اور اس موقعہ پر سکھ زائرین کثیر تعداد میں ہندوستان سے پاکستان آتے ہیں -
(ملاحظہ ہو :- مردم شماری ضلع گوجرانوالہ ۱۹۶۱ء باب سوم (انگریزی)) -

(۳) کرنل سلطان علی شاہ (ریٹائرڈ) کوہاٹ چھاونی کے پاس ظواہر السرائر کا جو نسخہ موجود ہے اس کے صفحہ ۲۱۸ پر شیخ سعدیؒ کی جائے ولادت کا نام "اوی" لکھا ہے - جبکہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانے میں موجود نسخہ کے ص ۱۶۲ پراس کا نام "اڈی" تحریر کیا گیا ہے - چونکہ پنجاب گزیٹیر اور ضلع گوجرانوالہ کی مردم شماری رپورٹ میں اس نام کا کوئی گاؤن موجود نہیں اور نہ کوئی دوسرے وسیلہ سے اس کی تائید ہوسکی ہے - لہٰذا یہ بتانا مشکل ہے کہ اس گاؤن کے نام کا اصل تلفظ کیا ہے - ممکن ہے مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ دیگر کئی بیشمار شہرون اور مقامات کی طرح اس گاؤن کا نام بھی بدل کر کوئی دوسرا نام رکھا گیا ہو یا تغیرات و انقلابات زمانہ کا شکار ہوکر اس کا نام و نشان ہی مٹ چکا ہو -

اس سلسلے میں یہ وضاحت بھی ضروری سمجھتا ہون کہ عبدالحلیم اثر نے اپنی کتاب روحانی تڑون (اشاعت اول ۱۹۶۵ء) کے صفحہ ۶۴۰ پر شیخ سعدی لاہوریؒ کے حالات میں ان کا مقام پیدائش سرہند اور سن پیدائش ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء بتایا ہے - مگر حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے بیان سے ان دونون باتون کی تردید ہوتی ہے - کیونکہ آپ نے اپنی کتاب ظواہر السرائر میں ان کا مقام پیدائش ایمن آباد اور سن پیدائش ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۳ء قلمبند فرمایا ہے -

(ملاحظہ ہو ظواہر السرائر ۲ ص ۲۱۸)

چنانچہ ایک دن ایک صاحبِ کشف و کرامت درویش آیا میں اس کو پوری عزت و احترام سے اپنے گھر لے گیا ۔ حتیٰ المقدور اس کی خدمت اور مہمانداری کے حقوق ادا کئے اور جب وہ جانے لگا تو ان سے بیٹے کے لئے دعا کی درخواست کی ۔ یہ سن کر اس کے چہرہ پر بشاشت و مسرت کے آثار نمودار ہوئے اور ایک باکمال و سعادت مند فرزند کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ :

بتوفیقِ ربانی و تائیدِ ہدایتِ یزدانی
ترا فرزندی در وجود آید کہ آئینۂ سر خود را از
خباثتِ اخلاق ذمیمہ پاک گرداند و حُلیہ ٔ روح را بہ
حلل صفاتِ حمیدہ مُحلّی سازد تا بہ حدِّ استقامت
نزدیک شود و بہ قدرِ تحصیل این کمال جوازِ صراط بر
خود آسان کند و اُمّہاتِ اوصافِ کمال کہ اصولِ مکارمِ
اخلاق انسانی است دہ است و مجموع صفات حمیدہ
ازین دہ متنوع میگردد وآن علم است و حلم وحیا
و سخاوت و تقوی و شجاعت و عدل و صبر و صدق و یقین
و کمالِ این صفات جز ذات مطہر محمّدی صلّی
اللہ علیہ وسلم را نبود و ہر کس را از انبیاء و اولیاء
و صلحاء و علماء دین بہ قدرِ حصول این حقائق باروحانیت
احمدی صلی اللہ علیہ وسلم رابطہ معنوی ثابت میگردد و
آن رابطہ وسیلت قرب بہ حضرت صمدیّت می شود و
فرزند تو از آنجملہ بود کہ بہ حقائق این صفات متصف
گردد و ذات شریف او منظور نظر الٰہی و برگزیدہ عنایت

ترجمہ : اللہ کی توفیق و تائید سے تیرے (ہاں) ایک بیٹا پیدا ہوگا جو اپنے آئینہ سر کو اخلاق ذمیمہ کی برائیوں سے پاک کریگا اور اپنے چہرہ روح کو اچھی صفات کے زیور سے آراستہ کریگا تا آنکہ حد استقامت کے قریب ہو جائیگا اور اس کمال کے حصول سے صراط پر گزر اپنے لئے آسان کرے گا ۔ اوصاف کمال اور اخلاقِ انسانی کے اصول دس ہیں اور تمام صفات حمیدہ کی شاخیں انہیں سے نکلتی ہیں وہ دس اصول یہ ہیں ۔ علم، حلم حیا، سخاوت، تقویٰ، شجاعت، عدل، صبر اور صدق و یقین ان صفات کا کمال ذات محمدی کے سوا کسی اور میں نہیں پایا جاتا انبیاء، اولیاء، صلحاء اور علماء دین میں سے ہر ایک کو ان حقائق کے مقدارِ حصول روحانیت احمدی کے ساتھ قائم ہوجاتا ہے اور یہ

متعالیه ذاتِ نامتناهی شود و مَلکی بود در صورتِ بشر یگانهٔ روزگار و مقتدایِ اهلِ دهور و اعصار باشد - صفتِ طهارت و نزاهت و محبت و شوق و رضا و توحید بروَی غالب بود و آثارِ کمال این صفاتِ کامله زیبِ حال و نورِ جمالِ وی گردد - معرفت و شهودِ وی از قیدِ ماضی و مستقبل رَسته بود و در فضایِ احدیّت به معاینهٔ سرمدی پیوسته و ویرا در استکشافِ اسرار احتیاج به قیام قیامت نه لَوْ کُشِفَ الغطاءُ ما ازددتُّ یقیناً (۱) - و وی بود که کمالِ این صفات حاصل کند و مجموع آسمانیان و زمینان محکومِ احکامِ سلطنت و مقهور تصاریفِ جلالت وی گردند ۰۰۰۰ و از مشرق تا مغرب از نورِ ارشاد اوروشن و منور گردد و وجود شریفِ او غنیمتِ روزگار بود نام ویرا "محمّد صادق" و یا "سعدی" گذاری و ویرا عزیز داری که مقبلِ کارگاه ولایت و مقبولِ بارگاه عنایت بود - (۲)

رابطه و تعلق اللّٰه کے قرب کا ذریعه هو جاتا هے - اور تیرا بیٹا ان مین سے ایک هوگا جو ان صفات کے کمال سے متّصف هوگا - اس کی ذات اللّٰه کی منظورِ نظر اور ذات نامتناهی کی عنایت عالیه کی برگزیده هو جائیگی وه انسان کی شکل مین ایک فرشته هوگا وه اپنے دور مین بے مثل اور دنیا والون کا رهبر هوگا - طهارت و نزاهت اور محبت وشوق اور رضا و توحید کی صفات اس پر غالب هونگی اوران صفات کامله کے آثار ان کے زیبِ حال اور نورِ جمال (کا باعث) هونگے ان کی معرفت و شهود حال و استقبال کی قید سے آزاد هونگی ان کو فضایِ احدیت مین مسلسل اللّٰه کی ذات کا جلوه حاصل رهے گا - اور اسرار و حقائق کے معلوم کرنے کیلئے ان کو قیامِ قیامت کی ضرورت نه هوگی ۰۰۰۰ وه ان صفات کو بدرِ کمال حاصل کرے گا زمین و آسمان والے اس کے احکام سلطنت کے محکوم اور اس کے تصرّف جلالت کے آگے مغلوب هون گے - مشرق و مغرب اس کے نورِ ارشاد سے منوّر هوجائین گے اور اس کی ذات

(۱) یه حضرت علی کرم اللّٰه وجهه کا مقوله هے ملاحظه هو "رشحات کے عین‌الحیاة" قلمی ورق ۲۳۵ کتب خانه اسلامیه کالج پشاور - (۲) ظواهر السرائر ۲ ص ۱۹۵ -

دنیا والون کے لئے غنیمت ہوگی - اس کا نام "محمدؐ صادق"
یا "سعدی" رکھنا اور ان سے محبت رکھنا کیونکہ وہ
کارگاہِ ولایت کا مقبل اور بارگاہِ الٰہی کا مقبول ہوگا -

آپکے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ : جب آپ حکمِ ایزدی سے مان کے پیٹ میں قرار پائے اور ابھی چند ماہ کے تھے
کہ ایک اور صاحب حال فقیر آیا اس کو بھی اپنے ہان ٹھہرایا اور اس کی خدمت کرنے میں کوئی کمی
اٹھا نہ رکھی - میں نے اس سے بھی بیٹے کیلئے دعا کی درخواست کی - وہ یہ سن کر بہت خوش ہوا
اور مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا کہ :

سعدی مبارکباد و این فرزند یست
کہ در خانہ تو بہ وجود آید و سالکِ منہج
ہدایت و ساکنِ خطہ عنایت ملازمِ بساط
رضا و شکر و قامعِ آثار کفر و شرک بود اگر چہ
در نظرِ جاہلان لئیم حقیر و بیمقدار بود امّا
در دربارِ حضرت جہاں پناہ بس خطیر و بزرگوار بود
اگر در نزدِ بوم صفتان تیرہ روزگار کم از بت و
آن باشد امّا در مسندِ تصرف و فیوض ربانی و
وہ افاضۂ آثارِ انفاسِ رحمانی بہ حقیقت ہمہ
جہان باشد ہر چند کہ معاندان و مخالفان
بہ دیدہ کوری و نظر کوری در صورت بشری
برگزیدہ او نگرند و ویرا یکے از ساکنانِ عالمِ
صورت و محبوسان حبس طبیعت شمرند لیکن

سعدی مبارک ہو اور یہ ایک بیٹا ہے جو آپ کے ہان
پیدا ہوگا اور وہ منہجِ ہدایت کا سالکِ خطۂ عنایت کا
ساکنِ بساطِ رضا و شکر میں ملازم اور کفر و شرک کے
آثار کو مٹانے والا ہوگا - اگر چہ وہ جہلاء کی نظر میں
حقیر و بے مقدار ہوگا مگر درگاہ الٰہی میں بہت بڑا اور
بزرگوار ہوگا - اگر چہ الو صفت اور کم بخت لوگوں کے نزد
زید و بکر سے کم ہوگا مگر وہ مسندِ تصرف اور نیک انفاس
کے پیدا ہونے کے لحاظ ایک پورا جہان ہوگا
کی برکتوں کے آثار کے مطلع جن تمام جہان پر حاوی
ہوگا - اگر چہ دشمن اور مخالفین اپنی کم نظری اور
کوتاہ بینی سے اس برگزیدہ شخصیت کی صورت بشری کو
دیکھیں گے اور اس کو عالمِ صورت کا ایک فرد اور قید خانۂ
فطرت کا ایک قیدی شمار کریں گے لیکن اس کی ذات لطیفہ
زمین و آسمان کے صدف کا ایک موتی ہوگی اس کے انفاس

ذاتِ لطیف او گوہر صدف زمین و آسمان باشد
و برکاتِ انفاسِ شریفِ او مدار نظام جہان و
جہانیان بود و متابعتِ افعال و اخلاقِ مرضیۂ
او سبب نیل ثواب اَبناء روزگار و آثار سنن مرضیہ
او دلیل رُشد و صواب اہل دَور و امصار گردد
و اگر بہ صورت بشری یکی از نوع انسان باشد اما
رفعت و جلالت سرّ و معنٰی او حقیقت ہمہ جہان
باشد و آن فرزندِ تو از جملہ سلاطین عالم حقیقت
و از اساطینِ اربابِ طریقت بود پیوستہ منازل صَفا را
بہ اَقدامِ وفا سَر کند وبہ مِعْوَلِ نصائح خار شقاوت
از اراضیِ نفوسِ اَہل جَفا بر کَند یُمنِ اقبالِ این مقبلِ
جہانیان عاصی را از قعرِ درکاتِ شقاوت رَہاند و
فیضِ اسرار این مُکَمِّلِ مہجوران قاصرا بکمالِ درجاتِ
سعادت رَساند سر تجدد کَوْن و زمان و خلاصہ وزبدۂ
کون و مکان شود ۔۔۔۔ نامِ او را سعدی گذاری و
(۱)
آفتاب سعادت مندیٔ او در عالم خواہد تافت ۔

طریقہ پر دنیا بھی اور دنیا والون کے نظام
کا مدار ہوگا ۔ اس کے اچھے اخلاق و افعال
کی متابعت اہل زمانہ کیلئے حصول ثواب کا
سبب اور اس کی سننِ مرضیہ کے آثار اہلِ
زمانہ کیلئے رُشد وَ ہدایت کی دلیل ہونگے
اگر چہ بظاہر وہ ایک انسان ہوگا لیکن سر
و معانی کی رفعت و جلالت میں اہلِ دنیا کے
لئے ایک حقیقت ہوگی ۔ اور وہ تیرا بیٹا عالمِ
حقیقت کے جملہ سلاطین اور اربابِ طریقت
کے اساطین میں سے ایک ہوگا ۔ وہ ہمیشہ
منازلِ صفا کو وفا کے قَدمون سے سر کریگا ۔
اور نصائح کے تیشہ سے اہلِ جفا کے نفوس
کی اراضی سے شقاوت کا کانٹا نکال دے گا ۔
اور اس دنیاوالون کے رہبر کے نصیبے کی برکت
عاصیانِ دنیا کو شقاوت و بدبختی کے گہرے
گڑھون سے نکال دے گا اور اس مُکَمِّل کا
فیض (راہ سلوک کے) مہجورانِ قاصر کو
سعادت کے درجہ کمال پر پہنچائے گا ۔
وہ اپنے دور میں مجدّدِ دین کا سربراہ اور
کون و مکان کا زبدہ و خلاصہ ہوگا ۔۔۔۔

اس کا نام "سعدی" رکھنا اور اس کی سعادت مندی کا آفتاب سارے عالم میں چمکے گا ۔

خداوند کریم نے آپ کو نہایت تیز حافظہ عنایت فرمایا تھا ۔یہی وجہ ہے کہ ولادت سے لے کر آخر دم تک تمام حالات آپ کو حفظ رہے ۔آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ :

"از روز تولد تا حال ہر چہ درپیش من گذشتہ است ہمہ یاد است و بہ خاطر دارم" ۔ (۱)	ولادت سے لے کر آج تک جو کچھ میرے سامنے گزر چکا ہے سب یاد ہے اور ذہن میں محفوظ ہے ۔

فرماتے ہیں کہ سفر کشمیر کے دوران جب سلطان جہانگیر (المتوفی ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) کا انتقال ہوگیا اور اس کی لاش کو لاہور لے جارہے تھے ۔ ہمارے گاؤں سے بہت سے لوگ اس کی لاش اور لشکر کو دیکھنے کے لئے چل پڑے ۔ چنانچہ میرے والد ماجد بھی مجھے کندھے پر بٹھا کر راستے کی طرف تک آئے اور اس وقت میری عمر صرف تین برس کی تھی ۔ (۲)

آپ فرماتے ہیں کہ میرے نانا رُھتاس میں رہتے تھے ۔ میں پانچ برس کا تھا کہ میری نانی (۳)

= (۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۱۶۶ ۔ ۱۶۷ ۔

اللہ کی شان دیکھئے! ان دُو صاحبانِ کشف و کرامت فقراء کی پیش گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی اور دنیا نے دیکھا کہ خدائے ذوالجلال نے واقعی آپ کو جلال و جمال کی تمام اوصاف حمیدہ سے متصف فرما کر اپنا اتمام نعمت فرمایا تھا ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

****

(۱) ظواہر السرائر ۱ ص ۱۶۸ ۔ ۲۶۳

(۲) ظواہر ۱ ص ۲۲۲ ۔ =

مجھے رھتاس قلعے آئیں وہ ایک پارسا اور پرھیزگار عورت تھیں اور تمام لیل اور صوم نہار کا بے حد اھتمام فرماتی تھیں - فرماتے ھیں کہ جب میں اپنے ہم سن بچوں کے ساتھ قلعۂ رُھتاس سے باھر آتا تھا تو میری نانی فرماتیں کہ قلعہ کے دروازے کی جانب ایک لال برج ھے وھاں ایک جنّ ولی رھتا ھے - اس کی طرف ھر گز نہ جانا ایسا نہ ھو وہ تجھ پر ظاھر ھوجائے اور تجھے اس کے دیکھنے کی طاقت نہ ھونے کی وجہ سے نقصان پہنچ جائے - شیخ سعدی فرماتے ھیں کہ اِس وجہ سے میں اس طرف جانے سے احتراز کرتا تھا - اتفاقاً ایک رات لڑکوں کے ساتھ میں قلعہ سے باھر آیا - جب رات کا کچھ حصہ گزر چکا تو تمام لڑکے اپنے گھروں کو چلے گئے اور میں تنہا ایک پتھر پر بیٹھا رہ گیا - دریں اثنا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر وہ جنّ ولی جو اس برج میں رھتا ھے - اور میری نانی مجھے اکثر اوقات اس کے متعلق بتاتی ھیں اور اس طرف جانے سے روکتی ھیں ظاھر ھوجائے تو کتنا اچھا ھوگا - یہ خیال آتے ھی اس برج سے روشنی نمودار ھوئی اور ساتھ نقارہ کے بجنے کی طرح آواز آنا شروع ھوگئی - تھوڑی دیر کے بعد ھاتھ میں عصا لئے ھوئے، دستار باندھے ھوئے، سفید لباس میں ملبوس ایک معمر با شکوہ بزرگ ظاھر ھوا - اور نہایت باوقار اور باتمکین انداز میں آگے بڑھتا ھوا میرے بہت قریب آپہنچا - میں نے اس کی جانب کوئی توجہ نہ دی اور جس کام میں مشغول تھا اسی میں لگا رھا - وہ میرے پاس بہت دیر تک کھڑا رھا - میں سمجھ گیا کہ وہ میرے حال کی طرف اپنی توجہ مرکوز

= (۲) رُھتاس (یا روتاس) مشہور و معروف قلعہ ھے - جس کا بانی شیر شاہ سوری ھے - یہ قلعہ جہلم سے مغرب کی جانب دس میل کے فاصلے پر واقعہ ھے - تاریخ کی کتابوں میں تفصیلات موجود ھیں (ملاحظہ ھو تقدمہ علی مقدمۃ فتوحات الغیبیہ (مقالہ برائے پی ایچ ڈی) از ڈاکٹر سید سعید اللہ ص ۱۱ بحوالہ "تاریخ ھندوپاکستان ص ۲۲۲" اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۵۵۷، تاریخ سلطانی ص ۴۶)

******

گر رہا شعلہ تھے - اس کے بعد وہ اس لال برج کی جانب روانہ ہوا اور روشنی غائب ہوگئی - اس کے چلے جانے کے بعد مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اپنی خبر نہ رہی -

فرماتے ہیں کہ جب میری نانی نماز تہجد کے لئے اٹھیں اور مجھے اپنے بستر میں نہ پایا تو نہایت اضطراب و اضطراب کی حالت میں تمام گھر والوں کو بیدار کرکے میری تلاش شروع کی - بہت جستجو کے بعد ایک پتھر پر مجھے مراقبہ اور استغراق کی حالت میں پایا - وہاں سے اٹھا کر گھر لے گئے -

اس واقعہ کے بعد آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ ہر وقت ایسے مستغرق رہتے تھے کہ اپنی اور دوسروں کی قطعاً خبر نہ رہتی تھی اور جب دو تین دن کے بعد ہوش میں آتے تھے تو فوراً صحرا اور جنگل کی طرف چل کر وہاں کسی گوشۂ تنہائی میں مراقبہ میں مشغول ہوجاتے تھے - کھانے پینے سے قطعاً لا تعلق رہتے اور شدید گرمی کے موسم میں مراقبہ میں ایسے غرقاب ہوتے تھے کہ سورج نصف النہار پر ہوتا تھا اور آپ شدت گرمی سے بے خبر ہوتے تھے - اس استغراق کی حالت میں سانپ اور بچھو آپ کے بازوؤں کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے تھے اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچاتے تھے - جب آپ استغراق سے سر اٹھاتے تو سانپ اور بچھو جدا ہوکر چلے جاتے تھے - (۱)

آپ کی نانی اماں حتی المقدور آپ کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتی تھیں مگر آپ موقع پاکر صحرا کی جانب نکلتے اور مراقبہ میں مشغول ہوجاتے تھے - اکثر اوقات راتیں وہیں گزارتے تھے اور جو لوگ آپ کی تلاش میں وہاں جاتے تو آپ کو نہیں پاتے تھے - یہ حالت دیکھ کر آپ کی نانی متردد اور پریشان ہوئیں لہذا آپ کو لاکر والدین کے سپرد کردیا - (۲) وہاں بھی یہی دستور رہا - لوگوں سے کنارہ کشی کرکے صحرا میں چلے جاتے اور اکثر رات بھی وہاں بسر کرتے تھے - ایک بار آپ حسب معمول

---

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۱۶۸ - ۱۷۰

(۲) ظواہر السرائر ۲ ص ۱۷۱

صحرا میں تشریف لے گئے - آپ کے والد ماجد تحقیق احوال کی خاطر آپ کے پیچھے چلے گئے اور آپ سے کچھ فاصلہ پر دور بیٹھ کر تماشا کرنے لگے - اتفاق سے ایک بڑا سانپ آیا اور آپ کے والد کی پشت پر چڑھ گیا اور اپنا سر ان کی گردن کے برابر سے نکالا - یہ دیکھ کر ان پر ہیبت طاری ہوگئی اور بے اختیار ہوکر زور زور سے چلائے - آنحضرت نے مراقبہ سے سر اٹھا کر پیچھے دیکھا اور جونہی آپ نے نگاہ ڈالی وہ سانپ ان کی گردن سے اتر کر صحرا کی جانب چل دیا - یہ نظارہ دیکھ کر آپ کے والد بزرگوار نے معذرت چاہی اور کہا کہ میرے دل میں جو خدشہ پیدا ہوگیا تھا اب وہ جاتا رہا اور سمجھ گیا کہ تجھ پر جذبۂ شوقِ الٰہی کا غلبہ ہوگیا ہے - سو جہاں چاہو رہو اور تمہارے ذمے جو میرے حقوق تھے وہ میں نے معاف کردیئے -(۱)

ایمن آباد سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر ایک گنجان جنگل واقع تھا جہاں جنگلی جانور اور درندے بکثرت رہتے تھے - جب آپ کی عمر سات برس کی ہوئی تو اسی جنگل میں جاکر مسلسل کئی دن رات گزارتے تھے - سانپ آتے تھے اور آپ کے سر و بازو پر لپٹ جاتے تھے اور جنگلی جانور آپ کے گرد حلقہ باندھ کر جمع رہتے تھے - آپ کے والد بزرگوار فرماتے ہیں کہ جب چند دن گزر جاتے اور آپ گھر نہیں آتے تھے تو کثرت شوقِ دیدار سے مجبور ہوکر میں اس پرخطر جنگل میں چلا جاتا تھا - وہاں جاکر دیکھتا کہ وحوش و سباع گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں اور آپ ان کے درمیان یاد الٰہی میں مصروف اپنے خالق و مالک کے ساتھ لولگائے ہوئے بیٹھے ہیں جب آپ مراقبہ سے سر اٹھاتے اور مجھ پر آپ کی نظر پڑتی تو تعظیم فرزانہ بجا لاکر بہت زیادہ منع کرتے اور فرماتے کہ :

" درچنین محل مہیب و ہولناک نمی آمدہ باشید مبادا ازین سباع و وحوش شمارا آسیبی و گزندی رسد "-(۲)

---

(۱) ظواہرالسرائر ۲ ص ۱۷۳ - ۱۷۴

(۲) " " ص ۱۷۴ - ۱۷۵

بھلی ایسے خوفناک و ہولناک مقام پر تمہین آنا چاہئے تھا ایسا نہ ہو کہ درندون اور جنگلی جانورون سے تمہین کوئی تکلیف پہنچ جائے -

آٹھ نو برس کی عمر مین پہلی بار حضرت سید آدم بنوری کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا شرف حاصل ہوا - فرماتے ہین کہ میری عمر آٹھ یا نو برس کی تھی کہ ایک روز مین جنگل سے باہر آیا اور گاؤن کے قریب ایک کنوئین کے کنارے وضو کرنے لگا کہ مولانا سعداللہ وزیرآبادیؒ سید آدم بنوریؒ کی ملاقات کے ارادہ سے فقراء کی ایک جماعت کے ہمراہ اس راستے سے گزرے جب مجھ کو اس احتیاط سے وضو کرتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اپنے احباب سے مخاطب ہوکر فرمایاکہ اس کم عمری مین یہ بچہ کتنی احتیاط کے ساتھ وضو کر رہا ہے - اس کے بعد مجھ سے پوچھا کہ یہین رہتے ہو مین نے کہا جی ہان - اور چل پڑے - مین نے سید موصوف کے بعض دوستون سے پوچھا کہ یہ کون ہین - انہون نے کہا کہ اس نام کے بزرگ ہین اور اپنے پیر کے حضور مین بنور جاتے ہین - بنور کا نام پہلے سے ذہن مین موجود تھا - چنانچہ چند دن گزرنے کے بعد جذبہ شوق الٰہی اور محبت باطنی نے مجھ پر غلبہ پالیا - لہٰذا مین بھی حضرت بنور کی جانب روانہ ہوا - دریائے لدھیانہ(۱) کے قریب حاجی سعداللہؒ کی جماعت سے جا ملا - بنور پہنچ کر حضرت سید آدم بنوریؒ کے ساتھ ملاقات ہوئی ملاقات کے دوران سید آدم بنوریؒ نے سعداللہ وزیر آبادیؒ سے ہر فقیر کے متعلق علٰحدہ علٰحدہ دریافت کیا - آخر مین میری باری آئی - تو پوچھا یہ لڑکا کون ہے - مولانا سعداللہؒ نے فرمایا کہ یہ بچہ بھی ہمارے ہمراہ آیا ہے اور عجیب و غریب احوال و معاش کا مالک ہے - راستے مین نہ تو کھانے پینے کی طرف رغبت ظاہر کی نہ فقراء کے ساتھ میل جول رکھا اور ہمہ وقت (ذکر و فکر مین) مشغول رہا ہے -(۲) یہ سن کر سید آدم بنوریؒ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ :

---

(۱) اصل مین لدانہ لکھا ہے -

(۲) ظواہر السرائر ص ۲۳۹ - ۲۴۰

" مگوئید که این پسر همراہِ من آمدہ است بلکه گوئید که ما همراہ این پسر آمدہ ایم و این پسر سعادت مند از لیست و مقبول لم یزلی اگر بروز حشر و نشر حق سبحانہ شمارا بخشد به طفیل این خواهد بود - که چنین مردی به رفاقت شما دریںجا رسیدہ است " - (۱)

مت کہو کہ یہ لڑکا میرے ہمراہ آیا ہے بلکہ یہ کہو کہ ہم اس لڑکے کے ہمراہ آئے ہیں - یہ لڑکا ازل سے سعادت مند اور خداوند لم یزل کی درگاہ میں مقبول ہے - اگر قیامت کے دن خدا تم کو بخش دے تو اس بچے کے طفیل سے بخشے گا - کہ ایسا آدمی تمہاری رفاقت میں یہاں پہنچا ہے -

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سید آدم بنوریؒ نے مجھے بلا کر پوچھا : تیرا نام کیا ہے - میں نے کہا " سعدی " (۲) - مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا - جہاں کہیں بھی رہو تم سعدی ہو اور جہاں کہیں بھی جاؤ تم سعدی ہو - اور پھر مکرر فرمایا کہ :

---

(۱) ظواہر ا ص ۲۴۰ -

(۲) جناب عبدالحلیم اثر اپنی کتاب روحانی نثرون میں شیخ سعدیؒ کے حالات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اصل نام سعداللّٰہ تھا اور ان کا پیر از راہ پیار و محبت ان کو " سعدی " کہہ کر مخاطب کرتے تھے - موصوف کا یہ بیان محل نظر ہے - اس لئے کہ اپنے پیر سید آدم بنوری کے ساتھ جب آپ کی پہلی بار ملاقات ہوتی ہے جبکہ آپ ابھی حلقہ مریدین میں شامل نہیں تھے - اور سید آدم بنوریؒ شیخ سعدیؒ سے نام کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ جواب دیتے ہیں کہ میرا نام " سعدی " ہے - دوسری دلیل یہ ہے کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہوچکا ہے کہ جب شیخ سعدیؒ کے والد نے دو صاحبانِ احوال فقراء سے بیٹے کے لئے دعا مانگنے کی درخواست کی تو انہوں نے دعا کے بعد نہ صرف بیٹے کی بشارت دی بلکہ خود اس موقعہ پر اس کے لئے نام بھی تجویز فرمایا تھا اور کہا کہ " نام وے را سعدی گذاری " یعنی اس کا نام " سعدی " رکھنا - ظاہر ہے کہ شیخ سعدی کے والد ماجد اپنے بیٹے کو جن فقراء کی دعا کا نتیجہ سمجھتے ہیں ضرور انہیں کا تجویز ——

سعدی، سعدی، سعدی - جس کسی کو ازل نے سعادت مند بنا دیا ہے ہر وقت اور ہر گھڑی وہ سعادت مند ہے - (۱)

چرخ تا سال عُمر او بشمرد
اختر سعد ازو سعادت برد (۲)

اس گفتگو کے بعد حضرت سید آدم بنوری رح نے آپ کے ساتھ نہایت پیار و محبت کا اظہار کیا ذکر باطنی کی نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ مند کیا اور بعد ازاں اپنے حرم محترم میں لے جاکر نوازشات بے غایات سے سرفراز فرمایا - فرماتے ہیں کہ :

" پس عنایت ہائی بے شمار و تلطفات بسیار کرد و ہمراہِ خود بہ حرمِ محترم برد و بہ اہلِ حرم ہم مخاطب شدہ فرمود کہ امروز کودکِ خورد سال صالح سعادت مندِ ازلی رسیدہ است کہ بہ غایت نیکو می نماید و درین اوانِ طفولیت و خورد سالی بہ صحبتِ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مشرف و معزز ومکرم است و حضرت فاطمۃ الزہرا رض وی را بہ فرزندی قبول کردہ است و کارِ او بہ غایت عجیب و معاملہ غریب است " (۳)

پس بہت زیادہ لطف و کرم فرمایا اور اپنے حرمِ محترم میں اپنے ساتھ لے گئے اور اہل خانہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آج ایک صالح سعادت مند ازلی چھوٹا بچہ پہنچا ہے کہ بہت ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور اس بچپن کے زمانے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہے - اور حضرت فاطمۃ الزہرا رض نے اُن کو اپنی فرزندی میں قبول کر لیا ہے اور ان کا کام اور معاملہ بہت ہی عجیب و غریب ہے -

---

== کردہ نام رکھا ہوگا - راقم الحروف کے نزدیک یہاں یہ ضروری ہے کہ لفظ "بلخاری" کی قدر وضاحت کی جائے - کیونکہ حضرت میاں صاحب چمکنی رح نے اپنی کتاب ظواہر السرائر میں شیخ سعدی لاہوری رح کے حالات کو نہایت تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے - ایک اور معاصر تذکرہ نگار محمد امین بدخشی رح نے بھی شیخ سعدی رح کے حالات لکھے ہیں لیکن دونوں کتابوں میں شیخ سعدی رح کے ساتھ "بلخاری" کا کہیں ذکر نہیں ==

آیا ہے -

متأخرین تذکرہ نگاروں میں سے سب سے پہلے مفتی غلام سرور لاہوری نے شیخ سعدیؒ کے ساتھ لفظ "بلخاری" کا اضافہ کیا ہے - اور اس کے ایک اور معاصر مولوی نوراحمد چشتی نے اپنی کتاب "تحقیقات چشتی" میں اس کا اتباع کیا ہے - مگر مفتی غلام سرور لاہوری اور نور احمد چشتی نے جن مأخذ سے استفادہ کیا ہے ان میں سے دونوں قابل ذکر کتابوں یعنی "ظواہر السرائر" اور "نتائج الحرمین" میں اس لفظ کا کہیں ذکر نہیں ہے -

سی اے سٹوری اپنی کتاب پرشین لٹریچر میں لکھتا ہے کہ اصل میں یہ لفظ "بخاری" ہے مگر تاریخ وفات کا جملہ لکھتے وقت ضرورت کی بناء پر حرف "ل" کا اضافہ کرکے "بلخاری" میں تبدیل کیا گیا ہے - (Persian Literature by C.A. Story Vol. I. Part II 1953, London PP. 1014-15.)

مؤلف کے اس قول کی تردید کی پہلی دلیل یہ ہے کہ خزینۃ الاصفیاء کے مؤلف نے نہ صرف قطعہ تاریخ میں "بلخاری" کا لفظ استعمال کیا ہے بلکہ کتاب کے موضوعات کی فہرست میں بھی "شیخ سعدی بلخاری لاہوری" تحریر کیا ہے - اور ظاہر ہے کہ یہ عنوان تاریخ وفات کی نشاندہی کے لئے قائم نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی اس سے تاریخ وفات نکلتی ہے -

دوم یہ کہ ایک حقیقت کو بگاڑ کر اس کو دوسرے بے معنیٰ لفظ میں تبدیل کرنے کے بغیر بھی مؤلف موصوف قطعہ تاریخ وفات کے لکھنے پر قادر تھے - ان کی کتاب میں بے شمار قطعات تاریخ تحریر کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہے - لہٰذا اس سلسلے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے -

******

ص ۹۸ کے حوالہ جات

(۱) ظواہر ۱ ص ۲۲۵ - ۲۲۱

(۲) ظواہر ۲ ص ۱۸۲

(۳) ظواہر ۱ ص ۲۶۱

****

سنِ بلوغ کو پہنچنے کے بعد ملازمت اختیار فرمائی - ایک دن اپنے آقا کے ہمراہ شیخ اسد اللہ لاہوری[۲] کی خدمت میں حاضری دی - شیخ اسد اللہؒ فرماتے ہیں کہ پہلے اس کے آقا نے (طریقہ مروجہ کے مطابق ذکر و طریقت میں) تلقین حاصل کی اس کے بعد کہا کہ میرے نوکر کو بھی اس کی تلقین کیجئے میں نے ایسا ہی کیا - تلقین کے بعد بے شعور ہوکر چند روز تک استغراق میں مست پڑا رہا اور جب میں اس پر متصرف ہونے سے قاصر ہوا تو مجبوراً اسے سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں لے گیا اور اسی روز سے مستقلاً حضرت سید آدم بنوریؒ کی صحبت و تربیت میں رہ کر ترقی کے منازل طے کرتے رہے - لکھتے ہیں کہ :

---

(۱) شیخ سعدیؒ نے یہ نوکری کس کے ہاں اختیار کی تھی اس کے بارے میں مستند معلومات دستیاب نہ ہوسکیں - حضرت میاں صاحب جھکڑیؒ کی تصنیف جواہر السرائر اس بارے میں خاموش ہے - مولانا محمد امین بدخشی نے بھی اپنی تصنیف نتائج الحرمین میں صرف آپ کی نوکری کا ذکر کیا ہے - آقا کا نام نہیں بتایا ہے - شیخ اسد اللہؒ نے بھی اپنے بیان میں صرف آقا کا لفظ استعمال کیا ہے - مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں آپ کی نوکری کا ذکر نہیں کیا ہے البتہ مولوی نور احمد چشتی اپنی کتاب "تحقیقات چشتی" میں شیخ سعدی کے حالات کے ضمن میں لکھتا ہے کہ آپ ابتداء میں شاہجہان کی فوج میں ملازم تھے - چونکہ کسی دوسرے مستند ذریعے سے اس کی تائید نہ ہوسکی لہٰذا اس سلسلے میں مزید تحقیق درکار ہے - واللہ اعلم -

(۲) حضرت شیخ اسد اللہ لاہوریؒ حضرت سید آدم بنوریؒ کے محبوب و مقبول اصحاب میں سے تھے اور اپنے دور کے مشہور بزرگ تھے - ان کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو - نتائج الحرمین (قلمی) از مولانا محمد امین بدخشی خط ۱۱۲۱ھ ص ۱۹۹ - ۲۰۳

******

" چون حال او بہ کمال ترقی گرفتہ بود و در خود قوت آن نہ دیدم کہ بر او متصرف شوم ناچار پیش مرشدی خلیفۃ الزمان آوردم ایشان چون مریدان مرا دیدند ہر یک را احوال پرسی کردند و شیخ سعدی را ~~ہیچ~~ ہیچ نہ گفتند روزی فرمودند یا اسداللہ در یاران تو این پسر خوب صاحب استعداد است و تربیت او بر ماست ازان روز در تربیت آنحضرت بودہ و روز بروز ترقی میکرد " (۱)

جب اس کا حال ترقی کی منزل تک پہنچ گیا - مین نے اپنے مین وہ طاقت نہ پائی کہ ان پر متصرف ہوجاتا - مجبوراً اپنے پیر و مرشد خلیفۃ الزمان (حضرت سید آدم بنوری رح) کے پاس لے گیا آپنے جب میرے مریدون کو دیکھا تو مزاج پرسی کی اور شیخ سعدی رح کو کچھ نہ کہا - ایک دن مجھے فرمایا کہ اے اسداللہ تیرے دوستون مین یہ لڑکا بہت صاحب استعداد ہے اور اس کی تربیت ہمارے ذمے ہے - اسی روز سے وہ ان کی تربیت مین رہ کر روز بروز ترقی کرتے رہے -

حضرت سعدی رح مادرزاد ولی اللہ تھے

آپ طریقہ اویسیہ کے مادرزاد ولی اللہ تھے - مگر چونکہ راہ سلوک کی جادہ پیمائی مین کسی راہبر کامل کی ضرورت ہوتی ہے - اس لئے حضرت سید آدم بنوری رح کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تھے - آپ خود فرماتے ہین کہ :

" فقیر ولی مادرزادم لیکن ہرچند چنین باشی اما درین راہ از پیر ناگزیر است لہٰذا بر دست پیر کامل بیعت کردم کہ جامع مقامات

فقیر مادرزاد ولی ہے " خواہ ایسا ہی ہو پھر بھی اس راہ مین پیر کا ہونا ضروری ہے پس پیر کامل کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ پیر کامل

(۱) نتائج الحرمین از محمد امین بدخشی (قلمی) ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۸ء ورق ۲۱۹ - ۲۲۰

کتب خانہ پٹھانہ ماڑی پشاور شہر -

نوٹ) اس کتاب کا ایک نسخہ کرنل سلطان شاہ صاحب کوہاٹ چھاونی کے پاس محفوظ ہے -

بزرگ خود است[1] - | مجموعۂ کمالات حضرت سید آدم بنوریؒ ہین[2] -

خداوند کریم نے آپ کو بےحد عنایات و نوازشات سے سرفراز فرمایا تھا اور ایسی استعداد و اہلیت عطا فرمائی تھی کہ تربیت و تلقین کی بھی ضرورت نہ تھی - یہی وجہ ہے کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت سید آدم بنوریؒ آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ :

رب المعبود جلّ سلطانهٗ قسم است که الله تعالیٰ به ارادهٔ ازلی استعداد ترا چنان آفریده است و فطرت تو چنان خلقت کرده که خود بخود کار تو جاری است و هیچ موقوف به تلقین و تربیت من نیست[3] - ذٰلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم -	خدا کی قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادۂ ازلی سے تیری استعداد کو ایسا پیدا کیا ہے اور تیری فطرت ایسی بنائی ہے کہ تیرا کام خود بخود رواں دواں ہے اور میری تلقین و تربیت پر کچھ منحصر نہیں -

بکشادیدۂ انصاف نگر از سر فکر

که جز او علم لدن کیست که دارد دربار[4]

آپ سید آدم بنوریؒ کے خلیفہ تھے

سعدی لاہوری کا شمار سید آدم بنوریؒ کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتا ہے - آپ کو ان

---

(۱) حضرت بزرگ خود سے مراد حضرت سید آدم بنوریؒ ہے (ملاحظہ ہو مقدمہ ظواہر السرائر

(۲) ظواہر ۱ ص ۲۴۲ ایضاً ملاحظہ ہو نتائج الحرمین (قلمی) تالیف محمد امین بدخشی ص ۲۱۹ - ۲۲۰

(۳) ظواہر السرائر ۲ ص ۱۸۵

(۴) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۰۱

کے مریدین میں نہایت ممتاز اور نمایاں مقام حاصل تھا ۔ مولانا سید محمد قطب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ تمنا تھی کہ سید آدم بنوری کے خلفاء و اصحاب کی نسبت مجھ پر عیاں ہوجائے لہٰذا اپنے پیر و مرشد شیخ سعدی کی خدمت میں درخواست کی اورخدا و رسول کا واسطہ دے کر بہت منت سماجت کی جس کے بعد آپ نے رضامندی کا اظہار کرکے میری طرف متوجہ ہوئے ۔فرماتے ہیں کہ :

" التفات خاطر شریف به من گماشتند و نسبت جمیع اصحاب و خلفاء حضرت بزرگ خود به من نمودند و ظاهر ساختند نسبت حضرت ایشان را چون ماه شب چهارده دیدم که نوری محیط تمام عالم بوده و نسبت های دیگر اصحاب وخلفاء حضرت بزرگ خود در جنب نسبت آنحضرت چون ستاره گان می درخشند و می تابیدند " ۔ (۱)

میری طرف متوجہ ہوئے اور حضرت آدم بنوری کے تمام اصحاب و خلفاء کی نسبت مجھ پر ظاہر کردی ۔میں نے دیکھا کہ حضرت سعدی کی نسبت چودھویں کے چاند کی مانند روشن ہے اور سید آدم کے دوسرے اصحاب کی نسبتیں آپ کے گرد ستاروں کی طرح روشن تھے اور چمکتے تھے ۔

اوست خورشید عزت و خوبی
برگزیدش خدا بمحبوبی (۲)

حضرت سید آدم بنوری آپ کے ساتھ بے حد پیار و محبت فرماتے تھے ۔اور ان کے ساتھ قربت و تعلق کا یہ حال تھا کہ اپنے اہل حرم کو آپ سے حجاب نہ کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے ۔ لکھا ہے

" سعدی فرزند معنوی من است چنانچه از فرزندان صلبی من شما را حجاب نیست همچنین ازین فرزند هم نه شاید " ۔ (۳)

سعدی میرا معنوی فرزند ہے جیسا کہ تم کو اپنے صلبی بیٹوں سے پردہ نہیں ہے اسی طرح اس کے بیٹے سے بھی پردہ نہیں چاہئے

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۳۹ ۔ (۲) ظواہرالسرائر (قلمی) از میاں محمدعمر چمکنی ۔

حضرت سعدیؒ کا سفر حجاز
اور حج بیت اللہ

آپ پہلی بار ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں اور دوسری بار ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (۱) ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء کا واقعہ ہے کہ حضرت سید آدم بنوریؒ ہزاروں مریدین و مشائخ کی معیت میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کے معاندین نے بادشاہ کو خبر پہنچائی کہ سید آدم بنوریؒ کے ساتھ اتنی جمعیت ہے کہ وہ کسی وقت بھی حکومت کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے اپنے وزیر نواب سعد اللہ خان کو تحقیق حال کے لئے ان کے پاس بھیجا۔ سید آدم بنوریؒ اس کے ساتھ نہایت بے توجہی سے پیش آئے۔ کافی دیر تک تو ہمکلام نہ ہوئے اور جب کلام کیا تو بھی حبّ دنیا کے ترک کرنے کی نصیحت فرمائی۔ نواب سعد اللہ خان آپ کے اس طرز عمل سے رنجیدہ خاطر ہوئے لہٰذا بادشاہ کے پاس جاکر اس خبر کی تصدیق کردی اور مشورہ دیا کہ سید آدم بنوریؒ کو کسی بہانے یہاں سے دوسری جگہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ شاہ جہان نے سرزمین ہند سے آپ کے اخراج کا حکم صادر کیا۔

شہزادہ دارا شکوہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بہت خفا ہوئے اور بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ :

"با چنین بزرگان چنان سلوک بادشاہان را نقصان کلی دارد و سعادت ما و شما بود کہ در ملک ہند ہمچو نادر الوجود آمد و شما بہ گفتہ"	ایسے بزرگوں کے ساتھ بادشاہوں کا اس قسم کا سلوک سراسر موجب نقصان ہے اور میری اور تمہاری نیک بختی تھی کہ سرزمین

---

(۲) ظواہر ۱ ص ۲۴۱ ۔

****

(۱) نتائج الحرمین (قلمی) ورق ۲۲۰ ۔
ظواہر السرائر ۲ (قلمی) ص ۲۳۲ ۔

حاسدان ایشان را از ملکِ خود اخراج فرمودید
نمی دانید که علماءِ ظواهر همیشه با بزرگانِ دین
معاند و حاسد بوده اند و حتّی المقدور در ازار
و تصدیعِ اهل اللّٰہ کوشیده اند "(۱)

ہند میں ایسی نادرالوجود ہستی آئی ہے اور آپ نے حاسدوں کے کہنے پر ان کو اپنے ملک سے نکال دیا کیا تم نہیں جانتے کہ علماء ظواہر ہمیشہ سے بزرگان دین کے مخالف اور حتّی المقدور اہل اللہ کے درپئے آزار رہے ہیں -

اپنے فرزند دارا شکوہ کا بیان سن کر بادشاہ کا سر ندامت سے جھک گیا اور فوراً اپنے ایک بااثر امیر، میر منصور بدخشی کو خلعت شاہانہ دے کر سید آدم بنوریؒ کی خدمت میں بھیجدیا - مگر اس کے پہنچنے سے پہلے آپ حج کی نیت سے بنور سے روانہ ہوچکے تھے -

شیخ سعدیؒ کو اس سفر میں سید آدم بنوریؒ کے ساتھ رفاقت نصیب نہیں ہوئی کیونکہ اس موقعہ پر آپ کا والد بزرگوار آپ کی ملاقات کے لئے لاہور آیا تھا - اور جب ان کو معلوم ہوا کہ سعدیؒ بھی سید آدم بنوریؒ کے ہمراہ سفرحج کا ارادہ رکھتے ہیں تو ان سے چند دنوں کی اجازت چاہی تاکہ اس فرصت میں وہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ملاقات کر سکیں - حضرت سید آدم بنوریؒ نے یہ درخواست منظور فرمائی اور رخصت ہونے سے پہلے مجاز وماذون کرکے کلاہِ خلافت عنایت فرمائی -

حضرت سعدیؒ والدہ سے ملاقات کے لئے واپس لاہور آئے تو معلوم ہوا کہ شاہجہان کا ایک بااثر امیر، میر منصور بدخشی بادشاہ کے حکم سے بنور جارہا ہے - چنانکہ آپ بھی اس کے ہمراہ بنور کی جانب روانہ ہوئے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے سید آدم بنوریؒ سفر حج پر روانہ ہوچکے تھے

---

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۱۹۶ - ۱۹۷

تفصیل کے لئے ایضاً ملاحظہ ہو نتائج الحرمین (قلمی) ورق ۲۱۹ - ۲۲۰

حالات مشائخ نقشبندیہ از محمد حسن نقشبندی ص ۳۰۲ طبع مراد آباد ۱۳۲۲ھ،

تذکرہ صوفیائے پنجاب از اعجاز الحق قدوسی ص ۳۳۶ - ۳۳۷ طبع کراچی ۱۹۶۲ء

میر منصور بدخشی بھی بادشاہ کی اجازت کے بغیر ان کے تعاقب میں نکل پڑے - شیخ سعدیؒ بھی اس قافلہ کے ہمراہ مکہ پہنچ گئے مگر چونکہ ایام حج گذر چکے تھے اس لئے اس سال حج کی سعادت نصیب نہ ہوئی -

سید آدم بنوریؒ نے حج کے بعد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ فرمایا - مگر گرمی کا موسم تھا لہٰذا شدت گرمی کی بناء پر خود کچھ وقت تک اپنا ارادہ موقوف کردیا - اور احباب و رفقاء میں سے جو پہلے جانا چاہتے تھے ان کو جانے کی اجازت دے دی اور اس موقعہ پر شیخ سعدیؒ کو اپنا نائب مقرر فرمایا - (۱)

گرمی کا موسم ختم ہوا تو سید آدم بنوریؒ مدینہ منورہ تشریف لے گئے - وہاں بیمار پڑ گئے - اور ۱۳/ شوال جمعہ کی صبح ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء مدینہ منورہ میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی - (۲)

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ سید آدم بنوریؒ کی زندگی کے آخری لمحات تھے اس وقت مجھے اپنے پاس بلایا اور خلوت میں بے حد نوازشات کرکے اپنے سینہ بے کینہ کے کمالات سے مشرف فرمایا اور اسم اعظم بھی عطا فرمایا - (۳)

---

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۰۲ - ۲۰۳

(۲) ظواہر ۱ ص ۱۷۹ - ۱۸۰

(نوٹ) جناب اعجاز الحق قدوسی نے اپنی کتاب تذکرہ صوفیائے پنجاب میں شیخ سعدیؒ کے حالات کے ضمن میں سید آدم بنوریؒ کی تاریخ وفات ۱۳/ شوال کی جگہ ۷/ شوال لکھا ہے - جس کی کسی دوسرے ذریعہ سے تائید نہ ہوسکی -

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے تاریخ وفات ۱۳/ شوال بتائی ہے لہٰذا قریب واقعہ ہونے کی وجہ سے میاں صاحب موصوف کے قول کو ترجیح حاصل ہے -

(۳) حالات نقشبندیہ از محمد حسن نقشبندی طبع مراد آباد ۱۳۲۲ھ ص ۲۰۵ -

تذکرہ صوفیائے پنجاب از اعجاز الحق قدوسی ص ۳۳۷ -

= خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور ج ۱ ص ۹۳۰

قطعہ تاریخ وفات : ولی عارف و ھادیؑ دین شیخ آدم ۔ کہ در طریق طلب تارک دوعالم بود

دم مواصلتش در ھزار و پنجاہ و سہ

بہ اقتضا قضا یک دو ماہ ازان کم بود

(۳) ظواھر السرائر ھی ۲ ص ۲۱۱ - ۲۱۲ ظواھر ۱ ص ۱۲۸

مولوی نوراحمد چشتی اپنی کتاب "تحقیقات چشتی" مین شیخ سعدیؒ کے حالات مین لکھتے ھین کہ جب شیخ آدمؒ لاھور سے بیت اللہ شریف کے سفر پر روانہ ھوئے تواس وقت شیخ سعدیؒ کو خلقِ خدا کے ارشاد و ھدایت کی خاطر لاھور مین چھوڑ گئے تھے - محمد دین کلیم نے اسی قول کو ترجیح دی ھے - (ملاحظہ ھو لاھور مین اولیاء نقشبند کی سرگرمیان از محمد دین کلیم ص ۱۳۲)

مگر اس کے ساتھ میرا اتفاق نہین ھے - دراصل بات یہ ھے کہ حضرت آدم بنوریؒ نے اسی موقعہ پر اگر چہ آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا تھا اور شیخ سعدیؒ کے والد بزرگوار کی درخواست پر اپنی والدہ سے ملاقات کے لئے صرف چند دنون کی اجازت دے دی تھی - لیکن ملاقات کے فوراً بعد وہ سید آدم بنوریؒ کے تعاقب مین مکہ روانہ ھوئے - مکہ مین ان سے ملے اور مدینہ منورہ مین ان کی وفات تک مدینہ ھی مین رھے -

شیخ سعدی خود فرماتے ھین کہ

" در وقتِ احتضارِ حضرت بزرگ خود من حاضر بودم در وقت انقطاع نفس مبارک اشک از دیدہ حق بین جاری بود و چون نفس مبارک منقطع شد ھمچنان قطرات اشک از چشمان میرفت تا بوقتیکہ ایشان را غسل دادند قطرات اشک منقطع شد " - (ظواھر ۱ ص ۱۷۹ - ۱۸۰)
(" ۲ ص ۱۹۶ - ۱۹۷)

آپ کی وفات کے بعد آپ لاھور مین تشریف لائے اور یہان مسندِ ارشاد و ھدایت بچھا کر تادمِ مرگ لوگون کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرماتے رھے -

****

سیّد آدم بنوریؒ کی وفات کے بعد حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ واپس وطن روانہ ہوئے ۔

راستے میں شمس الدّین خان قصوری کے التماس پر قصور میں چند دن قیام فرمایا ۔ قصور سے رخصت ہو

کو لاہور آئے اور چند دنوں کے بعد شمس الدّین خان (۱) شیخ بایزید اور بعض دیگر مخلص رفقاء کی

تحریک پر مولانا یار محمد لاہوریؒ کی صاحبزادی کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوگئے ۔ (۲)

لاہور میں پورے ۵۵ سال تک مخلوق خدا کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ۔

بے شمار طالبان حق آپ کے فیض سے فیضیاب ہوئے ۔ بالآخر ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء (۳) میں بدھ کے دن ۳/ربیع

الثانی کو علوم دینی کا یہ آفتاب درخشندہ غروب ہوگیا ۔

این باغ بے خزان نہ بود رخت بست و رفت

دیدی کہ طوہ در چمن عرشیان شکست

از بسکہ بود منظور ش حق بمحض لطف

او هم ز شوق پردہ حد از میان شکست (۴)

حضرت سعدیؒ اور عشق رسول صلعم

شاہ عشاق حضرت سعدی * نام او عشق را بود افسر

چون نویسند نامہ عشاق * می نویسند نام او بر سر (۵)

---

(۱) مولانا یار محمد لاہوریؒ حضرت آدم بنوریؒ کے نہایت مقبول و محبوب اور منظور نظر اصحاب کبار میں سے تھے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ سیّد موصوف نے اپنے اکثر مریدین کی تربیت ان ہی کے سپرد فرمائی تھی ۔ (ملاحظہ ہو ظواہر السرائر ۲ (قلمی) ص ۱۵۷) ۔

(۲) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۱۲ ۔ ۲۱۳ ۔

ایضاً ملاحظہ ہو تحفۃ الابرار از مرزا آفتاب بیگ ج ۵ ص ۱۸ طبع دھلی ۱۳۲۳ھ ۔

(۳) ظواہر ۱ ص ۲۷۲ ۔ خزینۃ الاصفیا ج ۲ ص ۶۵۲ ۔

(۴) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۲۸

(۵) ظواہر السرائر (قلمی) از میان محمد عمر چمکنیؒ ۔

حضرت شیخ سعدیؒ سچے عاشقِ رسول تھے - اورآپ کے دل میں ہر وقت روضۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے جوار میں ایام زندگی گزارنے اور مقاماتِ مقدسہ میں موت نصیب ہوجانے کی آرزو کشکش رہتی تھی - (۲)

حضرت سعدیؒ کا فقر و تجرد

آپ ایک درویش منش آدمی تھے - اپنے فقر و تجرد کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابتدائی حال میں تقریباً ۲۵ برس تک نہایت فقر و فاقہ کی زندگی گزاری یہاں تک کہ اکثر اوقات کھانے کے لئے کچھ میسر نہ آتا تھا - لہٰذا بھوک سے مغلوب ہوکر دریا کی جانب نکل پڑتا اور ریت کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتا تھا - جس سے جسم میں کچھ قوت پیدا ہو جاتی تھی - (۲)

شادی (یعنی $\frac{\text{۱۰۵۳ ھ}}{\text{۱۶۴۳ء}}$) کے بعد بھی کچھ مدت تک یہی حالت جاری رہی اور دس دس روز تک کھانے کے لئے کچھ نہیں ملتا تھا - فرماتے ہیں کہ شادی کے بعد میرے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی - مگر گھر میں ایک بھی پیسہ موجود نہ تھا جس سے بچی اور اس کی ماں کے لئے اکل و شرب اور دوائی کا بندوبست ہوسکے - چنانچہ شدتِ بھوک کے سبب بچی کی ماں کے پستانوں میں دودھ خشک ہوگیا - بچی اکثر روتی رہتی جس کی وجہ سے اس کا جسم نہایت کمزور ہوگیا - یہ حالت دیکھ کر ایک دن اس کی جدہٴ ماجدہ کواس پر رحم آیا - گود میں اٹھا کر میرے پاس لے آئیں اور کہا کہ اس بچی پر رحم کرو - فرماتے ہیں کہ میں نے جواب میں کہا کہ حق تعالیٰ اس بچی پر ہم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے -

خدا کا احسان تھا کہ رفیقہٴ حیات بھی نہایت موافقِ حال عطا فرمائی تھی - فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے بیوی سے کہا کہ اپنے والدین کے ہاں چلی جاؤ وہاں سامان زندگی موجود ہے چند دن آرام ملے گا - بیوی نے یہ سن کر کہا کہ :

---

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۶۱ - (۲) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۲۹ -

"مردن و زیستن به اختیار حضرت حیّ لا یموت است جل شانه "۔

فرماتے ھین کہ اس کے چند دن بعد وہ بھی خدا کو پیاری ہوگئی ۔(۱)

بعد مین اگر چہ آپ کو ہر قسم کا سامان عیش حاصل رہا مگر اس کے باوجود بھی آپ عیش و عشرت کی زندگی سے گریزان رھے یہان تک کہ سفر و حضر دونون مین نرم بستر کے استعمال کرنے سے بھی ھمیشہ اجتناب کرتے رھے ۔

حضرت میان صاحب چمکنی رح فرماتے ھین کہ ۱۱۰۶ھ / ۱۶۹۴ء مین جب آپ دوسری بار پشاور تشریف لائے تو اس وقت بڑھاپے اوربیماری کی وجہ سے نہایت ضعیف ونحیف ہو چکے تھے ۔مگر اسی حالت مین بھی صرف ایک کھردری اور موٹی اونی قبا درات کے وقت بطور بچھونا کے استعمال کرتے تھے ۔(۲)

حضرت سعدی رح فخر و مباھات اور نام و نمود کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے ۔اپنے احباب و اصحاب کو نصیحت کرتے ہوئے بہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ :۔

اگر ماوا بعد از ما یاد کنید نہ گوئید که قطب بود یا غوث بود یا امام و خلیفه بوده ۔ گوئید فقیر بوده و بنده بوده از بندگان خدا تعالیٰ که خدا را یاد میکرد و اگر چیزی بیرون زیاده کنید گوئید که بنده بود از بندگان خدا تعالیٰ که خدا را یاد میکرد و هرکه برائے طلب حق پیش وی آمد او را به خدایتعالیٰ آشنا میکرد ۔(۳)

اگر مجھ کو میرے مرنے کے بعد تم یاد کرو تو نہ کہنا کہ وہ قطب تھا یا غوث تھا یا امام و خلیفہ تھا ۔یہ کہنا کہ خدا کے بندون مین ایک بندہ تھا جو خدا کو یاد کیا کرتا تھا اور اگر آپ اس پر کوئی اضافہ کرین تو کہنا کہ ایک بندہ تھا خدا کے بندون مین جو خدا کو یاد کیا کرتا تھا اور جو کوئی طلب حق کی خاطر اس کے پاس آتا تھا اسے خدا سے آشنا کردیتا تھا ۔

---

(۱) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ظواھر السرائر ۲ ص ۲۲۶ ۔ ۲۳۳

(۲) ظواھر السرائر ۲ ص ۲۲۰ ۔

(۳) ظواھر السرائر ۲ ص ۲۶۲ ۔

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ فرماتے ھیں کہ اس شانِ فقیری کے باوجود نہایت بارعب اور پروقار شخصیت کے مالک تھے - اور ان کی مجالس ارشاد میں ھر وقت سنجیدگی اور وقار کا سماں رھتا تھا - پشاور میں قیام کے دوران ان کی ایک مجلس کا حال بیان کرتے ھوئے لکھتے ھیں کہ :

" در صحبتِ با بہجت آنحضرت جمیع اکابر علماءو مشائخ و اعالی و ادانیِ شہر پشاور و سوادان حاضر بودند و خیلے صحبت گرم بود و با ھیبت و ارادت آراستہ و بہ تمکین وو قار پیراستہ و کسے را دران محل مجال دم زدن و سخن گفتن نہ بود من نیز بہ ھمان شیفتگی در مجلس شریف حاضر شدم دیدم کہ آنحضرت در بیان حقائق و معارف چون ابرِ گرانمایہ نیسانی می جوشند و نکات عجیبہ ولآلی رموزاتِ غریبہ در صدف گوشِ مستمعان می رسند "- (۱)

آپ کی صحبت مسرت بخش میں شہر پشاور کے تمام اکابر علماءو مشائخ اور اعلیٰ و ادنٰی سب موجود تھے اور مجلس خوب گرم تھی آپ ھیبت و ارادت اور وقار و تمکنت سے آراستہ تھے اور کسی کو بھی دم مارنے اور کلام کرنے کی جرأت نہ تھی - میں بھی اس شیفتگی کے ساتھ مجلس میں آیا میں نے دیکھا کہ آپ ابرِ گرانمایہ ابر بہاری جوش مار رھے تھے اور آپ عجیب و غریب نکات اور اسرار و رموز کے موتی سامعین کے کانوں کے صدف تک پہنچا رہے ہیں -

به فقیری فقیر مطلق اوست
به حقیقت خلیفه حق اوست (۲)

حضرت سعدیؒ کا استغناء اور خودداری

اس درویشانہ زندگی میں بھی خدائے ذوالجلال نے آپ کو شاھانہ جاہ و جلال عطا فرمایا بے انتہا مستغنی المزاج اور خود دار شخصیت کے مالک تھے - اور دنیادار قسم کے سلاطین

---

(۱) ظواھر ۱ ص ۶۰۶ - ۶۰۷ -

(۲) ظواھرالسرائر از میاں محمد عمر جمکنیؒ -

و حکام کے میل جول اور اختلاط سے حتی الوسع اجتناب فرماتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ سلطان معظم جب اپنے باپ اورنگ زیب عالمگیر کے قید سے رہا ہوا تو دکن سے لاہور آیا اور حضرت سعدیؒ کی خدمت میں ایک آدمی بھیج کر ملاقات کی درخواست کی ۔ حضرت سعدیؒ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ

دیدن فقراء محض برائے خدمت متضمن منافع دینی و دنیوی است اگر چنین بہ خاطر است باک نہ دارد و اگر غرض آلود باشد و استدعاء سلطنت و دیگر مطالب دنیوی درمیان آرد آمدن ویرا نمی خواہیم ۔ (۱)

کہ فقراء کے ساتھ ملاقات صرف خدمت و عقیدت کے خیال سے بہت سے دینی اور دنیوی منافع پر مشتمل ہوتی ہے ۔ اگر یہی خیال ہے تو کوئی حرج نہیں اور خودغرضی پر مبنی ہے اور سلطنت کی استدعا یا دوسرے دنیاوی مقاصد کی خواہش ہے تو اس کی آمد کو نہیں چاہتا ۔

اسی طرح ایکبار جب سلطان محمد اورنگ زیب فتنہ خیز سے فارغ ہوکر لاہور واپس آیا تو ایک قاصد حضرت سعدیؒ کی خدمت میں بھیج کر ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا مگر ادھر سے ہمیشہ بے نیازی اور استغنا کا مظاہرہ ہوا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ :

باعث دیدن یکدیگر خالی از وجوہ نیست غرض استدعا ہست یا استفادہ حق یا افادہ اگر مراد شما استدعا ہست پس ما بہ این امر ماموریم کہ پیوستہ شما را دعا میکنیم احتیاج آمدن و دیدن و گفتن نیست ۔ (۲)

ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات چند وجوہ سے خالی نہیں ہوتی یا تو مقصود استدعا ہوتا ہے یا استفادہ ۔ اور یا افادہ ۔ اگر تمہارا مطلب استدعا ہے تو ہم اس پر مامور ہیں کہ ہمیشہ تمہیں دعا دیتے رہیں ۔ لہٰذا یہاں آنے ملاقات کرنے اور بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔

---

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۶۹ ۔

(۲) " " " ص ۲۶۹ ۔

حضرت سعدیؒ کی فیوضات و برکات

حضرت سعدی لاہوریؒ کو سید آدم بنوریؒ سے نسبت و ارادت کا شرف حاصل ہے - وہ اپنے دور کے عظیم کامل و مکمل اور نافع الخلق روحانی پیشوا گزرے ہین - (۱) آپ کی فیوضات و برکات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور آپ کے خلفاء و مریدین کی تعداد کا کوئی شمار ہی نہین - خود فرمایا کرتے تھے کہ :

"مریدانِ ما مانند ستارہ ہائے آسمان از حیطہ شمار خارج اند و منجملہ آنہا بہ تکمیل کمال بہ رتبہ اجازت و ارشاد رسیدند" - (۲)	ہمارے مرید آسمان کے ستارون کے مانند بیشمار ہین اور ان مین سے (بہت سے مرید) مرتبہ کمال پر پہنچ کر اجازت و ارشاد کا درجہ حاصل کر چکے ہین -

آپ نے بذات خود بھی سرزمین پنجاب کے علاوہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور اس کے ملحقہ قبائلی علاقہ جات مین لوگون کی اصلاح کے لئے بہت کام کیا اور آپ کے بعد آپ کے بلا واسطہ اور بالواسطہ مریدین و خلفاء نے آپ کے نقش و قدم پر چل کر سنتِ نبوی صلعم کی احیاء و اشاعت کے لئے یہان نمایان کام انجام دئے - ان کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے مسلک کو بہت تقویت ملی اور طریقہ نقشبندیہ کو اس علاقے مین زبردست فروغ حاصل ہوا -

چند کشوف و کرامات

آپ صاحبِ کشف و کرامت، صاحبِ تصرف اور مستجاب الدعوات درویش تھے - (۳) آپ کا وجود ذاتِ قدسی کا مظہر اور آپ کی حیات قدرتِ خداوندی کا ایک کرشمہ تھی - خداوند تعالیٰ نے آپ کو

---

(۱) نتائج الحرمین (قلمی) از محمد امین بدخشی ص ۲۲۰ -

(۲) خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۵۲ -

(۳) نتائج الحرمین (قلمی) ۲۲۰ - خزینۃ الاصفیاء ج اول ص ۶۴۹ -

کرامت کے اعلیٰ مراتب پر سرفراز فرمایا تھا - مولانا محمد امین بدخشی اورحضرت میاں صاحب چمکنی نے آپ کے خوارق و کرامات کے بیشمار واقعات قلمبند کئے ہیں (۱) - ان میں سے نمونہ کے طور پر چند واقعات یہاں درج کئے جاتے ہیں:-

کہتے ہیں کہ جب شاہ جہاں نے ہندوستان سے سیّد آدم بنوری کے اخراج کا حکم صادر کیا تو اس پر شیخ سعدی لاہوری بہت غضبناک ہوگئے یہاں تک کہ ہاتھ میں ننگی تلوار لے کر اس کا سر قلم کرنے کا ارادہ کر لیا - دریں اثناء حضرت سید آدم بنوری ظاہر ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر مخاطب فرمایا کہ :

"از بادشاہ اسلام تحمّل لازم است و نیک خواہی کہ وجودش سبب امن و امان است بدیِ او بدی بہ تمام عالم است" (۲) -	بادشاہ اسلام کے بارے میں تحمل ضروری ہے اور اس کی خیر خواہی واجب - خبردار اس کی برائی مت چاہو کیونکہ بادشاہ کا وجود امن و امان کا موجب ہے اور اس سے برائی کرنا تمام بنی نوع انسان سے برائی کرنے کے مترادف ہے -

(۱) ظواہر السرائر ۲ اوراق ۲۸۹ - ۲۲۰ ،
نتائج الحرمین (قلمی) اوراق ۲۱۹ - ۲۲۱ ایضاً ملاحظہ ہو خزینۃ الاصفیاء ص ۶۲۷ - ۶۵۳

(۲) نتائج الحرمین (قلمی) ورق ۲۲۰
ظواہر السرائر ۲ ص ۱۹۵ - ۱۹۶ -
خزینۃ الاصفیاء ص ۶۵۰

نوٹ) مذکورہ بالا واقعہ سے ایک طرف اگر شیخ سعدی کے زورِ تصوف اور کمالِ کرامت کی پردہ کشائی ہوتی ہے تو دوسری طرف اس سے بادشاہ اسلام کے وجود کی اہمیت و ضرورت پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ بادشاہ اسلام کا وجود امن و امان کا باعث ہوتا ہے اور اس کی غیر موجودگی یا کمزوری کے سبب معاشرہ انتشار و اضطراب کا شکار ہوکر سکون سے محروم ہوجاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ حضرت سید محمد آدم بنوری نے بادشاہ اسلام سے برائی کوتمام بنی نوع انسان سے برائی کے مترادف

ایک بار علماءِ ظواہر میں سے کسی نے آزمائش کے طور پر آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جس پر آپ کو غصہ آیا اور طیش میں آکر فرمانے لگے کہ :

تمام کائنات مانند دست پیش ما نہادہ اند
که سر موئ از دیدہ غیب بین ما پوشیدہ و پنہان
نیست و زمین چیست کسی باشد که حقیقت عرش از ما
پرسد و عرش چیست کسی باشد که حقیقت ماوراء عرش
از ما پرسد که از آنجا جبرائیل علیه السلام هم واقف
نیست و سر موئی از حقیقت آنجا خبر نه دارد - (۱)

(خداوندِ کائنات نے) تمام کائنات کو میرے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح سے رکھا ہے کہ بال برابر بھی کوئی چیز میری نظر سے پوشیدہ نہیں ہے کوئی ہے کہ مجھ سے عرش کی حقیقت پوچھے اور عرش کیا کوئی ہے کہ مجھ سے ماوراءِ عرش کا حال دریافت کرے جس جگہ سے جبرائیل بھی واقف نہیں اور وہاں کی بال برابر بھی حقیقت نہیں جانتا -

واقفِ رازِ عالمِ لاہوت
محرمِ سرِ واحدِ اکبر (۲)

شیخ سعدی لاہوری ؒ $\frac{\text{۱۱۰۶ھ}}{\text{۱۶۹۴ء}}$ میں پشاور سے واپس لاہور تشریف لے جارہے تھے - حضرت میاں صاحب چمکنی ؒ اس سفر میں ان کے ہمرکاب تھے - دورانِ سفر آپ کی کرامت کا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں - کہ جس وقت ہم ایک رود کے کنارے پہنچ گئے وہاں بھینسیں چر رہی تھیں - جب حضرت شیخ سعدی ؒ کی پالکی کو دیکھا تو چرنا بند کردیا اور ان کے راستے میں قطار باندھ کر کھڑی ہوگئیں اور ان کے چہرے کی جانب برابر دیکھ رہی تھیں - جب شیخ سعدی ؒ گزر

قرار دیا ہے - واللہ اعلم -

******

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۲۶۴ -

(۲) ظواہر السرائر (قلمی) از میاں محمد عمر چمکنی ؒ -

گئے تو وہ دوبارہ منتشر ہوکر چرنے لگیں - آپ فرماتے ہیں کہ اس رود کو عبور کرنے کے وقت میں ان کے جوتے بغل میں پکڑے ہوئے اور پالکی کا ایک بازو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھا اور امید ہے کہ قیامت کے دن بھی ان کے کفش برداروں کی صف میں شمار کیا جاؤں -(۱)

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ فرماتے ہیں کہ ۱۱۰۶ھ / ۱۶۹۴ء میں شیخ سعدیؒ پشاور تشریف لائے تھے - میں نے ان کو کھانے کی دعوت دی انہوں نے فرمایا خوب ! مگر طعام کے تیار کرتے وقت مجھ سے پوچھوگے - جب میں نے کھانا تیار کرنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے کل پر ملتوی کردیا دوسرے دن بھی کھانے میں شرکت کو مشروط کرلیا - اس طرح کئی دن گزر گئے - ایک رات مجھ سے پوچھا کہ "ذریعہ معاش کیا ہے" - میں نے عرض کیا کہ "کتابت کرتا ہوں اور کتابت کی جو اُجرت آتی ہے اس پر اپنا گزارہ کرتا ہوں" - ایک آدمی پر میرا قرضہ تھا اتفاقاً ان دنوں وہ وصول ہوا - رات کو میں نے ان سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو کل کھانا تیار کروں - آنحضرت نے فرمایا اچھا ہے - کل تمہارا کھانا کھا کر لاہور روانہ ہوجائیں گے - لہٰذا صبح وہ کھانا نہایت شوق کے ساتھ تناول فرمایا - بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میں جس آدمی کی کتابت کرتا تھا وہ سود خور تھا - اور سودی کاروبار کے ذریعے پیسہ کماتا تھا - ان کو کشف کے ذریعے معلوم تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس طعام میں شرکت سے احتناب فرماتے رہے -(۲)

حضرت سعدی لاہوریؒ کی اصل کرامت یہ تھی کہ اپنی ساری زندگی معبود برحق کی اطاعت و عبادت میں گزاری - خالق و مخلوق کا تعلق استوار کرنے کے لئے کام کیا - آپ کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا اور آپ کے مریدین اسی راہ پر گامزن ہوکر لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتے رہے -

---

(۱) ظواہر ا (قلمی) ص ۵۰۸ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور -

(۲) ظواہر ا ص ۵۰۸ " " "

حضرت شیخ سعدیؒ کی ایک وصیت

حضرت شیخ سعدی لاھوریؒ اپنے احباب و رفقاء کو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ :

تین آدمیوں کے ساتھ میل جول اور دوستی نہ رکھو ۔ لو

اول وہ شخص جو کیمیا کی صنعت جانتا ہو اور اس کی جستجو اور محبت میں گرفتار ہو ۔

دوم وہ جو کہ عالمِ غیب کی تسخیر رکھتا ہو ۔

سوم وہ جو کشف و کرامات کے اظہار پر اپنی ہمت صرف کرتا ہو اور اسی کو اپنا مطلوب بنایا ہو ۔ (۱)

مزار مبارک

حضرت شیخ سعدی لاھوریؒ کا مزار شہر لاھور کے جس حصّہ میں واقع ہے ابتداء میں یہ مقام محلّہ پیر عزیز مزنگ کے نام سے موسوم تھا مگر رفتہ رفتہ اس کا نام موضع مزنگ مشہور ہوا ۔ جس احاطہ میں آپ آرام فرما ہیں وہ آپ کے نام کی مناسبت سے سعد یپارک کہلاتا ہے ۔ یہاں تقریباً دس فٹ اونچی چاردیواری کے اندر ایک اونچے چبوترے پر آپ کا مزار ہے ۔ جس پر آپ کی وصیت کے مطابق گنبد تعمیر نہیں کیا گیا ہے ۔ چار دیواری کے مشرقی کونے میں ایک قبر اور بھی موجود ہے مگر صاحب قبر کے بارے میں تا حال معلومات دستیاب نہیں ہیں ۔ شمالی دیوار میں چراغ روشن کرنے کے لئے بیشمار سوراخ بنائے گئے ہیں ۔

کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں حضرت سعدی کا احاطۂ قبر ایک وسیع باغ سے گھرا ہوا تھا اور اس باغ کی آبپاشی کے لئے دو کنوئیں تعمیر کئے گئے تھے ۔ سکھوں کے دور میں وہ باغ اور ایک کنواں سکھ گردی کی نذر ہوکر اجڑ گیا ۔ بعد کے زمانے میں ہدایت خان بلوچ ساکن مزنگ باغ کے قطعۂ زمین پر قابض ہوا اور اب تک یہ زمین ان کی اولاد کے قبضہ میں ہے ۔ (۲)

---

(۱) ظواھر ۱ ص ۶۹۶ ۔

(۲) خزینۃ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاھوری ج ۱ ص ۲۵۲ ۔

= لاھور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں از محمد دین کلیم ص ۱۳۱ ۔ ۱۳۲ ۔

شیخ سعدیؒ کی اولاد امجاد

حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کے چار صاحبزادے تھے اور ہر ایک زھد و تقوی اور علم و عمل میں اپنے والد بزرگوار کا سچا جانشین رہا ہے - مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں کہ :

"ہر چہار ستون دین متین بودند و بدستگیری پدر عالیقدر آنچنان به کمالات ظاہری و باطنی رسیدند که از همه مشائخ متأخرین گوئے سبقت بودند" - (۱)

چاروں دین متین کے ستون تھے اور اپنے پدر عالیقدر کے طفیل سے ایسے ظاہری و باطنی کمالات حاصل کئے کہ تمام متأخرین مشائخ پر سبقت لے گئے -

ہر ایک کا مختصر حال حسب ذیل ہے -

۱) خواجہ محمد سلیم -

خواجہ محمد سلیم شیخ سعدیؒ کے فرزند اکبر تھے اوریارمحمد لاہوریؒ کی صاحبزادی

= حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے اپنی کتاب "ظواہر السرائر" میں شیخ سعدیؒ کو کئی القاب سے یاد کیا ہے - وہ دراصل آپ کے تمام کمالات و صفات کا ایک خلاصہ ہے اور اس میں آپ کے علمی اور مذہبی خدمات اور روحانی مقام کی خوب تصویر کشی کی گئی ہے - ان کا یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں - القاب حسب ذیل ہیں : -

مزین صدر مسند ارشاد و ہدایت - متحلّی و جامع نعوت و خصائص ولایت ،

معدن اللطائف - منبع الحقائق - کنز المعارف - مرشد الخلائق - قطب زمان - غوث اہل حقیقت و عرفان - مظہر صفات سبحانی - مصدر کمالات ربانی - قدوۃ العالمین - زبدۃ العارفین - فرید ابرار الاکملین - وحید احرار المکملین - اعظم کبراء الاولیاء - اکرم عظماء الاصفیاء - انسان عیون المحققین - وارث زمرۃ الانبیاء المرسلین - محی السنه - ممیت البدعة - رافع اعلام المصطفویه جامع کمالات النبویة - امام الدوران - خلیفه رحمان - سعد الملة والدین -

(ملاحظہ ہو مقدمہ ظواہر السرائر)

****

(۱) خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۴۵۲ -

کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ (۱)

حضرت میان صاحب جمکنی فرماتے ہین کہ خواجہ محمد سلیم جملہ انسانی کمالات سے متصف اور تمام امور مین اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر گامزن تھے - خدا نے ان کا سینہ حفظ قرآن کے شرف عظیم سے مشرف فرمایا تھا - تلاوت کلام پاک پر اتنی مداومت و مواظبت سے کام لیتے تھے کہ خواب و بیداری کی حالت مین بے اختیار کلام ربانی آپ کی زبان پر جاری ہوتا تھا - (۲)

(۲) خواجہ محمد عیسیٰ - (۳)

خواجہ محمد عیسیٰ آپ کے نہایت مقبول نظر اور چھوٹے بیٹے تھے - بہادر شاہ

---

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۱۸۵ -

یہان یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت میان صاحب جمکنی نے خواجہ موصوف کے حالات کے ضمن مین ان کی والدہ ماجدہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے - لکھتے ہین کہ "خواجہ محمد سلیم فرزند کلان آنحضرت است و از صلبیہ شریفہ مولانا یارمحمد لاہوری است" - ان کے دوسرے صاحبزادون کے حالات کے ساتھ اس امر کا اہتمام نہین کیا گیا ہے - جس سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے - کہ حضرت سعدی نے ایک سے زیادہ عورتون کو اپنے عقد نکاح مین لایا تھا - واللہ اعلم بالصواب -

(۲) ظواہر ۱ ص ۵۱۲ -

(۳) مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء مین شیخ سعدی کے حالات کے ذیل مین آپ کے فرزند دوم کا نام محمد غنی بتایا ہے - بعد کے تذکرہ نگار ان کی تقلید مین یہی نام نقل کرتے رہے ہین -

میرے خیال مین یہ کاتب کے سہوقلم کا نتیجہ ہے - ورنہ مصنف موصوف نے جس ماخذ کے حوالہ سے یہ بیان دیا ہے اس کے دو دستیاب نسخون مین فرزند دوم کا نام محمد عیسیٰ لکھا گیا ہے - نہ کہ محمد غنی - واللہ اعلم -

******

سلطان معظم کا زمانہ پایا ۔ حضرت سعدیؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان کو قائم مقام بناکر طالبانِ حق کی تربیت و ارشاد کے لئے مجاز و مرخص فرمایا تھا ۔ (۲)

حضرت سرالاعظمؒ اپنے پیر و مرشد کی جانب سے ان کی مدد و معاونت کرنے پر مامور تھے اور اکثر اوقات ان کی بہت تعریف و ستائش فرماتے تھے ۔ حضرت میان صاحبؒ لکھتے ہین کہ ایک روز فرمایا کہ :

خدمت خواجہ شیوی است در ہمیشہ توکل و رضا ـــــ و بادشاہ است و امروز بر جای حضرت ایشان است و در ہر لحظہ از آنحضرت بہ کمالے سرفراز و بہ صفتے ممتاز می شوند ۔ (۲)

ایک روز فرمایا کہ جناب خواجہ (محمد عیسیٰ) (۱) توکل و رضاکے جنگل کے شیر ہین ـــ اور (سلطنت طریقت) کے بادشاہ ہین آج اپنے والد کے قائمقام ہین اور ہر لحظہ آنحضرت (سعدیؒ) سے کسی نہ کسی کمال اور کسی نہ کسی صفت مین سرفراز ہوتے رہتے ہین ۔

میان صاحب چمکنیؒ فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین نے حضرت مولانا سرالاعظمؒ کے سامنے کہا کہ حضرت سعدیؒ کے فرزند سوم خواجہ محمد یوسف کا چہرہ اپنے والد بزرگوار سے ملتا جلتا ہے ۔ مولانا موصوف نے استبعاد کرتے ہوئے فرمایا کہ :

ہمچنان کہ تو گوئی نیست بلکہ چہرہ و روئی حضرت خواجہ محمد عیسیٰ ادام اللّٰہ تعالیٰ بہ آنحضرت می نماید و در حضرت خواجہ ظہور ایشان است و خواجہ قائمقام و برجائی

جیسا کہ تو کہتا ہے ایسا نہین بلکہ حضرت خواجہ محمد عیسی کا چہرہ آنحضرت (سعدیؒ) جیسا ہے اور حضرت خواجہ مین اسی کا ظہور ہے اور علاوہ حضرت خواجہ آنحضرت کا قائمقام اور جانشین

---

(۱) ظواہر السرائر ۲ ص ۴۲۳

(۲) ظواہر ۱ ص ۵۱۶ ۔

آنحضرت است و سر موی از پیروی و تبعیت آنحضرت دور نیست -(۱)

ہے اور بال برابر آنحضرت کی پیروی اور اتباع سے باہر نہیں ہے -

بہادر شاہ ظفر سلطان معظم نے ان کی عزت افزائی کی خاطر ان کو بڑا منصب عطا فرمایا تھا مگر جب حضرت سعدیؒ کا انتقال ہوگیا تو اپنے منصب کو چھوڑ کر لاہور آئے اور مخلوق خدا کے ارشاد و ہدایت میں مصروف ہوگئے -

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے ساتھ گہرے مراسم تھے اور آپ خواجہ موصوف کا بے حد عزت و احترام کرتے تھے - فرماتے ہیں کہ ایکبار خواجہ محمد عیسیٰؒ اٹک تشریف لائے تھے - میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا - بے حد التفات و مہربانی فرمائی اور مجھے مخاطب ہوکر کہا کہ "تمہاری کشش تھی کہ یہاں چند دن قیام کیا ورنہ دو تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تھا"-(۲)

میاں صاحب جمکنیؒ فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد عیسیٰؒ کو علوم باطنی میں بلند مرتبہ حاصل تھا اور اپنے دور میں فیوض رحمانی کے مصدر اور کنوز سبحانی کے مخزن رہے ہیں -

مولانا عبدالغفور پشاوریؒ کا بیان ہے کہ حضرت سعدیؒ فرمایا کرتے تھے کہ :

"اہل اللہ نزد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از برای خواجہ محمد عیسیٰؒ کمالات خلافت درخواست کردہ اند و آن درخواست بہ درجۂ اجابت رسیدہ است انشاءاللہ محمد عیسیٰؒ بہ درجۂ کمال خواہد رسید "-(۳)

اہل اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواجہ محمد عیسی کے لئے کمال خلافت کی درخواست کی ہے اور وہ درخواست منظور ہوچکی ہے - انشاءاللہ محمد عیسیٰؒ درجۂ کمال حاصل کریں گے -

(۱) ظواہر ا ص ۵۱۷

(۲) " " ص ۷۵۰

(۳) " " ص ۵۱۹

خواجه محمد عیسیٰ کے دو صاحبزادے تھے ایک کا نام خواجه غلام محمد تھا اور دوسرے کا نام خواجه محمد صادق -

۳- خواجه محمد یوسف: -

خواجه محمد یوسفؒ حضرت سعدیؒ کے تیسرے بیٹے تھے اور بڑے عالم و فاضل اور باکمال صوفی تھے - اپنے والد بزرگوار کے علاوہ حضرت سر الاعظمؒ سے روحانی فیض حاصل کیا خواجه موصوف بڑے عابد و زاهد بزرگ تھے اور شب بیداری بھوک نماز تہجد ذکر وقوف قلبی اور وقوف عددی پر مداومت کا بے حد اهتمام کرتے تھے - (۱)

۴- خواجه محمد عارف: -

خواجه محمد عارف حضرت سعدیؒ کے فرزند اصغر تھے اور ان کے حق مین بشارات و اشارات دئے تھے اور ان کے ساتھ بہت محبت و شفقت فرماتے تھے - حضرت میان صاحبؒ فرماتے هین که خواجه موصوف حضرت سعدیؒ کے نہایت مقبول و محبوب بیٹے تھے اور آپ کی نظر تربیت باطنی همیشه ان کے شامل حال رهی - حضرت سعدیؒ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے که:

عارف اسم با مسمّٰی است و عارف سلطان العارفین خواهد شد	عارف اسم با مسمّٰی هے اور عارف سلطان العارفین هو جائے گا -
عارف نتیجه آخر وقت ماست و متضمن بسے کمالات است و صاحب مناصب علیا خواهد شد - (۲)	عارف همارے آخری وقت کا نتیجه هے - بہت سے کمالات رکھتا هے اور بڑے مناصب پر فائز هوجائےگا -

عبدالشکورؒ مولانا سید المتوفی ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء	مولانا سید عبدالشکورؒ کے والد بزرگوار کا نام سید اسحاق تھا - اور اپنے دور کے کامل اولیاء الله مین سے تھے - ابتدائی احوال مین سید آدم

(۱) ظواهر ۱ ص ۵۲۷

(۲) " " ص ۵۲۵ - ۵۲۷

بنوری رح کی صحبت کا شرف حاصل ہوا - بعد ازان ان کے اشارہ سے شیخ نظام الدین تھانیسری رح کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ان سے طریقہ " نقشبندیہ مین بیعت ہوکر درجہ " کمال حاصل کیا - تکمیلِ سلوک کے بعد اپنے پیر و مرشد کی اجازت سے چھچھ ' جو مضافات اٹک مین سے ہے ' مین سکونت اختیار کرکے مخلوق خدا کے ارشاد و ہدایت کے کام مین مشغول ہوگئے -

مولانا سید عبدالشکور رح فرماتے ہین کہ ابتداء مین مَین علوم متداولہ کی تحصیل مین مشغول تھا - ایک رات خواب مین دیکھا کہ دو نورانی بزرگ میرے سامنے آئے اور مجھے علوم ظاہری کی تحصیل سے منع فرمایا - خواب سے بیدار ہونے کے بعد مین نے اس کو کچھ اہمیت نہین دی اور اکتسابِ علم مین برابر لگا رہا - اس خواب کے چند دن گزر جانے کے بعد مجھے علوم باطنی کی تحصیل کا شوق دامن گیر ہوا - چنانچہ اپنی جائے سکونت موضع ابابکر ' جو شہر اٹک سے ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے ' ایک اور ساتھی کے ہمراہ پشاور کی جانب روانہ ہوا - راستے مین ہر شیخ و پیر کی خدمت مین حاضر ہوئے مگر اطمینان نصیب نہین ہوا تا آنکہ پشاور شہر پہنچ گئے - یہان بھی چند بزرگون سے ملاقات ہوئی مگر تشفی نہ ہوئی - شہر مین گھوم پھر کر بالآخر بازار خوردہ فروشان آگئے - یہان دیکھا کہ ایک نورانی بزرگ نہایت شکوہ و وقار کے ساتھ خوردہ فروشی کی دکان پر تشریف فرما لوگون کو سودا دینے مین مصروف ہین - مولانا موصوف فرماتے ہین کہ مین اس بزرگ کے قریب ہوکر کھڑا ہوگیا - اس وقت کتاب العقود الصرف میرے بغل مین تھی - انہون نے میری طرف دیکھ کر پوچھا - کیا چاہتے ہو - مین نے جواب مین کہا کچھ بھی نہین - پس کہا کہ کیون دوکان پر کھڑے ہو - مین نے کہا کہ " شما را می بینم " آپ کا دیدار کرتا ہون - کہا کہ میرے ساتھ کیا کام ہے جو میری طرف دیکھتے ہو - مین نے کہا کہ " ہمچنان می بینم " ویسے ہی دیکھتا ہون - اس اثنا مین ایک شخص نے آہستہ سے میرے کان مین کہا کہ " یہ مولانا محمد اسماعیل خوردہ فروش ہین -

(۱)
ولی‌اللہ ہین اور یار محمد گل مہاری کے خلیفہ ہین " ۔ اور جب مین نے ان کے چہرے کو بغور دیکھا تو پہچان لیا کہ جن دو بزرگون کو مین نے خواب مین دیکھا تھا یہ انہین مین سے ایک ہے چنانچہ مین اس کا گرویدہ ہوگیا ۔اور تلقین طریقہ کی طلب کا اظہار کیا ۔یہ سن کر فرمایا کہ :

" ما فقیریم و در بازار و دوکانی نشستہ آنچہ تو میگوئی ما نمی دانیم پیش‌بزرگان باید شد و طلب این معنیٰ باید کرد "

ترجمہ: ہم فقیر ہین اوربازار مین دوکان پر بیٹھے ہین ۔ جو کچھ تو کہتا ہے مین نہین جانتا بزرگون کے پاس جانا چاہئے اور اس مطلب کی تلاش کرنی چاہئے

مین نے الحاح و زاری کرکے جب بے حد اصرار کیا تو فرمانے لگے کہ :

" برادر اینجا فقیری و نامرادی ست اگر شیخ میخواہی پیش شیخ حبیب برو و اگر نان میخواہی پیش خواجہ صدیق برو " ۔

ترجمہ : بھائی یہان فقر و نامرادی ہے اگر شیخ چاہتے ہو تو شیخ حبیب کے پاس جاؤ اور اگر روٹی درکار ہے تو خواجہ محمد صدیق کی خدمت مین حاضر ہوجاؤ

مین نے جواب مین کہا کہ مجھے بھی ناداری اور فقیری درکار ہے ۔دوسری جگہ نہین جاؤن گا ۔اور اپنا مقصد آپ ہی سے چاہتا ہون ۔فرمایا کہ علوم ظاہری کی تحصیل کو ابھی تک ترک نہین کیا ہے ۔اس کے بعد ایک شخص کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ ان کو میرے گھر کی قریب والی مسجد مین لے جاؤ ۔اور کل انہین میرے حلقہ اصحاب مین لے آؤ ۔صبح ہوئی تو ان کی خدمت مین حاضر ہوئے ۔ذکر وقوف قلبی کی تعلیم دی اور دو تین دن وہان گذارنے کے بعد ہمین رخصت کیا ۔ کچھ مدت کے بعد دوبارہ ان کی خدمت مین حاضر ہوا تو وقوف عددی کی تلقین فرماکر رخصت کیا ۔

---

(۱) یار محمد گل مہاری حضرت سید آدم بنوری کے ممتاز خلیفہ تھے ۔ان کے حالات کیلئے ملاحظہ ہون : ظواہر السرائر (قلمی) ص ۱۵۹ ۔ ۱۹۰ نتائج الحرمین (قلمی) باب مشاہیر خلفاء سید آدم بنوری ۔

اس کے بعد حاجی اسماعیل پنجاب تشریف لے گئے اور میں حیران و پریشان رہ گیا -

اتفاقاً ان دنوں حضرت سعدی لاہوری پہلی بار (۱۰۹۹ھ / ۱۶۸۱ء میں) پشاور تشریف لائے تھے واپسی پر راستے میں ان کے ساتھ ملاقات ہوئی ان کو دیکھ کر پہچان لیا کہ جن دو بزرگوں کو میں نے خواب میں دیکھا تھا ان میں سے ایک یہی حضرت ہیں - اس موقع پر لوگوں کا زبردست ہجوم تھا آنحضرت نہایت تھکے ہوئے تھے - لوگ ان کے ہاتھ چومتے تھے مگر آپ کسی کے ساتھ کلام نہ فرماتے تھے - مولانا سیّد عبدالشکور فرماتے ہیں کہ آپ پالکی میں سوار تھے جب میں مصافحہ کے لئے آگے بڑھا تو رک کر میرے ساتھ مصافحہ کیا اور میری طرف التفات کرتے ہوئے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے - میں نے کہا - عبدالشکور - حضرت سعدیؒ نے دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد میرے ہاں قیام کرکے رات گزاری اور دوسرے دن لاہور کی جانب روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ہمراہ لاہور چلا گیا - آنحضرت نے مجھے طریقہ کی تلقین فرمائی - چھ ماہ ان کی صحبت میں گزارنے کے بعد واپس آیا - اس کے بعد کئی بار آپ کی صحبت میں حاضر ہوا یہاں تک کہ بالآخر ارشاد و ہدایت کی اجازت سے سرفراز فرمایا - (۱)

حضرت مولانا عبدالشکور نہایت عابد و زاہد اور مرتاض بزرگ تھے - حضرت میاں صاحب چمکنیؒ فرماتے ہیں کہ -

سید مولانا عبدالشکورؒ مسلسل اپنے احوال کے مراتب میں (مصروف) ہوتا ہے اور ہمیشہ سے مقام رضا و تسلیم و تفویض میں قائم و دائم ہے -	"سید مولانا عبدالشکور پیوستہ مراتب احوال خود می باشد وہمیشہ قائم است در مقام رضا و تسلیم و تفویض" - (۲)

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۵۱ - ۵۶۲

(۲) ظواہر ۱ ص ۵۵۵

آپ بطریق "هدنیے" تلاوت قرآن مجید سے بے حد شوق رکھتے تھے - اور ہر ہفتہ ایک بار ختم قرآن فرماتے تھے - (۱)

حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ مولانا عبدالشکور کی بے حد تعریف فرمایا کرتے تھے - ایک بار فرمایا کہ :

"سید سہ کرت خانہ خود را نثار حضرت ایشان کردہ است اینچنین کہ فلسے و دانہ نماندہ و این کمال ہمت است" - (۲)	سید (موصوف) نے تین بار اپنا گھر بار حضرت سعدی سے نثار کردیا ہے - اس طرح کہ ایک پیسہ اور ایک دانہ گھر میں نہیں رہا اور یہ کمال ہمت (کا مرتبہ) ہے -

بعد میں مولانا سید عبدالشکور بعض حوادث کے سبب سے اپنا گاؤں چھوڑ کر پشاور آئے اور موضع تیراهیان میں چند سال سکونت فرمائی - حضرت میاں صاحب چمکنی فرماتے ہیں کہ یہاں سکونت کے دوران میں ان کی خدمت میں بہت آمدو رفت کرتا تھا اور ان سے دوران احوال عجیب و غریب لطائف و حقائق ان کی صحبت سے بہت استفادہ کرتا تھا - فرماتے ہیں کہ ۲۰/رمضان المبارک ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۷ء کو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے بے حد عنایات و نوازشات سے سرفراز فرمایا - (۳)

حضرت میاں صاحب چمکنی فرماتے ہیں کہ ایک بار آسید عبدالشکور کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے میں جاکر ان کی خدمت میں حاضر ہوا - دوران گفتگو مجھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ملا احمد کثرت خلوت

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۵۴ (بطریق "ہدنے" قرآن پڑھنے سے مراد خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرنا ہے) -

(۲) ظواہر ۱ ص ۵۶۱ - ۵۶۶ -

(۳) ظواہر ۱ ص ۵۷۱ - ۵۶۶ -

(۴) [illegible]

(۵) شیخ احمدؒ ساکن لنڈیؒ (پشاور)

حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے معاصرین مین سے ایک مشہور شخصیت شیخ احمدؒ لنڈیؒ کی ہے جس کا مختصر تذکرہ کرنا قارئین کے لئے باعث دلچسپی ہوگا -

شیخ احمدؒ پشاور شہر کے ایک نواحی گاوںؒ لنڈیؒ کے رہنے والے تھے - اور اس گاوںؒ کانام آج کل انہی کے اسم گرامی کی نسبت سے "اخوند احمد لنڈیؒ" مشہور ہے -

شیخ موصوف نسبتاً فاروقی تھے - عربون کی ابتدائی فتوحات مین ان کے آبا و اجداد عربستان سے آکر بلخ (افغانستان) مین آباد ہوئے تھے - افغانستان اور ترکستان پر حکمرانی کرتے رہے یہان تک کہ ابراہیم ادھمؒ جو اس خاندان کے چشم و چراغ تھے نے دنیاوی سلطنت اور جاہ و حشمت سے دستبرداری اختیار کی - ابراہیم اُدھمؒ کی وفات کے بعد ان کی اولاد پھر برسر اقتدار آئی جن مین خواجہ احمد المعروف بہ "فرخ شاہ" شاہ کابل کانام نامی خاص طور پر قابل ذکر ہے - اس خاندان کو عرصہ دراز تک بڑی شہرت حاصل رہی اور اس کے افراد مختلف حیثیتون سے افغانستان کی حکومت مین کام کرتے رہے یہان تک کہ اسماعیل خان ولد باشندہ خان حاکم ننگرہار کا زمانہ آیا - وہ حکومت وقت سے کسی بات پر ناراض ہوکر ملازمت سے سبکدوش ہوگئے - درانی سلطنت کا زمانہ تھا - ان کے آباءو اجداد کی خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسماعیل خان کو درہ کوشتیرھی کا مختار و حاکم مقرر کیا گیا شیخ اخوند احمد اسی اسماعیل خان حاکم درہ کوشتیرھی کے فرزند ارجمند ہین -

شیخ احمدؒ ابتداء ھی سے بہت ذہین و دانا تھے - آغاز جوانی ھی مین علماء و درویشون کی محبت دل مین جاگزین ہوئی چنانچہ وزیرآباد جاکر سعداللہؒ وزیرآبادی کے حلقہ مریدین مین شامل ہوگئے - ان کا بہت عظیم الشان کتب خانہ تھا - اس کتب خانہ اورجائداد کے بارے مین ان کا وصیت نامہ ان کی اولاد کے پاس محفوظ ہے -

شیخ احمد $\frac{۱۱۱۳ھ}{۱۷۰۱ء}$ مین اس دار فانی سے رخصت ہوئے ہین - ان کی اولاد مین اچھے عالم فاضل پیدا ہوئے ان کے فرزند غلام محمد کی اولاد مین سے آج کل عبدالرازق عبدالودود - عبدالمجید - عبدالحمید - مکرم خان اور عبدالنعیم بقید حیات اور قابل ذکر ہ

ھین - (مندرجہ بالا معلومات شیخ احمد کے کتبہ مزار ان کی اولاد کے زبانی بیانات اور مناقب فقیر از شمس الدین (قلمی) ص ۱۹۵ سے ماخوذ ھین) -

شیخ اخوند احمدؒ اپنے دور کے مشہور و معروف زاھد و عابد عالم تھے - اور علوم ظاھر و باطن دونون مین درجہ کمال حاصل تھا - حضرت شیخ سعدی لاھوریؒ سے استفادہ اور میان صاحب چمکنیؒ کے ساتھ ملاقات ثابت ھے - آپ ان کے بارے مین فرماتے ھین کہ -

" چون حضرت ایشان کرتِ اولیٰ بہ پشاور آمدہ بودند ملا احمد نام کہ یکے از علماء و زھاد و مشاھیر شہر پشاور است و نسبت ارادت بہ قدوۃ العارفین مولانا حاجی سعداللہ وزیرآبادی دارد سہ ماہ متواتر بخدمت آنحضرت بود و استفاضہ و استفادہ میکرد و بسی نیازمندی می نمود ۰۰۰۰۰۰۰ و اکثر از علماء و فضلاء پشاور تلامذہ او بودند " - (ظواھر السرائر ۲ ص ۲۰۳ - ۲۰۶ مملوکہ کرنل سلطان علی شاہ کوھاٹ چھاونی -

(ترجمہ) ملا احمد جوکہ شہر پشاور کے علماء زھاد اور مشاھیر مین سے ایک ھین اور قدوۃ العارفین مولانا حاجی سعداللہ وزیرآبادی کے ساتھ نسبت ارادت رکھتا ھے استفاضہ و استفادہ کی خاطر پورے تین ماہ حضرت سعدی لاھوریؒ کی خدمت مین رھے - بہت نیازمندی اور خاکساری کا مظاھرہ کرتے تھے ۰۰۰۰۰۰۰ اور پشاور کے اکثر علماء و فضلاء ان کے شاگرد تھے -

مولانا محمد غوث قادریؒ (متوفی ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء) ان کے زُھد و تقویٰ اور علمی مقام کے بارے مین لکھتے ھین کہ :

" میان شیخ احمد لنڈی قریب پشاور بودند مردے مرتاض و متقی عالم بہ علم حدیث از مدت سی و چہل سال بہ عزلت و متواتر بہ عبادت و شغل باطنی مشغول بودند و دولت مندان را دران راہ نہ بود و خادمان ایشان بہ ذکر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ رطب اللسان

میان شیخ احمد لنڈی پشاور کے قریب ایک مرتاض متقی اور علم حدیث کے عالم تھے - تیس چالیس سال کی مدت سے متواتر تنہائی مین عبادت و ریاضت مین مشغول رھتے تھے - مالدارون کے ساتھ ربط نہین رکھتے تھے اور آپ کے خادم ھر وقت ذکر لا الہ الا اللہ مین رطب اللسان

کی وجه سے شہرہ آفاق ہو چکے ہین وہ لوگون کی صحبت سے اجتناب کرتے ہین - اگر ایکبار میرے پاس آجائے تو اس کو ایسا بدل دونگا که پھر میری طرح ھل جلائے گا - لوگون کی صحبت کو چاھے گا - اور خلوت کی آفات کو ملاحظه کرکے ھو کر لوگون سے کنارہ کشی نہین کرے گا "(۱)

== بودند و خود صوفی موحد بودند " - | رھتے تھے اور خود ایک موحد صوفی تھے -

(رساله غوثیه (قلمی) از محمد غوث قادری ۱۱۲۲ ھ ورق ۵۹ - ریکارڈ آفس لائبریری پشاور)

نوٹ) اس رسالے کا دوسرا نسخه جناب امیرشاہ قادری ساکن یکه توت پشاور شہر کے کتب خانه مین موجود ھے -)

آپ کے زھد و تقوی کا یه حال تھا که خدا طلبی کی راہ مین دنیا کوترک کو دیا تھا - اور جو لوگ دین کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کو اپنا مطلوب بنا لیتے تھے ان سے بے حد اجتناب کرتے تھے یہان تک که مرید سے بیعت لینے کے لئے آپ کی شرط اولین یه تھی که دین کو دنیا کمانے کا ذریعه نہین بنائے گا - شیخ فتح اللّٰه شکارپوری تحریر فرماتے ہین که :

" سمعتُ من اُثق علیه اَنّ الشیخ احمد البشاوری الکندیؒ قدس سرہ اذا جاءہ احد لیبایعه فی طریق الفقر والفناء ما کان یبایعه الا بشرط ان یذکر اللّٰه لِلّٰه " -

(مقدمه "فتوحات غیبیه (قلمی) ص۳۳ مملوکه ڈاکٹر سعیداللّٰه جان صاحب پروفیسر شعبه اسلامیات پشاور یونیورسٹی) -

یعنی مین نے ایک معتبر و معتمد آدمی سے سنا ھے که شیخ احمد ساکن لنڈی (پشاور) قدس سرہ کے پاس جب کوئی طریق فکر فقر و فناء مین ان کے ھاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آتا تھا تو اس کو بیعت نہین ہوئے دیتے تھے - مگر اس شرط پر که اللّٰه کو صرف اللّٰه ھی کی رضا کی خاطر یاد کرے گا -

****

(۱) ظواھر ۱ ص ۵۹۵ -

حضرت مولانا سید عبدالشکورؒ جمعرات کے دن ۲۳ / محرم الحرام ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ایک بدبخت چور کے ہاتھوں شہید ہوئے اور آپ کا مزار موضع ابابکر (مضافات اٹک) میں واقع ہے - (۱)

عبدالغفور پشاوری ؒحافظ ؒمولانا (المتوفی ۱۱۱۶ھ مطابق ۱۷۰۴ء)

آپ کے والد بزرگوار کا نام محمدؐ صالح تھا - آپ کشمیر کے رہنے والے تھے اور ۱۰۵۴ھ / ۱۶۴۴ء میں بمقام کشمیر پیدا ہوئے - ابتداء ہی سے آپ پر سعادت و کرامات کے آثار نمودار تھے - خود فرماتے ہیں کہ ایام طفولیت ہی میں میں اپنے پدرِ عالیقدر کے ہمراہ بابا عبدالکریمؒ کشمیری کے مزار (واقع محلہ فتحکدل کشمیر) پر حاضری دیتا تھا - وہاں نفل نماز پڑھتا اور ہر رکعت کے بعد ایک رائج الوقت سکہ خزانہ غیب سے اپنے سامنے موجود پاتا تھا - اور نماز کے بعد یہ تمام رقم لے کر میں اپنے ہم سن بچوں پر صرف کرتا تھا - (۲)

جوان ہوئے تو سلوک و طریقت کی راہ میں گھر سے نکلے اور بڑے بڑے علماء و مشائخ اور اہل اللہ سے ملاقاتیں کیں - پشاور پہنچ کر مولانا حاجی محمد اسماعیلؒ خوردہ فروش کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے طریقہ نقشبندیہ علیہ میں بیعت ہوکر حلقہ مریدین میں شامل ہوگئے -

ایکبار مولانا محمد اسماعیلؒ پشاوری کے ہمراہ شیخ سعدیؒ لاہوری کی خدمت میں حاضری دی جنہوں نے بے حد مہربانی فرمائی اور اپنی نظر عنایت سے مخصوص و سرفراز فرمایا - (۳)

حضرت سر الاعظم مولانا عبدالغفورؒ کے بڑالے مداح تھے - فرمایا کرتے تھے کہ :

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۷۱ -

(۲) " ص ۵۸۴ -

خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۵۴ -

(۳) ظواہر ۱ ص ۵۸۸ - خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۵۴ -

"اگر کسی خواهد که دلے را ببیند که دران دل بغض و عداوت و کینہ و بدی مسلمانان جای نمی گیرد به پشاور رود که آن دل حافظ عبدالغفور است "۔ (۱)

اگر کوئی چاہتا ہے کہ ایسا دل دیکھے جس مین مسلمانون کے لئے برائی کینہ اور بغض و عداوت موجود نہ ہو وہ پشاور جاکر دیکھے کہ وہ حافظ عبدالغفورؒ کا دل ہے ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ مولانا حافظ عبدالغفور کے بارے مین فرماتے ہین کہ :

" حافظ عبدالغفور از جملہ مقبولان حضرت ایشان اند و پیوستہ شکست نفس و فروتنی شعار ایشان است ـــــ و باکہ و مہ باوضیع و شریف باخورد و بزرگ و بافقیر و غنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر و اعلاء کلمۃ الحق از اوصاف مرضیہ ایشان است و از صغر سن آثار سعادت از جبین لایح است و از اوان صبی شرف قبول بزرگان را دریافتہ اند "۔ (۲)

لا حافظ عبدالغفورؒ حضرت سعدیؒ کے مقبول نظر اصحاب مین سے تھے اور ہمیشہ فروتنی اور تواضع آپ کا شعار رہا ہے ـــــ ہر چھوٹے بڑے وضیع و شریف اور فقیر و غنی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا اور اعلائے کلمۃ الحق آپ کے پسندیدہ اوصاف مین سے ہے ۔بچپن سے آپ کی پیشانی پر سعادت کے آثار نمایان ہین اور لڑکپن سے بزرگون کا شرف قبولیت حاصل کر چکے ہین ۔

اسی طرح آپ فرماتے ہین کہ ایک بار مین اٹک جاکر حضرت سرالاعظمؒ کی خدمت مین حاضر ہوا ۔واپسی کے وقت انہون نے ایک عصا دے کر فرمایا کہ میرا سلام پہنچا کر یہ عصا حافظ عبدالغفورؒ کو دے دینا ۔مین جب وہ عصا حافظ عبدالغفورؒ کے پاس لے آیا تو تواضع و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے اپنی آنکھون سے لگالیا ۔اور اس کے بعد مجھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کس لئے بھیجا ہے ۔مین نے نفی مین جواب دیا ۔یہ سن کر مولانا عبدالغفورؒ نے کہا کہ حضرت سرالاعظمؒ نے

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۸۹ ۔
(۲) " ص ۵۸۲ ۔

یہ عطا عصا بھیج کر استقامت اختیار کرنے کی ھدایت فرمائی ہے -(۱)

مولانا حافظ عبدالغفور صاحب کشف و کرامت اور صاحب لفظ ولی اللہ تھے - حضرت میاں صاحب چمکنی نے اپنی کتاب ظواھر السرائر میں اور مفتی غلام سرور لاھوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیا میں ان کی کرامت و تصرف کے بہت سے واقعات قلمبند کئے ھیں -(۲)

میاں صاحب چمکنی اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ھیں کہ ایک دن میں حافظ عبدالغفور کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ کچھ شیرینی تقسیم کر رھے تھے - ایک شخص ان کے پاس کھڑا تھا اس کو شیرینی میں سے اس کا حصہ دے دیا - اس کے بعد تھوڑی سی شیرینی اور دے کر فرمایا کہ یہ تیرے بیٹے کا حصہ ہے - یہ دیکھ کر وہ شخص آداب بجا لایا اور کہا کہ میں نے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اگر حافظ موصوف نے میرے بیٹے کا حصہ نہ دیا تو ان سے لڑوں گا - اور اس طرح میرے بیٹے کا حصہ دیکر تم میری لڑائی سے بچ گئے -(۳)

مخلوق خدا کی اصلاح کو زندگی کا نصب العین بنا یا ہوا تھا - ہر لمحہ اسی فکر میں گزارتے رھے یہاں تک کہ بلآخر اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں ۱۲/ شعبان ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۴ء کو رحلت کر گئے - آپ کا مزار پشاور شہر میں واقع ہے -(۴)

---

(۱) ظواھر ۱ ص ۵۹۰ -

(۲) ظواھر ۱ ص ۵۹۴ - ۶۰۰

خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۵۴ - ۶۵۷ -

(۳) ظواھر ۱ ص ۵۹۹ -

(۴) مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ھو خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۵۴ - ۶۵۷ -

تذکرہ شاہ محمد غوث از پیام شاھجہان پوری ص ۱۲۰ - ۱۲۲

اشاعت اول طبع لاھور ۱۹۶۵ء

*****

عنایتؒ کفشگرؒ مولانا (المتوفی ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء) ۔

مولانا عنایتؒ حضرت سر الاعظمؒ کے مشہور خلیفہ اور اپنے دور کے بڑے صاحبِ کشف و کرامت بزرگ گزرے ہیں ۔ سوائے پیر جلال کے باہر بیٹھ کر کفشگری کا کاروبار کرتے تھے ۔ اور اسی پیشے ہی کو اخفاءِ احوال کا ذریعہ بنایا تھا ۔ جو کچھ کماتے تھے وہ اللہ کی رضا جوئی کی خاطر فقراء و مساکین میں پر صرف فرماتے تھے ۔

مولانا عنایتؒ اپنے ملک میں کشوف و کرامات کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے تھے ۔ اور ۳/ ربیع الثانی کو جمعہ کے دن ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء (۱) میں اس سرائے فانی کو الوداع کہہ چکے ۔

گل محمدؒ شیخؒ المشہور بہ توروڑ ھیری بابا

آپ کا اصلی نام گل محمد ہے اور میاں گلو باباؒ کے نام سے مشہور تھے ۔ افغانستان کے علاقہ ننگرہار کے رہنے والے تھے ۔ اور اپنے ایک قریبی رشتہ دار حضرت پوردل صاحب کے ہاتھ پر بیعت تھے ۔ آپ ننگرہار سے اپنے اہل و عیال سمیت آکر علاقہ یوسفزئی میں توروڑ ھیر کے مقام پر آباد ہوئے ۔

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ حضرت شیخ رحمکارؒ (کاکا صاحب) سے بھی روحانی استفادہ فرمایا تھا ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے ساتھ گہرے روابط قائم تھے ۔ اور آپ ان سے بہت متأثر تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ جب احمد شاہ درانیؒ بانی پت کی تیسری جنگ کے ارادہ سے پشاور پہنچے تو حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی خدمت میں حاضری دی ۔ آپ نے ان کی کامیابی کی دعا فرمائی اور حضرت گل محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ہدایت کی ۔ چنانچہ حسبِ ہدایت

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۶۷۲ ۔ ص ۸۰۰ ۔
ایضاً ظواہر ۲ ص ۶۹۵ ۔ ۶۹۶ ۔

احمد شاہ بابا رح گل محمد بابا رح کی دعائیں لینے کی خاطر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔

حضرت میاں گلو بابا رح ایک بااثر بزرگ تھے اور ان کا دائرہ مریدین بہت وسیع تھا ۔ ان کے معتقدین و مریدین نے ان کے نام بہت سی جائیداد بطور " سیری " دے دی تھی جو ضلع مردان کے مختلف مقامات یعنی طورو ۔ معیار ۔ گھڑ ۔ بخشالی ۔ گجرات ۔ ساول ڈھیر ۔ سپین کانڑی ۔ لاہور (واقع مردان) اور تورڈھیر میں موجود ہے ۔ جس پر ان کی اولاد آباد ہے ۔ ایک بار پنجاب کے امیر لشکر خان و شکرخان وغیرہم نے حضرت گل محمد رح کی جائیداد پر قبضہ کیا ۔ آپ نے ان کے خلاف دعویٰ دائر کیا ۔ شیخ الاسلام الکوزئی نے حضرت گل محمد رح کے حق میں فیصلہ دیا ۔ اس فیصلے کے دستاویز پر شیخ الاسلام محمد صالح ۔ قاضی عبدالرسول بن ابراہیم ۔ قاضی ادریس اور قاضی درانی کی مہریں لگی ہیں ۔ نیز اس دستاویز پر حضرت میاں صاحب چمکنی رح کی شہادت اور دستخط بھی ثبت ہیں ۔ اس فیصلے کی تاریخ ۵/ رجب المرجب ۱۱۷۷ھ/۱۷۶۳ء ہے۔ آپ ۱۰ رمضان المبارک ۱۱۸۰/۱۷۶۷ء میں رحلت کر گئے ہیں (۱) آپ کا مزار موضع تورڈھیر میں مرجع خاص و عام ہے (۲) ۔ مزار کی عمارت کو میاں صاحب موصوف کے بیٹے خان محمد نے تعمیر کروایا ہے

محسن الزمان رح سید

آپ حضرت سید آدم بنوری رح کے فرزند اصغر تھے اور حضرت سید آدم بنوری رح کے دیگر خلفاء کے علاوہ حضرت شیخ سعدی رح سے روحانی استفادہ کیا تھا ۔ نہایت زاہد و عابد اور متقی بزرگ تھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنی رح فرماتے ہیں کہ :

---

(۱) ملاحظہ ہو سلسلہ اولیائے سرحد ۳۱ تورڈھیری بابا از نصراللہ خان نصر پشاور ۱۹۵۲ء
ایضاً تاریخ پشاور از گوپال داس ص ۳۷۴ ۔
تاریخ پشاور کے بیان کے مطابق میاں گلو بابا رح کی تاریخ وفات ۲۳/ ماہ رجب ۱۰۹۳ھ ہے اور مؤلف موصوف نے مادہ " تاریخ وفات " باذلر رفت " (۱۰۹۳ھ) بیان کیا ہے ۔ (تاریخ پشاور از گوپال داس ص ۳۳۵) ۔

(۲) تاریخ پشاور مرتبہ گوپال داس ص ۳۷۴ ۔

"محسن الزمان باوجود حلیه صلاح و تقوی و علم باطنی بکمالاتِ حسن خلق که منشاء جمیع مکارم است آراستگی تمام دارند و بادوست و دشمن ِبهجی زندگانی می کنند که چهرهٔ دل کسی غبار آلود کدورت نشود "۔ (۱)

محسن الزمان باوجودیکه علم و تقوی اور باطنی کمالات سے آراستہ تھے حسن خلق جوکہ تمام مکارم کا منشاء ھے کے زیور سے پیراستہ تھے اور دوست و دشمن کے ساتھ ایسی زندگی گزارتے تھے کہ کسی کا آئینہ قلب غبار آلود نہ ہوجائے ۔

نہایت خوش خلق اور باأثر و ممتاز شخصیت کے مالک تھے ۔حضرت میاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :۔

"صفتِ بسط بر ایشان غالب است و پیوسته متبسّم می باشند فقیر که راقم این حروفم یک مدتے در خدمت ایشان در سفر بودم هیچ گاهی کسی را از ایشان آزرده و ملال ندیدم و باهمه کس بحسنِ خلق و مروت روزگار بسر می بودند و به بادشاهانِ زمان بسیار اختلاط دارند و از انفاسِ مبارک ایشان بسیار مهمات مسلمین کفایت میشوند "۔ (۲)

بسط کی صفت آپ پر غالب ھے همیشه متبسم ہوتے ہیں ۔فقیر راقم الحروف (محمّد عمر) ایک مدت تک آپ کا هم سفر تھا کسی کو کبھی بھی آپ سے آزرده خاطر نہیں دیکھا اور ہر ایک کے ساتھ حسن خلق اور مروت کے ساتھ روزگار کرتے تھے ۔اپنے دور کے بادشاہوں کے ساتھ بہت مراسم رکھتے تھے اور آپ کے طفیل مسلمانوں کے بہت اہم کام سرانجام پاتے تھے ۔

حضرت میاں صاحبؒ جمکنی کے ساتھ گہرے تعلقات تھے ۔ ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۷ء میں ایک تشریف لائے

---

(۱) ظواہر ا ص ۱۹۸ ۔

(۲) " " ص ۱۹۹ ۔

تو حضرت میان صاحبؒ ان کے استقبال کے لئے ایک مقام پر موجود تھے - (۱)

فرماتے ہین کہ ایک بار سیّد محسن الزمان پشاور تشریف لائے - ایک شخص کے پاس گھوڑا تھا جو حضرت سیّد محسن الزمان کو پسند آیا مگر جو قیمت وہ دینا چاہتے تھے وہ شخص لینے پر راضی نہین ہوئے - ایک دن مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ فلان لا جاؤ اور وہ شخص جو قیمت لینا چاہے وہ دے کر گھوڑا لے آؤ - مین اس شخص کے پاس گیا اس نے گھوڑا آراستہ کیا تھا اور مجھے کہا کہ رات کو کسی نے اسے اٹھاکر زمین پر دے مارا تھا مین سمجھ گیا کہ یہ سیّد محسن الزمان کا تصرّف ہے - یہ گھوڑا لے جاؤ اور جو کچھ دینا چاہو وہ مجھے منظور ہے - جب مین وہ گھوڑا سیّد موصوف کے پاس لے گیا تو گھوڑا لے کر مطلوبہ رقم ادا کردی - (۲)

محمد اکرم شہیدؒ، مولانا

مولانا محمد اکرمؒ حضرت سر الاعظمؒ کے نہایت مقبول و محبوب رفیق تھے - اور آپ کے فرزند مولانا محمّد اسماعیلؒ کے ساتھ زمانہ طفولیت ہی سے نہایت گہرے تعلقات قائم تھے - حضرت میان صاحب چمکنیؒ اس بارے مین لکھتے ہین کہ :

با خدمت مولانا محمّد اسماعیل در ایام طفولیت و اوان صبی راہ مصارقت و محبت می نمود و در مکتب پیش استاد کتاب موانست و موافقت هم کشودہ بودند - (۳)

یعنی مولانا محمّد اسماعیلؒ کے ساتھ بچپن ہی سے دوستی اور رفاقت رکھتے تھے اور دونون ایک ہی استاد سے موانست و موافقت کی کتاب پڑھ کر اُنس و محبت کی تعلیم حاصل کر چکے ہین -

محمّد اسماعیل خوردہ فروش پشاوریؒ، مولانا حاجی (المتوفی ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء)

حاجی محمّد اسماعیلؒ سید آدم بنوریؒ کے خلیفہ مولانا یارمحمد گل مہاریؒ (۴) کے مرید و

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۷۱۸ - (۲) ظواہر ۱ ص ۲۰۲ - ۲۰۳

(۳) " " ص ۷۵۶ - (۴) عبدالحلیم اثر نے اپنی کتاب روحانی تڑون مین ==

خلیفہ اور اپنے دور کے مشہور ولی اللہ گزرے ہین ـ مولانا محمّد اسماعیلؒ نے شیخ سعدی لاہوریؒ کی صحبت سے روحانی فیض حاصل کرکے درجہ کمال حاصل کیا تھا ـ (۱)

مولانا اسماعیلؒ فرماتے ہین کہ مین ایک تجارت پیشہ مالدار آدمی تھا ـ اور ابتدائے جوانی مین بہت عیاش اور آزاد طبع واقع ہوا تھا ـ ایک دن اتفاقاً مین قصور کے مقام پر شیخ سعدیؒ کی خدمت مین حاضر ہوا آپ نے قعدہ اشراق کے بعد اپنی پگڑی کھول دی ـ مین اس کو زمین سے اٹھانے کے لئے فوراً آگے بڑھا یہ دیکھ کر حضرت سعدیؒ میری طرف نہایت تلطّف کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ـ

"محمد اسماعیل ترا فقیر کنم" یعنی محمّد اسماعیل تجھے فقیر بنا دون ـ یہ سن کر مین خاموش رہا ـ انہون نے دوبارہ یہی جملہ دھرایا ـ میرے دل مین یہ خیال آیا کہ شاید آنحضرت مجھے ایسا فقیر کرین گے کہ بینوا و گدا ہوکر ایک لقمہ طعام کی خاطر در در پھرتا رہون گا ـ آنحضرت کو کشف کے ذریعے میرے اس اندیشے کا علم ہوا اور فرمایا "

"نے نے ترا ہمچو فقیر کنم کہ بہ طفیل تو مردمان بسیار نان خورند" ـ	نہین نہین تجھے ایسا فقیر کردون کہ پھر آپ کے طفیل بہت سے لوگ روٹی کھائین گے ـ

= مولانا محمّد اسماعیلؒ کے حالات کے ذیل مین لکھا ہے کہ مولانا محمّد اسماعیلؒ نے مولانا یارمحمد کابلی سے روحانی استفادہ کیا ہے ـ حالانکہ ایسا نہین ـ دراصل بات یہ ہے کہ سیّد آدم بنوریؒ کے خلفاء و مریدین مین چار یارمحمد موجود تھے ـ یعنی یارمحمد بابیئیؒ کابلی یارمحمد گل مہاریؒ ـ یارمحمد سرہندیؒ اور یارمحمد لاہوریؒ جن کی وجہ سے اکثر غلط فہمی کا امکان ہوتا ہے ـ حضرت میان صاحب جھگیؒ فرماتے ہین کہ مولانا محمد اسماعیل اولاً یارمحمد گل مہاریؒ کے مرید تھے ـ بعد مین حضرت سعدیؒ کی خدمت مین حاضر ہوکر شرف ارادت حاصل کیا ـ آپ نے اپنے بیان مین کہین بھی یارمحمد کابلیؒ سے استفادہ کا ذکر نہین کیا ہے ـ واللہ اعلم ـ (ملاحظہ ہو ظواہر ص۲۰۸ ـ ۲۱۲ ـ ۲۱۳ ـ ۲۱۴)

(۱) ظواہر ص ۵۵۹ ـ

****

اس گفتگو کے دوران مجھ پر ایسا تصرّف کیا کہ میرے دل سے غیراللّٰہ کی محبت بالکل خارج ہوگئی - (۱)

آنچه زر می شود از خاصیتش قلب سیاه
کیمیائیست که در حضرتِ درویشان است (۲)

شیخ سعدیؒ کے فرزند جناب خواجہ محمّد یوسفؒ مولانا محمد اسماعیلؒ کے کشف کے بارے میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھ سے ایک خلافِ طریقہ کام سرزد ہوا - اور میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہ تھی - اس دن مولانا محمد اسماعیلؒ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ آج تجھ سے فلان وقت حضرت سعدیؒ کی مرضی کے خلاف فلان کام سرزد ہوچکا ہے - اس کے بعد ایسا نہیں کرنا چاہئے - (۳)

۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء میں آپ کا انتقال ہوگیا اور مزار پرانوار پشاور شہر میں واقع ہے -

محمد بیگؒ مولانا

مولانا محمد بیگؒ حضرت سعدی کے قدیم محبین و مخلصین میں سے تھے - نہایت عابد و زاہد اور پرہیزگار بزرگ تھے -

حضرت میان صاحب چمکنیؒ ان کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

" مولانا محمد بیگؒ از دانشمندان متورع و متقیان راست گفتار و درست کردار است که هیچ گاه بر زبان او کذب نگذاشته و هیچ وقتے از دهان او غیبت کسے نه شنیده بالجمله سخن او صدق تمام دارد " - (۴)

---

(۱) ظواهر ۱ ص ۵۷۲ -
(۲) ماخوذ از تحفة الاولیاء از مولوی قاضی میراحمد پشاوری
(۳) ظواهر ۱ ص ۵۷۵
(۴) " " ص ۲۷۳

یعنی محمد بیگ مؤرخ - متقی - راست گفتار اور درست کردار دانشمند تھے - ان کی زبان کبھی جھوٹ سے آلودہ نہیں ہوئی اور نہ اس سے کبھی غیبت سنی گئی - اور آپ کے کلام میں مکمل صداقت موجود تھی -

محمّد فاضل پاپینی مولانا

حضرت مولانا محمد فاضل اپنے وقت کے ایک بہت بڑے عالم و فاضل اور صلاح آثار بزرگ تھے (۱) اگر چہ آپ کا آبائی وطن پاپین (واقع افغانستان) ہے مگر تحصیل چارسدہ میں علاقہ دوآبہ کے ایک گاؤں متہ مغل خیل میں سکونت اختیار کی تھی - اور یہیں پر فوت ہوکر موضع کنوڑئی کی مغربی جانب میں سپرد خاک کئے گئے ہیں۔

مولانا موصوف اولاً حضرت سید آدم بنوری کے خلیفہ عبدالخالق حضوری کے مرید تھے - (۲) بعد میں حضرت سعدی لاہوری کے ہاتھ پر تجدید بیعت فرمائی تھی - نہایت باثر آدمی تھے - حضرت سعدی کے ساتھ قریبی مراسم تھے - یہی وجہ ہے کہ جب $\frac{۱۱۰۵ھ}{۱۶۹۳ء}$ میں حضرت سعدی دوسری بار پشاور تشریف لائے تو متہ مغل خیل میں مولانا محمد فاضل پاپینی کے ہاں قیام فرمایا تھا - حضرت میاں صاحب چمکنی فرماتے ہیں کہ میں نے اس موقعہ پر چند دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ جاکر متہ مغل خیل میں حضرت سعدی کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کیا تھا - (۳) اسی طرح حضرت سید آدم بنوری کے پوتے اور حضرت سعدی کے خلیفہ مولانا سید محمّد قطب جب دوسری بار پشاور آئے اور سفرِ باجوڑ کے دوران بیمار ہوئے - تو واپس آکر مولانا محمد فاضل کے ہاں قیام پذیر ہوئے - اور بالآخر یہیں پر واصل الی اللہ ہوئے - (۴)

---

(۱) دیوان مصری خان‌گگیانی مطبوعہ پشاور ۱۹۵۹ ء ص ۱۹۰ - ۱۹۳

(۲) روحانی تڑون ص ۶۲۲

(۳) ظواہر ۱ ص ۵۰۲

(۴) ظواہر ۱ ص ۵۵۰ - (نوٹ) مندرجہ بالا بیان امر بات کی واضح دلیل ہے کہ ___

اپنے علاقے میں آپ کو نہایت اہم مقام حاصل تھا ۔ ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۱ء کا واقعہ ہے کہ جب جلال خان خشی خیل اپنا لشکر لے کر دریائے اباسین کو عبور کرکے مٹہ مغل خیل کے قریب پہنچ گیا تو مغل خیل اس کے مقابلہ کے لئے صف آراء ہوئے اور قریب تھا کہ ایک خونریز جنگ چھڑ جائے ۔

—— اس نازک موقعہ پر علاقہ دوآبہ و علاقہ ہشتنگر کے سردار ایمل خان گگیانی نے قوم کے مشورہ سے مولانا محمد فاضلؒ ہی کو سفیر مقرر کرکے مصالحت کے لئے جلال خان کے پاس بھیج دیا ۔ (۱)

اس واقعہ سے اگر ایک طرف آپ کی شہرت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ تو دوسری طرف یہ بات ثابت ہوجاتی ہے ۔ کہ مولانا موصوف ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۱ء میں یقیناً زندہ تھے ۔

پشتو کے مشہور عالم و فاضل شاعر مصری خان نے سردار ایمل خان کا جو قصیدہ لکھا ہے اس میں مولانا محمد فاضلؒ کی بہت تعریف کی ہے ۔ اور ان کو " شیخ " کے لقب سے یاد کیا ہے ۔ (۲)

مولانا سیّد قطبؒ محمّد

سیّد محمّد قطبؒ حضرت سید آدم بنوریؒ کے بڑے صاحبزادے سید خواجہ محمّدؒ کے فرزند بہرہ مند اور شیخ سعدی لاہوریؒ کے محبوب و مقبول مرید و رفیق تھے ۔ (۳) ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء میں

= حضرت مولانا محمد فاضلؒ اپنے زمانے میں بہت شہرت رکھتے تھے ۔ اور اس علاقہ میں روحانیت کے میدان میں ان کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی ۔ واللہ اعلم

* * * * * *

(۱) دیوان مصری خان مطبوعہ پشاور ۱۹۵۹ء ص ۱۹۰ ۔ ۱۹۳

(۲) تصوف و طریقت کی اصطلاح میں " شیخ " ایک بڑا لقب ہے ۔ جو اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جس نے روحانیت کے تمام منازل طے کرے ولایت و عرفان کا بلند مقام حاصل کیا ہو ۔

(۳) ظواہر ۱ ص ۵۲۹ ۔

* * * * *

بنوں کے مقام پر پیدا ہوئے[2] ۔ اور ۱۱۰۸ھ / ۱۶۹۶ء میں مٹہ مغل خیل (ضلع پشاور) میں وفات پائی[1] ۔

سیّد محمّد قطبؒ فرماتے ہیں کہ ابتدائے جوانی میں آزاد طبع ہونے کے سبب مَیں سیر و شکار کی جانب بہت مائل تھا ۔ اور فقراء و درویشوں کی طرف چنداں رغبت نہیں تھی ۔ اتفاقاً ایک بار حضرت سعدیؒ بنوں تشریف لائے ۔ بے اختیار دل میں ان کی صحبت میں شمولیت کا زبردست میلان پیدا ہوا ۔ اور جو کچھ میری ملکیت میں موجود تھا سب کو بطور نیاز اُن کی خدمت اقدس میں پیش کیا ۔ حضرت سعدیؒ نے اس میں سے ایک تلوار لے کر باقی سب کچھ مجھے واپس کردیا ۔ اور مجھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ :

" مارا به تو کاری است و دیعتے میخواهم به تو سپارم و نعمتے به تو ارزانی دادیم لیکن این اسرار پیش کسے نه گوئی[3] " ۔	تمہارے ساتھ ایک کام ہے اور چاہتا ہوں کہ ایک امانت تجھے سپرد کردوں اور ایک نعمت تجھے دے دوں لیکن یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرو گے ۔

اس گفتگو کے بعد حضرت سعدیؒ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ ۲۳ برس کی عمر میں فلاں، ۲۴ برس کی عمر میں فلاں اور ۲۵ برس کی عمر میں فلاں فلاں کمالات کا ظہور ہوگا ۔ اور اس طرح میری عمر کے ہر سال کے تفصیلی حالات کا بیان کیا ۔ اس وقت میری عمر ۲۲ برس کی تھی ۔ جب آپ ۵۵

---

(۱) عبدالحلیم اثر نے روحانی ترڑون ص ۲۲۲ پر سیّد محمد قطبؒ کا سن پیدائش ۱۰۲۵ھ لکھا گیا ہے مگر اس کے ساتھ میرا اتفاق نہیں کیونکہ سیّد محمد قطبؒ ۱۱۰۸ھ میں فوت ہوئے اور اس وقت ان کی عمر ۵۶ برس تھی ۔ لہٰذا اس حساب سے ان کا سن پیدائش ۱۱۰۸ ـ ۵۶ یعنی ۱۰۵۲ھ برآمد ہوتا ہے ۔

ملاحظہ ہو ظواہر ۱ ص ۵۵۰ ـ ۵۵۳ ۔

(۲) ظواہر ۱ ص ۵۵۰ ـ ۵۵۱ ۔ ملخّصاً

(۳) " " ص ۵۳۰ ۔

برس تک پہنچ گئے - تو خاموش ہوئے اور باقی حصّہ کے حالات کی تفصیل بیان نہ کی - سید محمّد قطبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدیؒ نے اپنے کشف و کرامت سے جو کچھ بیان فرمایا تھا بعینہٖ ہر سال وہی کچھ نمودار ہوتا رہا اور اس میں بال برابر بھی فرق نہیں آیا -

حضرت میاں صاحب چکنیؒ فرماتے ہیں کہ مولانا سیّد محمّد قطبؒ کا اسی ۵۶ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا اور چونکہ حضرت سعدیؒ کو کشف کے ذریعے اُن کی موت کا وقت معلوم ہواتھا لہٰذا ۵۵ سال سے زیادہ کی تفصیل بیان کرنے سے سکوت فرمایا تھا - (۱) واللّٰہ اعلم الاولیاء علیہم الصلوات والتسلیمات -

حضرت سیّد محمّد قطب علیہ الرحمۃ مرتبہ قطبیت سے سرفراز تھے - شیخ سعدیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ -

" محمد قطب " قطب " است اگر عمر شوفا کند " (۲)

یعنی محمد قطب قطب ہے اگر ان کی عمر وفا کرے -

حضرت سعدیؒ آپ کے ساتھ بہت پیار و محبت کرتے اور آپ کو بے پایاں نوازشات سے ممتاز فرمایا تھا - حضرت سعدیؒ خود فرماتے ہیں کہ :

" چنان چہ چہ منبامحمّد قطب کردہ ام ہیچ یکے از اولیاء با کسے نہ کردہ است و شاید بعد ازین هم کسے نہ کند " - (۳)

سید محمد قطبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدیؒ دوران احوال اکثر مجھے یہ فرمایا کرتے تھے کہ -

" ما پیوستہ با تو همراہ می باشیم اما تو مارا نمی بینی " یعنی میں ہمیشہ تیرے ساتھ ہوتا ہوں مگر تو مجھے نہیں دیکھ پاتا -

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۳۳ - (۲) ظواہر ۱ ص ۵۳۴
(۳) " " ص ۵۳۴ -

چنانچہ ایکبار حسبِ عادت مین رات کے وقت صحرا کی جانب چل پڑا - مین ایک ویرانے مین کھڑا تھا کہ اچانک دور سے ایک شیر نمودار ہوا - اور میرے قریب آکر تقریباً ایک قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوگیا - وہ تھوڑی دیر میری طرف دیکھتا رہا اور اس کے بعد لوٹ کر واپس ہوا - مین نے کسی کے سامنے اس واقعے کا اظہار نہ کیا اور کچھ مدت کے بعد بنوں سے لاہور آکر حضرت سعدیؒ کی خدمت مین حاضری دی - دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ :

"ما باتو همراه می باشیم اما تو ما را نمی بینی " -

یاد رکھو اس رات کو جب کہ شیر تمہارے قریب آیا ہوا تھا - مین تمہارے اور شیر کے درمیان حائل ہوا اور اس کے بعد فرمایا کہ :

"زود وقتے آمد کہ چنان با تو همراه باشیم کہ تو هم ما را بہ بینی " (۱)

یعنی بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ مین تیرے همراہ ہون گا اور تو بھی مجھے دیکھے گا -

سیّد محمّد قطبؒ کو اپنے پیر و مرشد کی روحانیت کے طفیل خداوند تعالٰی نے اسرار غیب سے بہت کچھ عطا فرمایا تھا - مولانا موصوف خود فرمایا کرتے تھے کہ -

"دانی همچو پیری را گرفته ام کہ حجابہائے زمین و آسمان را از پیش من برداشته است "

جانتے ہو ایسے پیر (کامل) کا دست گرفتہ ہون کہ زمین و آسمان کے پردے میری نظر کے سامنے سے ہٹا دیئے ہیں -

آپ دو بار پشاور تشریف لائے تھے - حضرت میان صاحب جمکنیؒ فرماتے ہین کہ جب پہلی بار یہان آئے تو مین نے ان کی خدمت مین حاضر ہوکر شرفِ ملاقات حاصل کیا - چند دن بعد مولانا سیّد محمّد قطبؒ نے شہر باجوڑ کا سفر اختیار کیا - ان کے چلے جانے کے بعد مین لاہور روانہ ہوا -

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۵۳۶ -

ایک دن حضرت سعدیؒ نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر توجہ فرمائی اور سید محمد قطبؒ کے بارے میں دریافت فرمایا ۔ میں نے کہا کہ سات ماہ ہوئے کہ پشاور سے نکل آیا ہوں اور میری یہاں روانگی سے پہلے وہ باجوڑ گئے ہوئے تھے ۔ حضرت سعدیؒ بولے کہ ہاں ان کے باجوڑ چلے جانے کی ہمیں اطلاع ہوئی ہے لیکن ان کی واپسی کی خبر نہیں ہوئی ۔ اس سوال و جواب کے چند دن بعد سید صاحب لاہور پہنچ گئے ۔

حضرت سید محمد قطب کی کرامت و تصرف کا ایک واقعہ ۔

اسی سفر کا واقعہ ہے کہ سید محمد قطبؒ بعض مخلص طالبانِ طریقت کی خواہش پر کوہاٹ تشریف لے گئے ۔ مولانا سید کے پاس شہر کوہاٹ کے خاص و عام جمع تھے اور آپ ان کو تلقین طریقہ فرما رہے تھے ۔ کہ ایک شخص سے پوچھا کہ میرے طریقہ کو سمجھ گئے؟ ۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں ۔ یہ سن کر مولانا سید محمد قطبؒ نے جوش میں آکر التفات و تصرف کو کام میں لایا جس کے نتیجہ میں مرد و زن اور خورد و کلاں سب میں ذکر وقوف قلبی کی زبردست تاثیر پیدا ہوئی یہاں تک کہ شیرخوار بچوں نے بھی ذکر وقوف قلبی کے غلبہ سے کئی روز تک پستانوں کو منہ تک بھی نہیں لگایا ۔ یہ دیکھ کر اہلِ کوہاٹ ان کے مطیع و معتقد ہوکر ان کے دائرہ ارادت میں شامل ہوگئے ۔ اس واقعہ کے بعد ان کو الہام ہوا کہ "خودنمائی کرتے ہو" لہٰذا استغفار کرکے خوفزدہ حالت میں پوری عجلت کے ساتھ وہاں سے نکل پڑے ۔

۱۸۰۸ھ مطابق ۱۹۹۶ء کو ربیع الاول کے آخری ایام میں سید محمد قطبؒ شیخ سعدیؒ کی ملاقات کی غرض سے لاہور آئے ۔ ان کے ساتھ ایک بار ملاقات ہوئی اس کے بعد وہ بیمار پڑ گئے ۔ اور ۳ / ربیع الثانی کو رحلت کر گئے ۔ حضرت مولانا سید حضرت سعدیؒ کی وفات سے اتنے غمگین ہو گئے کہ بنوں جانے کا ارادہ ترک کرکے پشاور تشریف لائے اور ان کے دونوں صاحبزادے سید محمد سعیدؒ اور سید محمد عبداللہؒ اس سفر میں ان کے ہمرکاب تھے ۔

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ فرماتے ہین کہ جمعرات کو مولانا سید محمد قطبؒ پشاور پہنچ گئے

مین ان کی خدمت مین حاضر تھا - اپنے پیرو مرشد حضرت سعدیؒ کی جدائی کی وجہ سے بے حد

رنجیدہ خاطر اور پریشان تھے - اور نہایت درد انگیز انداز مین ان کے بعض حالات کا بیان فرما

رہے تھے - دورانِ گفتگو مولانا سید محمد سعیدؒ نے ان سے کہا کہ فلان (یعنی محمد عمر) نے

حضرت سعدیؒ کی منقبت مین ایک مثنوی اور قصیدہ لکھا ہے اور انکی تحسین و تعریف فرمائی -

یہ سن کر سید محمد قطبؒ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ وہ مثنوی اور قصیدہ لاؤ - فقیر (میاں

محمد عمر جمکنی) نے کہا کہ یہان تھین گھر پر چھوڑ آیا ہون ایک لحظہ سکوت کے بعد استفسار

کیا کہ تمہارا گھر دور ہے یا نزدیک - مین نے جواب دیا - نزدیک ہے - تھوڑی دیر سکوت کے بعد

فرمایا کہ جاکر وہ اشعار لےآؤ - مین نے جاکر وہ قصیدہ اور مثنوی لایا اور ان کے سامنے پڑھا -

بہت خوش ہوکر بڑی نوازش فرمائی - تھوڑی دیر کے بعد فرمایا - دوبارہ پڑھئے - چنانچہ مین نے وہ

اشعار پھر ان کے سامنے پڑھ لئے -

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ فرماتے ہین کہ اس کےبعد مین نے خلوت مین مولانا محمد سعیدؒ

سے کہا کہ میری جانب سے جناب سید صاحب کی خدمت مین عرض کیجئے کہ جو کوئی شاہانِ زمانہ کی

مدح سرائی کرتا ہے وہ اچھے انعام کا امیدوار ہوتا ہے - اور فقیر نے ایک ایسے بادشاہ کی مدح لکھی

لکھی ہے کہ ہر دو جہان ان کے قبضہ اقتدار مین تھے - اب جبکہ وہ بادشاہ رحلت کر گئے ہین

آپ ان کے قائم مقام ہین آپ کو ان کے نعمت خانہ سے جو نعمت حاصل ہے اس مین سے اس مدح کے

بدلے مین کچھ حصہ عنایت فرمائیے -

مولانا محمد سعیدؒ نے جب اپنے والد بزرگوار کے سامنے یہ درخواست پیش کی تو بے حد خوش

ہوئے اور فرمایا کہ ضرور اچھا بدلہ دین گے اور ان کو خوش کرین گے —— حضرت میاں صاحب جمکنیؒ

فرماتے ہین کہ یہ سردی کا موسم تھا - ایک رات تمام لوگ سوئے ہوئے تھے - آدھی رات کا وقت تھا

حضرت سید محمد قطبؒ حجرہ سے باہر تشریف لائے ۔ اس وقت فقیر (محمد عمر) باہر دالان میں سویا ہوا تھا ۔ یہ دیکھ کر نہایت اضطراب کی حالت میں اٹھا ۔ دل میں خیال کیا کہ شاید ان کو پانی کی ضرورت ہے ۔ لہٰذا ان کی خدمت میں دوڑا ۔ حضرت سید محمد قطبؒ وہیں چھت کے کنارے تشریف فرما ہوئے اور فرمایا بیٹھ جاؤ ۔ اس کے بعد فرمایا کہ محمد عمر! تجھے صنعت اکسیر سکھاتا ہوں ۔ یہ حلال روزی کمانے کا ایک ذریعہ ہے ۔ اس کے ذریعے اچھے طریقے سے گزر اوقات کیا کرو نیز فرمایا کہ حلف اٹھاؤ کہ کسی دوسرے کو اس راز سے آگاہ نہ کروگے ۔ فقیر نے کہا کہ جناب کا یہ منع کرنا حلف اٹھانے کے مترادف ہے ۔ نیز میں نے کہا کہ ان ابیات لکھنے سے میرا مقصد مذکورہ صلہ طلب کرنا نہیں تھا بلکہ طریقہ سلوک و طریقت کا استفادہ چاہتا تھا ۔ انہوں نے متوجہ ہوکر فرمایا کہ دونوں کام ہو جائیں گے ۔

چند دن بعد حضرت سید محمد قطبؒ باجوڑ کی جانب روانہ ہوئے ۔ سید محمد سعیدؒ ان کے ہمراہ تھے اور اپنی روانگی سے پہلے سید محمد عبداللہ اور ان کے خالہ زاد بھائی مولانا عبدالنبی کو بعض محبین کی درخواست پر کوھاٹ روانہ فرمایا ۔

جب سید محمد قطبؒ باجوڑ پہنچے تو وہاں کے حاکم حاتم جان[1] نے ان کی تشریف آوری کو غنیمت جان کر ان کی خدمت اور مہمانداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۔

ایک دن مولانا سید اکیلے صحرا کی جانب تشریف لے گئے یہاں تک کہ ایک نہر کے کنارے پہنچ گئے ۔ وہاں ایک عورت غسل کر رہی تھی ۔ یہ دیکھتے ہی نہایت عجلت کے ساتھ واپس لوٹنا چاہا مگر راہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک اونچی جگہ سے گر پڑے اور چوٹیں آئیں اپنی قیام گاہ پہنچ کر بیمار ہوئے اور بیماری کی حالت میں وہاں سے روانہ ہوکر پشاور آئے اور علاقہ دوآبہ (تحصیل چارسدہ) میں مٹہ مغل خیل کے مولانا محمد فاضل پاپینیؒ کے ہاں قیام فرمایا ۔ اور وہیں پر ۱۷/ رجب

---

(۱) حاتم جان کے حالات معلوم نہیں ہوسکے ہیں ۔

۱۱۰۸ھ مطابق ۱۶۹۶ء کو واصل الی اللہ ہوئے - انا للہ وانا الیہ راجعون -[1]

حضرت مولانا محمد سعیدؒ فرماتے ہین کہ ایک روز حضرت سعدیؒ نے سید محمد قطبؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ -

"ما و شما دو یک سال بہ مکہ خواہیم رفت"	یعنی مین اور تو دونون ایک سال مین مکہ جائین گے -[2]

آخر کار یہی ہوا اور یہ دونون بزرگ ایک ہی سال مین رحلت فرماگئے -[3]

حضرت حاجی عبداللہؒ (المعروف حاجی بہادر کوہاٹیؒ) کے ساتھ نہایت گہرے تعلقات تھے اور حاجی عبداللہؒ اپنے پیر و مرشد حضرت سید آدم بنوریؒ کی اولاد مین سے ہونے کے سبب ان کا بے حد احترام کرتے تھے - اور ان کی درخواست پر کئی بار کوہاٹ تشریف لاتے تھے -[3]

---

(۱) یہ تفصیلات ظواہر ا ص ۵۴۴ - ۵۵۰ سے ماخوذ ہین -

(۲) ظواہر ا ص ۵۵۱ - مکہ جانے سے ان کا مطلب موت کی طرف اشارہ تھا -

(۳) تحفۃ السالکین (قلمی) از محمد درویش بن عبداللہ بن عبدالعلی لاہوری ص ۱۲۱ - ۱۲۲ - ملکہ مملوکہ مولانا امیر شاہ قادری یکہ توت پشاور شہر -

سیدؒ محمد قطبؒ کا مزار بنور مین ہے یا کوہاٹ مین - ایک تحقیق -

عبدالحلیم اثر اپنی کتاب "روحانی تڑون" کے صفحہ ۶۲۷ پر لکھتے ہین کہ "وفات کے بعد سید محمد قطبؒ کی لاش کو کوہاٹ لے جایا گیا اور وہین حضرت حاجی بہادر کوہاٹیؒ کی قبر کے متصل ان کو دفنایا گیا -" نیز لکھتے ہین کہ " حاجی بہادر کوہاٹی کے مزار کے احاطے مین جو دو قبرین موجود ہین ان مین سے مغربی جانب کو حضرت سید محمد قطبؒ اور مشرقی جانب کو حاجی بہادرؒ کی قبر واقع ہے " -

مولف موصوف کا یہ بیان خلافِ واقعہ ہے اس لئے کہ حضرت میان صاحب جمکنیؒ اور مولانا

عبدالغفور پشاوری جو سید محمد قطبؒ کے پشاور میں بطور امانت دفنانے اور پھر دوبارہ نکال کر بنور لے جانے کے موقعہ پر موجود تھے - دونوں کے بیانات سے اس کی تردید ہوتی ہے -

حضرت مولانا عبدالغفورؒ فرماتے ہیں کہ سید محمد قطبؒ کے یہاں پشاور میں دفنانے کے وقت میں خود موجود تھا اور جب ان کو قبر میں رکھا گیا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ -

" حضرت بر زمین فرو بردند و معدوم شدند " -

(حضرت زمین میں نیچے چلے گئے اور معدوم ہوگئے)

اور جب حضرت سید محمد قطبؒ کی نعش مبارک کو ہندوستان لے جانے کے لئے قبر سے نکالا جارہا تھا تو اس وقت بھی میں موجود تھا اور دیکھا کہ حضرت سید محمد قطبؒ نے زمین سے خود بخود سر اٹھایا - (ظواہر ۱ ص ۵۵۰)

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے - فرماتے ہیں کہ حضرت سید محمد قطبؒ کا وصال ہوا تو اسی رات مولانا محمد سعیدؒ کو خواب میں ظاہر ہوکر فرمایا کہ -

"مرا بہ وطن خواہی برد " -

اس اشارت کے بعد مولانا سعیدؒ ان کو بنور لے جانا چاہتے تھے مگر ان کی رحلت کے بعد تین روز تک مسلسل موسلا دھار بارش ہوتی رہی - مولانا کے محبین و مخلصین نے سید محمد سعیدؒ سے درخواست کی کہ مولانا سید محمد قطبؒ کو یہاں دفن کیا جائے اور یہ ہمارے لئے باعث سعادت ہوگا مگر مولانا محمد سعیدؒ نے ایسا کرنے سے انکار فرمایا اور اسی شدید بارش ہی میں ان کی نعش کو پشاور لایا گیا اور بطور امانت حضرت شیخ حبیب پشاوریؒ (المتوفی ۱۰۹۳ ھ) کے مزار کے احاطہ میں دفن کر دیا اور چند ماہ بعد ان کو اپنے آبائی وطن بنور میں منتقل کر دیا - فرماتے ہیں کہ

"وبعد از دہ ماہ یا یازدہ ماہ ایشان را بہ بنور بردند و درآنجا درقبہ والد ایشان حضرت سید خواجہ محمد علیہ الرحمۃ دفن کردند "	دس گیارہ مہینے کے بعد آپ کی میت کو بنور لے گئے اور وہاں ان کے والد خواجہ محمد علیہ الرحمۃ کے قبہ میں ان کو دفن کر دیا گیا -

(ظواہر ۱ ص ۵۴۹ - ۵۵۰)

مذکورہ بیانات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مولانا سید محمد قطبؒ کا مزار مبارک

محمد یحییٰ سرالاعظم، شیخ [۱]

قطب هفت اقلیم شیخ رهنما
شیخ یحییٰ بندهٔ خاص خدا
مخزن لطف و عنایات خدا
غوث اعظم خواجهٔ هر دو سرا
فرق او بر تو خود از عرش بلند
از امامت در خلافت بهره مند
مظهر آیات و محبوب خدا
کان علم و معدن صدق و صفا
مرشد اهل حقیقت کعبهٔ اهل طلب
هر کجا صدیق ازو بردہ ادب
هر یکے راز اولیاء شانے نکوست
گردن شان لیک زیر پای اوست
کوئی رشد قبلهٔ اهل طلب
باش واقف روی او مرآت رب
فیضیاب از لطف او قدو سیان
طعمهٔ خوار از دست او آفاقیان
دیدهٔ اهل جهان را نور ازو
منکران را دیدهٔ دل کور ازو (۱)

═ بنور میں واقع ہے نہ کہ حضرت حاجی بہادر کوہاٹی کے احاطۂ مزار میں ـ واللہ اعلم ـ

(۱) ظواهر السرائر ۲ ص ۵۰۲ ـ ۵۰۳

" کاشفِ اسرارِ گزیدہ " احوارِ قطب الملة والدین غوث الخلائق و اھل یقین امام الاولیاء خلیفه ربّ العالمین " سرالاعظم ابو اسماعیل حضرت شیخ محمّد یحییٰ رحمۃاللہ علیہ

حضرت میان صاحب چھکّی نے جن علماء و مشائخ سے فیض حاصل کیا ھے ان مین سے حضرت سعدی لاھوری کے بعد دوسری نمایان شخصیت حضرت شیخ محمّد یحییٰ کی ھے - آپ کا نام محمد یحییٰ کنیت ابو اسماعیل اور لقب سر الاعظم تھا - حضرت جی اٹک کے نام سے مشہور ھین - ۱۰۲۳ ھ مطابق ۱۹۳۳ ء کے حدود مین اٹک کے مضافات مین پیدا ھوئے اور ۱۱۲۶ ھ مطابق ۱۷۱۲ ء سے پہلے پہلے اٹک کے مقام پر داعی اجل کو لبیک کہا - (۱)

---

(۱) عبدالحلیم اثر صاحب نے اپنی کتاب " روحانی تڑون " کے صفحہ ۶۸۳ پر شیخ محمّد یحییٰ کا سن پیدائش ۱۰۲۴ ھ مطابق ۱۶۱۵ ء مقام پیدائش سرھند اور سن وفات ۱۱۳۱ ھ مطابق ۱۷۱۸ ء بتایا ھے - راقم الحروف کے نزدیک یہ تینون باتین محلِ نظر ھین - اس لئے کہ شیخ محمد یحییٰ خود فرماتے ھین کہ سید آدم بنوری کی وفات کے وقت مین سن بلوغ کو نہین پہنچا تھا چونکہ سید آدم بنوری ۱۰۵۳ ھ مطابق ۱۶۴۳ ء مین وفات پا چکے ھین پس اگر ھم اس وقت ان کی عمر ۱۳ سال یعنی فرض کو لیتے ھین تو اس حساب سے بھی ان کا سن پیدائش (۱۰۵۳ ھ - ۱۳) ۱۰۴۰ ھ مطابق ۱۶۳۰ ء برآمد ھوجائے گا - لہٰذا اس بیان کی روشنی مین یہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ھے کہ ۱۰۲۴ ھ مطابق ۱۶۱۵ ء ان کا سنِ پیدائش قطعاً مقرر نہین کیا جاسکتا - اور جہان تک آپ کی جائے پیدائش کا تعلق ھے تو اس سلسلے مین یہ بات یقینی ھے کہ آپ کے آبا و اجداد اٹک کے گردو نواح مین مستقلاً آباد تھے - اور عرصہ دراز سے وھان پر سکونت رکھتے تھے - لہٰذا قرینِ قیاس بات یہی ھے کہ آپ اٹک ھی کے مضافات مین پیدا ھوئے ھین نہ کہ سرزمین سرھند مین -

اس کے علاوہ مؤلف موصوف نے شیخ محمد یحییٰ کا جوسن وفات تحریر کیا ھے راقم الحروف کی نظر مین وہ بھی درست نہین ھے کیونکہ ایک معاصر عالم محمد غوث قادری جن کی ملاقات شیخ محمد یحییٰ کے ساتھ ثابت ھے - ۱۱۲۶ ھ مین اپنی کتاب " رسالہ غوثیہ " مین لکھتے ــــ

حضرت سرالاعظمؒ کا خاندان زمانہ قدیم سے خیر و برکت اور صلاح و فلاح کا خاندان رہا ہے اور اپنے وطن میں "خاندان شیخان" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا - اس میں مسلسل صاحبانِ کشف و کرامت اولیاء اللہ گزرے ہیں اور ہمیشہ سے خاص و عام کا مرجع رہا ہے -

آبا و اجداد

آپ کا آبائی وطن ماوراء النہر ہے اور مغل نسل کے جغتائی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں - اپنے آبائی وطن سے مہاجرت اور سرزمین پنجاب میں سکونت اختیار کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ قدیم میں ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی کو راہ سلوک کی فکر دامنگیر ہوئی اور فقیری و درویشی کی طلب میں اپنے وطن مالوف سے نکل کر پیر طریقت کی تلاش و جستجو میں چل پڑا - کافی جدوجہد کے بعد پنجاب پہنچ کر ایک ولی جو لوہاری کا کاروبار کرتے تھے سے ملاقات ہوئی - اس نے اس ولی کے ساتھ قیام کیا اور اس کی خدمت کو اپنا پیشہ بنا کر ان کے شرف صحبت سے اور توجہ و التفات سے ولایت و عرفان کا مقام حاصل کیا - حصولِ کمال کے بعد اس ولی نے اپنی صاحبزادی اس کے ساتھ بیاہ دی اور بعد ازاں اس نے ترک وطن کرکے ملک پنجاب میں اٹک سے آٹھ میل دور "سرواله" کے مقام پر سکونت اختیار کرلی - اور اس وقت سے لوہاری کا لقب اور کاروبار ہمارے خاندان میں چلا آرہا ہے -

---

ہیں کہ "شیخ یحییٰ از افرادِ زمانہ بودند ــــ ذکر قلبی در صحبت ایشان غالب بود و حبس نفس بسیار می کردند و در ورع و ریاضت ممتاز بودند" - اس عبارت میں مولانا محمد غوثؒ نے شیخ محمد یحییٰ کے لئے ماضی کے صیغے استعمال کئے ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء سے پہلے پہلے رحلت کر گئے تھے - واللہ اعلم

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ظواہر ۱ ص ۶۲۱ - ۶۲۲) اور رسالہ غوثیہ (قلمی) ص ۵۲ - ۵۳ - ۵۷)

******

شیخ محمد یحییٰ کے پردادا کا نام شیخ ہویاؒ ہے ۔وہ اپنے وقت میں مرجع خلائق بزرگ گزرے ہیں اور اپنے آباو اجداد سے نسبتِ طریقت حاصل تھی ۔لوہاری کا کاروبار کرتے تھے اور اپنے مشرب کو پوشیدہ رکھنے کے لئیے اسی پیشہ لوہاری ہی کو اخفاء حال کا ذریعہ بنائے ہوئے تھے ۔

آپ کے دادا شیخ الیاسؒ بھی خدارسیدہ بزرگ تھے ۔علوم باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے تھے ۔اپنے والد کی طرح اخفاء حال میں بےحد کوشش کرتے تھے مگر اس کے باوجود روزانہ کثیر تعداد میں لوگ آکر ان کے گرد جمع رہتے اور ان کی روحانیت کے فیضان سے سیراب ہوجاتے تھے ۔ فنا فی اللہیت اور انفاق فی سبیل اللہ جیسی صفات حمیدہ میں ان کو درجہ کمال حاصل تھا ۔شیخ موصوف کاشتکاری کا کاروبار کرتے تھے اور جو بھی غلہ پیدا ہوتا تھا فقراء و مساکین پر خرچ کرتے تھے ان کا دسترخوان ہر وقت بچھا رہتا تھا اور موضع " سرواله " سے جس کسی کا گزر ہوتا تھا تو جوکچھ موجود ہوتا اس کے سامنے رکھ دیتا تھا ۔

شیخ الیاسؒ نے خدمتِ خلق کو اپنی زندگی کا مشن بنایا تھا اور مخلوق خدا کی حاجت براری میں حد درجہ کوشش فرماتے اور جب تک دوسروں کا کام پورا نہ ہوتا اس وقت تک اپنے کام کو ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے ۔

آپ بلاناغہ روزانہ اپنے آدمی ساتھ لے کر بہت سی روٹیاں اور چند کوزے لسّی لے جاتے اور سرِ راہ بیٹھ کر راہگیروں کو کھلایا کرتے تھے ۔ (۱)

سلطان جہانگیر المتوفی ۱۰۳۷ھ مطابق ۱۶۲۷ء کا زمانہ تھا ۔ ایکبار ان کے ساتھ ملاقات ہوئی ۔بادشاہ ان کی صحبت سے بےحد محظوظ ہوئے اور مدد معاش کے لئیے موضع سرواله کے قریب ایک وسیع قطعۂ اراضی ایک شاہی فرمان کے ذریعے ان کو بطور جاگیر عنایت فرمایا ۔ (۲)

---

(۱) یہ تفصیلات ظواہر السرائر ۱ (قلمی) کے صفحات ۶۲۱ - ۶۲۲ سے ملخصاً ماخوذ ہیں ۔

(۲) ظواہر ۱ ص ۶۲۵ ۔

حضرت سوالاعظمؒ کے والد بزرگوار شیخ پیرو دادؒ اپنے آباء کرام کے پیروکار پابند شریعت بزرگ تھے ۔حضرت سوالاعظم ابھی کمسن تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا ۔والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ اپنے دادا شیخ الیاس کی آغوش تربیت میں رہے ۔

حضرت سوالاعظمؒ فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار کی وفات کے بعد دادا نے میری پرورش و تربیت کا بیڑا اٹھایا ۔اپنے تمام اہل و عیال سے زیادہ میرے ساتھ پیار و محبت کرتے تھے ۔اور امور زراعت کے لئے کھیتوں میں جانے کا ارادہ کرتے تو مجھے گھوڑی پر بٹھا کر ساتھ لے جاتے تھے ۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں کو منع فرمایا تھا کہ کوئی اسوقت ان کے احوال میں مزاحم نہ ہو مگر مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر ہدایت فرمائی کہ میرے چہرے کی طرف دیکھتے رہو اور اپنے صاحبزادوں کو حکم دیا تھا کہ جب یحیٰی چاہے کہ میرے چہرے کو دیکھے تو اس کو منع نہ کرو ۔اور اگر لحد میں بھی میرا دیدار کرنا چاہے تو بھی اس کو اجازت ہے ۔حضرت سوالاعظمؒ کا بیان ہے کہ یہی وجہ ہے کہ لحد میں رکھے جانے کے بعد بھی مجھے اس کا شرف دیدارؒ حاصل ہوا اور اسوقت میں سن بلوغ کو نہیں پہنچا تھا ۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ مدینہ منورہ میں حضرت سید آدم بنوریؒ کا وصال ہو چکا تھا ۔ اور ان کے بعض اصحاب و احباب پنجاب آئے تھے ۔جن کی زبانی ان کے بعض کمالات و کرامات کے سننے کا اتفاق ہوا جس کی وجہ سے ان کے ساتھ اخلاص اور محبت و شوق کا جذبہ دل میں جاگزین ہو گیا اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا گیا ۔اور ان کی صحبت کی عدم دریافت کی وجہ سے ندامت و پشیمانی بڑھتی رہی چنانچہ میں گھر سے نکلا اور ہر شہر و ملک کا چکر کاٹتا رہا تاکہ سید آدم بنوریؒ کی طرح کوئی شیخ و پیر تلاش کروں ۔ معلوم ہوا کہ کشمیر میں ایک شیخ موجود ہے ۔اس کی خدمت میں حاضری دی دیکھا کہ تمباکو نوشی کر رہا ہے لہٰذا اس کو سلام بھی نہیں کیا اور واپس لوٹ آیا ۔اس کے بعد یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اگر سید آدم بنوریؒ کے کسی مرید و خلیفہ کے

ہاتھ پر بیعت نصیب ہوئی یہ بھی میرے لئے سعادت عظمیٰ ہوگی - چنانچہ اس خیال سے جہاں کہیں کسی شیخ و پیر کے بارے میں اطلاع ملتی اس کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن اطمینان قلب حاصل نہ ہوتا لہٰذا وقت موعود کا انتظار کرتا رہا - (۱) (۲)

ابتداء میں حضرت مجدد الف ثانی رح کے فرزند عروۃ الوثقیٰ حضرت مولانا محمد معصوم رح کے مرید و خلیفہ شیخ تِلّا رح کی صحبت سے استفادہ کیا اور ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ سعدا رح کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت سعدی رح کی التفات و توجہ کی برکت سے پہلی ہی ملاقات میں درجہ کمال عطا فرمایا - (۳) (۴)

---

(۱) مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں سر الاعظم محمد یحییٰ زنگی کی زبانی شیخ سعدی لاہوری رح کے مناقب کا بیان کیا ہے اور سرالاعظم محمد یحییٰ زنگی کو سید آدم بنوری رح کا خلیفہ بتایا ہے اور عبدالحلیم اثر صاحب نے اپنی کتاب روحانی تڑون میں اس کا حوالہ دیا ہے -

خزینۃ الاصفیاء کے مذکورہ بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ زنگی کی حضرت سید آدم بنوری رح کے ساتھ ملاقات نہیں ہوئی ہے اس لئے ان کی خلافت کا سوال پیدا نہیں ہوسکتا - ممکن ہے کہ یہ سرالاعظم محمد یحییٰ زنگی کوئی اور ہو ان کے بیانات کو حضرت جی اٹک رح کی طرف منسوب کرنا صرف سوء تفاہم ہی کا نتیجہ ہوسکتا ہے - واللہ اعلم -

(۲) ظواہر ۱ ص ۶۳۲ -

(۳) شیخ تِلّا ایک مستجاب الدعا اور عالم و فاضل بزرگ تھے اور قلعہ اٹک کے گرد و نواح میں قیام پذیر تھے - حضرت سرالاعظم کے والد بزرگوار شیخ پیر داد نے بھی ان سے روحانی استفادہ کیا تھا - حضرت سرالاعظم فرماتے ہیں کہ شیخ تِلّا نے نہایت فصیح و بلیغ انداز میں بزبان پنجابی سورہ یوسف کا منظوم ترجمہ کیا تھا - دیگر حالات تاحال پردہ خفا میں ہیں -
(ملاحظہ ہو ظواہر ۱ ص ۶۳۲ - ۶۴۰)

(۴) ظواہر ۱ ص ۶۳۸ -

حضرت سرالاعظم حضرت سعدی کے محبوب و مقبول ۔ منظور و مخصوص اور عاشق و محرم اسرار خلیفہ اکبر تھے ۔ حضرت میان محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ حضرت سعدی کی التفات و عنایت کا اثر ہے کہ آج حضرت سرالاعظم ایک مظہر آیات اور مجمع کرامات کامل و مکمل ولی ہین ۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت و ترویج مین مصروف ہین اور ان کے مخلص اور نیازمند احباب و اصحاب کو امید ہے کہ ان کے وجود کی برکت سے یہ سلسلہ تا قیام قیامت قائم رہے گا ۔

حضرت سرالاعظم خود بھی فقر و تجرد کی صفات عالیہ سے متصف تھے اور دیگر فقراء کے ساتھ بھی بہت محبت و ایثار کا مظاھرہ کرتے تھے ۔

آپ اخفاء احوال کا بے حد اہتمام کرتے اور کوشش کرتے کہ بال برابر بھی احوال مین سے کوئی چیز ظاھر نہ ہونے پائے اور مبادی حال کی جو باتین اپنے محبین صادقین کو ظاھر کردی ہین وہ اشارہ ربانی یا واما بنعمۃ ربک فحدث کی تعمیل کے طور پر ہین کیونکہ اولیاء اللہ اپنے کمالات کا جو اظہار کرتے ہین وہ شکراً ہوتا ہے نہ کہ ریاءً و افتخاراً ۔ (۱)

آپ نہایت عابد و زاھد بزرگ تھے اور بے حد ریاضت و عبادت فرماتے تھے ۔ شیخ محمد شمس آبادی کے صاحبزادے محمد یوسف کا بیان ہے کہ مین شیخ سعدی کے ساتھ کشتی مین بیٹھ کر دریائے اٹک کو عبور کررہا تھا کہ اچانک شیخ یحییٰ ظاھر ہوئے جو آنحضرت کی ملاقات کے لئے آرہے تھے ۔ حضرت سعدی نے اس موقع پر ان کے کمال ریاضت اور محنت شاقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ :

(۲)

سبحان اللہ این عزیز چہ گذران دارد"	سبحان اللہ یہ عزیز کیا گذر اوقات کرتے ہین ۔

---

(۱) ظواھر ۱ ص ۶۳۸ ۔
ایضاً ملاحظہ ہو بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی پارہ ۳۰ سورہ والضحی ۔
(۲) ظواھر ۱ ص ۶۳۸ ۔

حضرت سرالاعظم فرماتے ہین کہ ایکبار (۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵ء) مین لاہور گیا اور دوسرے احباب و رفقاء کے ساتھ شیخ سعدی کی مسجد مین مقیم ہوا - ایک رات ہمارے پاس تشریف لائے اور مجھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ : جاگ رہے ہو - مین نے کہا - ہان - فرمایا

"بیداری متضمن سعادت جاودانی است هر کسے را میسر نمی شود" -	بیداری مین سعادت جاودانی ہے ہر شخص کو یہ میسر نہین ہوتی -

اس کلام کے بعد مجھے تھوڑی دیر سونے کی ہدایت فرمائی -

حضرت سرالاعظم نے ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء مین ایک بار ایک مجلس مین فرمایا -

"حالاً پنج سال است کہ از راہ بشریت بہ خواب می رویم و پیش ازان چند سال بہ خواب نہ رفتہ بودیم" (۱) -	اب پانچ سال ہوئے کہ از راہ بشریت سوتا ہون اور اس سے چند سال قبل نہین سوتا تھا -

حضرت سرالاعظم قولاً فعلاً اور حالاً شریعت محمدی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے تابع اور سنتِ نبوی کے پیروکار پیر و مرشد تھے - حضرت میان صاحب جمکنی ان کے احوال کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین -

"حضرت خدمت مولانا پیوستہ شرف قبول و وصول صحبت پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم دارند و ہمیشہ افعال و اقوال ایشان بہ متابعت شریعت غرّا و اطوار و احوال ایشان بہ مطابقہ بیضا است و بر جادۂ شریعت مقیم و بر سجادۂ طریقت مستقیم اند" (۲) -	حضرت سرالاعظم ہمیشہ حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے شرف قبولیت اورآپ کی صحبت کے شرف سے مشرف ہوتا ہے - ہمیشہ آپ کے تمام اقوال و افعال اور آپ کے تمام احوال و اطوار شریعت بیضا کے موافق ہوتے ہین اور ہمیشہ موقف راہ شریعت پر ثابت قدم اور سجادۂ طریقہ پر مستقیم رہتا ہے

(۱) ظواہر ۱ ص ۶۸۷ - (۲) ظواہر ۱ ص ۶۲۸ -

ایک اور معاصر صوفی عالم حضرت مولانا محمد غوث قادری ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین -

"شیخ یحییٰ از افراد زمانه بودند... (۱) و در ورع و ریاضت ممتاز بودند و از غیر حق اعراض کلی داشتند چنانچه خاک و طلا و شاه و گدا در نظر او مساوی بود و سوائی یاد حق فرصت نه داشتند و کسی را در مجلس ایشان مجال سخن نه بود هر که می آمد بے اختیار ساکت می شد و توجه به یاد حق می نمودند و خوارق ایشان اکثر بظهور می آمدند و گاهی بر چارپائی خواب نکردند و بالین زیر سر نه نهادند و از وضوء عشاء نماز صبح می خواندند" - (۲)

حضرت شیخ یحییٰ افراد زمانه مین سے تھے — ریاضت و ورع مین ممتاز تھے اور غیراللّٰہ سے کلی اجتناب کرتے تھے چنانچہ خاک و سونا اور شاہ و گدا آپ کی نظر مین برابر تھے اور سوائے یاد حق کے دوسرے کامون کے لئے فارغ نہ تھے - آپ کی مجلس مین کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ تھی جو کوئی بھی آپ کی مجالس مین آتا تھا بے اختیار خاموش ہو جاتا تھا اور یاد حق کی طرف متوجہ ہوجاتا تھا - آپ سے اکثر کرامات ظاہر ہوتے تھے - چارپائی پر کبھی نہین سوتے تھے اور تکیہ سر کے نیچے نہین رکھتے تھے - اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے -

---

(۱) رسالہ غوثیہ از محمد غوث قادری (قلمی) ۱۱۲۶ ھ ورق ۵۷ ریکارڈ آفس لائبریری پشاور - متوفی ۱۱۵۲ ھ

(۲) رسالہ غوثیہ از محمد غوث قادری (متوفی ۱۱۵۲ ھ) (قلمی) ورق ۵۲ - ۵۳ -

نوٹ) مذکورہ رسالے کا دوسرا (قلمی) نسخہ مولانا امیرشاہ قادری یکہ توت پشاور شہر کے کتب خانہ مین محفوظ ہے -

******

ذکر نفی و اثبات به طریق حبس نفس ۔	حضرت سرالاعظم کو طریقہ نقشبندیہ مین حبس نفس یا حبس دم کے ساتھ ذکر نفی و اثبات کرنے مین ممتاز حیثیت حاصل تھی ۔آپ

خود فرماتے کہ مین ایکرات کو صرف چار سانس مین گزارتا تھا اور ہر سانس مین تقریباً سات ہزار بار ذکر نفی و اثبات کیا کرتا تھا اور ارادہ تھا کہ ایک ہی سانس مین ساری رات گزارون ۔مگر جب اپنے پیر و مرشد حضرت سعدیؒ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا ۔یہ کافی ہے اس سے زیادہ دماغ مین خلل پیدا کرتا ہے ۔ (۱)

آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیر طریقت کی تمام خصوصیات و صفات سے مزین فرمایا تھا ۔ حضرت میان صاحب چمکنیؒ لکھتے ہین کہ :

"وجود مبارک سرالاعظم را غنیمت روزگار باید دانست و فی الحقیقۃ آنست کہ حضرت ایشان علیہ الرحمۃوالرضوان باز از سر نو در دنیا ظہور کردہ اند بعد از آنکہ از دنیا رحلت کردہ بودند "۔ (۲)	حضرت سرالاعظم کے وجود مبارک کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدی رحلت کرنے کے بعد دوبارہ دنیا مین ظاہر ہوکر آئے ہین ۔

آپ نے ساری عمر خلق خدا کے ارشاد و ہدایت مین گزاری اور اس طرح ان کے نور معرفت

---

(۱) ظواہر السرائر ۱ ص ۶۶۴ ۔ حضرت میان صاحب چمکنیؒ نے حضرت شیخ یحییٰؒ کے حبس دم کا یہ حال ۱۱۱۲ھ مطابق ۱۷۰۰ء مین قلمبند کیا ہے ۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی آخری عمر مین اس طریقہ ذکر مین اور بھی ترقی حاصل کی تھی ۔کیونکہ ایک معاصر صوفی مولانا محمد نوث ۱۱۲۶ھ مین حضرت سرالاعظم کے چشم دید احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ :

" ذکر قلبی در صحبت ایشان غالب بود و حبس نفس بسیار میکردند چنانچہ در تمام شب یک دو نفس می کشیدند " (ملاحظہ ہو رسالہ نوثیہ (قلمی) ورق ۵۲ ریکارآفس لائبریری پشاور)

سے هزاروں بندگانِ خدا کے تاریک سینے منور هوئے ۔

در ایوانِ جهان آن نیک معنیٰ

بود یک نیک بختے صحبه آرا

درین صحبه ز نورِ روئے یحییٰ

(۱)
بود روشن چراغ اهلِ معنیٰ

حضرت سرالاعظم فرماتے هین که ابتدائے احوال کے زمانے میں میرے گھر مین پانچ سو روپیه نقد اور بہت زیادہ غله موجود تھا ۔ایکرات خواب مین ایک بزرگ حاضر هوا اور مجھے مخاطب هوکر فرمایا که جو کچھ تو تلاش کرتا هے اور جو کچھ تو رکھتا هے ایک دوسرے کی ضد هے اور هرگز یه دونوں اضداد جمع نہین هوسکتے ۔نیز دیکھا که ایک عظیم دریا هے جس کے کنارے بہت سی غلاظت هے اور اس غلاظت و نجاست کی دوسری طرف ایک خوبصورت نوجوان کھڑا هے جو حسن و خوبی کی تمام صفات سے آراسته و پیراسته هے ۔اس بزرگ نے مجھے فرمایا که یه دریا دریائے تجرید هے اور وه نجاست نجاست دنیوی هے جب تک اس نجاست کو اس دریا مین نه بہایا جائے اس نوجوان خوش خصال تک پہنچنا محال هے ۔اور اس نوجوان سے مراد حضرت پیغمبر صلی اللّٰه علیه وسلم کی صحبت هے ۔مین اس واقعه سے بہت متنبه هوا اور دل مین سوچتا رها ۔دوسری رات دوباره وه بزرگ حاضر هوا اور فرمایا که ابھی تک دنیا کو ترک نہین کیا هے ۔مین نے کہا که مشائخ متقدمین مین سے بہت سے حضرات ایسے هین جو بہت سے مال و دولت کے مالک تھے ۔ اس کے باوجود نه توان کے مرتبه مین کچھ فرق آیا اور نه ان کے کمالات کو کچھ نقصان پہنچا ۔اس بزرگ نے خواب مین کہا که مشائخ مین سے جو کوئی دنیا مین مبتلا هوجاتا هے اگر چه دنیا کی جانب قلبی میلان نه بھی رکھتا هو مگر پھر

---

(۲) == ظواهر السرائر ۱ ص ۶۹۳ ۔

*****

(۱) ظواهر السرائر ۲ ص ۵۰۳ ۔

بھی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوام صحبت سے محروم رھتا ھے اور بقدر گرفتاری آپ کی صحبت سے حجاب واقع ھوتا ھے -اور اگر کبھی شرف صحبت حاصل بھی ھو تو وہ ورا حجاب ھوا کرتی ھے -اور جو کوئی چاھتا ھے کہ ھر وقت اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ھو اور آپ کی صحبت کے درمیان حائل تمام حجابات بصر و بصارت سے ھٹ جائیں تو اسے چاھئے کہ وہ اصلاً و قطعاً دنیا کے ساتھ تعلق نہ رکھے -

تو خدا خواھی و ھم دنیا ی دون

این خیال است و محال است و جنون

نیز اس بزرگ نے فرمایا کہ بعض مشائخ طریقت سے منقول ھے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کی کہ " رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلکاً " (اے میرے پروردگار میرا قصورعظ معاف فرما اور مجھے بادشاھت عطا فرما) تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرماکر ایک عظیم سلطنت عطا عنایت فرمائی مگر جب ان کو ملک و سلطنت کی آفت کا علم ھوا تو فرمایا کرتے تھے کہ :

لا یَنبَغِی لاحدٍ مِنبعدِی (1) (میرے بعد کسی کو میسر نہ ھو)

حضرت سرالاعظم فرماتے ھیں کہ جب میں خواب سے بیدار ھوا تو اپنے گھر آیا اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا سب کو اپنی ملکیت سے نکال دیا - (۲)

اس واقعہ کے چند دن بعد میں تزکیہ باطن کی خاطر سفر پر روانہ ھوا اور ھر ملک وشہر کا چکر لگایا - جب واپس اپنے وطن آیا تو اچانک بڑی وبا پھیل گئی جس کے نتیجہ میں سوائے ایک فرزند محمّد اسماعیلؒ اور دو لڑکیوں کے تمام اھل خانہ اس وبا کی نذر ھوگئے-بچے کم سن تھے -میں

---

(۱) پوری آیت یوں ھے - قال رب اغفرلی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب - (سورہ ص ۳۸ آیت ۳۵)

(۲) ظواھر ۱ ص ۶۲۰ - ۶۲۱ -

بہت حیران و پریشان ہوگیا خود محنت و مشقت کرتا اور جو روپیہ دو روپیہ کماتا اس سے گندم خریدتا اور خود چکی میں پیس کر بچوں کو کھلایا کرتا تھا۔ان دنوں میں لاہور میں بہت آمدو رفت کرتا تھا حضرت سعدیؒ بچوں کی خدمت کی بہت تاکید فرماتے۔اور اسی وجہ سے جلدی اپنے وطن رخصت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سرالاعظم فرماتے ہیں کہ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دن میں صحرا میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور سامنے بیٹھ کر پوچھا کہ تمہارا سبب معاش کیا ہے۔کہ میں نے کہا کہ محنت مزدوری کرکے جو کچھ کماتا ہوں اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہوں۔یہ سن کر اس نے چقماق کے ذریعے آگ جلائی اس کے بعد اپنے تھیلے سے کچھ دوائی نکال کر آگ پر رکھدی اور مس کا ایک ٹکڑا اس پر رکھدیا۔وہ فوراً پگھل کر سفید چاندی میں تبدیل ہوگیا اور کہا کہ یہ ہنر سیکھو اور بلا محنت و مشقت اپنی روزی کماؤ۔میں نے جواب میں کہا کہ میں نے دنیا کو اپنے آپ سے علیحدہ کر دیا ہے۔اور تو دوبارہ اس بلائے عظیم میں مجھے مبتلا کرتا ہے زجر و توبیخ کرکے اس کو ہٹا دیا اوردوبارہ اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔(۱)

(۲)
طوبٰی لمن تحلّی بالعفاف ورضیَ بالکفاف

(خوشخبری ہے اس کے لئے جو اپنے آپ کو زیور زھد سے آراستہ کیا اور گزارے کی روزی پر قناعت کی)۔

فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سعدیؒ نے اپنے تصرف سے فتوحات کے تمام دروازے مجھ پر کھول دئے۔اطراف و اکناف سے لوگ رجوع کرکے بہت سے ھدایا و تحائف میرے پاس لانے لگے اور احباب و اصحاب کے لئے طعام کا اھتمام ہونے لگا۔میں سمجھ گیا کہ یہ حضرت سعدیؒ کے تصرف

(۱) ظواہر ۱ ص ۴۶۱ - ۴۶۲

(۲) درہ نادرہ از مرزا مہدی خان (فارسی) طبع اول ص ۶۹۰ - ۱۵۸

و التفات کا اثر ہے - چنانچہ فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ :

"من بہ طعام بخشی وآش دهی نام آوری نمی خواهم کہ در خلق شہرت یابم کہ فلانے کلان شیخ است و تا این قدر طعام بہ مردم می دهد و مرا آنچہ بہ کار است یاد حق است سبحانہٗ کہ طالبان بہ آن مشغول باشند خواہ گرسنہ باشند و یا از خانہ خود چیزی خورند "

میں طعام بخشی اور لسّی کی بخشش کے ذریعے شہرت نہیں چاہتا اور یہ کہ لوگوں میں مشہور ہوجاؤں کہ فلاں بڑا شیخ ہے اور اتنا طعام لوگوں کو دیتا ہے - مجھے جو چیز درکار ہے وہ یادِ حق ہے کہ طالبان حق اس میں مشغول ہوں خواہ وہ بھوکے ہوں یا اپنے گھر میں سے کھائے ہوں -

آنحضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ :

" الحمد للہ کہ شما را اللہ تعالیٰ چنین توفیق دادہ است "[1]

یعنی خدا کے لئے حمد و ثناء ہے کہ تمہیں اتنی توفیق عطا فرمائی ہے -

حضرت میاں صاحب جھنگیؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت سرالاعظمؒ کے پاس کوئی طعام لے آیا - میں اس وقت ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا ہاتھ بڑھا کر تھوڑا کھایا اس کے بعد کہا کہ کتنا زیادہ نمک ڈالا ہے اور دو تین بار یہ بات دہرائی - مجھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم بھی اس سے کچھ کھاؤ - پس میں نے بھی اس میں سے کھا لیا - حضرت سرالاعظمؒ نے حسب معمول نماز تہجد کے بعد اپنے اصحاب و احباب سے متوجہ ہوکر چند نصائح فرمائے - اسی اثناء میں اچانک کئی بار کلمہ استغفار پڑھ کر بیان فرمایا کہ آدھی رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک نیک خصال آدمی سفید لباس میں ملبوس ایک برتن دسترخوان میں لئے ہوئے میرے پاس آیا اور دسترخوان بچھائی اور جس طبق میں طعام لایا تھا وہ اتنا صاف و شفاف اور چمکدار تھا کہ اس کی روشنی سے تمام مسجد روشن ہوگئی اور وہ

(۱) ظواہر ۱ ص ۶۸۰ -

طعام اتنا نرم و لطیف تھا کہ متعجب ہوکر میں نے سبحان اللہ کہا اس شخص نے مجھے مخاطب ہوکر کہا کہ الحمد للہ کہ فقیر جو لطیف و لذیذ طعام تمہارے پاس لایا اس سے متعجب ہوکر تم نے سبحان اللہ کہا اور خدا کو یاد کیا - اور جو طعام پہلے تمہارے پاس لایا تھا اس پر معترض ہوکر تم نے کہا کہ کتنا زیادہ نمک ڈالا ہے فقراء کو ایسا نہیں کرنا چاہئے - حضرت سرالاعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ سن کو حیران و پریشان ہوا کہ کیوں ایسا کہا تھا اور توبہ و استغفار کیا - (۱)

حضرت سرالاعظمؒ کی کرامات کے چند عجیب و غریب واقعات -

حضرت سرالاعظمؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اٹک کے بعض علماء ظواہر نے یہ فتویٰ دیا کہ تمباکونوشی سے روزہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا - جب مجھے خدا اس کی اطلاع ہوئی تو بہت غمگین ہوا اور دل میں کہا کہ یہ علماء قیامت کے دن کس منہ سے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوں گے - یہ تو دین کی بنیاد ہی منہدم کرنے کے درپے ہیں - اور اپنے آپ کو ارکان امت اور عماد دین بھی سمجھتے ہیں - نہایت غم و غصہ کی حالت میں شہر سے نکل کر صحرا کی جانب چل پڑا - یہاں تک کہ ایک چشمہ کے کنارے پہنچ گیا - وہاں وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کی مگر علماء اٹک کے اس فعل کی فکر مسلسل دامنگیر رہی اسی سوچ و بچار میں روتا رہا کہ اچانک حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوکر میرے پاس تشریف لائے اس چشمہ کے پانی سے وضو کیا پھر میری دائیں جانب کھڑے ہوکر دو رکعت نماز پڑھی - نماز سے فراغت کے بعد میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ -

" حقائق علوم اولین و آخرین چنانچہ من میدانم کسے نداند کہ علمتہ علم الاولین والاخرین و کسانیکہ گفتند کہ فرو کشیدن دود تمباکو مفسد

اولین و آخرین کے علوم کے حقائق کو جیسا کہ میں جانتا ہوں اور کوئی شخص نہیں جانتا اس لئے کہ مجھے اولین و آخرین کے علم کی تعلیم دی گئی ہے جن لوگوں نے یہ کہا کہ تمباکو

(۱) ظواہر ا ص ۶۵۲ - ۶۵۳

و مبطل روزہ نمی تواند تا در دنیا سلب ایمان آنہا نہ شو و آنہا این معنی را ملاحظہ نہ نمایند از دنیا نقل نہ خواہند کرد "۔ (۱)

توشی سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک ان لوگوں کا ایمان سلب نہ ہوجائے ۔اور وہ لوگ اس معنی یعنی سلب ایمان کو ملاحظہ نہ کرین دنیا سے منتقل نہیں ہون گے ۔

اس بیان کے بعد مجھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ۔

" بر خیز و برو و در دل خود غم و غصہ را راہ مدہ "

یعنی اٹھو ۔جاؤ اور دل میں غم و غصہ کو جگہ نہ دو ۔

یہ سن کر میں وہاں سے اٹھا اور اپنے گھر کی جانب چل دیا ۔ (۲)

حضرت سرالاعظمؒ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند تعالیٰ نےمجھے چار چیزوں کے احتیاج سے آزاد کر دیا ہے ۔

اول یہ کہ پیدل چل کر خواہ کتنا ہی فاصلہ طے کرون سفر کی تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا ۔

دوم یہ کہ خواہ کتنا ہی بھوکا کیون نہ ہوجاؤں بھوک کا اثر نہیں ہوتا ۔

سوم یہ کہ سخت سردی کے موسم میں شدت سردی سےتکلیف نہیں ہوتی ۔

اورچہارم یہ کہ سخت گرمی کے موسم میں شدید گرمی کا بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ (۳)

آپ کی ایک بڑی کرامت یہ تھی کہ باوجودیکہ کہ آپ نے علوم ظاہری میں صرف قرآن کو پڑھ لیا تھا اور خط لکھنا نہ جانتے تھے ۔تاہم مشکل سے مشکل متداولہ علوم کی کتابون کے درس و تدریس پر قادر تھے ۔حضرت میان صاحب چمکنیؒ فرماتے ہیں کہ ایکدن آپ مسجد میں تشریف

---

(۱) ۔(۲) ظواہر السرائر (قلمی) منظر سوم حالات حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحیی ۔

(۳) ظواہر السرائر ا ص ۔۔۔ ۱۷ ، ۱۸ ۔

فرما تھے - میں مجلس میں حاضر تھا آپ "شرح ملا جامی" کی ورق گردانی کرتے تھے اور ایک ایک صفحہ پر نظر ڈالتے تھے - کچھ دیر بعد مخاطب ہوکر فرمایا کہ :

اگر شرح ملا پڑھوں تو پڑھ سکتا ہوں کتنا آسان و سہل ہے -	"اگر شرح ملا گویم میتوانم چه آسان و سہل است " (۱)

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضرت سرالاعظمؒ کی خدمت و نگہداشت پر مامور تھا اور آپ کے ہاتھ پاؤں مل رہا تھا - دوران گفتگو میں نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس مسجد کی تمام دیواریں اور زمین سونا بن جائے - حضرت میاں صاحبؒ فرماتے ہیں کہ کچھ مدت کے بعد سرالاعظمؒ کے ایک منظور نظر مرید مولانا دلدار بیگ نے مجھے کہا کہ ایک روز سرالاعظمؒ نے فرمایا کہ ایک وقت محمد عمر (میاں صاحب چمکنی) نے جو میری خدمت پر مامور تھا کہا -

اگر آپ کے دل میں یہ خیال آئے (کہ یہ تمام در و دیوار سونا بن جائے) تو یہ تمام دیوار اور زمین سب سونا بن جائینگی -	"اگر به خاطر شما گذرد این همه دیوارها و زمینها زر شوند " -

اس وقت جبکہ اس نے یہ بات کہی میری آنکھیں بند ہوئی تھیں مگر بعد چونکہ وہ یہ بات صدق و یقین کے ساتھ کہہ چکے تھے جب میں نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ مسجد کے در و دیوار سونا بن گئے ہیں - (۲)

آپ کی کرامت کا ایک لطیفہ

حضرت سرالاعظم فرماتے تھے کہ میرے احباب میں سے ایک شخص نورالدین نامی تھا - وہ عبادی حال سے اکثر کہا کرتا تھا کہ جب تک میرے ظاہر میں ذکر کا کوئی اثر نمودار نہ ہوجائے

---

(۱) ظواہر السرائر ۱ ص ۴۳۸ -

(۲) ایضاً ص ۴۳۸ -

اطمینان حاصل نہیں ہوتا - میں نے اسے کئی بار سمجھایا کہ ہمارا طریقہ خفیہ ہے - اور اس کو خفیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر ذکر کو بطریق اخفاء عمل میں لایا جاتا ہے اور یہ ظاہر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا - یہ اس لئے تاکہ نص قرآنی "وَاذْكُرْ رَبَّكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً" (اللہ کو عجز و انکساری کے ساتھ اور خفیہ طور پر یاد کرو) پر عمل ہو - میرے سمجھانے کے باوجود وہ میری بات قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے - اور ہمیشہ اس کے دل میں یہی تمنا موجزن رہتی - آخرکار ایسا ہوا کہ ذکر قلبی کے ساتھ دائمی طور پر اس کا سر و گردن حرکت کرنے لگے - اس کے اس حال کا ہر جگہ چرچا ہوا - ایک روز شیخ ہندال نامی جولاہا جو ہمارے رفقاء میں سے تھا تھوڑا سا صابن بطور ہدیہ میری والدہ کے پاس لایا اور درخواست کی کہ حضرت سرالاعظمؒ سے میری سفارش کیجئے کہ مجھے یہی ذکر قلبی کافی ہے اور نورالدین کی طرح سر و گردن کی حرکت درکار نہیں کیونکہ میں جولاہا ہوں اور سر کی حرکت سے میرا کاروبار متأثر ہو جائے گا - اس طرح وہ ہمارے اصحاب و احباب میں سے جس کسی کے ساتھ ملتا اسے یہی بات کہتا کہ سرالاعظمؒ سے کہہ دیجئے کہ ذکر قلبی کے ساتھ میرے سر و گردن کی حرکت پیدا نہ ہو - (۱)

اپنے پیر و مرشد حضرت سعدیؒ کے ساتھ محبت و عقیدت

آپ حضرت سعدیؒ کے ساتھ بے انتہا محبت و عقیدت رکھتے تھے - ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مبادی حال میں میں ایک بار لاہور سے اٹک واپس آرہا تھا کہ راستے میں کچھ لوگوں کے ساتھ ملاقات ہوئی جو وہاں راستے کے کنارے کھڑے تھے - اور قوال سماع میں مصروف تھے - اتفاقاً ایک قوال کی زبان پر لفظ "لاہور" آیا - اس کی زبان پر لاہور نام آتے ہی میں بے ہوش ہوگیا - وہ لوگ حیران ہوکر میرے گرد جمع ہوگئے - میری حالت دریافت کی مگر کچھ معلوم نہ کر سکے - تھوڑی دیر بعد جب میں ہوش میں آیا تو ان سے کہا کہ تم تھوڑی دیر صبر کرو اور سماع نہ کرو تاکہ میں یہاں سے دور چلا جاؤں - انہوں نے

---

(۱) ظواہر السرائر

ایسا ھی کیا اور میں وھاں سے نکل پڑا ۔ (۱)

حضرت سرالاعظمؒ حضرت سعدیؒ کی نظر میں ۔	حضرت سرالاعظمؒ کو بہت بلند روحانی مقام حاصل تھا ۔ اور حضرت سعدیؒ کے نزدیک بہت قدر و منزلت رکھتے تھے اور اپنے محبین

و مخلصین کو اکثراوقات حضرت سرالاعظمؒ کی صحبت سے استفادہ کرنے کی ترغیب فرمایا کرتے تھے ۔

حضرت میاں صاحب جعکنیؒ فرماتے ھیں کہ ایک بار جبکہ حضرت سعدیؒ پشاور سے واپس لاھور تشریف لے جارھے تھے اور اس سفر میں بہت سے لوگ ان کے ھمرکاب تھے کہ اچانک ان کی نظر حضرت سرالاعظمؒ پر پڑی ۔ اپنے ایک مخلص دوست سے مخاطب ھوکر کہا کہ مولانا یحییٰ کو جانتے ھو اس نے جواب دیا کہ نہیں جانتا ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ :

" ایشان را بہ بینید و شرف ملازمت ایشان را دریابند کہ بسیار عزیز اند و از جملہ مقبولان الٰہی اند " ۔ (۲)	ان کو ضرور دیکھئے اور ان کی صحبت کا شرف حاصل کیجئے کہ نہایت عزیز ھیں اور جملہ مقبولان الٰہی میں سے ھیں ۔

اسی طرح سید مولانا عبدالشکور صاحبؒ سے مخاطب کرتے ھوئے فرمایا کہ :

اگر ذکر و فکر اور احوال سلوک کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت پڑے تو محمد یحییٰ سے دریافت کیا کرو ۔ (۳)

حضرت میاں صاحب جعکنیؒ لکھتے ھیں کہ ایک بار جب شیخ سعدیؒ نے پشاور آنے کا لوقعند ارادہ فرمایا تو اس موقعہ پر حضرت سرالاعظمؒ کو مخاطب کرتے ھوئے فرمایا کہ :

"بہ جانب ولایتی کہ در قبضہ اقتدار و در زیر حکومت شما است می رویم " ۔ (۴)	میں اس علاقے کی طرف جاتا ھوں جو تمہارے قبضہ اقتدار میں ھے اور تمہارے زیر حکومت ھے ۔

(۱) ظواھر ۱ ص ۶۲۲ ۔ (۲) ایضاً ص ۶۳۹ ۔
(۳) ایضاً ص ۵۹۰ ۔ (۴) ایضاً ص ۶۶۷ ۔

حضرت سعدی تیرؒ سرالاعظمؒ کو مخلوق خدا کی ارشاد و ہدایت کے پیش نظر سفر حجاز اختیار کرنے سے منع فرمایا تھا - آپ اس علاقہ میں طریقہ آدمیہ سعدویہ کے اظہار و انتشار پر مامور تھے - حسب الارشاد ہروقت اس خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے - لہٰذا اگر چہ آپ ہر لحظہ اس مقصد عظمیٰ کے حصول کی جستجو میں رہتے تاہم یہ بات یقینی ہے کہ ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء تک آپ نے بحسب ظاہر سفر حج اختیار نہیں کیا ہے - (۱)

حضرت سرالاعظمؒ کی اولاد

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ذکر ہو چکا کہ ایک وبا کے نتیجہ میں آپ کے تمام اہل خانہ اللہ کو پیارے ہو چکے تھے صرف ایک بیٹا محمدؐ اسماعیل اور دیگر دو صاحبزادیاں زندہ رہ چکی تھیں - جہاں تک آپ کی صاحبزادیوں کا تعلق ہے اس بارے میں معاصر اور متأخرین تذکرہ نگار خاموش ہیں البتہ آپ کے فرزند محمدؐ اسماعیل کے جو تھوڑے بہت حالات دستیاب ہو چکے ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں -

محمدؐ اسماعیلؒ حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کی تصنیف ظواہر السرائر کی تکمیل (یعنی ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء) کے وقت یقیناً زندہ تھے - اپنے والد بزرگوار کے نہایت مقبول اور منظور نظر تھے اور آپ کے جملہ ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ و پیراستہ تھے - حضرت میاں صاحب جمکنیؒ لکھتے ہیں کہ -

حضرت مولانا سرالاعظم ہمیشہ مولانا محمد اسماعیل کے احوال کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور ابتداء سے ان کے ظاہر و باطن کو تمام ناشائستہ اور	"حضرت سرالاعظم مدام متوجہ احوال مولانا محمد اسماعیل می باشند و ظاہر و باطن ایشان را از مبادی عمر از آنچہ نہ باید و نہ شاید

(۱) ظواہر ۱ ص ۲۳۵ -

مصون و محفوظ داشته اند "۔ (۱)	نازیبا امور سے محفوظ و مامون رکھا ہے ۔

مولانا دلدار بیگ سے منقول ہے کہ :

"حضرت سرالاعظم همیشه واقف و معد مطلع بر احوال مولانا محمد اسماعیل می باشند و پیوسته ایشان را در ظل توجهات خود تربیت می نمایند "۔ (۲)	حضرت سرالاعظم ہمیشہ مولانا محمد اسماعیل کے احوال سے اپنے آپ کو باخبر رکھتے ہیں اور مسلسل ان کو اپنی توجہ اور التفات کے سایہ میں تربیت دیتے ہیں ۔

مولانا محمد اسماعیل نہایت متواضع اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے ۔فقراء اور درویشوں کے ساتھ بے حد محبت تھی اور ہر وقت ان کی خدمت میں مصروف رہتے تھے ۔ (۳)

میر عبداللہ ، قاضی عمر ، حافظ سعد

حضرت میر عبداللہ کے آباء و اجداد اصلاً ترکستان کے رہنے والے تھے ۔نادر شاہ افشار کے زمانہ میں اپنے والد بزرگوار میر عبدالرحمن بخاری کے ہمراہ حرمین شریفین کی زیارت کے ارادہ سے بخارا سے روانہ ہوکر پشاور کے واسطے عربستان تشریف لے گئے ۔مناسک حج کی ادائیگی کے بعد واپسی پر اجمیر شریف سے ہوکر اٹک آئے ۔یہاں شیخ محمد یحیٰی کی بارگاہ میں حاضری دی اور طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ آدمیہ سعدیہ میں ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے ۔بیعت کے بعد دریائے سندھ کے کنارے موضع جبل (علاقہ چھچھ) میں چلے کاٹے اور کچھ عرصہ وہاں زھد و ریاضت میں مشغول رہ کر مقیم رہے اس دوران اس علاقہ کے ایک مشہور بزرگ میاں عنصر قریشی کے ساتھ مراسم استوار ہوئے چنانچہ دونوں اکٹھے ذکر و فکر کرتے رہے اور بعد ازاں اپنے پیر بھائی شیخ زکریا (المعروف بہ شہید میاں صاحبؒ) ساکن ڈھیری میاں گوجو کے ساتھ الفت ومؤانست کی بناء پر پشاور آئے ۔فقر و تجرد کی زندگی اختیار کی اور حضرت اخوند پنجو باباؒ کے مزار فیض آثار پر کافی

(۱) ۔(۲) ۔(۳) ۔ ظواہر السرائر ۱ ص ۷۵۵ ۔

مدت مراقبہ میں بیٹھ کر تزکیہ نفس کرتے رہے یہاں تک کہ ولایت و عرفان کا بلند مقام حاصل ہوا ۔ ان دنوں ان کے والد کا انتقال ہوگیا جن کو ڈنگ کے قریب مقبرہ قدیم میں شیخ عبدالرحیم کے مزار کے پہلو میں دفن کیا گیا ۔والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ میاں شمس الدین اور ان کے صاحبزادے میاں نثارالدین جو حفظ قرآن میں حافظ موصوف کے شاگرد تھے کی درخواست پر اکبرپورہ تشریف لے گئے اور وہاں مسجد قاضیان میں خلوت خانہ بناکر اتنی سخت ریاضت و مشقت کی کہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے ۔

حضرت میر عبداللہ نسلاً سید اور صاحب کرامت ولی اللہ تھے ۔ علوم ظاہری و باطنی دونوں میں درجہ کمال حاصل تھا مولوی میراحمد شاہ ان کی شان کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

"ایشان از سادات ذوی الاحترام و علمائے عظام و مشائخ کرام بودند " ۔

آپ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے معتقد تھے اور اکثر اوقات ان کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوجاتے تھے ۔حافظ موصوف حافظ قرآن اور ماہر قرأت ہونے کے ساتھ ساتھ خوش آواز بھی تھے ۔لہٰذا حضرت میاں صاحبؒ ان کی زبان سے قرآن کریم سننا بہت پسند کرتے تھے ۔صاحب تحفۃ الاولیاء کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ میرعبداللہ اپنے ایک شاگرد سید میاں احمد شاہ کے فرزند حافظ محمد شاہ کے ہمراہ چمکنی روانہ ہوئے ۔راستے میں حافظ محمد شاہ نے کہا کہ آج اس خیال سے گھر میں روٹی نہیں کھائی کہ میاں صاحب کشف کے ذریعے معلوم کرکے مجھے پلاؤ کھلائیں حافظ میر عبداللہ نے اسے مخاطب کرکے فرمایا کہ ارے دیوانے اولیاء پر آزمائش کرتے ہو اچھا ۔ میں چاہتا ہوں کہ وہاں دہی اور روٹی کھاؤں ۔جب دونوں حضرت میاں صاحبؒ چمکنی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے سامنے دہی اور روٹی رکھا گیا ۔آپ نے حافظ میر عبداللہ کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا حافظ میر عبداللہ نے حافظ

احمد شاہ کو شرکت کی دعوت دی مگر میان صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ تمہین آج وہ پلاوؑ کا ارادہ رکھتا ہے ۔اس کے لئے پلاوؑ لایا جائے گا ۔

۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۰ء کی بات ہے کہ احمد شاہ درانیؒ پشاور کے بیرونی علاقہ جات کے قاضی میر عبدالرحیم سے کسی بات پر ناراض ہوئے ۔احمد شاہ نے حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی سفارش پر میر عبداللہ کا انتخاب کیا ۔اور ۲۴ رجب ۱۱۸۴ھ کو شاہ آباد' اکبرپورہ ' جمه' اور گودو نواح کے علاقے کا قاضی مقرر کرکے شاہی فرمان جاری کیا ۔بعد مین تیمور شاہ کے زمانے مین ۱۱۸۷ھ مطابق ۱۷۷۳ء اس حکم کی تجدید ہوئی ۔

عہدہ قضا پر فائز ہونے کے بعد میان عنصر صاحب کے ہمشیرہ کے ساتھ نکاح کیا جن کے بطن سے میر محی الدین ۔میر شرف الدین اور میر غیاث الدین شہید پیدا ہوئے ۔ میرغیاث الدین کے کفار کے ہاتھون شہید ہوجانے کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا میر معین الدین چترال جاکر آباد ہوئے جبکہ دوسرا بیٹا میر کاظم الدین اکبرپورہ مین متوطن ہے ۔حافظ میر عبداللہ کی اولاد مین سے میر غلام محی الدین بڑے عالم و فاضل شخص تھے ۔ اپنے والد بزرگوار کے ہاتھ پر بیعت تھے ۔۱۲۱۷ مطابق ۱۸۰۲ء مین شاہ زمان بادشاہ کی جانب سے اپنے موروثی منصب قضا پر سرفراز ہوئے ان کی اولاد مین سے قاضی میر احمد قاضی میر حضرت ۔میر صاحب ۔میر محبوب اور قاضی میر صاحبزادہ قابل ذکر ہین ۔

حضرت حافظ میر عبداللہ ۱۲۰۶ھ مطابق ۱۷۹۱ء مین رحلت کر گئے ۔ان کا مزار اکبرپورہ مین مقبرہ قاضیان مین واقع ہے ۔ (۱)

---

(۱) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ۔ تحفۃ الاولیاء از شمس العلماء مولوی میر احمد شاہ مطبوعہ مفید عام پریس پشاور ۱۳۲۱ھ ص ۴۳ ۔ ۴۶ ۔
ایضاً روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۶۸۷ ۔ ۶۸۸ ۔

مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ حضرت میان صاحب جمکنی نے حضرت سرالاعظم کے متوسلین مین محمد قلی بیگ قاضی شہر اٹک اور قاضی ابوالخیر کا تذکرہ کیا ھے -مگر ان کے تفصیلی حالات معلوم نہین - (۱) قاضی عبدالحلیم اثر نے شیخ میان عنصر قریشی شیخ جنید پشاوری شیخ اخوند قاسم مولانا شیخ سنت شیخ راجباز اور حافظ محمد صادق کوبھی حضرت سرالاعظم کے خلفاءو احباب مین شمار کیا ھے (۲) -واللہ اعلم -

نصرت خان مولانا

مولانا نصرت خان حضرت سید آدم بنوری کے خلیفہ اور حضرت سعدی کے قدیم و بزرگ مجاز و ماذون اصحاب مین سے تھے -ان کے والد ماجد حضرت مولانا پیرخان شیخ سعدی لاھوری شیخ سعداللہ وزیرآبادی اور سید آدم بنوری کے دیگر تمام اصحاب کی صحبت سے فیضیاب ھوئے تھے -

مولانا نصرت خان سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے مین گزرے ھین -ریا و نمود سے بیحد اجتناب کرتے تھے -حضرت میان صاحب جمکنی ان کا حال بیان کرتے ھوئے فرماتے ھین کہ -

" مولانا نصرت خان بسیار مخفی مشرب است و از اذواق این طائفہ چاشنی تمام دارد "	مولانا نصرت خان بہت مخفی مشرب ھین اور اس گروہ کے ذوق کی پوری چاشنی رکھتے ھین -

حضرت سعدی لاھوری فرمایا کرتے تھے -کہ

" ھمچو مولانا نصرت خان عزیزان کم بہم میرسند لکن چون ایشان کسب سپاھگری را روپوش و قبای خود کردہ اند کسے قدر و مرتبہ ایشان را نمی دانند " (۳) -	مولانا نصرت خان جیسے عزیز لوگ بہت کم ملتے ھین مگر چونکہ آپ نے سپاہ گری کے پیشہ کو روپوش اور قبا بنایا ھے اس لئے کوئی اس کی قدر و منزلت سے آگاہ نہین -

---

(۱) ظواھر ا ص ۲۷۱ - (۲) روحانی تڑون ص ۶۹۰ - ۶۹۲ و ۲۳۸ -

(۳) ایضاً ص ۶۰۰ -

مولانا نصرت خان فرماتے ہین کہ میرا والد بزرگوار اکثر مشائخ نقشبندیہ کی خدمت مین حاضری دیا کرتے تھے - ایکبار شیخ سعد اللہ وزیرآبادی کی خدمت مین حاضر ہوئے مین ان کے ہمراہ تھا اور اس وقت میری عمر صرف چودہ برس کی تھی - میرے والد نے حاجی سعد اللہ سے کہا کہ میرے بیٹے کو بھی تلقین طریقہ فرمائیے - حضرت سعد اللہ نے یہ سن کر مجھے شیخ سعدی کے حوالے کر دیا - حضرت سعدیؒ اسی وقت مجھے دریا کے کنارے لے گئے اور طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم دی - مین وہین مراقبہ مین مشغول ہوگیا اور تمام رات دریا کے کنارے گزار کر جاگتا رہا - (۱)

حضرت میان صاحب جھکڑیؒ نے اپنی کتاب "ظواہر السرائر" مین بعض ایسے علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے جن کی صحبت مین آپ رہے ہین اور جوکہ حضرت سعدی لاہوریؒ کے محبوب و مقبول اصحاب و خلفاء مین شمار ہوتے تھے مگر ان کے تفصیلی حالات دستیاب نہین ہوسکے - ان حضرات کے اسماء گرامی حسب ذیل ہین -

(۱) حسینؒ شیخ

(۲) سید حبیب چو مشتی

(۳) شاہ محمدؒ مولانا

(۴) عبدالرحمٰنؒ مولانا - ولد یارمحمد پاپپتی

(۵) عبدالرحیمؒ حافظ

(۶) عبدالغفور قصوری

(۷) عشقیؒ مولانا

(۸) فتح خان قصوریؒ مولانا

(۹) فتح محمدؒ شیخ

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۲۰۰ -

(۱۰) فتح محمد خان قصوری مولانا

(۱۱) فیروز[۱] مولانا

(۱۲) محمد شریف قطب ابرار حاجی[۲]

(۱۳) محمدعلی

(۱۴) محمد یعقوب خویشگی افغان

(۱۵) میرجلال مولانا[۳]

---

(۱) ـ (۳) ملاحظه ہو ظواہر ا صفحات ۱۷۲ ـ ۲۳۳ ـ ۲۹۱ ـ ۲۹۲ ـ ۳۱۶ ـ ۴۳۱ ـ ۴۳۳ ـ ۴۸۲ ـ ۵۷۷ ـ ۵۹۹ ـ ۶۱۴ ـ ۶۰۸ ـ ۶۱۹ ـ

(۲) تذکرہ مردم دیدہ از عبدالحکیم حاکم طبع لاہور ۱۹۶۱ء ص ۱۹۲ ـ ۱۹۳ ـ

* * * * * *

باب چہارم

اخلاق و عادات

اِتباع سنّت اور عشق رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔

(۱)
حضرت میان صاحب چمکنیؒ حضور اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے اور آپ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی یہان تک کہ اِتباع و محبت کے سلسلے مین اپنا جان و مال نثار کرنا بڑی سعادت مندی سمجھتے تھے ۔ فرماتے ہین کہ :۔

برمایان فرضِ لازم است ای فرض مطلق تصدیق پیغامبر خود کہ بدون آن راہِ نجات نیست و حرفِ تصدیق علی العموم برائی ارشاد است والّا درین باب محبتی است بلکہ درمحبت چنان مستغرق می باید کہ از خود و جان و مال و آنچہ دارد در گذشتہ پروانہ وار جان بازد ۔(۲)

ہم پر فرضِ لازم ہے یعنی فرض مطلق اپنے پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا کہ اس کے بغیر راہ نجات نہین ہے اور حرف تصدیق علی العموم ارشاد کیلئے ہے ورنہ اس بارے مین محبت ہے بلکہ محبت مین ایسا مستغرق ہونا چاہئے کہ (انسان) اپنے آپ سے اور اپنے جان و مال سے اور جو کچھ رکھتا ہے (اس سے) گزر کر پروانہ وار جان کی بازی لگائے ۔

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولانا دادینؒ ورق ۲۷ ۔

(۲) طہ المعالی از میان محمد عمرؒ ورق ۲۱۷ ۔

آپ مزید فرماتے ھین کہ رضائے الٰہی کے حصول کی راہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت و محبت کو اصل الاصول کی حیثیت حاصل ہے (۱) ۔ اور تمام امور مین قولاً و فعلاً اور حالاً و عرفاناً متابعتِ محمدی لازمی ھے ۔ یہی مشرب سلیم ھے اور خدا کی قربت و ولایت کا اصل ذریعہ ھے (۲)۔

آپ کے قلب و ذھن دونون پر شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت طاری تھی اور عشقِ حقیقی کی شان رکھتے ہوئے شریعت بیضاء کی پوری پوری پابندی فرماتے تھے مولانا دادین اس حقیقت کی شہادت دیتے ہوئے لکھتے ھین کہ :-

کہ څوک وسپړی صندوق ستا د تصنیف شته څه	اگر کوئی آپ کے سینے کا صندوق کھول دے تو کچھ نہین ملے گا ۔
بغیر همه د شریعت لعل و گوهر پراته دی (۳)	بجز اس کے کہ اس مین شریعت کے تمام لعل و جواھر پڑے ھین ۔

آپ کے قلب مین ایمان کامل موجود ہونے کی ایک بڑی علامت یہ تھی کہ ھر وقت آپ کی زبان پر شریعت و سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان جاری رہتا تھا ۔ مولانا موصوف فرماتے ھین :-

نور څه یې نه څخول هرگز مشهدی ستن د ژبې	آپ کی زبان کی مشھدی سوئی کچھ نہین سیتی تھی ۔
مگر د شرعې پر قمیص دُر و مرجان رغـــدل (۴)	مگر شریعت کی قمیص پر در و مرجان نقش ہوتے تھے (یعنی زبان پر صرف شریعت کا بیان جاری رہتا تھا ۔)

---

(۱) شمس الهدیٰ از محمد صرؒ ورق ۳ ۔ (۲) المعالی ۷۹ ، ۱۸۳ ، ۲۸۵ ۔
(۳) مناقب میاصاحب چمکنی از مولانا دادینؒ ورق ۳۳ ۔ (۴) مناقب از مولانا دادینؒ ورق ۳۸

آپ فرماتے ھیں کہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عذاب الٰہی سے نجات کا ایک بہت بڑا وسیلہ ھے ۔ دوزخ کے فرشتوں کی پیشانیوں پر "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ" کا نقش ثبت ھے ۔ جس کی برکت و تاثیر سے وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ ھیں ۔ پس اس میں تعجب کی کیا بات ھے کہ جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق موجود ھو اور دوزخ کی آگ اس کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے ۔

اس حقیقت کی تشریح میں آپ لکھتے ھیں کہ :۔

ای درویش اری کہ داغِ محمدی کہ کسے را بر پیشانی دہند اَلمِ آتش برقی ھی رَسَد پس بندۂ مومن کہ ھفتاد سال داغ مِہر و محبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و شاہد مودت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم بر دل او نقش باشد قولہ تعالیٰ "اولٰئک کُتِبَ فی قُلُوبِہِم الْاِیمان" چہ عجب باشد اگر آتش دوزخ او را نہ سوزد ۔[1]

اے درویش (محمد صر چمکنی رح) تو نے دیکھا داغ محمدی جب کسی کی پیشانی پر موجود ھو تو آگ کی تپش کی تکلیف اسے نہیں پہنچتی پس بندۂ مومن جس کے دل پر ستر سال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مہر و محبت اور احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی مودت کا نشان نقش ہوتا ھے اللہ کا قول ھے کہ " یہی لوگ ھیں جن کے دلوں میں ایمان نقش ھے " کیا عجب ھے کہ اگر دوزخ کی آگ اس کو نہ جلا سکے ۔

حضرت میاں صاحب چمکنی رح تین بار حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ فائض النور سے مشرف ھوئے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت

---

(۱) المعالی ورق ۳۰ ۔

کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ سلوک و طریقت کے ابتدائی ایام ہی میں آپ کو عالم خواب میں تین بار حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار مبارک کی سعادتِ عظمٰی نصیب ہوئی ۔ (۱) آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع میدان ہے اور وہاں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری نہایت جاہ وجلال اور شوکت و حشمت کے ساتھ گزر رہی ہے ۔ میں نے اس موقعہ پر آپ کے چہرہ پُرنور کا بہت قریب سے دیدار کیا ۔ فرماتے ہیں کہ :

دوسری بار میں نے دیکھا کہ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرسی میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے سامنے ابوجہل موجود ہے ۔ میں آپ کی دائیں جانب کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں کلہاڑی ہے ۔ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کو نہایت شفقت و رحمت سے اپنی رسالت اور دین اسلام کی وہ دعوت و تبلیغ فرما رہے ہیں ۔ ابوجہل پہلے آپ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے اور اس کے بعد پھر انکار کر بیٹھتا ہے ۔ تین چار مرتبہ یہی واقعہ پیش آیا کہ پہلے تصدیق کرتا ہے اور اس کے بعد از راہ نفاق اس کی تردید کرتا ہے ۔ میاں صاحب چمکنیؒ فرماتے ہیں کہ ابوجہل کے اس رویے سے مجھے بہت تشویش ہوئی اور آپ سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو یہ

---

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" من رآنی فی المنام فقد رآنی الحق لانّ الشیطان لا یتمثل بی" یعنی حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے گویا مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا ۔ (الشمائل للترمذی باب ماجاء فی رؤیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام ۔

ایضا رواہ البخاری والمسلم ۔

*****

کلہاڑی اس کے سر پر دے ماروں ۔ آپ نے فرمایا پس انتظار کس چیز کا ہے ۔ چنانچہ میں نے کلہاڑی ابوجہل لعین کے سر پر مار دی جس سے اس کا سر پھٹ کر مغز باہر نکلا اور اس کا سر گردن سے پیچھے لٹک گیا ۔ اور اپنا بایاں ہاتھ سر پر رکھ کر یہ کہتے ہوئے چل پڑا کہ دفنا دو، مجھے مار ڈالا ہے۔ (۱)

فرماتے ہیں کہ تیسری بار میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ ایک بہت رفیع الشان محل ہے اس کے سامنے ایک حوض ہے اور اس کے حوض کے سامنے باغ ہے ۔ اس محل کی ایک جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کو ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور اس محل اور حوض کے درمیان ایک بلند جگہ پر بستر بچھا ہوا ہے اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم منہ پر چادر ڈالے ہوئے سو رہے ہیں جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا تو یہ خیال آیا کہ ابراہیم کا دیدار بھی کرنا چاہئے ۔ اس وقت میرے ہمراہ ایک دوسرا ساتھی بھی تھا ۔ میں حضرت ابراہیم کی زیارت کے لئے آگے بڑھا اور چاہا کہ اس کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھالوں ۔ انہوں نے چادر مضبوط پکڑ لی اور دیدار سے مشرف نہ ہونے دیا ۔ تھوڑی دیر توقف کے بعد میں دوبارہ آگے بڑھا ۔ انہوں نے حسب سابق دیدار نہ کرنے دیا ۔ اسی اثناء میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ :

" بابا چادر از روی خود برگیر کہ این محمّد صر است و این از خود است "

اس کے بعد انہوں نے اپنے چہرہ شگفتہ سے پردہ اٹھا کر میرے دل کو نور دیدار سے منور کردیا ۔ (۲)

---

(۱) ظواہر السرائر ۲ ۲۵۶ — ۲۵۷ ۔
(۲) " " ص ۲۵۸ — ۲۵۹ ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ صاحبِ ولایت و مرتبہ
اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے ۔

خالقِ کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا ۔ خلافت ارضی اس کے سپرد کردی ۔ فرشتوں کا مسجود بنایا ۔ آفتاب و مہتاب ارض و سماء وما فیہما کو اس کے لئے مسخر فرمایا ۔(۱) " بی یسمع " اور " بی یبصر " کی خلعت سے نوازا(۲) اور اس کی روح کو " امر ربی " کے خطاب سے مشرف فرمایا ۔(۳) غرضیکہ خالق موجودات نے انسان کو اپنی قدرت کا ایک عظیم مظہر بناکر نظام کائنات میں بہت کچھ تصرف کا حق دے دیا ہے ۔(۴)

علماء کرام اور صوفیاء عظام فرماتے ہیں کہ جب انسان انسان کامل کی صفات سے متصف ہوجاتا ہے تو اس کے بعد اس کے دیدۂ دل میں قوت بصارت پیدا ہوکر آئینہ قدرت بن جاتا ہے ۔ عالم غیب کی اشیاء اس پر منکشف ہو جاتی ہیں ۔ قبل از وقوع واقعہ کا پتہ چلا لیتا ہے اور اپنی نظر کی طاقت و ہمت کے مطابق موجودات سفلیہ میں تصرف کرنے لگتا ہے اور زمین وما فیہا تو درکنار شمس و قمر پر بھی حکمرانی کرنے لگتا ہے ۔(۵)

---

(۱) سورۂ البقرہ - ۲ : ۲۹ - ۳۳

(۲) مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات فی الذکر والتقرب الیہ الفصل الاول حدیث ۹ ۔

(۳) ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی ۔ سورۂ بنی اسرائیل ۱۷ : ۸۵ ۔

(۴) ذات انسان ہیں سراللہ بدان ہان شو گفتم ترا مدعا کلام
بار انسان مخزن خاصہ خداست ۔ غیر عارف کہ ہداہ والسلام
[دیوان شیخ باھو طبع لاہور ۱۳۵۵ھ ص ۱۲۸ - ۱۲۹ ۔

(۵) التکشف عن مہمات التصوف ص ۳۸۷ از مولانا محمد اشرف علی تھانوی طبع دھلی ۱۳۳۵ھ ۔ مقدمہ ابن خلدون ترجمہ مولانا سعد حسن خان یوسفی طبع کراچی ص ۴۲۸ ۔ سر دلبران از حضرت شاہ محمد ذوقی ص ۲۸۲ اشاعت دوم طبع کراچی ۱۳۸۸ھ ۔ مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۱۹ ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ صاحبِ ولایت و مرتبہ
اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے ۔

خالقِ کائنات نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف بخشا ۔ خلافتِ ارضی اس کے سپرد کردی ۔ فرشتوں کا مسجود بنایا ۔ آفتاب و مہتاب، ارض و سماء وما فیہما کو اس کے لئے مسخر فرمایا (١) ۔ " بی یسمع " اور " بی یبصر " کی خلعت سے نوازا (٢) اور اس کی روح کو " امرِ ربی " کے خطاب سے مشرف فرمایا (٣) ۔ غرضیکہ خالق موجودات نے انسان کو اپنی قدرت کا ایک عظیم مظہر بناکر نظام کائنات میں بہت کچھ تصرف کا حق دے دیا ہے (٤) ۔

علماءِ کرام اور صوفیاءِ عظامؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان انسانِ کامل کی صفات سے متصف ہوجاتا ہے تو اس کے بعد اس کے دیدۂ دل میں قوت بصارت پیدا ہوکر آئینۂ قدرت بن جاتا ہے ۔ عالمِ غیب کی اشیاء اس پر منکشف ہو جاتی ہیں ۔ قبل از وقوع واقعات کا پتہ چلا لیتا ہے اور اپنے نفس کی طاقت و ہمت کے مطابق موجودات سفلیہ میں تصرف کرنے لگتا ہے اور زمین وما فیہا تو درکنار شمس و قمر پر بھی حکمرانی کرنے لگتا ہے (٥) ۔

---

(١) سورۂ البقرہ ۔ ٢ : ٢٩ ۔ ٣٣

(٢) مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات فی الذکر والتقرب الیہ الفصل الاول حدیث ٦ ۔

(٣) ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی ۔ سورۂ بنی اسرائیل ١٧ : ٨٥ ۔

(٤) ذات انسان عین سراللہ بدان * ہان شنو گفتم ترا مجمل کلام
یار انسان مخزن خاصۂ خداست * غیر عارف کس نداند والسلام
(دیوان شیخ باہوؒ طبع لاہور ١٣٥٥ھ ص ١٢٨ ۔ ١٢٩ ۔)

(٥) التکشف عن مہمات التصوف ص ٣٨٦ از مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ طبع دہلی ١٣٣٥ھ ۔ مقدمہ ابن خلدون ترجمہ مولانا سعد حسن خان یوسفی طبع کراچی ص ٣٣٨ ۔ سر دلبران از حضرت شاہ محمد ذوقیؒ ص ٢٨٦ اشاعت دوم طبع کراچی ١٣٨٨ھ ۔ مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین ورق ١١٩ ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ اُنہیں کاملانِ زمانہ میں سے تھے جن کو کشافِ ازل نے اسرار و حقائق کے خزانوں سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا[1] ۔ حضرت مولانا دادینؒ فرماتے ہیں :۔

هستيِ عالم ورته ليدشه لکه خيز پروت په گوته	تمام عالم اس کو ایسا نظر آتا تھا جیسا کہ
سترگو د زړه ته يې عجب د "هُو" د ورېين راغلې	چھوٹی چیز (ہاتھ کی) ہتھیلی پر موجود ہو آپ کے دل کی آنکھوں کو " ہو " کا عجیب و
پوهه په قيمت وو په صدف کښې د يې د کن فيکون	غریب دوربین حاصل ہو گیا ہے ۔ آپ صدف میں کن فیکون کی قدرو قیمت سے آگاہ تھے یہی وجہ
څکه صاحب جوهر شناس جوهرېين راغلې[2]	ہے صاحب (میاں محمدؐ عمر چمکنی) جوہرشناس اور جوہر بین ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر بے شمار عجیب و غریب کرامات ظاہر فرمائے ۔ جن کی وجہ سے آپ اقطارِ عالم میں بہت شہرت رکھتے تھے[3] ۔

---

(۱) مقبات فقیر (قلمی) از شمس الدین ص ۷۳ مملوکہ کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ۔

مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولوی دادین ص ۳۰ ، ۱۸۳ نورالبیان ورق ۷۷ ، ۷۸ ۔

(۲) مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولوی دادین ورق ۳۸ ۔

(۳) تہذیب الاسلام از قاضی عرفان الدین (عربی) ص ۱۸۳- ۱۸۵ طبع لاہور ۱۳۲۲ھ ۔

ایضاً علماء و مشائخ سرحد از مولانا امیرشاہ قادری ص ۹۸۔

******

= آپ کے مرید اور خادم مولانا محمد شفیقؒ اس ضمن میں لکھتے ہیں :-

مناقب د میاں صاحب غوث الاعظم
ھُنَبرہ نه دي چه ي ویشکم په قلم
له زرگونو له لکونو نه ډیر زیات وو
چه مشهور څرګند په ارض و سموات وو
میاں صاحب بحر العرفان نورالانوار دي
لکه بحر له کراماتو ټول سرشار دي

غوث الاعظم حضرت میاں صاحب (چمکنی کے مناقب اتنے نہیں کہ قلم بند کروں۔ ہزاروں لاکھوں سے کہیں زیادہ تھے جو ارض و سموات پر ظاہر و مشہور تھے میاں صاحب بحر العرفان نورالانوار ہیں اور بحر کے مانند کرامات سے سب سرشار ہیں -

(مناقب میاں صاحب چمکنیؒ (قلمی) ورق ۲ ، ۳ مخطوطه ریکارڈ آفس لائبریری پشاور

مولانا دادین آپ کے کشوف و کرامات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ :-

خوارق ستا چه میاں صاحب ډیرا شهرہ پراته دي
لکه نمر هر چیرې مشهور په لرو بر پراته دي
نه شم کولې شمار د ستا د کراماتو هسې
لکه نجوم د فلك وایم چه بې مر پراته دي

میاں صاحب آپ کے خوارق (کرامات) جو بہت مشہور و ظاہر پڑے ہیں اور سورج کی (روشنی) کی طرح ہچپے اوپر ہر جگه پڑے ہیں -
آپ کے کرامات کو اس طرح نہیں گن سکتا آسمان کے ستاروں کی طرح لاتعداد پڑے ہیں -

(مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین ورق ۳۴)

مولانا مسعود گلؒ فرماتے ہیں کہ -

په دا شان ي کرامات هزار هزار
و وصال له د جناب ډیر بسیار
له د قسمه کرامات ي دي بې حده
که ي بنکوم خلاص به نه شي تر ابده

اس طرح ہزارہا کرامات
آپ سے بہت زیادہ سرزد ہوتے
اس قسم کے کرامات بے حد و حساب ہیں
اگر لکھوں تو کبھی ختم نہیں ہونگے -

(مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مسعود گل ص ۷۱ ، ۱۰۸ -)

کرامات

ان بے حد و بے حساب کرامات و خوارق میں سے " یکے از ھزار و اندکے ازبسیار" کے مصداق چند مندرجہ ذیل ھیں ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ مادرزاد ولی تھے[1] ۔ آپ کی ازلی سعادت مندی اور مادرزاد ولی ھونے کی علامات میں سے ایک آپ کا یہ خرق عادت عمل ھے کہ جب آپ پیدا ھوئے تو اسی وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا ۔ شیخ نورمحمد قریشیؒ ، میاں عبدالرحیمؒ کی زبانی یہ واقعہ نقل کرتے ھوئے لکھتے ھیں کہ :

له میان عبدالرحیم م اروید نه	میاں عبدالرحیم کی زبانی سننے میں آیا ھے
میان صاحب چه زوکیدنه	کہ جس وقت میاں صاحب پیدا ھو رھے تھے
د لاهور په ښهر کښې یاره	لاھور کے شہر میں اے دوست !
خبردار شه له اسراره	راز و اسرار سے خبردار ھو جاؤ
کلمه طیبه به ئې وسله	کلمہ طیبہ زبان پر جاری تھا
(۲) درته وایم لحما زړه	اے میرے دل (دوست) تجھے کہتا ھوں

آپ کے والد بزرگوار کو جب ایسے سعادت مند بچے کی پیدائش کی اطلاع ھوئی

---

(۲) اسی طرح شیخ نورمحمدؒ لکھتے ھیں ۔

د مخدوم کرامتونه گویا کواکب د اسمانونه	مخدوم (میاں صاحب) کے کرامات گویا آسمان کے ستارے ھیں ۔
د مخدوم کرامات ډیر وو	مخدوم کے کرامات بہت تھے ۔
تر حساب تر شماره تیر وو	بےشمار و بے حساب تھے ۔
که ئې بنکم نه تمامیږي	اگر لکھوں تو خط ختم نہیں ھونگے
که پر ډیر عمر تیریږي	اگر (خواہ) بہت مدت صرف کی جائے ۔

(نورالبیان از نورمحمدؒ ورق ۱۵ ۔ ایضاً ملاحظہ ھو ورق ۳۰ ، ورق ۵۷ ۔

(۱) مادرزاد ولی کا ھونا قرآن کریم سے ثابت ھے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ـــ

تو بذاتِ خود گھر تشریف لے گئے اور فرزندِ ارجمند کی زبان سے کلمہ طیبہ سن کر بےحد مسرت و انبساط کا اظہار کیا ۔ کہتے ہیں کہ لاہور میں آناً فاناً یہ خبر پھیل گئی اور لوگ اس محبوبِ خدا کے دیدار کے لئے ابراہیم خانؒ کے ہاں جوق درجوق آنا شروع ہوگئے ۔ شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ ۔

چہ دا حال ددہ خرگند شہ	جب آپ کا یہ حال ظاہر ہوا
نور اواز ددہ بلند شہ	اور آپ کی شہرت ہوئی
د لاہور عالم اکثر شہ	لاہور کے اکثر لوگ
پہ کلیمہ وہل خبر شہ	کلمہ بولنے سے خبردار ہوئے
چہ شہرہ شو کرامات	جب کرامات کا چرچا ہوا
نور دا خلق شو ورمات	تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا
پیادہ ہم سواران وو	پیدل اور سوار
ولیدو تہ پہ روان وو	دیدار کے لئے جاتے تھے ۔
کہ کہ مغل کہ پښتانہ وو	خواہ مغل تھے خواہ پٹھان
قبلہ گاہ تہ دوزانو وو	(آپ کے) قبلہ گاہ کے سامنے (ازراہ ادب) دو زانو ہوتے

== کے بارے میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے وآتیناہ الحکمَ صَبیاً (یعنی ہم نے اُن کو لڑکپن میں دین کی سمجھ عطا کی) ۔ حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ " اس میں اس قول کی اصل ہے جو اکثر لوگوں کی زبان پر جاری ہوتا ہے کہ فلاں شخص مادرزاد ولی ہے ۔ (بیان القرآن سورۂ مریم آیت ۱۲)

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مناقب میاں صاحب چمکنیؒ (قلمی) از شیخ نورمحمدؒ ورق ۱۹ ، ۲۰ ۔

=

تیرِ ظاهر دا علامت وه	یه طامت آپ سے ظاہر ہوئی
د موززادگۍ ي علامت وو	(جو) آپ کے مادرزاد ولی ہونےکی طامت تھی
موزاده ولي بهتر دَيٍ	مادرزاد ولی بہتر ہے
د همه ولیانــو ســر دي[1]	اور تمام اللہ اولیاء کا سردار ہے ۔

آپ کی دوسری کرامت یہ تھی کہ بچپن ھی سے آپ پر صلاح و فلاح کے آثار نمودار تھے ۔ حضرت میاں عبدالرحیمؒ اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ھیں کہ آپ میری گود میں ھوتے تھے ۔ میں نے دیکھا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں کھانے پینے سے کلی احتراز فرماتے تھے[2]۔

خداوند تعالیٰ کا یہ آپ پر بہت بڑا احسان تھا کہ اپنی عنایتِ لانہایت کی بدولت مہد سے لے کر لحد تک نامرضیات کے ارتکاب سے محفوظ و مامون فرمایا تھا ۔ صاحبِ کرامت نامہ لکھتے ھیں : ۔

چه په وقت د صغارت کښې	بچپن کے وقت میں ،
پــه ایّام د طفلیت کښې	ایام طفولیت کے دوران ،
هم پــه وقت د ښې ځوانۍ کښې	خوب جوانی کے دنوں میں
په ایامو د پیــرۍ کښې	اور بڑھاپے کے ایام میں
په هر وقت پــه هر زمان کښې	ہر وقت اور ہر زمانے میں

= مولانا دادینؒ لکھتے ھیں کہ (۱) ته اویسي ولي کامل مې موزادي راغلې
که په ظاهر د نقش‌بند تا تجمل راوړې مناقب ص ۵۰

(۲) میاں صاحب مې موزادي ولی کامل وو ــ چه موصوف په قدسیه اویس تل وو مناقب ص ۳۱۷

(۱) ~~ایضاً درج بالا در حاشیه صفحه ۴~~ مناقب از نور محمد ص ۱۹۷ ــ (۲) مناقب از نور محمدؒ ورق ۲۳

له گناه وه" بـه امان کښې	گناه سے مامون تھے
که معصوم نه وه" محفوظ وه"(۱)	اگر معصوم نہیں تھے تو محفوظ (ضرور) تھے
(۲) بنه صحیح م دا ملفوظ وه"	یہ بیان میرا بالکل درست ہے ۔

جان محمدؒ (درانی) ایک عابد ، پرہیز گار اور آپ کے قدیمی خدمتگار روایت کرتے ہیں کہ ایک بار احمد شاہ درانیؒ لشکر جرار لے کر ہندوستان کی مہم پر پشاور پہنچے ۔

---

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالٰی حدیث قدسی میں فرماتا ہے کہ جو شخص میرے مقبول بندہ سے دشمنی اور عداوت کرے میں اس کو " جنگ کا " اشتہار " دیتا ہوں اور میرا بندہ میرا کسی ایسے ذریعہ سے میرا قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ادائے فرض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ برابر مجھ سے نوافل کے ذریعہ قرب حاصل کرتا رہا ہے ۔ یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنا لیتا ہوں ۔ پھر جب اس کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں ۔ جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو لیتا ہے ۔ اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (یعنی کبھی ان اعضاء سے کوئی کام میری مرضی کے خلاف سرزد نہیں ہوتا) اِلّا لِعارض لا یدوم (بخاری شریف) ۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ۔

یہ حدیث اولیاء اللہ کی محفوظیت کا اثبات کرتی ہے ۔ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ اور حدیث مذکور اس پر دلالت کرتی ہے ۔

(التکشف ص ۲۱۰)

(۲) کرامت نامہ از نورمحمدؒ (قلمی) ورق ۲۳ ۔
ایضاً ملاحظہ ہو ورق ۱۹ - ۲۳

****

فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمیں ایک بہت بڑی مصیبت سے محفوظ رکھا ۔ راوی کہتا ہے کہ ہمیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ ایک بڑا اژدھا مردہ پڑا ہے جس کا سر بھی تلوار سے کٹا ہوا تھا ۔ (۱)

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ جن و انس دونوں کے مرشد تھے ۔ دونوں کو ارشاد و تلقین فرماتے تھے ۔ جناب آپ کے بے حد معتقد تھے یہاں تک کہ جنات کے بادشاہ بھی آپ کی خدمت میں عقیدت مندانہ حاضری دیتے تھے ۔

سید عالم شاہ کا بیان ہے کہ ایک دن میاں صاحبؒ سخت بیمار پڑ گئے ۔ آپ اپنے باغیچہ میں تشریف فرماتھے سب مرید و خدام پریشان حال تھے اور خواص و عوام گروہ در گروہ آپ کی بیمارپرسی کے لئے جمع تھے کہ اسی اثناء میں قریب کے فراس (غز) کے ایک مضبوط درخت کی شاخ ٹوٹ گئی ۔ سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے ۔ یہ دیکھ کر بعض نے اسے بدشگونی خیال کیا ۔ آپ نے لوگوں کی بے چینی دیکھ کر تسلی دی اور فرمایا کہ یہ میری عیادت کے لئے جنات کا بادشاہ اور امراء آئے تھے ۔ اور جنات کی کثرت تعداد کے سبب درخت کی شاخ ٹوٹ گئی ۔ سید عالم شاہ کا بیان ہے کہ چھ دنوں کے بعد آپ کو صحت یابی ہوئی ۔ میں گھر گیا تو ہمارے گاؤں میں ایک آسیب زدہ تھا اس پر اکثر جنات کا اثر ہوتا تھا ایک دن میں نے اس کے جنات سے مذکورہ بالا واقعہ کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا کہ اس دن ہم اپنے بادشاہ کے ہمراہ پٹھانوں کے بزرگ اور ولی اللہ کی عیادت کے لئے چمکنی گئے ہوئے تھے جنات کے اس بیان سے اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے ۔ (۲)

حضرت میاں صاحبؒ کے اندر شوق و محبت الٰہی کی ایسی باطنی آگ موجود تھی

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا مسعود گل ص ۶۱-۶۲

(۲) مجموعہ مناقب ص ۵۹ ۔ ملاحظہ ہو مناقب میاں عمر از مولانا دادین ص ۱۲۰-۱۲۲

جس کے سامنے آتش ظاہری کی تپش کی کوئی حقیقت نہ تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ بھڑکتی ہوئی آگ میں بھی ہاتھ ڈال دیتے تھے اور اس کی گرمی کا آپ کے بدن پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا ۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ ریاضت و مجاہدہ کے دوران ایک بار میں نے آزمائش کے طور پر بھڑکتی ہوئی آگ کے تنور میں ہاتھ ڈال کر کافی دیر تک اس کے اندر رہنے دیا مگر آگ میرے ہاتھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکی (۱) ۔ واللہ اعلم ۔

بعض اولیاء اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ بیک وقت مختلف جگہوں میں حاضر ہوتے ہیں ۔ مختلف کام ان سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور مختلف اجساد و اشکال میں متشکل ہو جاتے ہیں ۔ یہی حال حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کا ہے ۔ آپ چمکنی (پشاور) میں سکونت رکھتے تھے اور حسبِ ظاہر حرمین شریفین تشریف نہیں لے گئے تھے مگر بعض معاصرین جو مکہ اور مدینہ منورہ سے ہو کر آئے تھے بیان کیا کرتے تھے کہ انہوں نے جناب میاں صاحب چمکنیؒ کو حرمین میں دیکھا تھا اور وہاں آپ کے ساتھ ان کی گفتگو ہوئی تھی ۔ اس قسم کا ایک عجیب واقعہ احمد پشاوریؒ حاجی عبدالصمد باجوڑی کی زبانی بیان کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں ۔ کہ :

یوه ورځې په مسجد کښ صاحب ناست وو	ایک دن میاں صاحبؒ مسجد میں تشریف فرما تھے
ذکر فکر ې عجب د خاطر راست وو	اور قلبی ذکر و فکر میں بہت مستغرق تھے
خلقه ورته انبوه د هر طرف وه	ہر طرف سے لوگ (گرد) جمع تھے
په دیدارِ مبارك يې مشرف وه	اور آپ کے دیدار سے مشرف (ہورہی) تھے
دا بنده احمد حاضر هم هغه دم وو	یہ بندہ احمد بھی اس وقت موجود تھا اور
په حضور د دې ولی قطب افخم وو	اس عظیم قطب کے حضورمیں (حاضر) تھا

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مسعود گل ص ۳۳ ۔

راوی کہتا ہے کہ میں حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ
اسی اثناء میں ایک آدمی آیا اور میان صاحبؒ کے ساتھ مصافحہ کرکے کہنے لگا کہ :-

عرض یې وکړ چه حاجی عبدالصمدّ یم
مشرف په رفاقت هم پر مدد یم
چه اول ورځ د صاحب ملاقات ماته
حاصل شوی وو په غره* عرفات ماته
زه* شپږ کاله مشرف په رفاقت وو م
د صاحب سره د حج په لوئی عظمت وو م
پس تر هغه به صاحب تر میزاب لاند
په سفر د مدینې پسه بنه* زیارت کښې
له صاحبه سره وو م په رفاقت کښې
په دا شپږ حج کښې زه* مدام له تا
مشرف په دیدن وو م صبا بیګاه
سعادت د قدمبوس حاصل ما وو
پس له شپږ کالو نصیب کامل ما وو
راروان په دې طرف شو م ته* م پریښوې
د وار ه پښې م د وطن په لوري کیښوې
نن چه راغلم زه* ستا و پاک حضور ته
پاک حضور ته تمامې دارالسرور ته

عرض کیا کہ (میں) حاجی عبدالصمد ہوں
رفاقت سو روربسے مشرف ہوں
کہ پہلے روز صاحب کی ملاقات مجھے
عرفات کی پہاڑی پر حاصل ہوئی تھی
میں چھ سال تک آپ کی رفاقت سے مشرف رہا
صاحب کے ہمراہ حج کی بڑی عظمت سے (مستفید)
تھا ۔ اس کے بعد صاحب میزاب کے نیچے
ہر روز تشریف رکھا کرتے تھے
مدینہ کے سفر میں (روضہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم) کی زیارت میں
میں صاحب کے ہمراہ تھا
اس چھ سال کی مدت میں ، میں صبح و
شام دیدار سے مشرف ہوتا تھا ۔
پورے چھ سال تک مجھے
قدمبوسی کا شرف حاصل رہا
میں آپ کو چھوڑ کر اس طرف روانہ ہوا
اور وطن کی راہ لی
آج جب میں آپ کے حضور میں آیا
حضور پاک بلکہ سراسر دارالسرور (میں آیا)

معرفت مې د صاحب د صورت راغې	صاحب کی شکل و صورت کو پہچان لیا
قدمبوس ته مې نور زړه په سرعت راغې	اور دل قدمبوسی کے لئے جلدی آگے بڑھا
حق په ما د رفاقت د صاحب ډير دې	مجھ پر آپ کی رفاقت کا بہت زیادہ حق ہے
را عطا چه عنايت د صاحب ډير دې	اور صاحب کی مجھ پر بڑی عنایت ہے
که هر څو دې په تقرير و بشارت وو	اگرچہ وہ بشارت کے بیان کرنے میں لگا ہوا تھا
د صاحب ورته د منع اشارت وو	مگر صاحب اس کو روکنے کا اشارہ فرماتے تھے
که د منعې شمع څو خوځوې سر خيل	(مگر کیا کیا جائے یہ ایک حقیقت ہے) کہ شمع
پتنگ نه اوړې پسـرا چوې څگر خيل (۱)	پروانے کو روکنے کے لئے جتنا بھی سر ہلاتی ہے
	پروانہ اتنا ہی جلنے کے لئے آگے بڑھتا ہے ۔

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین (قلمی) ورق ۱۵۱ ۔

(نوٹ) اولیاء اللہ سے اس قسم کے امور کا صادر ہونا ثابت ہے ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوب ۵۸ دفتر دوم حصہ ہفتم میں اس موضوع پر نہایت محققانہ گفتگو فرمائی ہے اور اس قسم کے واقعات کی تصدیق کی ہے ۔

پشتو کے مشہور شاعر رحمان باباؒ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں کہ ۔

چه پـه يو قدم تر عرش پورې رسي	جو ایک قدم پر عرش تک پہنچتے ہیں
ما ليدلې دي رفتار د درويشـانو	میں نے درویشوں کی رفتار دیکھی ہے ۔

صوفیائے کرام کا عقیدہ بلکہ مشاہدہ ہے کہ :

بعد منزل نہ بُود در سفر روحانی ۔ واللہ اعلم بالصواب

******

ولایت و کرامت کے بارے میں حضرت میان صاحب چمکنی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

آپ فرماتے ھیں کہ دراصل ولایت نبوّت کی تابع ھوتی ھے اور جو شخص کسی نبی کا متبع نہیں ھوتا وہ ولایت کے مرتبہ پر نہیں پہنچ سکتا ۔ چنانچہ لکھتے ھیں کہ ۔

" ولایت اصالتاً در حضرت انبیاء است صلواۃ اللہ علیہم اجمعین وتبعاً امت را بود پس چون مایان کہ امت پیغمبر آخر زمان حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھستیم ، ولایت این امت جز تبعاً دانید فقط بحدی کہ اگر کسے خلافِ سنّت طاعت می کند یعنی سرھوا رود بمرتبۂ ولایت نرسد پس دلیل بر امر ولایت ایمان بما جاء النّبی وعمل بہ متابعتِ حضرت اوست قولاً و فعلاً و حالاً عرفاناً ..... " (۱)

ولایت اصالتاً انبیاء علیہم السلام میں ھے اور تبعاً امت میں ھوتی ھے پس جب ھم کہ پیغمبر آخر زمان حضرت محمد علیہ السلام کی امت ھیں اس امت کی ولایت کو بھی تبعاً جان لو فقط اس حد تک کہ اگر کوئی اَ سنت طاعت کرتا ھے یعنی سرکشی کرتا ھے ولایت کے مرتبہ پر نہیں پہنچتا ۔ پس ولایت کی دلیل نبی کے لائے ھوئے پیغام پر ایمان اُقولاً ، فعلاً ، حالاً اور عرفاً اس کی متابعت کرنا ھے ۔

آپ فرماتے ھیں کہ ولی کو نبی کی متابعت میں جتنا زیادہ کمال حاصل ھوگا اسی قدر اس کی ولایت بدرجۂ کمال ھوگی ۔ لکھتے ھیں کہ :۔

" ھر کرا متابعت حضرت نبی بکمال است ھمان قدر مرتبۂ ولایت ولی بدرجۂ کمال است فقط

جو کوئی حضرت نبی علیہ السلام کا جس قدر کامل اتباع کرتا ھے اسی قدر اُس ولی کی ولایت بدرجۂ کمال ھوتی ھے فقط

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ھو المعالی شرح امالی (قلمی) ص ۳۶۸-۳۷۱

"درین باب گنجائش حرفِ دیگر نیست چون چرا درین میان نہ گنجد و اگر چیز تاثیر و تصرف دارد ہمان بعد از موت طوق استدراج ومکر او شود در دوری و مہجوری از ولایت و پیشوائی خود شدہ سرنگون در جہنم بحکم "اہل بدعت کلاب ومن کلاب اہل النار" خواہد بود"۔ (۱)

اس باب مین دوسری بات کی گنجائش نہین اس مین چون و چرا کی حاجت نہین اور اگر کوئی تاثیر و تصرف رکھتی ہے وہ موت کے بعد اسکے استدراج و مکر کا طوق ہو جائے گا اپنی ولایت و پیشوائی سے دور ہوکر جہنم مین سرنگون پڑ جائین گے دلیل یہ حکم ہے کہ اہل بدعت کتے ہین اور جہنّم کے کتون مین سے ہین ۔

ولی کی تعریف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہین کہ :۔

"ولی دوست و نزدیک را گویند امّا نزدیک باید بحضرت حق سبحانہٗ از ہمہ موجودات درگذشتہ در مقامِ شہود و شاہدِ وحدت باشد"۔ (۲)

ولی دوست اور قریب کو کہتے ہین ۔ اما حضرت حق سبحانہٗ کے اتنا قریب ہو جائے کہ تمام موجودات سے گزر کر مقام شہود مین ہو اور وحدت خداوندی کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے ۔

حضرت میان صاحبؒ ولایت کی تفصیل مین فرماتے ہین کہ ولایت کی دو قسمین ہین۔ یعنی ولایت مبرم اور ولایت معلّق ۔ اوّل الذکر ولی کی ولایت خدا کے علم مین ثابت و کائن ہوتی ہے پس اس ولی کو نہ اپنی ولایت کا علم ہونا شرط ہے اور نہ اس کے درجات پر وقوف شرط ہے ۔ البتہ دوسری قسم کے ولی کو اپنی ولایت، اس کے درجات، اور عروج و نزول

---

(۱) المعالی ص ۵۷۶ ۔
(۲) مبحث ولایت و کرامت ۔

کا علم ہونا شرط ہے ۔ کیونکہ جو بادشاہ جہان بانی اور جہان رانی کے قواعد و ضوابط سے ناآشنا ہو وہ حکومت کیسے چلا سکتا ہے ۔ یا اگر کوئی سپہ سالار قوانین و اصول جنگ سے آشنا نہین تو وہ فتح کیسے حاصل کر سکتا ہے ۔ (۱)

لکھتے ہین کہ :

همچنان ولی است که دانا بر قواعد و اساس و اقتباسِ نورِ ولایت نسبت نه کرده است وناخسته است و نمی داند چگونه لائق اقتدار باشد وبه دیگران چه خواهد داد و پیشوائی در چه چیز خواهد کرد معلوم باد این حرف تزویرانه از مشائخ سرزده است درمیان مقلّدین چنان شائع امّا چون ضایع حرف بے معنی است خود در ورطهٔ هلاک افتادگان اند و دیگران را نیز دل سردی از حصولِ کمالات می نماید ازین طائفه خدا ناشناسان و خدا ناترسان دور باشید فافهم جدا و اعتبر ۔

اسی طرح ولی (کا حال) ہے کہ اگر قواعد و اساس اور نور ولایت کے اقتباس سے ناواقف ہے اور (یہ چیزین) نہین جانتا وہ کس طرح لائق اقتدار ہوگا اور دوسرون کو کیا دے گا اور کس چیز مین لوگون کی رہنمائی کرے گا معلوم رہے یہ تزویرانہ بات مشائخ سے سرزد ہوئی ہے اور مقلدین مین شائع ہے یہ ایک بیہودہ بات ہے ۔ خود ورطہ ہلاکت مین پڑے ہوئے ہین اور دوسرون کو بھی کمالات حاصل کرنے سے روکتے ہین ۔ اس خداناشناس اور ناترس گروہ سے دور رہو فافہم جداً واغتنم ۔

---

(۱) المعالی ص ۳۶۸-۳۷۱ ۔

صوفیاء کا اس بارے مین اختلاف ہے کہ آیا ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم ہو سکتا ہے یا نہین بعض کہتے ہین کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا جائز نہین کیونکہ اس طرح انجام کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے عبودیت زائل ہو جاتی ہے مگر ان مین سے جلیل القدر اور بزرگ صوفیاء کا قول ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ تو اللہ کی طرف سے

آگے چل کر آپ فرماتے ھیں کہ :

اگر ولی را علم بر ولایت شرط ھست پس مؤمن را عز علم بر ایمان و ایقان آن شرط شود و او مؤمن باشد و عالم را عز بر علم قواعد علمی شرط نباشد و عالم یعنی بدون حصول و وقوف آن عالم باشد و بادشاہ را تصرف درملک بے لشکر و دولت میسر باشد و او لشکر و دولت نداشتہ باشد و او بادشاہ بود و کاسب را وقوف بر نفع و نقصان کسب نہ باشد و او ھنرمند باشد این محال است۔ (۱)	اگر ولی کو اپنی ولایت پر علم رکھنا شرط نہیں پس مؤمن کو بھی اپنے ایمان اور اس کے لاحق پر علم حاصل کرنا شرط نہ ھو اور وہ مؤمن ھوگا اور عالم کے لئے بھی قواعد علمی حاصل کرنا شرط نہ ھو اور اس کے حاصل کئے بغیر وہ عالم ھوگا اور بادشاہ کو ملک میں بغیر تصرف اور بغیر دولت و لشکر کے بادشاہت حاصل ھوگی ۔ اور کاسب کو نفع و نقصان کا علم نہ ھو اور وہ ھنرمند ھوگا ۔ یہ (تمام باتیں) محال ھیں ۔

جو لوگ ولایت کی نفی کرتے ھیں وہ خود پرست اور آزاد خیال ھیں ۔

منکرین ولایت پر رد کرتے ھوئے آپ فرماتے ھیں کہ :

شکم پروران طائفہ خود پرست کہ برائی سہولت و آسانی و طبع حیوانی و مزاج بہائمی خود حیلہ و حوالہ پیدا کردہ نفی ولایت می کنند ۔ (۲)	شکم پرور اور خود پرست لوگ جو اپنی سہولت اور طبیعتِ حیوانی اور مزاج بہائمی کی تسکین کے لئے حیلہ و حوالہ تلاش کرکے ولایت کی نفی کرتے ھیں ۔

= بندے پر انعام ھوتا ھے اور چاھئے کہ ولی کو اللہ کی نعمتوں کا علم ھو تاکہ وہ اور زیادہ اللہ کا شکرگذار رھے ۔ (تعرّف ص ۱۰۹ ، ۱۱۵)

******

(۱) المعالی ص ۳۶۸- ۳۷۱ ملاحظہ ھو ۔ (۲) المعالی ص ۳۷۲ ۔

آ پ ولی کے لئے کرامت ضروری سمجھتے ھین کیونکہ اس سے ولی اور غیر ولی مین امتیازکرنا آسان ھو جاتا ھے ۔ لکھتے ھین کہ :

" امر کرامت دلیل ولی و غیر ولی است چنانچہ معجزہ دلیل است نبی و غیر نبی و الاّ مدعیانِ نبوت ھر یک بودی ھمچنان اگر ایمان و عملِ صالح شرط نہ بودی فرقِ ولی و غیر ولی کي بودی " ۔ (۱)

کرامت ، ولی اور غیر ولی کے درمیان (شناخت) کی دلیل ہے جیسا کہ معجزہ نبی اور غیر نبی کے درمیان (امتیازکی) دلیل ہے ۔ ورنہ ھر ایک نبوت کا دعویدار ھوتا اسی طرح اگر (ولایت کے لئے) ایمان اور عمل صالح شرط نہ ھو تو ولی اور غیر ولی کے درمیان فرق کیا ھوتا ۔

اسی طرح آ پ نے اس دعوٰی کی بھی سختی سے تردید فرمائی ھے کہ کرامت نقصان ھے اور ولی بے کرامت ولی باکرامت سے بہتر ھے ۔ آ پ فرماتے ھین کہ اگر کرامت موجب نقصان ھوتی تو ائمہ اربعہ سے ھر گز کرامات کا صدور نہ ھوتا اور جہان تک ولی بے کرامت کا ولی با کرامت سے بہتر ھونے کا سوال ھے ۔ حضرت میان صاحب چکنیؒ فرماتے ھین کہ یہ قول بے اصل اور بے بنیاد ھے اور اس کو کاتب کی لغزش قلم سمجھنا چاھئے ۔ (۲)

کرامت کے ممکن الوقوع ھونے پر بحث کرتے ھوئے آ پ فرماتے ھین کہ قرآ ن کریم سے استجابتِ دعا ثابت ھے اور کرامت اجابتِ دعا کا ثمرہ ھے ۔ (۳) اس ضمن مین لکھتے ھین کہ ۔

عارف اقرب است دعاء وی نیز قریب تر است یعنی آ نچہ ازو بظہور آید از خرق عادات اثرِ دعا دانی نہ چیزی دیگر حضرات

عارف اقرب ھے اس کی دعا بھی قریب تر ھوتی ھے یعنی جو کچھ اس سے ظاھر ھوتا ھےخوارق عادات مین سے دعا کا اثر سمجھ لو نہ کوئی

---

(۱) المعالی ص ۶۰۰ ۔ (۲) المعالی ص ۶۰۰ ۔

انبیاء را معجزه به واسطهٔ دعا بود و همچنان اولیاء الله را کرامات اهد اثر دعا و کسیکے منکر دعا است هعون منکر کرامت است و منکر کرامت منکر دعا است و منکران این معنیٰ معتزله بوده اهد هرکس که منکر دعا و منکر کرامت باشد اگر چه معتزله نباشد اما اعتقاد معتز لیان دارد پرَ حضر باید بود ازین بداعتقادان ۔ (۱)

دوسری چیز انبیاء علیہم السلام کو معجزہ دعا کے واسطہ سے (ظاهر) هوتا هے اسی طرح اولیاء کے کرامات هیں بہ دعا کا اثرُ اور جو شخص دعا کا منکر هے وهی کرامت کا منکر اور کرامت کا منکر دعا کا منکر هے اور منکرین دعا معتزلہ میں سے هیں ۔ جو شخص دعا و کرامت کا منکر هو اگر چه معتزلہ میں سے نہ هو مگر وہ معتزلیوں کا عقیدہ رکھتا هو هے ان سے بداعتقاد لوگوں سے دور رهنا چاهئے ۔

معجزہ ، کرامت ، مکر اور استدراج کا فرق بیان کرتے هوئے آپ لکھتے هیں کہ ۔

" معلوم باد که خرق عادت خاص است نه عام که دلیل و تائید نبوت شده معجزه نام یافت و دلیل و تقویت استقامت شده کرامت نام یافت و برخلاف عمل صالح مکر نام یافت و برخلاف ایمان و عمل صالح استدراج شده رو به بعد کشیده نه به اقربؔ ۔ (۲)

خرق عادت خاص هے نہ کہ عام جو نبوت کی دلیل و تائید کیلئے ظاهر هوا معجزہ نام پایا استقامت کی دلیل و تقویت کےلئے ظاهر هوا اس کا نام کرامت هوا اور عمل صالح کے خلاف (اگر کوئی کام ظاهرهوا) تو اس کا نام مکر هوا اور ایمان اور عمل صالح کے خلاف اگر هے تو اس کانام استدراج هے خدا سے دوری کا ذریعہ هے نہ کہ وسیلۂ قرب ۔

---

۳) ادْعُونِیٓ اَسْتَجِبْ لَکُم [illegible] واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی والیومنوبی لعلّهم یرشدون ۔ سورہ بقرہ ۲: ۱۸۶ ۔

******

(۱) المعالی ص ۵۹۵ ۔ (۲) المعالی ص ۷۰۵ ۔

— نوٹ) ولایت و کرامت کی حقیقت

سلسل ریاضات و مجاهدات کے بعد جب انسان کا باطن صاف اور قلب اللہ کے نور معرفت میں مستغرق ہو جاتا ہے تو پھر اس کے کانوں میں ہر وقت صرف آیات اللہ کی صدا گونجتی رہتی ہے ۔ اس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل کے نظارہ میں مشغول ہوتی ہیں اور زبان پر ہر دم اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثناء جاری رہتی ہے ۔ حتّٰی کہ اس کی تمام ذہنی اور جسمانی قویٰ خدا کی خدمت و طاعت کے لئے وقف ہو جاتی ہیں ۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ بھی اپنے فضل و احسان سے اپنے بندے کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور جہالت و ضلالت کی تمام آلائشوں سے پاک کرکے اپنے نور ہدایت سے منوّر کرلیتا ہے ۔ اور اس طرح اس کو خدا کے ولی و دوست اور حبیب و محبوب ہونے کا بلند مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے ۔ (ملاحظہ ہو تفسیر سورۂ البقرہ ۲ : ۲۲۲ ، سورۂ اعراف ۷ : ۱۹۶ ، سورۂ مائدہ ۵ : ۵۵ ، سورۂ محمد ۴۷ : ۱۱ ، سورۂ البقرہ ۲ : ۱۶۵ ، سورۂ مائدہ ۵ : ۵۴ ، سورۂ بقرہ ۲ : ۲۵۸) ۔

ولایت ایک دولت عظمیٰ ، انسانیت کی معراج ، سکون و اطمینان کا ذریعہ اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی بشارت ہے ۔ اولیاء اللہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب دوسرے لوگ ڈرتے ہیں وہ خوف زدہ نہیں ہوتے اور جب دوسرے لوگ غمگین ہوتے ہیں وہ غمزدہ نہیں ہوتے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

اَلا اِنّ اولیاء اللّٰہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون الّذین آمنوا وکانوا یتقون لہم البشریٰ فی الحیوۃ الدّنیا وفی الآخرۃ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ذلک ھوالفوز العظیم ۵ (سورۂ یونس آیات ۶۲-۶۳)

جان لو اولیاء اللہ کو نہ خوف لاحق ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے وہ جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں (فوز و فلاح) کی بشارت ہے ۔ خدا کی باتوں کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا ۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے ۔

جس طرح تمام بندوں میں انبیاء کرام خدا کے محبوب و مقرب ہوتے ہیں اسی طرح

ہر نبی کی امت میں بعض لوگ روحانی اور ایمانی کمالات کے سبب بارگاہِ خداوندی میں مقبول و باریاب ہو جاتے ہیں ۔ ان کی علمی اور عملی حالت امت کے دیگر افراد سے ممتاز ہو ہوتی ہے ۔ ایسے محرمِ اسرار اور مخزن انوار خدا رسیدہ بندگان خدا کا وجود اسلام کی زینت و رونق ہے اور انہیں کے دم سے یہ دنیا باوجود اس کثرت معصیت کے قائم و برقرار ہے اہل سنّت والجماعت کا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اولیاء اللہ کا وجود حق ہے اور ایسے باکمال اور پاکیزہ نفوس ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا ۔ (ملاحظہ ہو المعالی شرح مالی ص ۵۷۵ ایضاً کشف المحجوب از داتا گنج بخش ہجویری ص ۲۶۰)

★★★★★★

لفظِ ولی قرب کے معنٰی پر دلالت کرتا ہے اور دوست و حبیب کے معنی میں مستعمل ہے ۔ شارح فقہ اکبر علامہ (م ۲۹۰ھ) ابوالمنتھی احمد بن محمد الحنفیؒ ولی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" الولی ھو القریب فی اللّغۃ فاذا کان العبد قریباً من حضرۃِ اللّٰہ بسبب کثرۃ الطاعات وکثرۃ اخلاصہ وکان الرّب قریباً منہٗ برحمتہٖ وفضلہٖ واحسانہٖ فحینئذٍ حصلت الولایۃ " ۔	ولی قریب کے معنٰی میں ہے لغت میں ۔ پس جب بندہ کثرت طاعات اور کثرت اخلاص کے سبب خدا کے قریب ہو جاتا ہے اور خدا اپنے فضل و رحمت اور احسان سے اس کے قریب ہو جاتا ہے پس اس مقام پر ولایت حاصل ہو جاتی ہے ۔

(شرح فقہ اکبر "بیان" الکرامات للاولیاء حق " ایضا ملاحظہ ہو تفسیر کبیر لامام فخرالدین محمد بن عمر رازی ، سورہ الکہف)

علامہ تفتازانیؒ (المتوفی ۷۹۱ھ) فرماتے ہیں ۔

" الولی ھوالعارف باللّٰہ تعالٰی وبصفاتہٖ حسب ما یمکن ، المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانھماک	ولی وہ شخص ہے جو اللہ تعالٰی کی ذات و صفات میں حتّی الامکان معرفت رکھتا ہو طاعات الٰہی میں مستغرق گناہوں سے مجتنب

= فی اللذات والشہوات "۔ اور شہوات و لذات سے بیزار ہو ۔

(شرح عقائد بیان کرامات الاولیاء حق)

حضرت امام حسن بصری رح (المتوفی ۱۱۰ھ - ۷۲۸ء) ولی کی تعریف میں فرماتے ہیں ۔

" هوالذی یکون فی وجهه حیاءٌ وفی عینه بکاءٌ وفی قلبه صفاءٌ وفی لسانه ثناءٌ وفی یده عطاءٌ وفی وعده وفاءٌ وفی نطقه شفاءٌ " ۔

ولی وہ ہے جس کے چہرے پر حیاء آنکھوں میں گریہ ، دل میں پاکی ، زبان پر تعریف و ثناء ہاتھ میں بخشش و عطاء وعدہ میں وفا اور بات میں شفاء ہو ۔

(کتاب الاسلام از مولانا ظہیر الحق قادری مطبوعہ دھلی ۱۹۳۰ء ص ۵۳۷)

حضرت ابوعلی جرجانی رح فرماتے ہیں ۔

الولی هوالفانی فی حاله والباقی فی مشاهده الحق لم یکن له عن نفسه اخبار ولا مع غیرالله قرار ۔

یعنی ولی وہ ہوتا ہے جو اپنے حال میں فانی اور خدا کے مشاہدہ میں باقی ہو اور اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ اپنے حال سے خبر دے یا اللہ کے سوا کسی اور کے پاس قرار پائے ۔

مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ولی خدا کو بہت قریب و محبوب ہوتا ہے اور اس کے ہاں لئے اس کو بہت کرامت و عزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر معجزات ظاہر فرماتا ہے اسی طرح اولیاء صادقین کی مقبولیت و قرب ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر کرامات کا اظہار فرماتا ہے ۔ اگر چہ ان بندگانِ خدا کا اصل کمال کرامت معنوی یعنی کتاب و سنت کا اتباع اور خلاف اولیٰ امور سے اجتناب ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے کرامات حسّی (مثلاً پانی پر چلنا ، حیوانات سے کلام کرنا ، ایک ساعت میں بہت سی مسافت طے کرنا ، مخلوق کے فکروں اور اندیشوں سے خبر رکھنا =

= کسی چیز کا بے موقعہ ، بے محل اور بے وقت ظاہر ہونا اور اپنی یا دوسرے کی قبل از ظہور بات معلوم کرنا وغیرہ) بھی عطا فرماتا ہے ۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ۔ اسی پر اجماع ہے اور امت محمدیہ صلی اللہ علیٰ صاحبہا کے تمام صوفیائے عظام کا اس پر اتفاق ہے اور عقائد و تصوف کی تمام مستند کتابوں میں یہ مسئلہ مفصل اور مدلّل طور پر موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ کرامات کا منکر سب احکام منصوصہ اور علم عادی و ضروری کا منکر سمجھا جاتا ہے ۔ (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر و تفسیر روح المعانی ، سورۃ الکہف ، سورۃ آل عمران و سورۃ مریم ، شرح فقہ اکبر ، شرح عقائد نسفی ، شرح مواقف ، شرح مقاصد (بیان کرامات الاولیاء حق) التعرف لمذہب اہل التصوف از امام ابوبکر بن ابو اسحاق (م ۳۹۵ھ) اردو ترجمہ از ڈاکٹر پیرمحمد حسن طبع اول ۱۳۹۱ھ ص ۱۰۵- ۱۱۸ ، کشف المحجوب از داتا گنج بخش ہجویری اردو ترجمہ از مولوی محمد حسین مطبوعہ لاہور ۱۳۷۳ھ ص ۲۶۲- ۲۸۸ ، عوارف المعارف از شہاب الدین سہروردی اردو ترجمہ از حافظ سید احمد ارشد (رشید) مطبوعہ لاہور اشاعت اول ۱۹۶۲ء ص ۵۲، ۲۷۱-۲۷۲ ، مکتوب مجدد الف ثانی دفتر ۱ حصہ ۳ مکتوب ۲۶۶) ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آصف بن برخیا کی کرامت کا ذکر کیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت اس کے پاس آنے سے پہلے منگوانا چاہا اور خدا چاہتا تھا کہ آصف کی بزرگی مخلوق پر واضح ہو چنانچہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ شخص کون ہے جوکہ بلقیس کے تخت کو اس کے آنے سے پہلے لا حاضر کرے ۔ " قال عِفریتٌ من الجنّ انا آتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک " یعنی ایک عفریت نے کہا کہ میں اس تخت کو تیرے پاس اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے لا کھڑا کرتا ہوں ۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اس سے بھی جلدی چاہئے ۔ اس کے بعد آصف نے کہا " انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک " یعنی میں اسے تمہارے پاس آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا ۔ (سورۃ النمل آیت ۲۷ : ۳۰) حضرت سلیمان علیہ السلام آصف

= کے اس کلام سے حیران نہ ہوا اور نہ انکار کیا اور نہ اس کو محال نظر آیا ۔ قرآن کریم نے ہم کو مریم علیہا السلام کے قصہ کی اطلاع دی کہ جب زکریا علیہ السلام ان کے پاس حجرہ میں آتے موسم سرما میں موسم گرما کا میوہ پاتے اور موسم گرما میں موسم سرما کا میوہ ۔ مریم سے پوچھا "اَنّیٰ لَکِ ھذا؟" (اے مریم تیرے پاس یہ کہاں سے آتے ہیں) جواب دیا "ھو من عند اللہ" ۔ اللہ کے پاس سے (سورۂ آل عمران ۳: ۳۷) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اصحاب الکہف کے ساتھ کتے نے کلام کیا ۔ یہ سب واقعات کرامات میں سے ہیں کہ نہ کہ معجزات سے کیونکہ مذکورہ سب حضرات پیغمبر نہ تھے ۔

(ملاحظہ ہو تفسیر کبیر لامام رازی ، سورۂ النمل ۲۷ : ۳۰ ، سورۂ آل عمران ۳ : ۳۲ ، ایضا تفسیر روح المعانی ۲۷ : ۳۰ ، ۳ : ۳۲ اس کے علاوہ کشف المحجوب ص ۲۷۸ - ۲۷۹ اور التعرف ص ۱۰۵ - ۱۰۶ بھی ملاحظہ ہو) ۔

اس کے علاوہ خلفائے راشدین سے بھی مختلف اوقات میں متعدد کرامات کا ظہور ہوا ہے ۔ مثلاً جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے دروازہ پر لایا گیا اور یہ ندا دی گئی " السلام علیک یا رسول اللہ ھذا ابوبکر بالباب " یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو دروازے پر ابوبکر حاضر ہیں ۔ تو اسی وقت دروازہ خود بخود کھل گیا اور قبر سے یہ آواز آنے لگی کہ " ادخلوا الحبیب الی الحبیب " (دوست کو دوست کے ساتھ ملاؤ) ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ایک بار یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ نماز جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اور اچانک منبر پر پکار کر کہا " یا ساریۃ الجبل" اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ ۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ میں تھے اور حضرت ساریہ لیے ایک ماہ کی مسافت پر نہاوند میں دشمن کے ساتھ نبردآزما تھے ۔ کہتے ہیں کہ حضرت ساریہ نے یہ آواز سنی اور پہاڑ کا سہارا لے کر دشمن کو شکست دے دی ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں راستے پر سے گزر رہا تھا ۔ ایک عورت پر میری نگاہ پڑی ۔ اس کے بعد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا ۔ کہ

" مالی اراکم تدخلون علیّ وآثار الزنا ظاہرۃ علیکم" (یہ کیا ہے کہ تم میرے پاس آئے ہو اسی حالت میں کہ تیرے چہرے پر زنا کے آثار ظاہر ہیں ۔ حضرت انس مزید فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہے؟ ۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ مومن کی فراست ہے ۔

(فراست مومن کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تعرف ص ۲۳۳-۲۳۶) ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے احباب میں سے ایک سیاہ فام غلام نے چوری کی اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لایا گیا پوچھا کیا تو نے چوری کی ہے ؟ جواب دیا ہاں پس اس کا ہاتھ کٹ دیا گیا وہ واپس لوٹا کہ راستے میں حضرت سلمان فارسی اور ابن الکوا کے ساتھ ملاقات ہوئی پوچھا تیرا ہاتھ کس نے کاٹا جواب دیا کہ "امیرالمومنین ویعسوب المسلمین وختن الرسول وزوج البتول" ۔ ابن الکوا نے کہا کہ اس نے تو تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو اس کی تعریف کرتا ہے ۔ جواب دیا کہ میں کیوں اس کی تعریف نہ کروں کہ برحق میرا ہاتھ کاٹا اور آگ سے نجات دلائی ۔ حضرت سلمان نے حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی حضرت علیؓ نے اس غلام کو بلایا اس کی کلائی پر ہاتھ رکھ کر کپڑا سے ڈھانپ لیا اور دعا فرمائی ۔ اس دوران آسمان سے ایک غیبی آواز آئی کہ کپڑا ہٹاؤ چنانچہ کپڑا ہٹایا گیا اور ہم نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ بالکل صحیح و سالم ہے ۔

(تفسیر کبیر مجوو سورۃ کہف زیر عنوان " المسئلۃ فی بیان احتجاج اہل السنۃ الصوفیۃ علی صحۃ القول بالکرامات) ۔

خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام ، تابعین ، تبع تابعین اورمتاخرین اولیاء اللہ کی کرامات کے واقعات سے تصوف و سلوک کی کتابیں بھری پڑی ہیں ۔ جن کی تفصیلات بیان کرنا باعث طوالت ہوگا ۔ البتہ راقم الحروف کے نزدیک یہ ضروری ہے

= کہ محققین علماء کرام اور صوفیاء نے کرامت کی جو تصریح و توضیح کی ہے اس کا مختصر تذکرہ کیا جائے ۔

علماء حق فرماتے ہیں کہ کرامت اس امر کا نام ہے جو کسی نبی کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور عام قانون عادت سے خارج ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ کرامت کو خرق عادت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے ۔ اگر چہ وہ چیز اصول قدرت کے خلاف نہیں ہوتی مگر اس کے اسباب ایسے دقیق اور مخفی ہوتے ہیں کہ منکرین خوارق کے علم و عقل سے خارج ہوتے ہیں ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ۔

" معجزات و کرامات امور اسبابی ہیں لیکن ان پر کمال غالب ہو گیا ہے اس وجہ سے وہ اور اسبابی امور سے ممتاز ہیں " ۔ (تفہیمات الہیہ بحث کرامت) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (المتوفی ۱۳۶۲ھ ۔ ۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں کہ ۔

" کرامت کے لئے یہ شرط ہے کہ اسباب طبیعیہ سے وہ اثر پیدا نہ ہو وہ اسباب جلی ہوں یا خفی بعض لوگ تو مطلق عجیب امور کو کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے کمال کے معتقد بن جاتے ہیں ۔ مثلاً مسمیریزم ، طلسمات ، شعبدات اور چشم بندی وغیرہ کہ اس میں بعض آثار تو محض خیال ہیں اور بعض جو واقعی ہیں اسباب طبیعیہ خفیہ سے مربوط ہیں کرامت ان سب خرافات سے پاک اور منزہ ہے " ۔ (مقدمہ " کرامات امدادیہ از مولانا اشرف علی تھانویؒ مطبوعہ رئیس پبلیکیشنز لیاقت آباد کراچی ۱۳۱۹ھ ص ۱۰)

آپ فرماتے ہیں کہ کرامت کے لئے کامل اتباع شریعت لازمی ہے ۔ چنانچہ مشائخ عظام کا قول ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھو یا پانی میں چلتا ہوا دیکھو اگر وہ شریعت کا پابند نہیں تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو اور یہ کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے ۔ (کرامات امدادیہ ص ۶-۷) ۔

حضرت مولانا شبیراحمد عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ ۔ ۱۹۴۹ء) کرامت و استدراج کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

" وہ خوارق عادات امور جو گاہ بگاہ کسی بدکار ، گمراہ ، فاسق یا کافر مشرک اور مکذب انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں اگر چہ یہ خوارق =

= بھی صورتاً ان خوارق کے مشابہ ہو سکتے ہیں جن کا نام ہم نے کرامات رکھا ہے لیکن سمجھنے والوں کے نزدیک ان دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک نجیب الطرفین مولود اور ایک ولد الزنا میں کہ بظاہر دونوں بچے یکساں شکل و صورت رکھتے ہیں اور حسی طور پر دونوں ایک ہی طرح کی حرکت و عمل کا نتیجہ ہیں مگر ان میں سے ایک بچہ فعل حرام کا نتیجہ اور دوسرا عمل مشروع کا ثمرہ ہے ۔ ہم پہلے کے تولد کو مذموم اور قابل نفرت اور دوسرے کی ولادت کو محمود اور موجب مسرت سمجھتے ہیں ٹھیک اسی طرح جو " خوارق عادات " امور اتباع رسول اور خدائے واحد کی پرستش کا نتیجہ ہوں ۔ وہ " کرامات اولیاء " کہلاتی ہیں جن کے مبارک و محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس کے برخلاف جو خوارق اتباع شیطان ، عبادت غیراللہ اور فسق و فجور کے ثمرات ہوں ان کا نام " استدراج " اور " تصرّف شیطانی " ہے ۔ "

(معجزات انبیاء از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ص ۱۳۰ - ۱۳۱)

ولی کے ہاتھ پر جو کرامت ظاہر ہوتی ہے ۔ دراصل وہ اس ولی کا فعل اور تصرّف نہیں بلکہ اللہ کا فعل و تصرف ہوتا ہے ۔ اس کا ظہور کسب سے ممکن نہیں بلکہ خدائی بخشش سے ہوتا ہے ۔

(کشف المحجوب ص ۲۶۶ ایضاً ملاحظہ ہو معدن السرور از مولانا شمس الحق افغانی ص ۲۱) ۔

بعض اولیاء نے کرامت کی قوت ایک حد خاص تک مقرر کی ہے اور جو امور نہایت عظیم ہیں جیسے بغیر والد کے اولاد کا پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا وغیرہ ان کا صدور کرامت کے ذریعے ممتنع قرار دیا ہے مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ اللہ کا پیدا کیا ہوا فعل ہے صرف ولی کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہو گیا ہے اور اللہ کی قدرت کی جب کوئی حد نہیں تو پھر کرامت کیسے محدود ہو سکتی ہے ۔ البتہ جس خرق عادت امر کی نسبت نبی نے محال ہونے کی خبر دی ہو وہ بطور کرامت سرزد نہیں ہوسکتا ۔

(کرامات امدادیہ ص ۹ ایضا ملاحظہ ہو دارالعلوم دیوبند نمبر ص ۵۵۲) ۔

صوفیائے محققین نے اس بات کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ کرامت میں معجزے کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال اور نبی و غیر نبی میں امتیاز مشکل ہونے کا خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ صدق مقال ولایت کی شرط اولین ہے ۔ اور دعویٰ مخالف معنیٰ جھوٹ ہوتا ہے اور جھوٹا ولی نہیں ہوتا اور اگر ولی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ معجزہ میں دخل دینے والا ہوگا ۔ اور معجزہ میں دخل دینا کفر ہے اور کرامت بجز مومن مطیع کے کسی کو میسر نہیں ہوتی ۔ (کشف المحجوب ص ۲۶۷ و تعرف ص ۱۰۶ ، ۱۰۷)

حضرت مجدد الف ثانی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" معجزہ نبی مقرون بہ دعویٰ نبوت است و کرامت ولی ازین معنی خالی است بلکہ بہ اعتراف متابعت آن نبی فلا اشتباہ بین المعجزہ والکرامۃ کما زعم المنکرون "

نبی کا معجزہ دعویٰ نبوت کے ساتھ ہوتا ہے اور ولی کرامت اس بات سے خالی ہے بلکہ اس نبی کی متابعت کے اعتراف سے (کرامت سرزد ہوتی ہے) پس معجزہ اور کرامت میں اشتباہ لازم نہیں آتا جیسا کہ منکرین کرامت خیال کرتے ہیں ۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ ۳ مکتوب ۲۲۶)

علامہ ابن خلدون معجزہ اور کرامت میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

معجزہ میں تحدّی ہوتی ہے اور کرامت میں تحدّی نہیں ہوتی ۔ (مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ از مولانا سعد حسن یوسفی مطبوعہ جاوید پریس کراچی ص ۳۵۱)

آگے چل کر علامہ موصوف منکرین کرامت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" عقلی بحثوں کو بھی ایک طرف رکھیں تو مشاہدہ کو کہاں لے جائیں گے اور دیکھی بات کو کیسے جھٹلائیں گے ۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین سے کرامت صادر ہوئیں ہزارہا اولیاء اور صوفیاء سے کرامات کا ظہور ہوا اور ہو رہا ہے ۔ لہٰذا ان تمام مشاہدات کو کون غلط ثابت کرے گا ۔ اگر کوئی غلط بتاتا ہے تو یہ اس کی سراسر ہٹ دھرمی اور ضد ہے اور وہ انصاف کا خون کرتا ہے ۔

(مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ ص ۳۵۱)

عبادت و ریاضت
اور مذھبی خدمات

حضرت میان صاحب چمکنی رحمۃ اللہ علیہ ایک شب زندہ دار اور سحرخیز بزرگ تھے۔ (۱) ابتداء ھی سے تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن پر خاص توجہ دی ۔ عمر کا بیشتر حصہ علماء و فضلاء کی صحبت مین گزارا ۔ (۲) سخت ریاضت و مجاھدہ سے کام لیا جس کے نتیجے مین بالآخر آپ کو یہ بلند مقام نصیب ھوا ۔

آپ کا روزمرہ معمول یہ تھا کہ بلا ناغہ ظہر کے بعد اپنے باغیچہ (واقع چمکنی) مین مجلس ارشاد منعقد کرتے ۔ (۳) جس مین قرآن و سنت کا بیان ھوتا ۔ رات گئے تک یہ اصلاح و ارشاد کا یہ سلسلہ جاری رھتا اور ھزارون کی تعداد مین طالبانِ حق آپ کے گرد جمع ھوکر آپ کے بحرِ فیضان سے فیضیاب ھو جاتے تھے ۔ (۴)

رات کا اندھیرا چھا جاتا تو آپ (۵) والذین یبیتون لربھم سُجداً و قیاماً کے مصداق ساری رات خدا کے ساتھ راز و نیاز مین گزارتے ۔

آپ نے مسجدِ کلان چمکنی مین ایک تہہ خانہ تعمیر کروایا تھا جس مین رات

== واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

نوٹ) بحث کرامات کی مزید تفصیلات کے لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب جمالِ الاولیاء طبع لاھور ملاحظہ ھو ۔

****

(۱) معرفت مولفہ محمد عباس (پشتو) پشاور ۱۹۷۰ء ص ۱۱۳ - ۱۱۴ ۔
(۲) دیباچہ المعالی شرح امالی (قلمی)
(۳) مناقب از محمد شفیق خٹک (قلمی) ورق ۳ ۔ مملوکہ ریکارڈ آفس کتب خانہ شمال مغربی سرحدی صوبہ ، پشاور ۔
(۴) مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۲۸ ۔ ==

= (۵) سورهٔ فرقان ۲۵ : ۶۳ ۔

(۶) ابتداء میں آپ موضع چمکنی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے یہ مسجد مسجدِ قدیم کے نام سے مشہور ہے ۔ (مناقب از مولانا دادین (قلمی) ورق ۶۸) بعد میں آپ نے ایک دوسری مسجد تعمیر کروائی جو آج کل مسجد کلان چمکنی کے نام سے موسوم ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس مسجد کی تعمیر سے پہلے یہاں ایک چبوترہ موجود تھا جہاں آپ بیٹھ کر لوگوں کو ارشاد و تلقین فرماتے ۔ ایک بار آپ نے خواب میں دیکھا کہ سرور کائنات صلی اللّٰہ علیہ وسلم اس چبوترے پر بڑے جاہ و جلال کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور خلفاء راشدین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں ۔

اس خواب کے بعد آپ نے علماء اور بزرگان وقت سے دریافت کیا کہ اس مقام کی تعظیم کس طرح ممکن ہے ۔ انہوں نے یہاں مسجد تعمیر کرنے کا مشورہ دیا ۔ چنانچہ آپ نے اس مشورہ کو پسند فرمایا ۔ ۱۱۴۰ھ ۔ ۱۷۲۷ء کے حدود میں یہاں مسجد کی بنیاد ڈالکر اس کی تعمیر کا آغاز کیا ۔ (مناقب از مولانا دادین ورق ۵۸) یہ مسجد سطح زمین سے بلندی پر واقع ہے ۔ اس میں ایک تالاب بنا ہوا ہے جس میں مسجد کے احاطہ کے قریب واقع ایک بڑے کنوئیں سے رہٹ کے ذریعے پانی بھر دیا جاتا تھا ۔ یہ کنواں آج بھی موجود ایک تاریخی یادگار ہے ۔ اس مسجد میں مشرق کی جانب وہ تہہ خانہ ہے جو آپ نے عبادت و ریاضت کے لئے تعمیر کروایا تھا ۔ تہہ خانے اور آپ کے مکان کو ایک زمین دوز راستے کے ذریعے ملایا گیا ہے ۔ آپ بوقت ضرورت اسی راستے کو استعمال کرتے تھے ۔

حضرت میاں صاحب چمکنی دن کے وقت اس مسجد میں درس دیا کرتے تھے اور آپ کی فیوضات و برکات کا اثر ہے کہ آج تک اس مسجد میں درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ نہایت اچھے طریقے سے جاری ہے ۔

مسجد کی عمارت پختہ ہے اور اس کی دیواروں کو بعد میں خوبصورت نقش و نگار سے آراستہ کیا گیا ۔ جس کا سہرا سیٹھی کریم بخش مرحوم کے سر ہے ۔ سیٹھی =

مسجد کلاں حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ

مسجد قدیم حضرت میاں محمد عمرؒ چمکنی رحمۃ اللہ علیہ
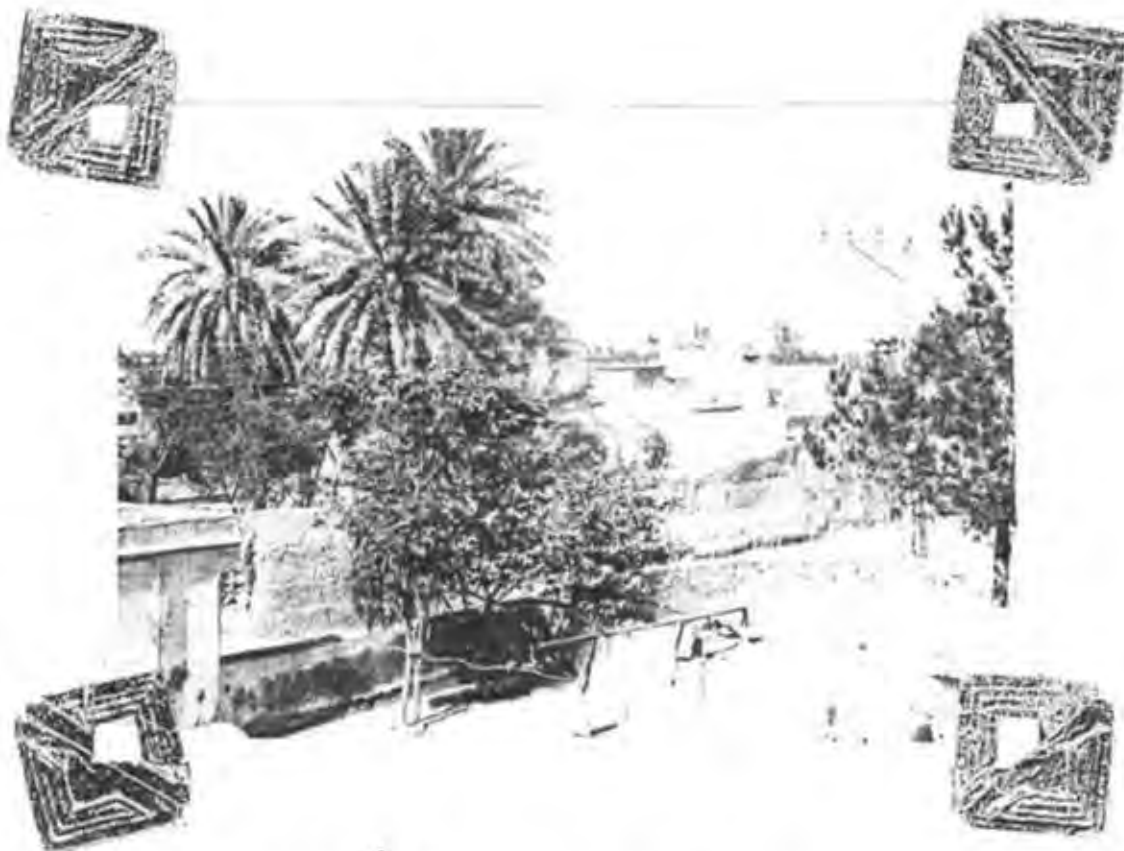
چاہِ قدیم جہاں سے بذریعہ رہٹ مسجدِ کلاں چنگی میں پانی
بھر دیا جاتا تھا۔

کے وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے اور اعتکاف بھی یہیں فرماتے تھے ۔ یہ تہہ خانہ دو چھوٹے چھوٹے کمروں پر مشتمل تھا جن کے درمیان میں ایک ایسی تنگ جگہ بنائی گئی ہے جس میں انسان ایک چھوٹی سی کھڑکی کے ذریعے داخل ہوتا ہے مگر وہ اتنی تنگ جگہ ہے جس میں صرف کھڑا رہنا ممکن ہے ۔ اس میں بیٹھنا دشوار اور لیٹنا قطعاً محال ہے ۔

عبادت کے دوران جب آپ پر وجد کا غلبہ ہو جاتا تو آپ اس پر قابو پانے کے لئے اندر جاکر قبلہ رو کھڑے ہو جاتے تھے اور ذکر فرماتے تھے ۔ یہ تہہ خانہ آج بھی موجود ہے اور آپ کی ریاضات و مجاھدات پر زبان حال سے شاھد ہے ۔

زُھد و تقویٰ

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ اپنے دور کے بے مثال زاھد ، عابد اور متقی بزرگ تھے مولانا نورمحمدؒ لکھتے ھیں ۔

د تقویٰ ثاني ئې څوک نه ووپسه دهر	(اپنے) زمانے میں آپ کا تقویٰ لاثانی تھا
زُهد جُهد ئې تيرې وو لـه عادت	اور (آپ کا) زھد و جھد عادت سے زیادہ تھا
قرائن ددهٔ ثابت د بـزرګئ وو	آپ کی بزرگی کے قرائن موجود تھے
چه هر څوك ئې دې خبر له فضيلت (۱)	اور ہر ایک آپ کی فضیلت سے آگاہ ہے ۔

---

* خاندان پشاور شہر میں آباد ہونے سے پہلے چمکنی میں آباد تھا ۔ سیٹھی کریم بخش مرحوم اس خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے ۔ بڑے فیاض اور نیک دل آدمی تھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے بے حد عقیدت مند تھے ۔ یہاں تک کہ جب مزار کی زیارت کے لئے پشاور سے چمکنی جاتے تو موضع چمکنی کے حدود میں داخل ہونے سے پہلے باڑہ پل پر احتراماً اپنی سواری سے اتر جاتے اور جوتے اتار کر پا پیادہ مزار پر حاضری دیتے تھے ۔ مسجد کلاں کا نقش و نگار آج بھی حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے ساتھ ان کی حقیقی عقیدت پر زبان حال سے شاھد ہے ۔ واللہ اعلم ۔

(۱) نورالبیان (قلمی) از مولانا نورمحمد ورق ۷۸ ۔

آپ کے کمال تقویٰ اور احتیاط شرعی کا یہ حال تھا کہ فاسقوں ، دیوانوں اور نوخیز نوجوانوں کے ساتھ میل جول یہاں تک کہ ان سے مصافحہ کرنے سے بھی بہت اجتناب فرماتے تھے ۔[۱]

حُبِّ دُنیا سے اجتناب

آپ کا سینہ حقائق و اسرار کا خزینہ اور آپ کا قلب معرفتِ حق کا آئینہ تھا۔ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف علمِ محققانِ اسرار اور فہم مدققانِ ابرار سے مالا مال فرمایا تھا بلکہ بے حساب دنیاوی مال و منال بھی عطا فرمایا تھا ۔ اس کے باوجود آپ کا دل ہمیشہ دنیا کی محبت سے خالی رہا ۔ خود دنیا سے کنارہ کش رہے اور دوسروں کو بھی ہمیشہ حب دنیا سے احتراز کی تلقین کرتے رہے ۔[۲]

آپ بڑے دریادل اور بے حد فیاض انسان تھے ۔ آپ کا کمال سخاوت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے دنیا کو دل سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا اور کبھی بھی ایک لمحہ کے لئے اس کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی ۔ مولانا نورمحمدؒ فرماتے ہیں کہ ۔

له دنیا نه پــه نفرت وه	دنیا سے نفرت کرتے تھے
تریوازې پــه عزلت وه	(اور) تنہائی اختیار کئے ہوئے تھے ۔
که ي ډیر مال و دولت وه	اگر چہ کثیر مال و دولت رکھتے تھے ۔
د ې کوشه تر پــه عزلت وه	مگر آپ اس سے کنارہ کش رہتے تھے ۔(یہ مال)
پــه فقراو ي قسمت وه	فقراء پر تقسیم کرتے تھے (اور علاوہ ازیں)
د اغنیاء ضیافت وه	(بھی) اغنیاء کی ضیافت پر خرچ ہوتا تھا

(۱) نورالبیان (قلمی) از مولانا نورمحمد ورق ۲۲

(۲) " " " ورق ۳۱ ، ۵۰

هم ئي لويرخنِ عزلت وه
وهرچاتــه نصيحت وه (۱)

(مال و دولت سے) بے حد علیحدہ رہتے تھے اور ہر ایک کو (مال و دولت سے) عزلت کی نصیحت کیا کرتے تھے ۔

قناعت و استغناء

آپ فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو میں نے کبھی خدا سے دنیا کی طلب کی ہے اور نہ کبھی دل میں اس کی تمنا رہی ہے (۲) ۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے دستِ توکل میں استغنا کی ایسی تلوار موجود تھی کہ سکوں کی جھنکار ہرگز آپ کو لالچ نہ دے سکی ۔

ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لے گئے تھے ۔ وہاں کے مشائخ و علماء اور امراء و فقراء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ لاہور کے اس وقت کے صوبیدار خان بہادر کا بیٹا یحییٰ خان بھی ملاقات کی غرض سے آیا اور بے شمار مال و دولت آپ کو بطور نذرانہ پیش کرنا چاہا ۔ مگر آپ نے اس کے لینے سے انکار کردیا تھا اور فرمایا کہ :

ود مال نه يم محتاج په خپل مال کړئ تاسو راج دعا تاسو تــه کوم مال نه اخلم نه ي وړم (۳)	مال و دولت کا محتاج نہیں تم اپنے مال و دولت پر حکومت کیا کرو میں تمہیں دعا دیتا ہوں (اور) مال نہ میں لیتا ہوں اور نہ اپنے ساتھ لے جاتا ہوں

مولانا دادیںؒ کیا خوب لکھتے ہیں کہ :

میان صاحب چه د وحدت د ځنګل شیررو لدِ هسې رنګ ښکارونو ي زړه مېتر وو	حضرت میاں صاحب جو صحرائے وحدت کے شیر تھے اس قسم کے شکار سے آپ کا دل سیر تھا

(۱) نورالبیان (قلمی) از مولانا نورمحمد ورق ۳۱ ۔
(۲) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا مسعود گل ص ۹۹ ۔
(۳) از نورمحمد ورق ۵۰ ۔

چه خداي چا ته ښيلي خزانې وي	خداوند تعالیٰ نے جس کو (اپنے غیب) کے خزانے دکھائے ہوتے ہیں ۔
نه نظر ي په روپۍ نـــه په دانې وي (۱)	پھر اس کی نظر نہ روپیہ پر ہوتی ہے اور غلہ پر ۔

آپ کی توجہ ہمیشہ خدا کی ذات اقدس پر مرکوز رہی ماسوی اللّٰہ کے لئے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی اور زبان پر بھی ہمیشہ یہی الفاظ جاری رہے ۔

بې له ذاتَ ستا مې نشته بل مطلب	بجز تیری ذات کے میرا کوئی مقصد نہیں ہے
چه زهٔ وکړم د هغه مطلب طلب (۲)	تاکہ میں اس مقصد کی طلب (و جستجو) کروں

جن حضرات کے دل و دماغ خداوند کریم پر ایمان سے سرشار ہو جاتے ہیں ان کے لئے دنیاوی مال و دولت بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور ان کا مطمعِ نظر صرف اور صرف خدائے واحد کی رضاجوئی بن جاتا ہے اور دراصل یہی اصل شاہنشاہی ہے ۔

تکبّر و انانیت سے گریز کی تلقین

آپ کی زندگی فقیرانہ اور متوکلانہ تھی آپ فرماتے ہیں کہ تکبر و انانیت مؤمن کی شان توکل کے خلاف اور خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے ۔ لکھتے ہیں کہ ۔

کبریائی صفت و خصوصیت خدائی است نه شاید مگر احدیت اقدس را ـــ و درین صفت گنجائش دیگر را نیست چون	کبریائی ذات خداوندی کی صفت و خصوصیت ہے سوائے ذات اقدس کے کسی کے شایانِ شان نہیں اور اس صفت میں کسی دوسرے کی (شرکت)

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادینؒ ورق ۲۹

(۲) " " از مولانا مسعود گلؒ ص ۹۹

بندہ تکبر کند مغضوب ربانی گردد چنانچہ
ابلیس و فرعون بے عون و شداد بیداد و
نمرود مردود علیہم اللعنۃ مخذول گشتگان
را دریاب

قطعہ

عزازیل از تکبر گشت مقہور
مبدل گشت پرتوئی ظلمت از نور
مجاہیلی تکبر ور ز باشد
بود دانا ازین باشد بسی دور (۱)

کی گنجائش نہیں ۔ جب بندہ تکبر (و غرور)
کرتا ہے خدا کے غضب کے مستحق ہو جاتا ہے
چنانچہ ابلیس و فرعون بے عون و شداد بیداد
اور نمرود مردود علیہم اللعنۃ جیسے خوار و
ذلیل شدہ لوگوں کا حال معلوم کرو ۔

عزازل تکبر کے سبب مقہور ہوا
اُس پُرنُور ظلمت میں تبدیل ہو گیا ۔
جاہل تکبر و غرور کرے گا
اور جو دانا ہوتا ہے اِس سے بہت دور رہےگا

انسان کو تکبر خود بینی اور خود نمائی سے اجتناب اور توکل و تسلیم و رضا جیسے
اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

از آب و گل و خود پرستی و خود
نمائی بیرون شدہ در کارخانۂ خدا ہم
بسمل باش، بہ رجاءِ تمام بہ درگاہِ حضرت
ذوالجلال والاکرام متوکل شَو کہ شان و
شیوۂ حق پرستان محمدیّت ہمین است
..... ہمین تکیہ و توکل ترا بحضرت حق
جل و علا بسندہ و کفایت کنندۂ امورِ کونین
بود ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ ۔ (۲)

نفس پرستی ، خود پرستی اور خود نمائی سے نکل
کر خدا کے کارخانۂ قدرت میں (مرغ) نیم
بسمل کے مانند ہو جاؤ ۔ پوری امید کے ساتھ
درگاہ خداوندی میں متوکل ہو جاؤ کیونکہ محمدی
شریعت کی شان و شیوہ یہی ہے یہی توکل و
تکیہ حضرت حق جل شانہٗ کی درگاہ میں
تیری دونوں جہانوں کے امور بس اور کافی ہے
ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ ۔

---

(۱) المعالی ورق ۳۹ - (۲) المعالی شرح امالی سورۂ الطلاق ۶۵ : ۳

حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی فیاضی

حضرت میان صاحب چمکنیؒ چونکہ تصوّف مین حضرت خواجہ عبید اللّٰہ احرارؒ سے زیادہ متاثر تھے [۱] لہٰذا سخاوت و فیاضی مین بھی اُن کے نقش قدم پر چلتے رہے ۔

آپ کے لطف و احسان اور جود و سخا کے واقعات کے پیش نظر اگر آپ کو " فیاض زمان " کے لقب سے نوازا جائے تو یہ ہرگز مبالغہ نہ ہوگا ۔ آپ بڑے سخی الطبع بزرگ تھے [۲] ۔ صبح و شام ہزارون کی تعداد مین لوگ جمع رہتے [۳] اور آپ کے لنگر خانہ سے انواع و اقسام کے طعام سے ان کا تواضع کیا جاتا تھا [۴] ۔

ہزارون جریب زمین آپ کے تصرف مین تھی اور اس کی ساری آمدنی خدا کی رضا جوئی کی خاطر علماء و طلباء، دینی مدارس، غرباء و مساکین ، مجاہدین کے سازو سامان اور مہمانون کی ضیافت پر صرف ہوتی تھی [۵] ۔

شیخ نورمحمدؒ لنگرخانہ کے اخراجات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ھین :-

د زرگونو مال لگیا کیدهٔ دده په درکښ	آپ کے دربار مین ہزارون (روپیہ) کا مال خرچ ہوتا تھا ۔
خلقه ې وه خبر په سخاوت	اور مخلوق خدا کو آپ کی سخاوت کا علم تھا
هیڅ بادشاه ولي ې سیال د سخا نه وهٔ	کوئی بادشاہ اور ولی سخاوت مین آپ کے برابر نہ تھا
په زرگونو میلمانهٔ بې نهایت [۶]	(روزانہ) ہزارون بلکہ بے شمار مہمان ہوتے تھے ۔

---

(۱) ظواھر ا ص ۵۳۸- ۵۴۱ - (۲) نورالبیان ورق ۶۷ -

(۳) مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مسعود گل ص ۸۳ ، نورالبیان ورق ۷۸ -

(۴) نورالبیان ورق ۶۷ ، ۶۸ -

(۵) مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۳۵ ، ایضاً ریکارڈ اوقات میان صاحبؒ ---

اسی طرح ایک اور معاصر عالم لکھتے ھین کہ :

شب و روز ستا د سخا حال پہ صحیفو خپلو کښي	دن رات اپنے صحیفون مین آپ کی سخاوت کا حال
درگاہِ پاک تہ رسوي دا کرامِ بَرَرہ	فرشتے اللّٰہ تعالیٰ کی درگاہ تک پہنچاتےھین
جنّ و انس وارہ نمک خوردي د لنگر لہ خوانہ	جنّ و انس دونون آپ کے لنگرخانہ سےکھاتے ھین اور
زہ نہ پوھیږم رب ورکړي پہ څہ دا ثمرہ (۱)	مین نھین سمجھتا خدا نے کس سبب سے یہ صلہ عطا فرمایا ھے ۔

محتاج اور نادار لوگ آپ کے پاس آتے تو آپ کھانے اور کپڑے سے ان کی مدد فرماتے دینی علوم کے طلباء پر بے حد مہربان تھے اور ان کے اکثر اخراجات مثلاً کپڑا ، صابون اور جلنے کے تیل کا آپ ھی کے لنگرخانہ سے اہتمام ھوتا تھا ۔

رفاہِ عامہ کے کامون کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے یہان تک کہ مسافرون اورراھگیرون کی سہولت و آرام کی خاطر راستون مین چراغ روشن کرنے کا بھی اہتمام فرمایا تھا[۲] ۔

ایک اور معاصر فاضل مولانا مسعود گل نے آپ کی سخاوت و فیاضی کا حال بیان کرتے ھوئے آپ کو " خواجہ احرار ثانی " کے لقب سے یاد کیا ھے ۔ لکھتے ھین کہ :۔

خاص وعام روزي خوارہ وو د دربار	خواص و عوام دربار مین کھاتے تھے
پہ لنگر کښي وہ ثاني خواجہ احرار	اور لنگر مین خواجہ احرار ثانی (کے برابر) تھے

= چمکنی دفتر محکمہ اوقات پشاور ۔
(۲) نورالبیان ورق ۷۸۔

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۲۳ ۔
(۲) نورالبیان ورق ۶۷ - ۶۸

له خواجه نه ظاهرا که په مال کم وو	به ظاهر خواجهٔ احرارؒ سے مال و دولت میں کم تھے
په بخشش کښې تر نه زیات وهٔ یا په سم وو (۱)	مگر بخشش و عطا میں (ان سے) زیادہ تھے اور یا (کم از کم) برابر

حضرت میان صاحب چمکنیؒ واقعی خزائنِ غیب کے کلید بردار اور آسمان سخاوت کے آفتاب تھے۔ مولانا نورمحمد قریشیؒ نے آپ کی سخاوت پر نہایت مفصل تبصرہ کیا ہے۔ (۲) جس کے چھ ابیات حسب ذیل ہیں:۔

په نن وقت کښې مخدوم جانه	اے جانِ من اس وقت مخدوم (میاں صاحب چمکنیؒ)
د اسمان زمکې تر میانه	آسمان و زمین کے درمیان
چه لیدهٔ یا اوریدهٔ شي	جو دیکھنے میں آتا ہے یا سننے میں
په دا شان به سخي نه شي	آپ کے برابر (کوئی) سخی نہیں ہو سکتا
بې ناغې ي سخاوت دي	بلا ناغہ آپکی سخاوت ہے
سخاوت د دوي عادت دي	اور سخاوت آپ کی عادت ہے
د جهان اسخیا واړه	تمام دنیا کے سخاوت کرنے والوں نے آپ کی سخاوت
ایښي ده ورتهٔ ته غاړه	کو تسلیم کیا ہے (سخاوت میں)
هیڅوك نشته په دا شان کښې	آپ کے برابر کوئی نہیں
په دا وقت په دا دوران کښې	اس وقت اور اس دور میں

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مسعود گل ص ۳۵ ،
ایضاً مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین ورق ۶۸

(۲) مقبات فقیر از شمس الدین (قلمی) ص ۷۳ ، کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاوریونیورسٹی

سیالي کوي سخاوت کاره	هر ولی اور بادشاہ سے سخاوت مین همسری
تر ولي تر شهر یـــــاره	کرتا هے
سخاوت ي بې ریا وه	بغیر ریا کے سخاوت کرتا هے
دي سخي وه بې همتا وه	(اور) وہ بے مثل و بے همتا سخی تهے
شب و روز یه دا تیــــزي	شب و روز اسی مین گزرتا هے (کہ لنگر)
تیاریږي او ورکیـــږي	تیار هوتا هے اور دیا جاتا هے
سخاوت د دوي اظهر دي	آ پ کی سخاوت ظاهر هے اور
چه روښان تر شمس قمر دي (۱)	جو شمس و قمر سے بهی زیادہ روشن هے

آ پ کی سخاوت کاری کا قابل ذکر پهلو یه هے که مهمانون کی تعداد مین جتنا اضافه هوتا تها آ پ اتنا هی زیادہ خوش و خرم نظر آتے تهے ۔ حد درجه بے تکلف متواضع اور خاکسار تهے ۔ اور جب کهانے کا وقت آ تا تو باوجود اتنی عظمتِ شان کے آ پ بہ نفس نفیس کهڑے هوکر اس کی نگرانی فرماتے اور بادوباران اور صیف و شتا کی پرواہ کئے بغیر بلا ناغه یه فریضه انجام دیتے تهے (۲) ۔ اس عجز و انکسار اور خاکساری کا بدله خدا نے یه دیا که شاهانِ زمانه کو آ پ کی قدمبوسی کے لئے مجبور کردیا ۔ سچ هے که خدا کے لئے تواضع دینی اور دنیوی سربلندی کا موجب هے ۔ ما تواضع احدٌ لِلّٰه اِلاّ رفعهُ اللّٰه (۳) ۔

حضرت میان صاحبؒ کے جود و سخا کے حالات سے یه بات صاف ظاهر هے که آپ نے اپنی ساری پونجی راہ خدا مین لٹا دی ۔ آ پ کے دل مین دنیا کے ساتھ رائی کی دانے کے برابر بهی تعلق نهین تها اور بظاهر جو تعلق نظر آ تا هے اس مین دراصل خلقِ خدا

---

(۱) نورالبیان ورق ٦٧

(۲) " ورق ٦٨

(۳) الجامع الترمذی ج ۲ باب ماجاء فی التواضع ۔

کا افادہ اور استفادہ مدنظر رہا ۔ اور یہی آپ کی للہیت کی واضح دلیل ہے ۔

آپ قول و فعل دونوں کے ذریعے سخاوت کی تاکید فرماتے تھے ۔ جو لوگ اس عالم فانی کے لذائذِ حسینہ پر فریفتہ ہوکر عالمِ جاودانی کو بھول بیٹھتے ہیں ایسے انجام سے غافل لوگوں کو انفاق فی سبیل اللہ اور ترک التفات الیٰ غیراللہ کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حقیقی زندگی ادنیٰ مادی خواہشات کا نام نہیں بلکہ وہ ایک اعلیٰ و ارفع نصب العین کے حصول سے عبارت ہے ۔ آپ نے لوگوں کو حیاتِ فانی کی مہملیت اور بے وقعتی سے آگاہ کیا تاکہ وہ مال و دولت کے پیچھے نہ پڑیں کیونکہ نہ تو مادی زندگی دیرپا ہوتی ہے ۔ اور نہ اس سے انسان کو اطمینان قلب میسّر ہوتا ہے ۔ لکھتے ہیں کہ :۔

" انسان تعلق گیر بر اشکال کونیہ متلوّنہ نہ گردد کہ آن سببِ غفلت است و غفلت دوری است از حق سبحانہ وتعالیٰ و بہ طاقات دنیوی و حلاوات حظِ بشری فریفتہ نہ شود چون مال دنیا بقا نہ دارد ...... و عمر دنیا بقا نہ دارد پس آنچہ داری مالِ دنیوی و ہمتِ بدنی صرف فی سبیل اللہ نمایٔ کہ ماجور شوی در روزِ جزا و مامون گردی از صدورِ عتاب و عقاب و جدا گردی از اہلِ بلوا	انسان گوناگون اشکال کونیہ سے زیادہ تعلق پیدا نہ کرے کیونکہ یہ سببِ غفلت اور خدا سے دوری کا باعث ہے ۔ دنیا کے حصول اور انسانی لذات و حلاوات پر فریفتہ نہ ہو چونکہ مالِ دنیا اور عمرِ دنیا کو بقا حاصل نہیں پس جو کچھ مالِ دنیوی اور ہمتِ جسمانی تم رکھتے ہو خدا کی راہ میں خرچ کرو تاکہ روز جزا کو مامون ہو جاؤ، خدا کے عذاب سے بچ سکو، اور اہل بلوا سے جدا ہو جاؤ .....
و آنچہ از مال دنیا و اطعمہ ملونہ مکونہ و توانِ بدن و استواری و قوت بشری از ہر	جوکچھ مالِ دنیا، رنگارنگ خوراک جسمانی قوت، اور ہر قسم کی طاقت بشری تم کو عطا ہوئی

نومه که باشد به شما عطا شده به زودی مقتضی شود فانی خواهد گشت و آنچه ... مصروف در راه خدا نمائید خالصتاً لِوَجهِ اللہ باقی به بقائی ابدی برائی شما خواهد بود بلا ریب و بلا شک ..... چونکه حضرت حق سبحانهٗ خیرالرازقین است یعنی نعمتی که به شما داده شده است و چیزی ازان در راه خداوند تعالیٰ مصروف به محتاجان نمائید کم نه گردد و عوض آن از درگاهِ خاص به شما اساک آن کنید و به فقرا ندهید او سبحانهٗ عز شانهٗ فقراء را از خزانهٔ خود خواهد داد ۔ ---- پس سعادت مند کسی است که تمام عمر حیاتِ خود را و مالیاتِ دُنیا را آنچه دارد صرف نماید در هرراه خداوند حق سبحانهٗ و تعالیٰ ۔ (۱)

ہے جلدی ختم ہو کر فنا ہو جائے گی ۔ اور جو کچھ .... کہ تم خدا کی راہ میں لگاؤ گے' خالص خدا کی رضا کے حصول کی خاطر' وہ بلا شک و شبہ تمہارے لئے ابدتک باقی رہے گا ۔ ...... چونکہ حضرتحق سبحانہٗ خیرالرّازقین ہے یعنی جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے اور اس میں سے کچھ محتاجوں کی مدد کے لئے تم خدا کی راہ میں خرچ کرو تو اس سے مال کم نہ ہو گا اور درگاہِ خاص سے اس کا بدلہ (بھی) ملے گا ۔ اور اگر تم وہ خدا کی راہ میں نہ دو اور فقراء پر خرچ نہ کرو وہ فقراء کو اپنے خزانۂ غیب سے عطا فرمائے گا ...... پس نیک بخت وہ ہے کہ تمام عمر اپنی زندگی اور جو کچھ دنیاوی مال و دولت رکھتا ہے خدا کی راہ میں صرف کرتا رہے ۔

اسی طرح اپنی کتاب توضیح المعانی میں خیرات و صدقات کی ترغیب دلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خلقهَ لما واوريٌ خيراتونه له حد نهير کري

لوگو ! میری بات سنو حدسے زیادہ خیرات کیا کرو

---

(۱) المعالی شرح امالی (قلمی) تالیف حضرت میاں صاحب چمکنی ورق ۷۲

پوهه د پر فقیر شي هم د واوري امیران

فقیر بھی میری بات کو سمجھ لے اور امیر بھی سن لے ۔

ډیر د خیراتونه صدقې کړه له اخلاص

اخلاص کے ساتھ بہت صدقات و خیرات کیا کریں

پند د ځما غوږ کړه غریبان دي که شاهان

میری نصیحت سن لو (خواہ) خواہ امیر ہیں خواہ بادشاہ ۔

نورې فائدې ډیرې په خیرات کښې دي بېحده

خیرات میں اور بھی فوائد زیادہ ہیں

خلاص به هم پر دې شي په عقبیٰ کښې له نیران

اور آخرت میں اس کی وجہ سے آگ سے نجات بھی ملے گی

وکړه پر عمل فقیره وقت په تیریدو دی (۱)

اے فقیر (محمد عمر) اس پر عمل کرو وقت گزرنے والا ہے پھر افسوس کرنا بے فائدہ ہے

بیا ارمان عبث دي چه شې بند په کورستان

جب قبرستان میں (قبر میں) بند ہوجاؤ

سخاوت خداوند تعالیٰ کے نزدیک بہت محبوب اور سعادت دارین کا بڑا ذریعہ ہے

آپ بے ریا سخاوت کے فضائل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ :

خوک چه ورکول که بې ریا د رب د پاره

جو خدا کے لئے خدا کی راہ میں بے ریا (اپنا مال) خرچ کرتا ہے

څه وي به په قیامت کښې په مجلس د پاک سرور

قیامت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے مشرف ہوگا ۔

وګوره فقیره د خیرات څومره جزا ده

اے فقیر! دیکھو خیرات کا کتنا (بڑا) صلہ ہے ۔ اس پر عمل کرو کیونکہ تیرے سامنے (آخرت کا) سفر ہے

وکړه پر عمل چه ستا په مخکښې دي سفر (۲)

(۱) ملاحظہ ہو توضیح المعانی (قلمی) ص۱۰۹- ۱۱۳-(۲) ایضا صفحہ ۱۰۵- ۱۰۹-

دوسری جگہ لکھتے ہیں ۔

هر سخي چه سخاوت ي بې ريا وي
سرلند به هم په دين هم په دنيا وي
كه د چا عزت په كار د دين د دنيا وي
سخاوت به كه سخي به بې ريا وي

تر سخا مرتبه نشته بله لــويــه
قصه تم شوه پرعمل وكړه نيك خويه (۱)

ہر سخی جس کی سخاوت بے ریا ہو
وہ دین دنیا دونوں میں سربلند ہوگا
جس کو دین و دنیا کی عزت درکار ہو
وہ سخاوت کرے گا اور اس کی سخاوت بےریا ہوگی ۔

سخاوت سے اونچا مرتبہ (کوئی) نہیں ہے
بیان ختم ہوا اے نیک خصلت اس پر عمل کرو

آپ ایک بے نیاز درویش تھے

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ ایک بے نیاز فقیر تھے اور مذہبی معاملات میں شاہان وقت کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے ۔ امراء اور سلاطین کے ساتھ آپ کے تعلقات قائم تھے مگر جب کبھی اس تعلق کا دین کی راہ میں رکاوٹ بننے یا کسی تعلق دار کی اصلاح کے خلاف واقع ہونے کا ذرہ بھر بھی احتمال ہوتا تو آپ فی الفور سخت تنبیہ فرماتے تھے ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ احمدشاہ درانیؒ پشاور میں مقیم تھے کہ ان کے فرزند شہزادہ جہانشاہ کا انتقال ہوا جس سے بادشاہ اور اہل حرم کو بہت بڑا صدمہ پہنچا شہر کے تمام علماء و فضلاء اطراف و جوانب کے مشائخ و فقراء اور امراء اور سرداروں نے بطریق تعزیت بادشاہ کی خدمت میں حاضری دی ۔ مگر حضرت میاں صاحبؒ نے ایسا کرنے سے احتراز فرمایا ۔

احمد شاہ درانیؒ آپ کے اس طرز عمل سے خفہ ہوئے ۔ حاسد اور موقعہ پرست لوگوں نے اس واقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا اور بادشاہ کو آپ سے بدظن کرنے کی سازش کا

آغاز کیا ۔ یہ صورت حال دیکھ کر بادشاہ کے خاص درباری اور میاں صاحب چمکنیؒ کے مخلص مرید محمد اکرم خان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کی خواہش اور اس کے ساتھ دیرینہ تعلقات کی بناء پر آپ سے دربار میں آنے کی درخواست کی ۔ اس موقعہ پر حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے نہایت بے نیازانہ انداز میں جواب دیا کہ ؛

* اذا جاء الامیر علیٰ باب الفقیر فنعم الامیر واذا جاء الفقیر علیٰ باب الامیر فبئس الفقیر *	جب ایک امیر (دینی مقصد کے تحت) کسی درویش کے دروازے پر حاضر ہوتا ہے تو وہ اچھا امیر ہے اور جب کوئی فقیر (دنیاوی اغراض کو پیش نظر رکھتے ہوئے) کسی امیر کے دروازے پر دستک دیتا ہے وہ بہت بڑا فقیر ہے ۔

مزید فرمایا کہ جب تک مجھ میں زندگی کی رمق باقی ہو مخلوق کے دروازے پر ہرگز قدم نہیں رکھوں گا ۔ مجھے بادشاہ کی کوئی پرواہ نہیں اس کا تاج و تخت خدا نے میرے قبضہ میں دے دیا ہے ۔ " نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ "

دن گزرتے گئے بادشاہ کی بدگمانی میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ طیش میں آکر موضع چمکنی کے انہدام کا ارادہ کیا ۔ احمد شاہ درانیؒ کی بیگم کلاں کو جب اس کی خبر ہوئی تو فوراً محمد اکرم خان کو طلب کیا اور راتوں رات میاں صاحبؒ کے پاس بھیج کر بادشاہ کے ارادے سے مطلع کیا اور دربار میں حاضر ہونے کی استدعا کی ۔ میاں صاحبؒ نے یہ سن کر عتاب آمیز لہجے میں فرمایا کہ ؛

جاؤ تم یہاں سے رخصت ہو جاؤ میں بادشاہ کے پاس نہیں جاؤں گا ۔ وہ کل اپنا حال دیکھ لے گا ۔

---

(۱) === توضیح المعانی ص ۱۰۰ - ۱۰۵

قدرت کی کارگذاری دیکھئے! صبح سویرے قاصد نے آکر بادشاہ کو خبر دی کہ خانان خان نے قندھار پر حملہ آور ہوکر اپنی بادشاھت کا اعلان کیا ہے ۔ بادشاہ بیحد متردّد ہوا اور وہ فوج جو چمکنی پر یلغار کی منتظر تھی حیران و پریشان ہوکر بے سرو سامانی کی حالت مین قندھار کی جانب روانہ ہوئی ۔ راستے مین بادشاہ نے خواب مین حرم سرائی مین خانان خان کی موجودگی اور اہل حرم کی بے پردگی کا نہایت دلخراش منظر دیکھا اُٹھ کر بہت خوف زدہ ہوا اور اپنی تقصیر ارادی پر پشیمان و شرمندہ تھا اور میان صاحب چمکنیؒ کی عظمت و بزرگی کے سامنے سر تسلیم خم کرکے آپ کی خدمت مین ایک قاصد بھیجا اور ایک عریضہ مین اِن خیالات کا اظہار کیا :۔

تا یه خپله په ما کړې دې دا داد	آپ نے خود مجھ پر یہ احسان کیا ہے
دا ستا داد ولې ځما نه ځي برباد	یہ آپ کی بخشش، مجھ سے کیون اس طرح برباد چلی جاتی ہے ۔
که بېربد یم خو ستا توم په ما یادیږي	اگر بہت برا ہون تب بھی آپ کی طرف منسوب ہون
ستا ساتلي په دعا ولې ورکیږي	آپ کی دعا کا پروردہ کیون برباد ہوتا ہے
که هر څو له کشرانو شي خطا	چھوٹون سے جتنی بھی غلطی ہوتی ہے
اخرکاند بزرگان عفو وعطا	آخر بزرگ عفو و عطا سے کام لیتے ہین ۔
ننګ ناموس وارِه ستا دي قدردانه	اے میرے قدردان ! میرا ننگ و ناموس (سب کچھ) تمہارا ہے ۔ اور میدان جنگ سے شکست خوردہ
درته را نشم په ماتې له میـدانه	ہوکر آپ کے پاس نہ آؤن

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خُلق عظیم اور حلم عمیم سے آراستہ فرمایا تھا اس لئے

قدرت کی کارگذاری دیکھئے! صبح سویرے قاصد نے آکر بادشاہ کو خبر دی کہ خانان خان نے قندھار پر حملہ آور ہوکر اپنی بادشاہت کا اعلان کیا ہے ۔ بادشاہ بیحد متردّد ہوا اور وہ فوج جو چمکنی پر یلغار کی منتظر تھی حیران و پریشان ہوکر بے سرو سامانی کی حالت مین قندھار کی جانب روانہ ہوئی ۔ راستے مین بادشاہ نے خواب مین حرم سرائی مین خانان خان کی موجودگی اور اہلِ حرم کی بے پردگی کا نہایت دلخراش منظر دیکھا اُٹھ کر بہت خوف زدہ ہوا اپنی تقصیر ارادی پر پشیمان و شرمندہ تھا اور میان صاحب چمکنیؒ کی عظمت و بزرگی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرکے آپ کی خدمت مین ایک قاصد بھیجا اور ایک عریضہ مین ان خیالات کا اظہار کیا ۔

تا په خپله په ما کړې دې دا داد
آپ نے خود مجھ پر یہ احسان کیا ہے

دا ستا داد ولې خما نه ځي برباد
یہ آپ کی بخشش مجھ سے کیون اس طرح برباد چلی جاتی ہے ۔

که ډیر بد یم خو ستا نوم په ما یادیږي
اگر بہت برا ہون تب بھی آپ کی طرف منسوب ہون

ستا ساتلي په دعا ولې ورکیږي
آپ کی دعا کا پروردہ کیون برباد ہوتا ہے

که هر څو له کشرانو شي خطا
چھوٹون سے جتنی بھی غلطی ہوتی ہے

اخر کاند بزرگان عفو وعطا
آخر بزرگ عفو و عطا سے کام لیتے ہین ۔

ننګ ناموسِ واړه ستا دي قدردانه
اے میرے قدردان! میرا ننگ و ناموس (سب کچھ) تمہارا ہے

درته را نشم په ماتې له میـدانه
اور میدان جنگ سے شکست خوردہ ہوکر آپ کے پاس نہ آؤن

اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو خُلق عظیم اور حلمِ عمیم سے آراستہ فرمایا تھا اس لئے جب

بادشاہ
کا عریضہ پہنچا تو اس کا قصور معاف کیا ۔ اس کی کامیابی کی دعا فرمائی اور امیر لشکر شاہ پسند خان کو باغی عناصر کے مقابلے پر روانہ کرنے کی ھدایت فرمائی ۔ نتیجہ یہ ھوا کہ خانان خان امیر لشکر شاہپسند خان کے ھاتھون قتل ھوا اور اس طرح احمدشاہ درانیؒ آپ کی دعا کے طفیل لیلائے کامرانی سے ھمکنار ھوئے ۔ (۱)

مذکورہ واقعہ اس بات کی دلیل ھے کہ اولیاء کو خداوند تعالیٰ نے ایسا جاہ و جلال عطا فرمایا ھوتا ھے کہ سطوتِ شاھی ان کے زیر پا ھوتی ھے اور وہ خدا کی زمین پر "ویخشونہ ولا یخشون احداً الّا اللّٰہ" کی زندہ تفسیر ھوتے ھین ۔

آپ کی صحبت، دعا اور نظرِ کیمیا اثر کی تاثیر:

اولیاء اللّٰہ کی نظر کرم کی سحرانگیزی ایک ناقابل انکار حقیقت ھے ۔ اس سے زندگی مین ایک ایسا تلاطم پیدا ھو جاتا ھے جس کے نتیجے مین ایک انقلاب برپا ھو کر انسان کی زندگی کی کایا پلٹ جاتی ھے ۔

صاحبِ تحفۃ الاولیاء فرماتے ھین کہ "نظر حضرات اولیاء اللّٰہ بمنزلہ اکسیر اعظم است کہ خاکِ سیاہ را زر سازد و ذرہ را آفتاب درخشان گرداند" ۔ (۲)

اولیاء اللّٰہ کی نظر اکسیر اعظم کے مرتبہ مین ھے کہ خاک سیاہ کو سونا بناتی ھے اور ذرہ کو چمکتا ھوا آفتاب (بناتی ھے)

حضرت میان صاحبؒ کو بھی اللّٰہ تعالیٰ نے بڑی پُر تاثیر نظر عطا فرمائی تھی ۔ جس پر مہر کی نگاہ ڈالتے اس کا سینہ انوار و اسرار کا خزینہ بن جاتا اور اس کا دل

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولانا مسعود گل ص ۲۷- ۳۳

(۲) تحفۃ الاولیاء از میراحمدشاہ پشاوری ص ۳۳ ، محقق لاثانی حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ھین کہ صحبتِ کامل کبریت احمر است و نظر او دواست و کلمہ اوشفا ۔ مکتوبات ==

تجلیاتِ الٰہی سے منور ہوکر ذکرِ حق جل شانہ مین مشغول ہو جاتا ۔ آپ کی نظر التفات سے دل کی دنیا بدل جاتی ۔ شکوک و شبہات کے بادل چھٹ جاتے اور غفلت و جہالت کے پردے چاک ہوکر قلب کو بیداری نصیب ہو جاتی ۔ غرضیکہ آپ اپنی توجہ اور نظر کے صقل سے مخلوق خدا کے زنگ آلود قلوب کو ایسا صیقل فرماتے کہ مثلِ صاف و شفاف آئینہ اس مین نور معرفت کی کرنین منعکس ہونے لگتین ۔ اور آپ دلون کی سرد آنگھیٹیون مین حرارت ذکر کی وہ چنگاری سلگا دیتے جس کی تپش و حرارت سے غیراللّٰہ کے اثرات جل کر خاکستر ہو جاتے تھے (۱)

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینون مین
نہ پوچھ ان خرقہ پوشون کی ارادت ہو، تو دیکھ انکو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہین اپنی آستینون مین

(اقبالؒ)

ایک ولی کی ولایت اور عنداللّٰہ قُربؒ و منزلت کی ایک علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی نظر مین ایسا اثر موجود ہوتا ہے کہ اس کی ایک نظر سے تمام آلائش و کدورت فنا ہوکر تاریک سینہ رشد و ہدایت کے انوار سے منور ہو جاتا ہے ۔

مولانا دادینؒ آپ کی نظر کیمیا اثر کا بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہین ۔

خاکي وجود د سړي شي صاحبِ شمسُ و قمر	اے صاحب! آدمی کا وجود خاکی شمس و قمر بن جاتا ہے ۔
(۲) طرح چه کړي په چا یوه رتي اکسیر د نظر	جب کسی پر اُس ایک رتی اکسیرِ نظر ڈالتے ہو

= دفتر ۱ حصہ ۱ مکتوب ۲۳ ۔

(۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مناقب از مولانا دادین ورق ۷۸ ، ورق ۱۳۶ ۔ =

مولانا نورمحمد قریشی حضرت میان صاحب چکنی کی توجه و التفات کے اثرات کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین ۔

چه به ده التفات وکه وچاته	جب آپ کسی پر توجه فرماتے
په هغه کس به شه د ذکر حرارت	اس شخص (کے دل) پر ذکر جاری ہو جاتا
زړه به ي چینه عروق لختی شو	اس کا دل چشمه اور عروق ندیان بن جاتے
رب به ورکړ هم دغه لذیذ نعمت	خداوند تعالیٰ بھی لذیذ نعمت عطا فرماتے
د غافل د زړکي زنګ به ئې رفو کړ	غافل کے دل سے غفلت کا زنگ دور کردیتے
صاف نظري وه صیقل د مرحمت	اور آپ کی نظر صاف صیقلِ مرحمت تھی
مرده زړه به ئې زنده کړ په ساعت کښ	تھوڑی دیر مین مرده دل کو زنده کردیتے
د خداي درکښ وه قبول په اجابت	خدا کی درگاه مین مستجاب الدعوات تھے
په نظر به ي بې دین سړي دیندار شه	آپ کی نظر کیمیا اثر سے بےدین دیندار ہو جاتے
او دیندار به لا واخست عبرت (۱)	اور دیندار شخص اور بھی پند و نصیحت پکڑتا

اسی طرح ایک اور معاصر صوفی عالم فرماتے ہین ۔

له پارسه له کیمیا ئې زیات اثر دي	سنگ پارس اور کیمیا سے زیاده مؤثر ہے
چه ده مهرې په چا کړې نظر دي (۲)	جب کسی پر مہر و محبت سے نظر ڈالی ہے

تاثیر صحبت اور اجابت دعا

حضرت میان صاحب چکنی علیه الرحمة کی صحبت مین " کبریتِ احمر " جیسا

= (۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۷۸۔

(۱) نورالبیان (قلمی) ورق ۷۷ ، ورق ۳۲ ایضاً ملاحظه ہو مناقب از مولانادادین (قلمی) ورق ۱۳۶۔ (۲) مناقب میان صاحب از مسعود گل ص ۱۳۔

اثر موجود تھا ۔ مختلف قسم کی تکالیف و مصائب میں گرفتار لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تو مشکل کشائے حقیقی ان کی مشکلات کو رفع فرماتا ۔ اور انواع و اقسام کے امراض میں مبتلا مریض آپ کے ہاں آتے تو اللّٰہ تعالیٰ آپ کی دعا سے ان کو شفایاب فرماتا ۔[1]

تا چه معجون د لا اِلٰه اِلاّ اللّٰه زده کړي
امراض د خلقو ستا نظر ته نو فنا عليږي[1]

آپ نے چونکہ " لاالٰہ اِلاّ اللّٰہ " کا معجون سیکھا ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ آپ کی نظر کے سامنے لوگوں کے امراض فنا (ھو کر ختم) ھو جاتے ھیں ۔

آپ کا پیٹ حرام سے خالی اور آپ کی زبان دروغ گوئی سے پاک تھی ۔ لہٰذا جب بھی درگاہ الٰہی میں ھاتھ اُٹھاتے تو فوراً دعا کو قبولیت کا شرف حاصل ھو جاتا ۔ معاصر تذکرہ نگاروں نے آپ کی اجابت دعا کے بے شمار واقعات نقل کئے ھیں ۔ اور آپ کی آستان فیض رسان کو دارالشفا ، دارالسرور اور دارالامان وغیرہ ناموں سے تعبیر کیا ھے ۔[3]

مولانا مسعود گل آپ کی صحبت و دعا کی تاثیر کا بیان کرتے ھوئے فرماتے ھیں ۔

په اخلاص سره چه هر څوك دي راغلي
هغه نه دي دوباره په زړه داغلي
هر رنځور چه دي جناب ته رسيد لي
هغه ته دي دوباره بيا رنځ ليدلي[2]

جو کوئی بھی اخلاص لے کر یہاں آیا ھے
وہ دوبارہ تکلیف سے دوچار نہیں ھوا ھے
اور ھر مریض جب ایک بار آپ کی خدمت میں
پہنچا ھے وہ دوبارہ بیمار نہیں ھوا ھے

---

(۱) مناقب از مولانا دادین اوراق ۱۱- ۱۲- ۱۹-۲۰ ، ۲۶-۲۷، ۳۶- ۳۸، ۴۳- ۴۴، ۴۸، ۶۶- ۶۷ ، ۷۸-۷۹ ، ۱۰۱- ۱۰۲، ۱۰۳- ۱۰۵- ۱۰۶- ۱۰۷-
مناقب از مسعود گل صفحات ۱۲- ۱۵ ، ۲۱-۲۲ ، ۲۵-۲۷ ، ۳۲-۳۳ ، ۳۸-۴۰ ۵۲-۵۵ ، ۹۳- ۹۵ ، ۱۰۳- ۱۰۳ ـ ، مناقب از نورمحمد اوراق ۵۷- ۶۵ ـ
ایضاً ملاحظہ ھو تہذیب الاسلام از قاضی عرفان الدین ، لاھور ۱۳۲۲ھ ص۱۸۴، ۱۸۵

اسی طرح شیخ نورمحمدؒ لکھتے ھین ۔

دھر رنغ رنځوران ورته پراته' وو وو روغ شوي په نظر د اشارت دمیاشتو د کلونو رنځوران وو په ساعت به خبردار شو په صحت (۱)	ھر مرض کے مریض آپ کے پاس پڑے ھوئے تھے اور آپ کی نظر اشارت سے صحت یاب ھو چکے تھے ۔ اور برسون ، مھینون کے مریض تھے وہ تھوڑی دیر مین صحت پاتے ۔

اس دور کے مشہور و معروف عالم و فاضل ، صوفی شاعر مولانا دادینؒ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی صحبت کے فیوضات و اثرات اور بحیثیتِ مرشد مریدین پر آپ کے تصرف و تاثیر کی تصویر کشی کرتے ھوئے لکھتے ھین ۔

څه سري سترګ مریدان ي په ګوشه کښ ناست دي چه د تلقین له خم جام ي مارا مار ورکړي تیر خو شبیته' نغمې په چپه خوله' ایاس دساز دلطائفوي د تنه موسیقار ورکړي (۲)	جب آپ نے رشد و ھدایت کے خُم سے اپنے مریدین کو پیاپے جام پلائے ھین تو کیا عجب ھے کہ وہ مستِ الستؑ بن کر گوشہ نشین ھو گئے ھین ۔ آپ اسی حالت مین ان کے قلب کو لطائف کا ایسا موسیقار ودیعت کر گیا ھے جو بہ زبانِ بے زبانی بھی ساز کے تین سو ساٹھ نغمے پیدا کرتا ھے ۔

---

(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۵۵ ۔

(۳) نورالبیان ورق ۴۵ ، مناقب از مسعود گل ص ۳ ، ۲ ، مناقب از مولانا دادین اوراق ۳۰ ، ۳۳ ، ۱۱۷ ۔

(۴) مناقب از مولانا مسعود گل ص ۳۹

(۱) نورالبیان ورق ۷۸ ۔ (۲) ملاحظہ ھو مناقب میان صاحب چمکنیؒ از

قبض شي دغم د مريد چه وجود ستا په زړه٭ كه
بسط ورته راشي كه څو دې وي پريشان دلارې
اوري اواز د لطائفو مريد ستا دتته
لكه زوږ اوري د ناداف د ژي روان دلارې
ځكه بې غمه هر مريد ستا د خلوت په لاردې
چه لري تا غند بيدار هسې پاسبان دلارې (۱)

جب آپ کا مرید آپ کو یاد کرتا ہے تو اس کا سارا گھٹن دور ہو جاتا ہے بلکہ اگر وہ پریشان حال راہرو بھی ہو تب بھی اس پر کائنات کی ساری وسعتیں کھل جاتی ہیں آپ کا مرید آپکے لطائف کی آواز اس طرح سنتا ہے جس طرح کوئی راہرو مسافر دھنیے کی دھنکی کی آواز سنتا ہے آپ کا ہر مرید خلوت کی راہ پر اس لئے بے خطر گامزن ہوتا ہے کہ آپ جیسا بیدار دل پاسبان اس کی پاسبانی کرتا ہے ۔

تیره وخكه ترا اشنا پوربت خلق په رڼړا
تا د هاهوت ياهوت له نمره آب و تاب موندلې
ځكه ځلوو خلوت درانجمن كه مريدان دستام
چه په نغمو د زير و بم ي زړه٭ رباب موندلې
ځكه په خاورو درته وايم سل زرپراته٭ دي
توتيا د سترگوي د ستا دوره٭ تراب موندلې

اگر آپ لوگوں کو معشوقِ حقیقی کی منزل تک پہنچانے میں پہنچاتا ہے تو یہ کوئی عجب بات نہیں ہے ۔ اس لئے کہ آپ نے خود ہاہوت اور یاہوت کے آفتاب سے روشنی پائی ہے اور اگر آپ کے مرید جلوت میں بھی خلوت گزین نظر آتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دل کو ایسا رباب میسر ہے جو ہر وقت زیرو

= مولانا دادین (قلمی) ورق ۲۹، ۱۳۷ ، ۳۲ ، ۲۳ ۔

(۱) ملاحظہ ہو مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین (قلمی) ورق ۲۹، ۱۳۷، ۳۲ ، ۲۳ ۔

خپل پردي وارہ ځکه فیض وړي ستا د پاکه دره
تا چه له پاك رسول نوم فیض الماب موندي (١)

ہم کے نخے الاپتا ہے اگر آپ کے خاکِ پا پر ہزار در ہزار لوگ پڑے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ انہوں نے اس آستانہ کی خاک کو توتیائے چشم پایا ہے ۔ اپنے اور پرائے سبھی آپ کے آستانۂ عالیہ سے فیضیاب ہو رہے ہیں اس لئے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے فیض الماٰب کا لقب پایا ہے ۔

ځکه خولي چپې تاست خبرې په خلوت کښ نه که
چه تجلي پر هستي رنگ د رنگ په د رنگ پرېوزي
لکه نرگس چه پټ سرونه که په سیل کښ د زړه
هلته انوار پر رنگارنگ م د بیرنگ پرېوزي
زه نه پوهیږم غازه کومه ستا مرید مبتلی
چه سر راپورته که تر گل ي مخ خوشرنگ پرېوزي

اگر انہوں نے خلوت میں سکوت کو اپنا وطیرہ بنا لیا ہے تو یہ محض اس لئے ہے کہ ان پر ہر گھڑی نور الٰہی کی تجلیات کی بارش ہو رہی ہے ۔ جب یہ لوگ نرگس کے مانند دل کی دنیا کی سیر کے لئے مراقبہ میں چلے جاتے ہیں تو وہاں ان پر اس بے رنگ ہستی کے انوار کی رنگ برنگ تجلیوں کی بارش ہوتی ہے ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے مرید نے وہ کونسا غازہ لگا رکھا ہے کہ جب بھی وہ

---

(١) ملاحظہ ہو مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین (قلمی) ورق ٢٩ ، ١٣٧ ، ٣٢ ، ٣٣ ۔

دې عجب مې سکې ستا له جام د وحدت له خم چه له سرو سترګو م د ده" رنګ دا ترنګ پېوزي (۱)	جلوه گر ہوتا ہے تو اس کا چہرہ پھول سے بھی زیادہ خوشنما دکھائی دیتا ہے آپ کے جام پر یہ توحید کے خم سے ایسی عجیب قسم کی شراب پیتے ہیں کہ ان کی سرخ نشیلی آنکھوں کو دیکھ کر میں بھی ایسی ترنگ میں بولنے لگتا ہوں ۔

---

(۱) ملاحظہ ہو مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین (قلمی) ورق ۲۹، ۱۲۷ - ۳۲ ، ۲۳ -

دعا اور اس کی اہمیت و اثرات

دعا ایک نافع ترین دواء اور آفات و بلیات کا مدّ مقابل ہے ۔ ہر بلا و مصیبت کو آنے سے روکتی ہے ۔ اور اسے دفع کرتی ہے اور اگر مصیبت اتر چکی ہے تو اسے ہلکا اور کم کر دیتی ہے ۔ (دوائے شافی ترجمہ الجواب الکافی امام محمد بن ابی بکر بن القیم الجوزیہ تصحیح و تعلیق از مولانا عبدالقدوس ہاشمی مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ص ۳۳) ۔

دعاء نہایت مفید اور مؤمن کے لئے ایک زبردست حربہ ہے ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ۔

الدُعاء سلاح المؤمن و عماد الدّین و نورالسموات والارض یعنی دعا مؤمن کا ہتھیار ، دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے (صحیح حاکم) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واذا سألک عبادی عنی فإنّی قریب اُجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔(اور اے نبی جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کرتے ہیں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے) ۔ اس آیت میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ انسان جب کبھی مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور دعا قبول کرتا ہوں۔

= (سورۂ بقرہ ۲ : ۱۸۶) ۔

ہمارا ایمان ہے کہ اگر کسی جائز مقصد کے لئے اللّٰہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کی جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے بشرطیکہ دعا کے ساتھ حضورِ قلب اور جمعیت خاطر موجود ہو' حرام غذا سے اجتناب ہو' قلب پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا نہ ہو غفلت و سہو اور لہو و لعب کی تاریکی چھائی ہوئی نہ ہو ۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا :

" ادعوا اللّٰہ وانتم موقنون بالاجابۃ واعلموا ان اللّٰہ لا یقبل دعاءً قلبِ غافلٍ لاہٍ "

(بارگاہ الٰہی میں تم اس طرح دعا کرو کہ تمہارے اندر اجابت دعا کا پورا پورا یقین موجود ہو ۔ خوب سمجھ لو کہ غافل بے خبر قلب کی دعا اللّٰہ قبول نہیں فرماتا)۔

(مستدرک حاکم) حضرت ابوہریرہ سے منقول ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ

" الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یارب یارب ومطعمہ حرامٌ و مشربہٗ حرامٌ وملبسہٗ حرام وغذی بالحرام فانّی یستجاب لذالک" یعنی ایک آدمی طویل سفر کرتا ہے اور اس حال میں کہ خستہ حال اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا مانگتا ہے ۔ اے پروردگار اے پروردگار اور حال یہ ہے کہ اس کی غذا حرام اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے حرام غذا کھائی ہے اس کی دعا کس طرح مقبول ہوگی ۔ (صحیح مسلم)

****

باب پنجم

سلوک و تصوف مین آپ کا مسلک

اگر چہ بنیادی طور پر حضرت میان صاحب چمکنیؒ اویسی تھے مگر چونکہ تصوف مین مجاہدات و ریاضات کے ذریعے تزکیہ باطن کی پیہم و مسلسل سعی کی جاتی ہے اور اس مین درجۂ کمال حاصل کرنے کے لئے ظاہری طور پر بھی کسی کامل رہنما کی پیروی مین بزرگان دین کے وضع کردہ طریقوں کے مطابق باقاعدہ اور منظم جدوجہد کرنا ناگزیر ہوتا ہے (۱) لہٰذا آپ نے اس مقصد کے حصول کے لئے سلوک و طریقت کے مروجہ طرُق مین سے " طریقۂ نقشبندیہ (۲) " کو اختیار فرمایا تھا ـ اپنے شجرہ طریقت کے ذیل مین آپ اس حقیقت کی وضاحت

---

(۱) ظواہر ۱ ص ۲۲۲ ، نتائج الحرمین از محمد امینؒ بدخشی (قلمی) ورق ۲۱۹ ـ ۲۲۰ ـ

(۲) طریقۂ نقشبندیہ ـ سلوک و طریقت مین جتنے طریقے رائج ہین بنیادی طور پر سب برحق اور موصل إلی اللہ ہین ـ ہمیشہ ان کا مقصد خدا کی رضا کا حصول رہا ہے اور اس مشترک مقصد کے حصول کے لئے ہر ایک نے تزکیۂ نفس کو لازمی قرار دیا ہے اور اس تزکیہ کے لئے ہر ایک نے اذکار و اشغال کے مختلف طریقے وضع کئے ہین ـ اور باوجود اختلاف طرق ہر ایک طریقہ دوسرے سے مربوط رہا ہے ـ یہی وجہ ہے کہ اکثر مشائخ نے مختلف طریقون مین روحانی فیض حاصل کیا ہے ـ

مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان مین تبدیلیان ہوتی رہین ـ قطع و برید اور افراط و تفریط کا سلسلہ جاری رہا تاآنکہ اہلِ ہوا اور نفس پرست قسم کے نام نہاد صوفیون نے ان مین بدعات و رسومات کو شامل کرکے سلوک و طریقت کی اصل شکل کو مسخ کر رکھ دیا اور بجائے اس کے کہ تصوف رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنتے خدا سے دوری کا باعث بنا ـ

= تصوف کے ان مروجۃ طریقوں مین سے جو طریقۃ اس قسم کے افراط و تفریط اور تحریف اور تبدیل سے محفوظ رہا ۔ وہ نقشبندی طریقۃ ہے ۔ یہ طریقۃ علم تصوف کے ایک مخصوص آئین کا نام ہے ۔ جس کے پیروکار صوفی حضرات " نقشبندی " کہلاتے ہین سید عالم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے یہ طریقۃ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمایا تھا ۔ (تحفۃ السالکین از محمد درویش بن عبداللہ بن عبدالرحمن لاہوری (قلمی) ورق ۲۰ کتب خانۂ مولانا امیرشاہ قادری یکہ توت پشاور شہر ۔ ایضا ملاحظہ ہو مکتوبات مجدد دفتر اول حصہ چہارم مکتوب ۲۲۱ ۔) اور چونکہ انہین انبیاء کرام کے بعد افضل البشر ہونے کا شرف حاصل ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس طریقۃ کے اکابرین فرمایا کرتے ہین کہ :

" نسبتِ ما فوق همه نسبتها است " ۔ (مکتوبات مجدد حصہ چہارم دفتر اول مکتوب ۲۲۱) ۔

طریقۃ نقشبندیۃ کی افضلیت کی وجوہات بیان کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رح (المتوفی ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) فرماتے ہین ۔

اکابر این طریقۂ علیّہ احوال و مواجید را تابع احکام شرعیہ ساختہ اند و اذواق و معارف را خادم علوم دینیہ داشتہ و درین طریق پیری و مریدی بہ تعلیم و تعلّم است نہ بہ کلاہ و شجرہ و درین طریق ریاضات و مجاهدات با نفسِ امارہ باتیان احکام شرعیہ است

اس طریقۂ عَلِیّہ کے اکابرین نے احوال ومواجید کو شرعی احکام کا تابع اور اذواق ومعارف کو علوم دینی کا خادم بنایا ہے ۔ اور اس طریقۃ مین پیری و مریدی (کا دار و مدار) تعلیم و تعلّم پر ہے نہ کہ کلاہ و شجرۂ (طریقت و نسب) پر اور اس طریق مین نفس امارہ کے ساتھ ریاضات و مجاهدات شرعی احکام کے مطابق ہین ۔ =

= والتزام سنّتِ سَنیّة علیٰ صاحبہا الصلواۃ والسلام ۔ (مکتوبات مجدد حصہ ۳ دفتر ۱ مکتوب ۲۲۱ ۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ۔

" برخلاف مشائخ سلاسل دیگر اکابر این سلسلہ عُلیہّ سرموئے مخالفت سنت تجویز نہ کردہ اند و ابداع وَ احداث روا نہ داشتہ پس مخالفت نفس درین طریق اَتم باشد و ہر طریقے کہ مخالفت نفس دران بیشتر است اقرب طرق است کہ رعایت مخالفت نفس از سائیر طرق در طریقہ عَلیہّ نقشبندیہ بیشتر است " ۔

دوسرے سلاسل کے مشائخ کے برخلاف اس سلسلہ عُلیہّ کے اکابرین نے بال برابر سنت کی مخالفت کو تجویز نہیں کیا ہے اور احداث و ابداع کو روا نہیں رکھا ہے پس نفس کی مخالفت اس طریقہ میں بطریق اتم ہوتی ہے اور جس طریقہ میں نفس کی مخالفت زیادہ ہوتی ہے وہ راستہ زیادہ قریب ہے اور نفس امارہ کی مخالفت تمام طریقوں سے طریقہ " نقشبندیہ میں زیادہ ہے ۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ ۵ مکتوب ۲۸۶ ۔)

مشائخ نقشبندیہ کے احتیاط شرعی کا بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ ۔

" بزرگواران نقشبندیہ عمل بہ عزیمت اختیار کردہ اند و از رخصت مہما امکن اجتناب فرمودہ اند " ۔

طریقہ نقشبندیہ کے بزرگواروں نے عزیمت پر عمل کرنا اختیار کیا ہے اور رخصت سے حتیّ الامکان اجتناب فرمایا ہے ۔

(مکتوبات حصہ ۲ دفتر ۱ مکتوب ۷۳)

ظاہر ہے کہ جس طریق میں شریعت کی پابندی اور سنت نبوی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے اتباع کا جتنا زیادہ اہتمام موجود ہو وہی مقصد تخلیق کے حصول میں زیادہ مفید اور موثر ثابت ہوگا ۔ اور اسی کا اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے ۔ حضرت مجدد اس بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" پس طریقے کہ ملتزم متابعت سنت

پس جس طریقے میں احکام شرعیہ کی پابندی

....

= شبهہ باشد و اوفق باتیان احکام شرعیہ از برائے اختیار کردن اولیٰ و انسب و آن طریق طریق نقشبندیہ است" ۔

اور سنت شبہہ کا زیادہ التزام ہوتا ہے ۔ وہ طریقہ اختیار کرنے کے لئے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب ہوتا ہے اور ایسا طریقہ طریقہ" نقشبندیہ ہے ۔

(مکتوبات حصہ ۳ دفتر ا مکتوب ۲۳۳)
حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا شیر محمد بنگالی اس حقیقت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" واعلم ان المطلب فی ھذا الزمان مفقودٌ والوصول إلی السعادۃ معدوم الا الاَوْحَدِیون بل الطرق قد غُیرّت والمقاصد قد بُدّلت و صُیرّت شیئاً نکرا ...... واسلمَہا من الآفات الطریقۃ النقشبندیۃ العلیۃ " ۔

جان لو کہ اس زمانہ میں مقصد مفقود اور وصول الی السعادۃ معدوم ہو گیا ہے ۔ مگر شاذ و نادر طرق اور مقاصد طرق میں ایسی تبدیلی آچکی ہے کہ اس کی اصل صورت بدل گئی ہے ... (مگر اس کے باوجود) طریقہ" نقشبندیہ ایک ایسا طریقہ ہے جو آفات و تغیرات سے محفوظ و مامون ہے ۔

(فج عمیق از مولانا شیر محمد قلمی ۱۱۸۱ھ مطابق ۱۷۶۷ء ص ۲۹۵ کتب خانہ ریکارڈ آفس صوبہ سرحد ، پشاور)

طریقہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند (المتوفی ۷۹۱ھ مطابق ۱۳۸۸ء) بخارا کے رہنے والے تھے ۔ اور وہیں سے حقیقت و معرفت کے انوار ان کے مریدین و متوسلین کے ذریعے ساری دنیا میں پھیل گئے ۔ جہاں تک سرزمین پاک و ہند کا تعلق ہے یہاں حضرت خواجہ باقی باللہ (المتوفی ۱۰۱۲ھ مطابق ۱۶۰۳ء) کے طفیل اس سلسلہ کی بنیاد پڑ گئی ۔ اور ان کے بعد ان کے بے شمار بالواسطہ اور بلا واسطہ خلفاء و مریدین نے اس طریقہ کو یہاں مقبول عام بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۔

برصغیر کی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی یہاں خدمت اسلام کی کوئی تحریک

=

= اُنھی اس کی پشت پر انہی اصحاب علم و طریقت ، گدڑی پوش بوریانشین حضرات کا سوزِ درون کارفرما رہا ۔ اور جب کبھی گلشنِ اسلام کو تاراج کرنے کی سازش کی گئی تو یہی بندگانِ خدا سینہ سپر ہوکر سامنے آئے اور اگر بہ نظر تعمق دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر دور میں نہ صرف مسلمانون کی دینی اور روحانی رھنمائی فرمائی بلکہ سیاسی میدان میں بھی قیادت انہی حضرات نے فراہم کی ہے ۔

عہد اکبری میں جب الحاد و لادینیت کا سیلاب امڈ آیا تو اس کے سدباب کے لئے خواجہ باقی باللہؒ میدان میں کود پڑے اور دربار اکبری کے مذھبی رجحانات کے خلاف متشرع اور دیندار علماء کا ایسا مضبوط اور مستحکم محاذ قائم کیا جس کے سامنے اکبر کے لادینی خیالات کا فروغ ناممکن ہوگیا ۔ ان کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ تلوار آبدار بن کر چمکے اور عہد اکبری کے خودساختہ دین پر ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کی دھجیان فضائے آسمانی میں بکھر کر رہ گئین ۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے عہد اکبری کے لادینی خیالات کا ایسا رخ بدلا کہ وہی مغل فرمانروا جن کے متعلق یہ خدشہ پیدا ہو چکا تھا کہ اسلام کو اس سرزمین سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کردین گے وہی آخرکار اسلام کے سچے خادم بن گئے ۔

(تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہون ۔

(۱)

(ب) ماہنامہ الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۹۷۶ء (مضمون تحفظ و احیائے اسلام کی عالمگیر تحریک از مولانا مفتی محمود صاحب ص ۳۵۹- ۳۶۰ ۔

(ج) رود کوثر از شیخ محمد اکرام طبع ثانی ، کراچی ص ۱۲۶- ۱۲۷)

حضرت مجددؒ کے بعد حضرت سید آدم بنوریؒ (المتوفی ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء) نے اس تحریک کی قیادت سنبھال لی ارشاد و ھدایت کا مسند بچھایا ۔ ایسے ھزارون مرید اور عقیدت مند پیدا کئے جنھون نے ملک کے گوشے گوشے میں پھیل کر دین اسلام کی اشاعت اور سلسلۂ نقشبندیہ کی ترویج کی مہم چلائی ۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت =

خصوصاً کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ :-

بنکویمَ بیان د طریقې د نقشبند
طریقه مِ ده هم دا په زړه پسند
په مذهب د حنیفي حقي سنيَ مذهب یم
طریقې د نقشبند کښ پاك مشرب یم
طریقه که اُویسي څما له ځایه
په ما فضل کوره شوې وه له خدایه
بارِ ووم په دا مامور چه امانت
وساتم چه د ښه خدايِ په ما منّت
له اوله ترآخره هغه راز
(۱)
پاك رسول سره چه کړې وو بې نیاز

طریقہ نقشبندیہ کا بیان تحریر کرتا ہون
(اور) یہی میرا دل پسند طریقہ ہے
میرا مذہب حنفی ہے اور مَیں سنی العقیدہ ہون
طریقہ نقشبندیہ مین مسلک ہون -
دراصل میرا طریقہ (استادہً) اویسی ہے
اور یہ مجھ پر خدا کا فضل و کرم ہے گویا
کہ مین اس امانت کے محفوظ رکھنے پر مامور
تھا جو مجھ پر خدا کی طرف سے احسان
ہوا تھا اول تا آخر (شب معراج کو)
خدائے بے نیاز نے اپنے محبوب صلی اللّٰہ علیہ
وسلم کو جو راز سپرد فرمایا تھا وہ راز مین نے
امانتاً اپنے سینے مین محفوظ کر رکھی ہے -

= شیخ سعدی لاھوریؒ (المتوفی ۱۱۰۸ھ مطابق ۱۲۹۶ء) کی ذات گرامی بالخصوص خاصی اھمیت کی حامل ہے کیونکہ ان کی وساطت و برکت سے یہ طریقہ علیہ دریائے اٹک کو عبور کرکے شمال مغربی سرحدی صوبہ اور اس کے ملحقہ قبائلی علاقہ جات مین پھیلنا شروع ہوا آپ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ حضرت سرالاعظمؒ (حضرت جی اٹک) آگے بڑھے جن کی مساعی جمیلہ سے اس علاقے مین یہ طریقہ پھلتا پھولتا رہا - حضرت جی اٹک فوت ہوئے تو ان کے نامور خلیفہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ نے اس قافلہ راہ حق کی قیادت کا بیڑا اٹھایا - آپ کی مخلصانہ اور مجاھدانہ جدوجہد کی برکت سے یہان ایک زبردست روحانی اور سیاسی انقلاب برپا ہوا - آپ کی خانقاہ کو شریعت و طریقت کے صدر اور علماء و فضلاء کے مرکز کی حیثیت حاصل ہوئی اور دور دور سے =

اگرچہ آپ کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلۂ نقشبندیہ سے تھا مگر آپ کو طریقۂ سہروردیہ ، طریقۂ چشتیہ اور طریقۂ قادریہ کی خدمت بھی ملی تھی ۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ نورمحمدؒ لکھتے ہیں کہ ۔

عامل نقشبندي وہ	آپ طریقۂ نقشبندیہ پر عمل کرتے تھے ۔
سهروردي وہ هم چشتي وہ	سہروردی بھی تھے اور چشتی بھی ۔
همه ذوقِ قادري (۱) وہ	قادری ذوق رکھتے تھے اور صحیح ولی
دا ولي کھا صحی وہ (۲)	تھے ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ اور نظریہ وجود و شہود (۳)

حضرت میاں صاحبؒ کے بیانات شاہد ہیں کہ اس دور میں بعض ایسے وحدۃالوجودی لوگ یہاں آکر آپ کے روحانی اور عرفانی فیوضات سے سیراب ہونے لگے ۔

****

(۱) توضیح المعانی از محمد عمر چمکنیؒ (قلمی) ص ۲۰ ، ۲۲ ۔

****

(۱) دراصل یہ لفظ صحیح ہے مگر شعر کی ضرورت کی بناء پر " صحی " استعمال کیا گیا ہے ۔

(۲) نورالبیان از نورمحمد (قلمی) ورق ٦٦

(۳) نظریہ وجود و شہود

تاریخ شاہد ہے کہ انسان نے ہر دور میں اپنی عقل کی بنیاد پر ، ذات باری تعالیٰ کے متعلق مختلف نظریات قائم کئے ہیں ۔ ان میں سے ایک مشہور نظریہ مسلمان فلاسفہ اور صوفیائے کرام کے " وحدۃ الوجود " اور " وحدۃ الشہود " کا نظریہ ہے ۔

= وحدۃ الوجود کے قائل صوفی اسلام میں بہت پہلے ہی سے موجود تھے ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ (المتوفی ۲۶۱ھ مطابق ۸۷۴ء) کا مشہور مقولہ " سبحانی ما اعظم شانی " ہر ایک کے کان میں پہنچ گیا تھا ۔ حسین بن منصور حلاجؒ (المتوفی ۳۰۹ھ مطابق ۹۲۱ء) کو اسی بات کی بناء پر سولی پر چڑھایا گیا تھا اور پھر بعد میں محی الدین ابن العربیؒ (المتوفی ۶۳۸ھ مطابق ۱۲۳۰ء) نے تو اس مسلک کا اتنا ڈھنڈورہ پیٹا اور اپنے زور دار قلم سے اتنا کچھ لکھا کہ وہ اس مسلک کے پسند کرنے والوں کا امام بن گئے ۔ اس کے علاوہ فارس کے مشہور شعراء شیخ فریدالدین عطارؒ (المتوفی ۶۲۷ھ مطابق ۱۲۲۹ء) اور مولانا جلال الدین رومیؒ (المتوفی ۶۷۲ھ مطابق ۱۲۷۳ء) جیسے مشہور صوفی حضرات بھی اس عقیدہ کے علمبردار مانے جاتے ہیں ۔

(تاریخ دعوت و عزیمت از ابوالحسن علی سید طبع اعظم گڑھ ۱۹۵۷ء ج دوم ص ۵۸ -)

" وحدت وجود " ایک پیچیدہ مسئلہ ہے ۔ صوفیاء نے اپنے کشف و وجدان سے اس کو بیان کیا ہے مگر نہ تو وہ اس مسئلہ کو بآسانی حل کر سکے ہیں اور نہ سب صوفیاء نے اسے پسند کیا ہے جو حضرات اسلام کی سادہ اور صاف تعبیر چاہتے ہیں ۔ انہوں نے ہمیشہ اس مسئلے کی مخالفت کی ہے ۔ ان مخالفین میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا نام نامی سرفہرست ہے جنہوں نے ابن العربی اور اس کے پیروکاروں کی نہایت سخت الفاظ میں تردید کی ہے یہاں تک کہ وہ بیانات پڑھ کر ابن تیمیہؒ کے عقیدت مند بہ مشکل ابن العربی کو مسلمان کہیں گے ۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۲۸)

اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں وحدۃ الوجودی فلسفہ سرزمین ھند کے صوفیاء میں بے حد مقبول ہو گیا تھا مگر چونکہ اس فلسفے کا ھندوؤں کے فلسفہ " ویدانتا " سے امتیاز کرنا مشکل تھا اس لئے عام لوگوں کے عقائد اس سے بری طرح متاثر ہو رہے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے وحدۃ الوجودی فلسفہ کی تردید فرمائی اور واضح الفاظ میں فرمایا کہ اس کا اسلامی فلسفہ کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے چنانچہ " وحدۃ الوجود " کی جگہ " وحدۃ الشہود " کا فلسفہ پیش کرکے دونوں کا فرق بیان کیا ۔ آپ لکھتے ہیں کہ ۔ =

= توحید دو قسم است شهودی و
وجودی و آنچه لابد است توحید شهودی
است که فنا به آن مربوط است وتوحید
شهودی باعقل و شرع مخالفت نه دارد
بخلاف توحید وجودی ......
توحید شهودی یکے دیدن است یعنی
مشهود سالک جز یکے نباشد و توحیدوجودی
یک موجود داشتن است و غیر او را معدوم
انگاشتن و باوجود عدمیت مجالی و مظاهر آن
یکے پنداشتن ...... پس توحید وجودی
که نفی ماسوائے یک ذات است تعالیٰ وتقدّس
باعقل و شرع در جنگ است بخلاف شهودی
که در یکے دیدن هیچ مخالفت نیست مثلاً
در وقت طلوع آفتاب ستاره ها را نفی کردن
و معدوم داشتن مخالفت واقع است اما ستاره ها
را دران وقت نادیدن هیچ مخالفت نیست
بلکه آن نادیدن بواسطهٔ غلبهٔ ظهور نور
آفتاب است و اقوال مشائخ که ناظر به
توحید اند به توحید شهودی باید فرود
آورد تا مخالفت را گنجائش نباشد ----
اکثر ابنائے این وقت بعضے به تقلید و بعضے
بمجرد علم و بعضے دیگر به علم ممتزج بذوق
علم و لو فی الجمله و بعضے بالحاد وزندقه

توحید کی دو قسمیں ہیں توحید شہودی
اور توحید وجودی اور جو ضروری ہے وہ
توحید شہودی ہے کیونکہ فنا اس کے ساتھ
مربوط ہے اور توحید شہودی عقل و شرع
کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتا بخلاف توحید
وجودی کے ------ توحید شہودی
ایک ذات دیکھنا ہے یعنی سالک کو بجز
ایک ذات کے کچھ بھی نظر ہی نہیں آتا
اور توحید وجودی ایک ذات کو موجود اور
غیر کو نابود اور اس نابود کو اسی ایک
ذات کے مظاہر سمجھتا ہے ۔ ------
پس توحید وجودی میں ماسوا کی نفی ہے
اور شریعت کے خلاف عقیدہ ہے اور توحید
شہودی میں شرع کی مخالفت نہیں ہے
اس کی مثال یہ ہے کہ سورج طلوع
ہوتا ہے تو ستارے نہیں دکھائی دیتے اگر
کوئی کہے کہ ستارے معدوم ہو گئے تو یہ
غلط کہتا ہے اور اگر یہ کہے کہ میں
(ستاروں کو) نہیں دیکھتا تو یہ درست
ہے بلکہ وہ نہ دیکھنا سورج کے ظہور
نور کے غلبہ کے سبب ہے اور صوفیاء کے
اقوال کو اس پر حمل کرنا بھی چاہئے ۔
کہ وہ توحید شہودی کی طرف اشارہ
=

عقائد کے حامل موجود تھے جو نہ صرف عقیدہ " وحدت وجود میں حد سے تجاوز کر گئے تھے بلکہ شرعی احکام سے بھی اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے ۔ آپ نے اپنے پیشرو نقشبندی اکابرین کے نقش و قدم پر چل کر اس عقیدہ کی مخالفت کی اور اس قسم کے جاھل صوفیاء کی نہایت سختی سے تردید فرمائی ۔ چنانچہ لکھتے ھین کہ ۔

" درین زمانہ مشائخ خامان و صوفیان جاهل و پیران لا یعقل و مقتدایان اهل هوا در توحید ربانی روئی نموده کہ بعضی تشبیہ را جائز داشتہ اند

اس زمانہ مین ناپختہ کار مشائخ ، جاھل صوفی بے وقوف پیر اور نفس پرست پیشوا توحید ربانی (کے سلسلے) مین نمودار ہوئے ہوئے جن مین بعض نے تشبیہ کو جائز سمجھا ہے ۔

= دست بہ دامن این توحید وجودی زده اند همه را از حق میدانند بلکہ حق میدانند و گردن هائے خود را از ربقۂ تکلیف شرعی باین حیلہ می کشایند ومداهنات در احکام شرعیہ می نمایند و باین معاملہ خوش وقت و خورسند اند و اتیان اوامر شرعیہ را اگر اعتراف دارند طفیلی می دانند مقصود اصلی و رائے شریعت خیال می کنند حاشا و کلا ثم حاشا و کلا نعوذ باللہ سبحانہ من هذا الاعتقاد السوء ۔

کرتے ھین تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے ۔ ـــــ آج کل بعض نے تقلید اور بعض نے کفر و الحاد کے سبب توحید وجودی کا مسلک اختیار کیا ھے اور شرعی احکام سے اپنی جان چھڑائی ھے ۔ شرعی احکام مین مداھنت کے مرتکب ھو رہے ھین ۔ اسی پر خوش ھین اور اگر شرعی احکام کے پورا کرنے کا اعتراف کرتے ھین تو بھی اسے شریعت کا اصل مقصد نہین گردانتے حاشا و کلا ثم حاشا و کلا نعوذ باللہ سبحانہ من هذا الاعتقاد السوء ۔

(مکتوبات حصہ ۲ دفتر اول مکتوب ۴۳)

ایک اور جگہ لکھتے ھین کہ " همہ اوست " ایک مخترع اور نوایجاد کردہ =

و بعضے بر وحدۃ الوجود قائل اند
و بعضے گویند کہ قول بزرگان است " ما
رایت شیئاً الا ورایت اللّٰہ فیہ " پس از
توحید خود تراشی آں مقلدین استدلال
نمودہ عالم را و خود را باذات حق جلّ و
علیٰ و صفات علیا یکے میدانند چرا کہ اگر یکے
بودی پس ممکنات را نام حادث چرا نہادی و
حکم حدوث و قدم چرا صدور یافتی و نام
اشیاء جسم و جوہر ود و عرض چرا نہادی و
ذکر ذات و صفات حضرت جلّ و علا محققین
متکلمین " لیس بجسم ولا جوہر ولا عرض " چرا
گفتی " وحکم قرآن مجید و فرقان حمید "قل
ھو اللّٰہ احد" حکم براحدیت حضرت ذات چرا
کردی " اللّٰہ الصمد" ذکر صمدیت کہ صفات علیا
است چرا نمودی و ذکر قواعد تنزیہہ کہ آں
"لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد" چرا

بعض وحدۃ الوجود کے قائل ھیں اور بعض
کہتے ھیں کہ بزرگوں کا قول ھے کہ " میں
نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اس میں خدا
نظر آیا " پس وہ مقلدین توحید خود
تراشیدہ سے استدلال کرکے عالم کو اور اپنے
آپ کو ذات حق جلّ شانہٗ اور اس کی صفات
کے ساتھ ایک سمجھتے ھیں اور اگر ایک
ھوتے پس ممکنات کا نام حادث کیوں رکھتا
اور حدوث و قِدم کا حکم کیوں صادر ھوتا
اور اشیاء کا نام جسم و جوہر اور عرض کیوں
رکھتا اور ذات و صفات حق جلّ شانہٗ کے
ذکر کے سلسلے میں متکلمین محققین " لیس
بجسم ولا جوہر ولا عرض " کیوں کہتے اور
قرآن مجید و فرقان حمید اللّٰہ کی احدیت
پر حکم کیوں تاکید کرتا اور ذکر صمدیت
جوکہ صفات علیا میں سے ھے کیوں فرماتا اور

---

* مقولہ ھے ۔ اور ھمہ " از وست " نہ تو شریعت کے خلاف ھے اور نہ عقل کے نزدیک ناقابل قبول اور یہی اکابرین نقشبندیہ کا متفق علیہ عقیدہ ھے ۔

(مکتوبات دفتر دوم حصہ ۲ مکتوب ۲۷)

****

بیان نمودی زنہار بلکہ ہزار بار زنہار از مغروران " من اتخذ آلہہ ہواہ[1]" دور باشید و بحکم قرآن مجید و فرقان حمید بہ دل و جان مقاد الوجہ بیک رنگی و تصدیق ثابت بودہ بہ یاد شاد دل آباد باشید پس دریں باب خود روی پیشہ نہ دارید بلکہ پس روی محمدّی مشربیت است بحکم قولہ تعالیٰ " ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ[2]" چون متابعت نبی و علی آلہ الصلوٰۃ بدل و جان قولی و فعلی و حالی بودید داخل وعد خواہید گشت بحکم قولہ تعالیٰ " من تبع ھدای فلا خوف علیہم ولا ھم یحزنون[3]" در روز جزا باحسن جزا خلد خواہید رسید فافہم جداً واغتنم[4] ۔

لم یلد ، لم یولد اور لم یکن کے ذریعے قواعد تنزیہہ کا ذکر کیون کرتا مغرور لوگون سے بچو بلکہ ہزار بار بچو لوگون سے " وہ جس نے اپنی خواھشات کو معبود بنایا ہے" دور رھو ان سے ۔ اور قرآن مجید کے حکم کا دل و جان سے مقاد ھوکر یک رنگی اور تصدیق پر ثابت رہتے ہوئے اللّٰہ کی یاد سے دل کو آباد رکھو ۔ پس اس سلسلے مین خود سری اپنا پیشہ نہ بناؤ بلکہ اتباع و پیروی کا نام محمدّی مشربیّت ہے ۔ بحکم قولہ تعالیٰ " اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللّٰہ تمہین محبوب بنائے گا " جب دل و جان سے قولی و فعلی اور حالی متابعت نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ساتھ ھوتی ہے لہٰذا اس وعدہ کے مستحق ھو گئے ۔" پس جس نے میری ھدایت کا اتباع کیا ان کو نہ خوف لاحق ھوگا اور نہ غمگین ھونگے اور روز جزا و سزا کو ان کو بہترین بدلہ ملیگا فافہم جداً واغتنم ۔

---

(۱) سورہ جاثیہ ۴۵ : ۲۳ - (۲) سورہ العمران ۳ : ۳۱ -

(۳) سورہ البقرہ ۲ : ۳۱ - (۴) المعالی ص ۲۲۰- ۲۲۸ -

آپ نے نہ صرف " وحدت وجودی " کا رد فرمایا ہے بلکہ ساتھ ساتھ نظریہ وحدت شہودی " کی تشریح کرکے اس کی حمایت کی ہے ۔ اور اس طرح " نظریہ شہود " کو " مرتبہ بہبود " قرار دے کر اس کی اہمیت کا پرچار کرتے ہیں ۔[1] آپ مراتب ایمان کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

پس باید کہ مراتب شناسی نیز از جمیع ضروریات دانی کہ اول آن تقلید است و ثانی آن استدلال است و ثالث آن شہود است تقلید معتبر است بحکم تصدیق و چون تقلید با تصدیق یکجا است تقلید اعتبار پذیرفته است بہ ادلۂ اجلہ چرا کہ اگر تقلید را از میان بر داری رشتۂ طلب را مقدمہ از کجا آری پس تقلید را درین باب مقدمہ دانی چون تقلید بہ کمال رسید استدلال رو پیدا نماید یعنی چون تقلید برقرار ماند رفتہ رفتہ ازو استدلال سر می زند بہ ہدایت ربانی وبہ قوت عقلی چون استدلال قوی گشت رو بہ ترقی نہاد و تزکیہ و تصفیہ و تجلیہ و تخلیہ رو پیدا نمود من بعد آن رو بہ تجلی شہودی بہ ظہور پیوست پس درین میان اولاً تقلید است بہ واسطۂ

پس چاہئے کہ ایمان کے مراتب جاننے کو ضروریات دین میں سے جانو ۔ پہلا مرتبہ تقلید کا ہے دوسرا مرتبہ استدلال کا ہے اور تیسرا مرتبہ شہود ہے ۔ تقلید بحکم تصدیق معتبر ہے کیونکہ جب تقلید تصدیق کے ساتھ ہوتی ہے تو تقلید معتبر ہے دلائل کی رو سے۔اس لئے کہ اگر تقلید کو درمیان میں سے نکالو تو رشتۂ طلب کے لئے مقدمہ کہاں سے لاؤ گے ؟ جب تقلید مرتبۂ کمال کو پہنچتی ہے استدلال ظاہر ہوتا ہے یعنی جب تقلید برقرار رہتی ہے رفتہ رفتہ اس سے استدلال سرزد ہوتا ہے اور جب ہدایت ربانی اور قوت عقل کے طفیل استدلال قوی ہو جاتا ہے تو رو بہ ترقی ہو کر تزکیہ ، تجلیہ ، تخلیہ اور تصفیہ

---

(۱) المعالی ص ۲۹۲ ۔

تقلید بہ استدلال رسید ومن بعد آن
استدلال از صدق مالا مال رو بہ شہود
نہاد و شہود را نہایت نیست بجز حیرت
.... اما علت استدلال کہ نقصان
پذیر است استدلال ، استدلال را می
جنباند ازین است کہ گفتہ اند ـــ

پائی استدلالیان چوبین بود
پائی چوبین سخت بی تمکین بود (۱)

لیکن چون بہ مرتبہ شہود رسد و بہ
توفیق رب المعبود ظلمتِ شک و ریب مرتفع
گشتہ شہود ہویّت محض روشیداد گردد بہ طرف پس
چون خدا شناسی پیشہ طرف گشت خدا
ترسی از و بیاموز خدا پرستی حال اوست
این است حال کمال عارف ـ (۲)

پیدا ہوتا ہے اس کے بعد تجلّی شہودی کی
طرف توجہ ہوتی ہے ـ پس اس بارے مین پہلے
تقلید ہے تقلید کے واسطہ سے استدلال تک پہنچا
اور اس کے بعد استدلال صدق سے مالامال ہوکر
شہود کی جانب بڑھا اور شہود کے لئے بجز
حیرت کے نہایت نہین ..... لیکن علت استدلال
جوکہ نقصان پذیر ہے استدلال سے استدلال پیدا
ہوتا ہے ـ اس وجہ سے کہتے ہین =
"کہ استدلالیون کے پاؤن لکڑی کے ہوتے ہین اور
لکڑی کے پاؤن بڑے کمزور ہوتے ہین ـ" لیکن جب
مرتبہ شہود پر پہنچتا ہے اور توفیق خداوندی
سے شک و شبہ کی تاریکی اُٹھ جاتی ہے تو طرف
پر" شہود ہویّت " نمودار ہوتا ہے ـ پس جب
خدا شناسی عارف کا پیشہ ہوا خدا ترسی اُس
سے سیکھو خدا پرستی اس کا حال ہے اور یہی
عارف کے حال کا کمال ہے ـ

دوسری جگہ لکھتے ہین کہ ـ

مگر کہ آمدہ باشد در طلب حق
جلّ شانہٗ بقلب سلیم کہ آن عبارت از

مگر جب قلب سلیم کے ساتھ طلب حق مین آیا
ہوگا جوکہ وہ تصدیق کامل سے عبارت ہے ـ

---

(۱) مثنوی مولانا رومؒ دفتر اول مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ ص ۵۲ـ
ترجمہ ـ استدلالیون کا پاؤن لکڑی کا ہوتا ہے لکڑی کا پاؤن بہت کمزور ہوتا ہے۔

تصدیق کامل است و تصدیق کامل
هر مومن را میسّر است لکن تصدیق مراتب
سہ گانہ باشد یکے تقلید دویم استدلال
و سیوم الشہود کہ عبارت از حضور محض
بود کہ تردید دلائل دران منفی محض بود
و مرتبہ صدق صاف است آگہی از یافت
دارد کہ عبادت ازان نہ تواند کرد آن را
توحید بلا دلیل خوانند ودران سلامتی قلب
از تشکیکات و وساوس خنّاسی و وھمی و خیالی
و ظنی بود و آن مقام اعلیٰ مقام عرفان
الشہودی است بلا حجاب ----- وشہود
در اصطلاح سالکان کاملیست کہ
ازا مراتب کثرت محسوسات ظاہری و قوائی
از موھومات صوری و معنوی عبور نمودہ بہ
مقام توحید شہودی رسد کہ آنرا مرتبۂ
تمکین خوانند نہایت مقام عبودیت حضوری
ھمین است کہ بالاتر ازین مقام فنا ست ـ(۱)

اور تصدیق کامل ہر مومن کو میسر ھے ـ لیکن
تصدیق کے لئے تین مراتب ھون گے ـ ایک
تقلید دوم استدلال اور سوییم شہود جوکہ
حضور محض سے عبارت ھے ـ وہ جس مین کہ
دلائل منفی محض ھو جاتے ھین ـ اورر مرتبہ
صدق صاف ھے ، پانے سے آگاھی رکھتا ھے ـ
جس سے پلٹنا ممکن نہ ھو جسے توحید بلا
دلیل کہتے ھین ـ اور اس مین قلب وھمی
و خیالی ، ظنی اور خناسی کے وسوسون اور
شکوک سے محفوظ ھوتا ھے ـ اور وہ مقام اعلیٰ
مقام عرفان شہودی ھے بلا حجاب ------
اور شہود سلوک کی اصطلاح مین وہ کامل مرتبہ
ھے جس مین سالک محسوسات ظاھری کی کثرت
کے مراتب اور موھومات صوری و معنوی سے عبور
کرکے مقام توحید شہودی مین پہنچتا ھے کہ
اس کو مرتبہ تمکین کہتے ھین کہ عبودیت حضوری
کے مرتبہ کی انتہا یہی ھے کہ اس سے
اوپر فنا کا مقام ھے ـ

= (۲) ماخوذ از المعالی (قلمی) ص ۲۸۷ـ ۲۹۰ـ

******

(۱) المعالی شرح امالی از میان محمد عمر چمکنیؒ (قلمی) ورق ۳۶ـ ۳۷ =

وحدت شہودی

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں رویت باری تعالیٰ ممکن نہیں ہے ۔ اس سلسلے میں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب دنیاوی زندگی میں دیدار الٰہی میسر نہیں تو پھر سالکین کو شہود کیسے حاصل ہو سکتا ہے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دنیا میں خداوند تعالیٰ کی رویت کی جو نفی کی گئی ہے اس سے مراد رویت بالعین کی نفی ہے کیونکہ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے اور "لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" کی رو سے اس میں تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی ۔

سالکانِ راہ طریقت کے حال و مآل کی حقیقت یہ ہے کہ جب وہ سیر الی اللہ میں کون و مکان کے تمام طبقات کو طے کرکے مدرکات حسّی ، خیالی ، فکری ، معنوی اور معقولی کے مقامات کو عبور کرتے ہیں اور لطیفۂ نفی کے آئینہ ---- علم لدنی ---- کے ذریعے نقاب صوری کو ہٹاتے ہیں اور شریعت ، طریقت ، حقیقت اور معرفت کے صحیح قواعد کے

---

(۱) محققین صوفیائے کرام مرتبۂ شہود کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ مجاہدات و ریاضات سے جس قدر نفس کے پردے ہٹتے چلے جاتے ہیں اتنا ہی حق سبحانہٗ کی معیّت کا انکشاف قلب میں زیادہ ہوتا جاتا ہے ۔ تا آنکہ انسان کو وہ درجہ نصیب ہوتا ہے کہ وہ علم شہود کے مرتبہ میں آجاتا ہے اور جو کچھ پہلے جانا جاتا تھا اب اسے نظر آنے لگتا ہے ۔ اور بالآخر وہ ایمان شہود (یا ایمان تحقیقی) کے مرتبہ پر سرفراز ہو جاتا ہے ۔ اس سے پہلے ایمان کا مدار محض عقلی اور استدلالی ہوتا ہے جوکہ ایمان کا ایک ناقابل اعتماد اور نقصان پذیر مرتبہ ہے ۔
(مقدمۂ ابن خلدون (اردو ترجمہ مولانا سعد حسن خان یوسفی) مطبع جاوید پریس کراچی ص ۳۴۸- ۳۵۰ ایضاً ملاحظہ ہو معیت الٰہیہ از مولانا شاہ عبدالغنی ، ناشر خانقاہ اشرفیہ ناظم آباد کراچی ص ۲۶- ۲۷)

******

مطابق متابعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین ہوکر " فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون " کی خلعت سے مشرف ہو جاتے ہین ۔ اور " ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی " کی تکمیل کرتے ہوئے طبقات کونی مین کثرت سے عروج کرکے وحدت کے انوار و تجلیات کے احاطہ مین داخل ہوکر " اولیاءی تحت قبائی لا یعرفھم غیری " کے مقام پر پہنچ جاتے ہین ۔ اور " علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل " و " العلماء ورثۃ الانبیاء " کا مرتبہ پاتے ہین ۔ اور اپنے پروردگار کے خلوت خانہ اسرار کا رازدار بن کر " الانسان سری و انا سرہ " کی خلعت سے آراستہ ہو جاتے ہین ۔ اور خلوت خالص کے ذریعے خوب مزکی ہو جاتے ہین ۔ تو اس کے بعد " لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل " کے مقد مرتبہ عالیہ پر سرفراز ہونے مین کیا رکاوٹ اور دولت شہود کے حصولی کی راہ مین کونسی چیز مانع ہے ۔ فافھم جداً واغتنم ۔ (۱)

سلوک و تصوف مین آپ کا مقام

ولایت مین حضرت میان صاحب چمکنی کو " محمدی المشرب " ہونے کا عالیشان مرتبہ حاصل تھا (۲) ۔ آپ ایک بلند پایہ محقق و عارف صوفی تھے ۔ آپ کی للھیت اور فنائیت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی اور ایک روحانی پیشوا اور پیر و مرشد کی حیثیت سے آپ کا مقام بہت اعلی و ارفع تھا (۳) ۔ شیخ نورمحمد آپ کے روحانی کمال کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین

---

(۱) المعالی شرح امالی (قلمی) ورق ۲۰۸ - ۲۰۹

(۲) المعالی شرح امالی ورق ۱۲ -

(۳) ملاحظہ ہو المعالی (قلمی) ورق ۳۱ - ۲۳۷ - ۲۵۹ - ۳۰۹ -

******

(۱) پير محکم پـــه شريعت وه	شریعت پر بہت محکم اور طریقت نبوی صلی اللہ علیہ
(۲) د نبي پـــه طريقت وه	وسلم پر کاربند تھے
(۳) دې په حال د حقيقت وه	حقیقت آگاہ اور اسرار معرفت سے باخبر تھے
(٤) په اسرار د معرفت وه	
(٥) د سلوك په حال خبر وه	راہ سلوک سے خبردار اور انوار و تجلیات الٰہی سے
په انوار و منـــور وه (٦)	منوّر تھے ـ وحدت حق تعالیٰ کے ماہر اور مقام سکنت
بنه ماهر وه په وحدت کښې	میں قائم تھے ـ
په مقام د مسکنت کښې (۷)	

---

(۱) ، (۲) ، (۳) ، (۴) = تکلیفات شرعیہ کے مجموعہ کا نام شریعت ہے ـ متأخرین علماء نے ان احکام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ـ اعمال ظاہرہ کے ساتھ جس جزو کا تعلق ہے اس کا نام فقہ اور اعمال باطنہ کے ساتھ جس کا تعلق ہے اس کا نام تصوف ہے ـ اور ان اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں ـ پھر ان اعمال باطنی کی درستی سے قلب میں جو جلاء و صفا پیدا ہوتا ہے اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان و اعراض بالخصوص اعمال حسنہ و سیئہ وحقائق الٰہیہ صفاتیہ و فعلیہ بالخصوص معاملات فیما بین اللّٰہ و بین العبد منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں اور اس انکشاف کا نام معرفت ہے اور صاحبِ انکشاف کو محقق و عارف کہتے ہیں ـ (التکشف عن مہمات التصوف از مولانا تھانوی ص ۱۸۴ـ ۱۸۵) ـ

(۵) خدا تک پہنچنے کا راستہ بطریق سیر کشفی عیانی ــــــ نہ کہ بطریق استدلال ا... اس راستے پر چلنے والے کو سالک کہتے ہیں (سر دلبران ص ۱۹۹) ـ

(۶) یعنی واجب تعالیٰ کی وحدت حقیقی جو تجزی ، تغیر ، ضدیت ، تشبیہہ اور تجسیم کو قبول نہیں کرتی اور جو صرف ہویّت مطلقہ کی شایان شان ہےـ(سردلبران ص ۳۳۳) ـ

(۷) سلوک و طریقت کی اصطلاح میں مسکین یا فقیر وہ ہے جو لاہوت میں سکونت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت میں غرق ہوتا ہے اسی کو فقر یا مسکنت کہتے ہیں

(۱) دې قريب وه په قربت كښ	الله تعالى كى قربت و وصلت حاصل تهى اور
(۲) دې واصل وه په وصلت كښ	لاسوت ، ملكوت ، جبروت اور لاهوت كے مقامات سے
ناسوت كښ جبروت وه (۳)	باخبر ـــــ تهے ـ
ملكوت كښ وه كه لاهوت وه	مريدون كے رهبر اور سير من الله سے آگاه تهے
دده هلته يكښ قوت وه	ستر هزار حجابات سے واقفيت ركهتے تهے ۔ مستجاب
ددرويشئ حال ئې مضبوط وه	الدعا تهے ـ اے كذاب! اسے جهوٹ مت سمجهو
د مريدانو دې رهبـــر وه	چوده كے چوده سلاسل و طرق سے آگاه تهے ـ
په سير من الله باند خبر وه	چهار يار كبار كے طريقون اور اولياء كے طبقات
(٤) له اويا زره حجاب	كا علم حاصل تها ـ اور آپ كے ايك آده
خبردار لـــه هـــره باب	دوست كو اس كى خبر تهى ـ
وه دعا ي مستجاب	
كذب مه گنړه كذّاب	
(٥) كه چهارده خانوادې دې	
ياكه څوارلس سلسلې دې	
دچهار يارو طريقې دې (٦)	
د وليانـــو طبقې دې	

= اور يہى فقر فخر محمدیؐ ہے ـ چنانچه اهل الله اس دعا كا بہت اهتمام كرتے هين ـ
اللّهم اَحْيِنى مِسْكِيناً و اَمِتْنى مِسكِيناً واحشرنى فى زمرةِ المساكين ـ
(گنج الاسرار از سلطان العارفين حضرت باهُوؒ (المتوفى ۱۱۰۲ هـ) طبع لاهور ۱۳۵۵ ه)

※※※※※※

(۱) قربت سے مراد صفات الٰهى سے متصف هونا اور حجاب خودى كا اُٹهنا هے (سردلبران ص ۲۷۹) ـ

(۲) هستئ مجازى سے جدائى كا واقع هوجانا اور اپنى خودى كے وهم سے بيگانه هوجانا وصال حق كهلاتا هے ـ (سر دلبران ص ۳۳۴) ـ

(۳) طبقاتِ اكوان چار هين اوّل ناسوت (عالم بشريت يا عالمِ اجسام و محسوسات) دوم عالم ملكوت (عالم ملائكه و نفوس و ارواح) سوم عالم جبروت (عالم صفات اور چهارم

پر همه ؤ خبردار وهٔ
پرِ شاهد ي یو نیم یار وهٔ
(۱) (۲)
یاد کرد وهٔ که یادداشت وهٔ
(۳)
خبردار په نگاه داشت وهٔ
(٤)
په بازگشت بنهٔ پوهید نــه
(٥)
هوشریه دم ي حاصل ونه
(٦)
اندر وطن ي وهٔ سفـر
حال يِ پټ نــهٔ وهٔ اظهر
(۷)
تل خلوت در انجمن وهٔ
(۸)
قلبي وقوف روشن وهٔ

یاد کرد و یاد داشت اور نگاہ داشت
سے خبردار تھے ۔
باز گشت سے پوری طرح آگاہ تھے
ہوش در دم آپ کو حاصل تھا
" سفر در وطن " آپ کو جانتے تھے
آپ کا حال مخفی تھا نہ کہ ظاہر
ہمیشہ خلوت در انجمن مین رہتے (اور)
وقوف قلبی ان کو حاصل تھا

= عالمِ لاہوت (مقامِ فنا) اور لاہوت دراصل " لا ہو الا ہو " ہے ۔ (المعالی شرح امالی ص ۲۳۰) سر دلبران ص ۲۹۷)

(۳) حجاب سے ماسوی اللہ اور خیالات ماسوی اللہ مراد ہے ۔ اور اس کے کئی اقسام ہین ۔ یعنی حجاب خودی ، حجابات ظلماتی ، حجابات ناسوتی ، حجابات نورانی ، حجابات ملکوتی اور حجابات کیفی وغیرہ (سر دلبران ص ۱۳۱)

(۵) چودہ خانوادے یا چودہ سلاسل یہ ہین ۔
زیدیہ ، فضیلیہ ، اَدھمیہ ، ابوھبیرہ ، چشتیہ ، عجمیہ ، داوودیہ ، کرخیہ ، سقطیہ ، فردوسیہ ، عباسیہ ، سہروردیہ ، کبرویہ ، سنتاریہ (ارشاد الطالبین از اخوند درویزہ مطبوعہ مفید عام پریس لاہور ۱۹۰۷ء ص ۳۳) ۔

(۶) طبقات اولیاء یہ ہین :۔
اقطاب ، غوث ، امامان ، اوتاد ، ابدال (بدلاء) اخیار ، ابرار ، نقباء ، نجباء عمد ، مکتوبان ، خردان (سر دلبران ص ۱۷۳)

****

(۱) یہ مشائخ نقشبندیہ کی مشہور و معروف گیارہ مصطلحات ہین ۔
=

= یاد کرد : ذکرِ لسانی و قلبی جس سے غفلت دور ہو اور حق تعالیٰ کی یاد تازہ رہے ۔

(۲) یاد داشت : حق تعالیٰ کی جانب ہر دم اور ہر حال مین بسبیل ذوق متوجہ رہنا ۔ محققین کے نزدیک یادداشت یہ ہے کہ سالک کے دل پر استیلائے شہود حق جب ذاتی کے توسط سے ہو جائے اور اسی کو مشاہدہ کہتے ہین ۔ اور یہ دولت بدون فناء تام اور بقائے کامل حاصل نہین ہوتی ۔

(۳) نگاہ داشت :
ماسوی اللہ کے خطرات سے دل کو اس طرح محفوظ رکھنا کہ اگر سالک ایک دم مین سو بار کلمہ طیبہ کہے تو اس دوران ایک بار بھی خیال ادھر ادھر نہ بھٹکے ۔

(۴) باز گشت :
جب ذاکر دل یا زبان سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرے تو ہر بار اپنے دل مین یہ دعا کرے کہ الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور تیرے ہی لئے دنیا کو ترک کیا ہے تو اپنی نعمتین عنایت کر اور اپنی بارگاہ مین وصول تام عطا فرما ۔

(۵) ہوش در دم :
جو سانس نکلے یاد الٰہی مین نکلے غفلت کسی وقت راہ نہ پائے اور سالک ہمیشہ ہوشیار اور بیدار رہے ۔

(۶) سفر در وطن :
سالک کا طبیعت بشری مین ایک مقام سے دوسرے مقام یعنی صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ پر جانا اور تخلقوا باخلاق اللہ پر عمل کرنا ۔

(۷) خلوت در انجمن :
بظاہر مخلوق کے ساتھ اور بہ باطن حق تعالیٰ کے حضور مین رہنا اور ہر حال مین متوجہ الی اللہ رہنا ۔

(۸) وقوف قلبی : (یعنی توجہہ سالک بسوئے دل و توجہہ دل بسوئے ذات حق سبحانہ) ذاکر کا حق تعالیٰ سے واقف و آگاہ رہنا اس طورپر کہ غیر حق سے مطلق علاقہ نہ رہے ۔

ساکن وقوف زمانئ وه[۱]
گلشن وقوف عددي وه[۲]
پــه هر قدم ي وه نظر[۳]
ته بــه دا وکړه باور
قلبي و روحي يــاره[۴]
سرئ نفسي لطائف شماره[۵]
بل خفي اخفیٰ دلداره[۶]
ظاهرېده لــه هره يا ره

وقوف زمانی اور وقوف عددی سے باخبر تھے ـ
ہر قدم پر نگاہ رکھتے
اس پر یقین رکھو
(لطیفۂ) قلبی ، (لطیفۂ) روحی
(لطیفۂ) سری ، (لطیفۂ) نفسی
(لطیفۂ) خفی اور (لطیفۂ) اخفیٰ (یہ سب لطائف ذکر کرتے وقت) ہر دوست سے ظاہر ہوتے تھے ـ

---

(۱) وقوفِ زمانی :

بندہ ہر حال مین اپنے احوال پر واقف رہے اگر طاعت مین ہے تو شکر اور اگر معصیت مین ہے تو استغفار ~~کرے~~ کرے یا پاس انفاس مین حضور و غفلت کا خیال رکھے ـ اسے محاسبہ بھی کہتے ہین ـ

(۲) وقوف عددی :

ذکر نفی و اثبات مین طاق عدد کی رعایت رکھے اس لحاظ سے کہ اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے ـ

(۳) نظر برقدم :

چلتے پھرتے وقت نگاہ کو اپنی پشتِ پا پر رکھے تاکہ نظر پراگندہ نہ ہو اور جمعیّتِ خاطر رہے ـ

(۴)، (۵)، (۶) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہین کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے جن مین پانچ یعنی لطیفۂ قلب ، لطیفۂ روح ، لطیفۂ سِر ، لطیفۂ خفی اور لطیفۂ ~~لطیفۂ~~ اخفیٰ عالم امر سے ہین اور پانچ یعنی نفس اور عناصر اربعہ (چہ خاک ، آب ، ہوا ، آتش) عالمِ خَلق سے ہین (مصباح الحقیقۃ از مولانا محمد باقر طبع نول کشور ۱۹۰۵ء ص ۲۰)

تر تلوين تير بلند همت وه[1]	مرتبۂ تلوین سے آگے بڑھ کر
پـه تمكين استقامت وه[2]	مرتبۂ تمکین پر پہنچے ہوئے تھے
د رسول په شه صفت وه	رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی اخلاق سے
دي كريم بابركت وه	متصف تھے ۔ اور بابرکت و کریم تھے
كه سلطان كه نور اذكار وو[3]	سلطان الاذکار تھا یا دوسرے اذکار
ارزاني ي په خيل يار وو	سب آپ کے احباب کو حاصل تھے

---

(۱) تلوین :

سلوک کا وہ ابتدائی مرتبہ جس میں صوفی تابع حال ہو اور اس میں تغیر و تبدل پیش آتا ہو ایسے مبتدی صوفی کو صاحبِ تلوین ، ابن الوقت اور مغلوب الحال کہتے ہیں

(۲) تمکین :

سلوک کا وہ انتہائی مرتبہ جس میں صوفی تابع حال نہ ہو ایسے منتہی صوفی کو تمکین ، ابوالحال اور ابوالوقت کہتے ہیں ۔

(۳) طریقہ نقشبندیہ کے اذکار میں ذکر خفی کے تین اشغال معمول بہ ہیں ۔ شغل اول یعنی ذکرِ اسم ذات اور ذکرِ نفی و اثبات شغل دوم مراقبہ اور شغل سوم رابطہ ۔

ذکر اسم ذات کا طریقہ یہ ہے ۔ کہ ذاکر زبان کو حلق کے ساتھ چپکا کر دل کو تمام وساوس سے خالی کرے اپنے شیخ کو پورے ادب و احترام سے اپنے سامنے تصور کرکے اور دل کی زبان کے ساتھ جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگل کے فاصلے پر ہے ذکر شروع کرے ۔ لطیفہ قلب سے اسم مبارک " اللّٰہ اللّٰہ " کہے اور اس کے معنی پر جو تمام صفات کاملہ کا مظہر ہے اور سب برائیوں سے پاک ہے دھیان میں رکھے بعد اس کے بعد لطیفۂ روح جس کا مقام دائیں پستان کی طرف دو انگل کے فاصلہ پر ہے پھر لطیفۂ سِر سے جس کا مقام بائیں پستان کے برابر دو انگل کے فاصلہ پر ہے سینہ کی طرف جھکا کر ذکر کرے بعدہٗ لطیفۂ خفی جس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگل کے فرق پر ہے سینہ کے درمیان کی طرف مائل کرے پھر لطیفۂ اخفیٰ سے جس کا مقام ==

ملفوفات مرکبات وو
لالات وو که هاهات وو
نور که کشف کرامات وو
دا ظاهر له دهٔ اشنات وو
مجاهدات (۱) محاسبات (۲) وو
مشاهدات (۳) معائنات (۴) وو
کل احوال د شیخ ولي
میان صاحب (۵) له وو عالی

ملفوفات تھے یا مرکبات
لالات تھے یا کہ هاهات
یا دوسرے کشوف و کرامات تھے
آپ سے بہت زیادہ ظاہر (ہوتے) تھے
مجاہدات تھے یا محاسبات تھے
مشاہدات یا معائنات حتّٰی کہ
شیخ و ولی کے تمام احوال و مقامات
(میاں صاحبؒ) جنکو بدرجۂ کمال حاصل تھے

وسط سینہ ہے ذکر کرے تاکہ لطائف خمسہ ذکر سے جاری ہو جائیں پھر لطیفۂ نفس سے جس کا مقام پیشانی کے درمیان ہے ذکر کرے پھر لطیفۂ قالبیہ سے جس کا مقام تمام بدن ہے اس قدر ذکر کرے کہ ہر بال کی جڑ سے ذکر جاری ہو جائے اور اسی ذکر کا نام " سلطان الاذکار " ہے ۔

******

(۱) مجاہدہ :

نفس کو اس کی صفات سے مجرد کرنے اور اوصافِ ذمیمہ کو اوصاف حمیدہ تبدیل کرنے کی عملی کوشش اور اسے مقابلۂ نفس اور مخالفت ہوا بھی کہتے ہیں ۔

(۲) محاسبہ کے لئے ملاحظہ ہو تفصیل وقوف زمانی :

(یہ مذکورہ بالا تفصیلات التکشف صفحات ۳۴۷ ، ۳۸۰، ۳۷۹؛ اور سر دلبران صفحات ۲۰۲ ، ۲۰۳، ۳۱، ۳۰۳ ، ۳۰۵، ۳۰۶ اور المعالی ص ۲۲۱ - ۲۳۷ ، ۲۵۹- ۳۰۹ - شریعت و طریقت از مولانا تھانویؒ ص ۳۷۳ - ۳۴۱ ، ۳۳۵- ۳۳۹-۳۴۳ قطب الارشاد از فقیراللہ شاہؒ شکارپوری اور حالات نقشبندیہ ص ۵۲۹- ۵۳۳ سے ملخصا ماخوذ ہیں) ۔

(۳) مشاہدہ :

اسماء و صفات کی جہت سے حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا اور تجلّیات کا پیہم وارد ہونا

اس طرح اس دور کے ایک صوفی شاعر مولانا مسعود گلؒ سلوک و تصوف میں حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے مقام و مرتبہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

تتمه د خواجها نقشبندیانو	آپ خواجہائے نقشبندیہ کے تتمہ تھے
خاتمه د قادریانو او چشتیانو	قادریوں اور چشتیوں کے خاتمہ تھے
څوارلس واړه طریقې ې په کمال دي	آپ کو چودہ سلاسل بہ طریقِ کمال حاصل ہیں
باطنې کارونه ټول ې په اکمال دي (۱)	اور سب باطنی کام آپ کے مکمل ہیں ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے ایک اور عالم و فاضل مرید مولانا دادینؒ لکھتے ہیں ۔

لکه هسې ې شهرت په ظاهر تل دي	جیسا کہ بظاہر شہرت رکھتے ہیں آپ کا
د باطن روزګارې زیات تر یو په سل دي	باطنی روزگار اس سے کہیں زیادہ ہے
مشهور څکه په عالم کښې لکه نمر دي	دنیا میں اس لئے سورج کی طرح مشہور ہیں
چه په باغ کښې د صدیق ګل احمر دي (۲)	کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے باغ کے گل احمر ہیں ۔

= (۴۹) معائنہ : نور تجلیات ذات بے کیف و بے جہت اور بے مثل و بے مثال کا دل سالک پر چمکنا ۔

(۵۰) نورالبیان از نور محمد (قلمی) ورق ۲۲ ۔

*****

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا مسعود گل ص ۱۰ ۔

(۲) مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین (قلمی) ورق ۲۱۵ ۔

******

حضرت میان صاحب چمکنیؒ
معاصر علماء و فضلاء کی نظر مین

تصوف و روحانیت مین آپ کو جو بلند مقام حاصل تھا کئی معاصر علماء و صوفیاء نے اس کے بارے مین اظہار خیال کیا ھے ۔ اس سلسلے مین چند مشہور معاصرین کے بیانات درج ذیل ھین ۔

مولانا محمد شفیق خٹکؒ لکھتے ھین ۔

میا صاحب د چمکنو قطب الاقطاب دي	میان صاحب چمکنیؒ قطب الاقطاب ھین اور
چه خرگند په درست جهان لکه افتاب دي	ساری دنیا مین مثل آفتاب کے روشن ھین
میان صاحب محبوب د رب العالمین دي	میان صاحبؒ رب العالمین کے محبوب ھین
په خپل دور کښ امین د درست زمین دي	اور اپنے دور مین ساری زمین کے امین ھین
د قلزم په دور له فیض مالامال دي	بحر قلزم کی طرح فیض سے مالا مال ھین
غوره چونړ غوث الاعظم د ذوالجلال دي (۱)	اور اللہ تعالیٰ کے بہتر و منتخب غوث الاعظم ھین ۔

شیخ نورمحمدؒ ایک مرشد اور عارف روحانی کی حیثیت سے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ھین کہ :

په افغان کښ رب پیدا که په خپل قدرت	اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے افغان قوم مین
دُریتیم د چمکنو صاحب عزت	دُرّ یتیم اور صاحب عزت حضرت میان صاحب
کان د حلم بحر د علم دي پیدا وه	چمکنیؒ کو پیدا فرمایا جو حلم کی کان اور علم
د خپل وقت په عارفانو کښ اوچت	کے دریا تھے اپنے دور کے عارفون مین بلند

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنیؒ از محمد شفیق خٹک ورق ۵ ریکارڈ آفس لائبریری پشاور

په ده فخر د عالمانو بزرگانو
وه پادشاه د عارفانو په حجت
گویا نمر وه له مشرق را ختلي
پر دین ښکاره روښان پر هر جهت (۱)

بلند مقام رکھتے تھے ۔ علماء اور بزرگوں کو آپ پر فخر حاصل ہے آپ عارفوں کے وہ سلطان تھے کہ گویا کہ مشرق سے آفتاب نکلے ہوئے تھے ۔
اور آپ پر دین ہر طرف روشن تھا ۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں ۔

تر عرب تر هندوستان
تر افغان تر ترکستان
چه لیده اورېده شینه
څوک دا څوک نه وایینه
چه څه کاروبار د دوی سیال شته
یا د چا دا رنګ سیال شته
هر کمال ئي په کمال وه (۲)
چه نا بوده ئي بې مثال وه

عرب ، ہندوستان اور افغانستان و ترکستان تک جو دیکھنے میں آتا ہے یا سننے میں آتا ہے ۔
کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی آپ کا ہمسر موجود ہے ۔
یا کسی کو اس قسم کا روزگار حاصل ہے
آپ کا ہر کمال بدرجۂ کمال تھا اور جس کی مثال ملنا مشکل تھی ۔

مولانا مسعود گل آپ کے جلال و جمال کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

عجب ذات وه پیدا شوی با کمال
رب ورکړی هم جلال وه هم جمال

عجب باکمال ذات پیدا ہوئے تھے
خدا نے جلال بھی عطا فرمایا تھا اور جمال بھی

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از شیخ میر محمد ورق ۷۷
(۲) " " " ورق ۱۵ ایضاً ورق ۳۸ ایضاً ملاحظہ ہو ورق ۳۸ ۔

زهٔ په سیال د د وئ بل سرته یم اګاه
په والله م د قسم وي په بالله (۱)

اللہ کی ذات اقدس پر میری قسم ہے کہ مجھے آپ کے کسی ہمسر اور برابر کا علم نہیں ہے ۔

مولانا دادین آپ کے کمال اور جاہ و جلال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

مشرف وو میانصاحب په ښه رتبه کښ
د جلال او د جمال په مرتبه کښ

حضرت میاں صاحب جلال و جمال کے مرتبہ پر سرفراز تھے ۔

میانصاحب وته ورکړي څو کمال دي
تصرف په کائنات کښ ذوالجلال دي

میاں صاحب کو خدا نے کتنا کمال عطا فرمایا ہے اور کائنات میں کتنا تصرف دیا ہے ۔

میانصاحب چه د ولیانو د وخت دي وو
واقعی دانور وو ګوتې دې غمې وو

واقعی میاں صاحب اپنے دور کے اولیاء میں سے (ایسے) تھے گویا کہ وہ انگوٹھیاں اور آپ نگین ہیں ۔

د څمکنو صاحب ستا په څیر جناب نه وینم
که چرته وي ولي داشان فیضاب نه وینم

اے میاں صاحب (چمکنی) میں آپ کی طرح کسی کو نہیں دیکھتا اور اگر کہیں ہو تو آپ کی طرح فیضیاب نہیں دیکھتا ۔

چه بادشاهان د ګدایان د د دروازې وګورم
بل د وکوم په ورهٔ کښ پروت لکه تراب نه وینم

بادشاہوں کو آپ کے دروازہ کے فقیر دیکھتا ہوں ۔ کسی دوسرے کے دروازے میں اس طرح مثل خاک کے نہیں دیکھتا ۔

څوک که دعوه د همسرۍ د ولایت که له تا
مسیلمه غند د دهٔ په څیر کذاب نه وینم

اگر کوئی ولایت میں آپ کی ہمسری کا دعویٰ کرتا ہے تو مسیلمہ کذاب کے مانند کذاب ہے

---

(۱) ملاحظہ ہو مناقب میاں صاحب چمکنی ص ۸ ، ص ۹۵ ۔

هسې شان قطب مدار قطب الزمان وو (۱)	آپ قطب مدار اور قطب زمان تھے
په خپل وقت کښې مربي د انس و جان وو (۲)	اور اپنے دور میں انس و جان کے مربی تھے ۔

اس کے علاوہ اس دور کے کئی دیگر مشہور و معروف باکمال صوفی شعراء مثلاً عبدالعظیم بابا، کاظم خان شیدا، حافظ الپوری، حافظ مرغزی، شمس الدین اور صاحبزادہ احمدی نے بھی اپنے اپنے کلام میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور آپ کے بلند روحانی مراتب کی شاہدار الفاظ میں تعریف کی ہے ۔ (۳)

---

(۱) ہر زمانہ میں تمام دنیا میں سب سے بڑا قطب ایک ہوتا ہے جسے قطب عالم یا قطب کبریٰ یا قطب زمان یا قطب مدار یا قطب ارشاد یا قطب جہان یا قطب الاقطاب اور یا جہانگیر عالم کے ناموں سے پکارتے ہیں ۔ عالم سفلی و علوی میں اس کا تصرف ہوتا ہے اور سارا عالم اسی کے فیض برکت سے قائم رہتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے براہ راست فیض حاصل کرتا ہے اور اس فیض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے اور بڑی عمر پاتا ہے ۔ (سر دلبران از حضرت شاہ محمد ذوقی ص ۱۲۳-۱۲۴) ۔

(۲) ملاحظہ ہو مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۳۶ ، ورق ۲۶، ورق ۲۸ ، ورق ۱۵۹ ۔

(۳) ملاحظہ ہو دیوان عبدالعظیم بابا ص ۲۷ طبع پشاور ۱۹۵۹ء ۔

دیوان حافظ الپوری ص ۱۲۱ اشاعت سوم طبع پشاور ۱۳۲۲ھ ؛۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ :

د خوکو میان غروب وکه لکه نمر د عصر
چه شاه گدا تر خوشبوئ وړ ه عطار پاتې نه شه

(ص ۱۲۱)

شاهنامه احمدی از حافظ مرغزی (قلمی) ص ۲۳۶ ، پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی۔

منقبات فقیر از شمس الدین (قلمی) ص ۲۳ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ۔

دیوان کاظم خان شیدا (قلمی) حاشیہ ورق ۱۸۰ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور

باب ششم

حضرت میاں صاحب چمکنی کا علمی مقام

خدا نے آپ کو علم لدنی کے زیور سے مزین فرمایا تھا ۔ آپ نے ابتداء سے لے کر انتہاء تک اپنی ساری عمر تزکیۂ باطن اور منازل روحانی کے سیر میں گزاری اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو علوم متداولہ کے باقاعدہ اکتساب کی فرصت نہیں ملی تھی مگر اس کے باوجود خداوند علیم و کریم نے اپنے فضل و کرم سے آپ کا سینہ علم لدنی (۱) سے خوب مالامال فرمایا تھا ۔ اس حقیقت کا بیان کرتے ہوئے آپ خود لکھتے ہیں کہ :

این دعاگوی کافه مومنان و مسلمانان صحیح ملت و اهل سنت و جماعت ایام گزاری در حصول و طلب سیر الی الله و بالله و مع الله وفی الله ومن الله کرد (۲) به .... به عنایت حق سبحانه وتعالی چون	تمام مومنین اور اهل سنت والجماعت کے پیرو صحیح الملۃ مسلمانوں کے اس دعاگو (میاں محمد عمر) نے سیر الی الله و بالله ومع الله وفی الله ومن الله میں اپنی زندگی گزاری .... حق سبحانه وتعالی کی عنایت سے جب

---

(۱) علماء کرام اور صوفیائے عظام نے اس علم کی تشریح و تعریف میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے ۔

حضرت خواجہ عبیدالله احرار فرماتے ہیں کہ ۔

علم لدنی آنست که مسبوق به علمی نباشد بلکه بے سابقه علمی حق سبحانه بمحض عنایت بے علت به علمی خاص از نزد خود بنده را مشرف گرداند کما قال سبحانه	علم لدنی وہ علم ہے کہ کسی عمل وکسب پر منحصر نہ ہو بلکہ بلا کسب و عمل الله تعالی اپنے بندے کو اپنی عنایت بے علت سے اس علم سے مشرف کرتا ہے جیسا کہ الله تعالی

ــ وعلمناہ من لدنا علماً ۔	کا ارشاد ہے کہ " ہم نے اس کو اپنی طرف سے علم عطا فرمایا " ۔

(رشحات عین الحیاۃ از واعظ کاشفی (قلمی) ورق ۲۶۷ ، کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور) ۔

صاحب تفسیر روح المعانی علامہ محمود آلوسی بغدادی (المتوفی ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء) اس علم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

لا یکتنہ کنھہ ولا یقادر قدرہ وھو علم الغیوب واسرار العلوم الخفیۃ	اس کی حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی اور نہ اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور وہ علم غیوب اور اسرار علوم خفیہ ہیں ۔

(تفسیر روح المعانی سورۃ الکہف ۱۸ : ۶۵)

حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا شیرمحمد گگیانی لکھتے ہیں ۔

علم لدنی علم است کہ اہل قرب را بہ تعلیم الہی و تفہیم ربانی معلوم و مفہوم می شود و نہ بہ دلائل عقلی و نہ شواہد نقلی چنانچہ در کلام قدیم در حق خضر علیہ السلام فرمود وعلمناہ من لدنا علماً ۔	علم لدنی وہ علم ہے جوکہ اہل اللہ کو تعلیم و تفہیم الہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے نہ کہ دلائل عقلی اور شواہد نقلی کے ذریعے چنانچہ اللہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو اپنی طرف سے علم (خاص) عطا فرمایا ۔

(الفج العمیق (قلمی) ورق ۵۱۲ ، ریکارڈ آفس لائبریری ، پشاور ، فج عمیق کا ایک دوسرا قلمی نسخہ ڈاکٹر سلیم صاحب ، ہاشمی ڈیپارٹمنٹ کے پاس محفوظ ہے) ۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء) علم لدنی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" جب ذکر اللہ کی مواظبت اور ریاضات و مجاہدات کی کثرت سے ظلمات نفسانیہ و کدورت طبعیہ کا ازالہ ہو جاتا ہے اور قلب و روح کو اللہ تعالٰی کے ساتھ ایک نسبت

— خاصہ و تعلق مخصوص پیدا ہو جاتا ہے اس وقت قلب پر بلا واسطہ اسباب ظاہری ہم تحصیل و سماع وغیرہ کے کچھ اسرار و علوم شریفہ کا ورود و القا ہونے لگتا ہے ۔ اس علم کو علم لدنی اور علم وہبی کہتے ہیں " ۔ (ملک التکشف من مہمات التصوف مطبوعہ دھلی ۱۳۲۷ھ ص ۳۲۸ ۔ ۳۲۹ ، ایضا ملاحظہ ہو ص ۳۳۶) ۔

اس علم کو علم باطن بھی کہتے ہیں اور قرآن و حدیث دونوں سے اس کا اثبات ہوتا ہے ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ و علمناہ من لدنا علما ، کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ۔

" یہ تعلیم ممکن ہے کہ بواسطۂ وحی ہو یا بواسطۂ الہام اور یہ الہام انبیاء اور غیر انبیاء سب کو ہوتا ہے ۔ اور یہ آیت اصل ہے اثبات علم لدنی میں " ۔ (بیان القرآن سورۂ کہف ۱۸ : ۶۵ ، التکشف ص ۳۳۶ ایضا تفسیر روح المعانی سورۂ الکہف ۱۸ : ۶۵) ۔

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اذا رأیتم العبد یعطیٰ زھدا وقلۃ منطق فاقتربوا منہ فانہ یلقی الحکمۃ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)	یعنی جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ زھد فی الدنیا اور قلت کلام اس کو عنایت ہوا ہے تو اس شخص سے نزدیک رہا کرو

کیونکہ اس کو حکمت یعنی اسرار وھبیہ کی تعلیم و تلقین من جانب اللہ ہوا کرتی ہے ۔ حضرت مولانا تھانویؒ اس حدیث کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ :

" اس حدیث سے علم اسرار غیر منقولہ کا اثبات ہوتا ہے اور اس کو علم لدنی کہتے ہیں ۔ جس کا عطا ہونا اہل اللہ کو بکثرت و بہ تواتر منقول ہے ۔ (التکشف ص ۳۳۶) ۔

علم لدنی کے حصول میں اسباب ظاہری کا کچھ دخل نہیں ہوتا بلکہ صرف خدا کے فضل و مشیت پر اس کا انحصار ہوتا ہے ۔ اس کی ایک نمایاں مثال شیخ ابن —

= العربی کی ذات گرامی ہے ۔ جن کے قلب و ذہن کو خداوند تعالیٰ نے اسی علم خاص کے انوار سے منوّر فرماکر علوم و اسرار سے معمور فرمایا تھا ۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ۔

کان اولا من الموقعین عند بعض الملوک والعرب ثم انه طرق طارق من الله عزّ و جلّ فخرج فی البراری علی وجهه الی ان نزل فی قبر فمکث فیه مدة ثم خرج من القبر یتکلم بهذا العلوم التی نقلت عنه ۔

ابتداء میں کسی عرب بادشاہ کے ہاں میر منشی تھے پھر خدا کی طرف سے اچانک ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس کے نتیجے میں وہ صحرا کی جانب چل پڑے یہاں تک کہ ایک پرانی قبر میں اتر گئے وہاں کچھ مدت ٹھہرے پھر قبر سے باہر نکل آئے اور یہی علوم جو ان سے منقول ہیں بیان کرتے تھے ۔

(الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر (قلمی) ورق ۷ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور)

شیخ صلاح الدین فرمایا کرتے تھے کہ ۔

من اراد ان ینظر الی کلام اہل العلوم اللدنیہ فلینظر فی کتب الشیخ ابن العربی ۔

جو شخص چاہتا ہے کہ صاحبانِ علمِ لدنی کا کلام دیکھے تو چاہئے کہ شیخ ابن العربی کی کتابوں کا مطالعہ کرے۔

(الیواقیت والجواہر ورق ۸)

علم لدنی حق ہے اور اس سے انکار کرنا درست نہیں ہے ۔ حضرت مولانا تھانوی منکرین علم لدنی پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" اہل تکشف بے سمجھے بوجھے انکار کرکے اس شعر کا مصداق بنتے ہیں :۔

وکم من عائبٍ قولاً صحیحاً

وآفته من الفہم السقیم

(التکشف ص ۳۲۸- ۳۲۹) (ترجمہ ۔ اکثر ایک عیب جو درست بات میں عیب =

= نکالتا ہے اور اس کی یہ مصیبت و آفت اس کی فہم سقیم (کی وجہ سے) ہے) ۔

(۲) جو صوفیاء کرام ہر وقت مجاہدہ و ریاضت میں مصروف رہتے ہیں اور قرب الٰہی کے حصول کی کوشش کرتے ہیں ان کو راہ سلوک کے مختلف مدارج طے کرنے ہوتے ہیں ۔ ان میں سے سیر من اللّٰہ ، سیر الی اللّٰہ ، سیر فی اللہ اور سیر مع اللہ تصوف کی معروف اصطلاحات ہیں ۔ ان کی توضیح و تشریح کے لئے یہاں مشہور صوفی عالم حضرت فقیراللہ شاہ شکارپوریؒ کے بیان کا یہ اقتباس نقل کرنا مناسب ہوگا ۔ آپ لکھتے ہیں کہ

" سیر من اللہ آنست کہ سالک دمبدم بجانب حق جل جلالہ می رود اما سالک از وجود خود زائل نباشد و سیر الی اللہ آنست کہ سالک بجانب حق جل شانہ می رود و همچنان نظر وی از خود بریدہ باشد کہ اگر شمشیر تیز در راہ افتادہ باشد بران عبور کند خبردار نباشد و سیر فی اللہ آنست کہ سالک را وجود خود منتفی شود و سیر مع اللہ آنست کہ سالک از فناء خود خبردار نباشد و این را فناء الفناء خوانند و این سیر را نہایت نیست تجلیات و واردات چنان وارد میگردد کہ از تلاطم امواج آن از شعور خود محو گردد و بہ صفت الوهیت متصف شود چنانچہ حلاج فرمودہ لا فرق بینی و بین ربی الا بصفتین وجودنا منہ وقیامنا بہ ۔

سیر من اللّٰہ وہ ہے کہ سالک رفتہ رفتہ حق جل شانہٗ کی طرف بڑھتا ہے مگر (اس سیر میں) سالک اپنے وجود سے بے خبر نہیں ہوتا ۔

اور سیر الی اللّٰہ وہ ہے کہ سالک حق تعالیٰ کی جانب پیش قدمی کرتا ہے اور وہ اپنے وجود سے ایسا بے خبر ہوتا ہے کہ اگر تیز تلوار اس کی راہ میں پڑی ہوئی ہوتی ہے تو اس پر عبور کرے گا اور اس کو (اسکی) خبر نہ ہوگی ۔ اور سیر فی اللہ وہ ہے کہ سالک کا اپنا وجود فنا ہو جاتا ہے اور سیر مع اللہ وہ ہے کہ سالک اپنے فنا ہونے سے بے خبر ہوتا ہے اور اس کو فناء الفناء کہتے ہیں ۔ اور اس سیر کی انتہا نہیں ہے تجلیات اور واردات ایسے ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ ان کے تلاطم امواج کے سبب وہ اپنے شعور سے محو ہو جاتا ہے اور =

ایام گذاری درین شد فرصت علم حصولی[(۱)] میسر نہ شد و بعد از وصولی بہ دولت عظمیٰ کہ از عطا یای غیر مجذوذ است بہ دولت توحید شہودی سرفراز گرداہید الحمد للہ والشکر لہ ہزار بار بے حد و شمار ادای شکر چگونہ نماید کہ میفرماید قولہ تعالیٰ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا الآیہ[(۲)] لکن ہدایت سبحانی ھد توفیق رفیق کرد ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم[(۳)] و رود ظہورات فیضات

اس مین گزر اوقات ہوا علم حصولی کی فرصت نہین ملی اور دولت عظمیٰ پر پہنچنے کے بعد جوکہ خدا کی لامحدود بخششون مین سے ہے اللہ نے دولت توحید شہودی سے سرفراز کیا ۔ خدا کا احسان ہے اور خدا کا ہزار ہزار اور بے حد و بے شمار شکر ہے اور شکر کس طرح ادا کیا جائے کہ فرماتا ہے کہ " اگر تم خدا کی ـــ نعمتون کو شمار کرو تو نہین گن سکتے " لیکن ہدایت ربانی شامل نہ حال ہوئی یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے خدا بڑے فضل و کرم والا ہے " ۔ اور اپنے فیضان

= یہان تک صفت الوہیت سے متصف ہو جاتا ہے چنانچہ حلّاج نے فرمایا تھا کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی فرق نہین مگر صرف دو صفات وہ یہ کہ ہمارا وجود اسی کے حکم سے ہے اور ہمارا قیام بھی اسی کے حکم سے ہے ۔

(مکتوبات فقیراللہ شاہ مطبوعہ اسلامیہ سیسٹم پریس لاہور ص ۳۸۸)

****

(۱) جو علم کہ انسان کو بذریعہ امور خارجی حاصل ہو اسے علم حصولی کہتے ہین ۔ اور جو علم بلا ذریعہ خارجی حاصل ہو اس کو علم حضوری کہتے ہین ۔ جیسے کہ انسان کو اپنی ذات و صفات کا علم ہوتا ہے ۔

(۲) سورۂ ابراہیم ۱۴ : ۳۴ ۔ (۳) سورۂ الجمعۃ ۶۲ : ۴

ازان فیضان لا متناهی از داد الٰہی
که بدین دعاگوئی عطا فرموده از انجمله
جو بحرهای علوم از سر مکتوم چنان به
ظهور آمده که حیرت روی داد نه
در جریان قلم طاقت بود که در قید آرد
ونه فرصت آن می یافت که این نعمت را
[illegible] چگونه بگذارد باوجود آنکه دعاگوی
ازعلم حصولی اگر چه قرآن مجید و
فرقان حمید را تا قوله تعالی " اتل ما
اوحی الیک من الکتاب الآیه (۱) از خدمت
استاد مشفق در هفت هشت سالگی گذرانیده
بود -

لکن سواد چنان نداشت که یک
سورهٔ فاتحه را در حضور مجمع علماء و
صلحاء به قواعد صحیحه بخواند و از
علوم عربیه و فارسیه چه [illegible] گویندگرچه
قدری به طریق عادت اوراق گردانی میکرد
و در بعضی اوقات سطور منیه المصلی
وغیر ذلک از کتب فقهیه را در عبادات

لا متناہی کے فیوضات اور ورود ظہورات سے اس
دعاگو کو جو کچھ عطا فرمایا منجملہ اپنے سرّ
مکتوم سے علوم کے ایسے دریا ظہور پذیر ہوئے
کہ حیرت ہوئی نہ قلم اتنی طاقت تھی کہ
قلمبند کیا جائے اور نہ فرصت حاصل تھی کہ
اس نعمت کو کس طرح ظاہر کیا جائے باوجودیکہ
دعاگوی نے سات آٹھ سال کی عمر میں اپنے
استاد مشفق سے قرآن مجید اکیسویں پارے تک
پڑھا تھا

لیکن علماء و صلحاء کے سامنے صحیح قواعد کے
ساتھ سورہ فاتحہ پڑھنے کی اہلیت بھی موجود
نہ تھی اور علوم عربی اور فارسی کا کیا کہا
جائے اگر چہ تھوڑا بہت عادت کے طور پر ورق
گردانی کرتا تھا -
اور بعض اوقات کتب فقہ میں سے مثلاً منیۃ
المصلی اور قدوری اور مختصر (کی ورق گردانی

---

(۱) سورہ عنکبوت ۲۹ : ۳۵ -

چنانچہ قدوری و مختصر لکن اعتماد یک سطر هم نہ بود کہ بہ عنوان قواعد علمی کہ فیما بین العلماء است شدہ آید بلکہ این هم قدر نبود کہ حصول علم تیمم میسر داشتہ باشد چہ جائیکہ وضو وصلواۃ و صوم و غیر ذلک من الفرائض بہ این بضاعت قلیل از لطف جمیل چنانچہ ابحار علوم و امواج مکتوم روشن شدہ کہ از نتائج و شواهد این قدری درین صفحہ بہ تحریر روشن صورت میگردد و باقی از جملہ شواهد امید کہ صفحہا مرتب شود ۔ (۱)

کرتا تھا) مگر علماء میں جو قواعد علمی رائج ہیں ان کے مطابق ایک سطر کا بھی اعتماد نہ تھا ۔ بلکہ اس قدر بھی اعتبار نہ تھا کہ تیمم کا علم میسر ہو جائے گا ۔ چہ جائیکہ وضو ، نماز اور روزہ وغیرہ کا فرائض میں سے۔اس تھوڑی استعداد کے باوجود خداوند تعالیٰ کے لطف و احسان سے علوم کے وہ دریا اور پوشیدہ موجیں ظاہر ہوئیں کہ اس کے نتائج و شواہد میں سے اس صفحہ میں کچھ لکھا جاتا ہے اور امید ہے کہ باقی کے بیان کے لئے دوسری کتابیں لکھی جائیں گی ۔

اسی طرح آپ کے مشہور خلیفہ شیخ نورمحمد لکھتے ہیں کہ ۔

چہ د فضل باب پر وا شہ
پہ لدن علم زیبا شـــہ
بې استادہ م مخدوم
عالم وہ د کل علوم
چہ څوك زیات لہ د کفتن کہ
دې خیل خان بہ د روغژن کہ

جب (آپ پر خدا کے) فضل کا دروازہ کھل گیا (تو زیور) علم لدن سے آراستہ ہوئے ۔ میرے مخدوم (میاں محمد عمر) بغیر استاد کے کل علوم کے عالم تھے جو اس سے زیادہ بات کرے گا وہ جھوٹا ہوگا ۔

---

(۱) مقدمہ المعالی شرح امالی ورق ۱۲ ۔

متواتر دا نقل شینه	تواتر کے ساتھ یہ بات نقل ہوتی ہے
چه د روغ عالم وائینه	کہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں
چه ې کنز لوستیٔ له جانه	کہ (آپ نے) کسی سے کنز الدقائق پڑھا ہے
دا دروغ وایٔ اې جانه	
کتابونـه د معقول	معقول یعنی منطق کی کتابیں (تھیں)
یا د فقهې د اصول	یا فقہ اور اصول کی کتابیں
نهٔ خبـر شـه د د رازه	اس راز سے خبردار ہو جاوٴ
دې بر پوهه وهٔ بې استاذه (۱)	کہ آپ بغیر استاد کے ان سے واقفیت رکھتے تھے

حضرت میاں صاحب چمکنی اپنے دور کے مشہور و معروف متبحر عالم تھے ۔ اور خداوند رحمان و رحیم نے آپ کو علوم ظاہری و باطنی دونوں سے بہت وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

مولانا مسعودگل آپ کے تبحر علمی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ۔

په ظاهرعلم کښ‌هم بحر مواج دې	علوم ظاہری میں بھی بحر موّاج ہیں
فی الواقع د علماءٔ د سر تاج دې	(اور) فی‌الحقیقت علماء کے سرتاج ہیں ۔

شیخ نورمحمد آپ کے علمی مقام ، شہرت اور تشنہ رسی کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

دې ظاهر باطن بادشاه وهٔ	آپ ظاہر و باطن کے بادشاہ
د عالمانو تکیه گاه وهٔ	اور علماء کے تکیہ گاہ تھے ۔

---

(۱) نورالبیان (قلمی) ورق ۱۲ ، ۱۳ ۔

(۲) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا مسعود گل ص ۱۰

په ظاهر باطن پوهان وه
هر مشکل په ده اسان وه
مخدوم علیم العلماء وه
دې د ډیر خلق پیشوا وه
مستخرج د کل علوم وه
چه په عقل ې مفهوم وه

د هر علم پــه اجرا کښې
دې ماهر وه په ادا کښې
په جهان کښې دې یو نور وه
لکه شمس هسې ظهور وه
دې مشهور وه په عالم کښې
دې ماهتاب وه په تورتم کښې

بنه مشهور ې علمیت وه
په هر ملك د ده شهرت وه
ضروري نکتې اې یاره
چه په چا به وې دشواره
په ساعت کښې به ده حل کړې
مفصل به ې مجمل کړې
د ده مثل وه عدیم (۱)
د هر علم وه علیم

ظاهر و باطن سے باخبر تھے
اور ہر مشکل آپ پر آسان تھی
مخدوم (میان صاحب) علیم العلماء
اور بہت سے لوگون کے پیشوا تھے آپ ان
تمام علوم کے مستخرج تھے
جن تک عقل کی رسائی ہوتی تھی

ہر علم کے اجزاء مین (اور)
اس کے ادا کرنے مین ماہر تھے
دنیا مین آپ ایک نور
اور سورج کی طرح روشن اور
عالم مین مثل ماہتاب مشہور و ظاہر تھے

آپ کی علمیت خوب مشہور
اور ہر ملک مین آپ کی شہرت تھی
اے دوست (تمام) ضروری نکات
جو کسی کے لئے مشکل ہوتے آپ وہ
فوراً حل کر دیتے
اور اجمال کی تفصیل بیان کرتے
آپ عدیم المثل
اور ہر علم کے خوب جاننے والے (تھے)

---

(۱) نورالبیان (قلمی) ورق ۵۲ ، ۱۵ ، ۱۳

علم تفسیر ، حدیث ، فقه ، تاریخ اور مذاهب عالم کے علاوه علم منطق مین بھی آپ کو کافی دسترس حاصل تھی ـ یہی وجه هے که آپ اپنے دور کے ممتاز مناظر بھی رهے هین ـ اور اهل بدعت کے خلاف همیشه مناظرانه جهاد مین حصه لیتے رهے هین ـ اگر چه آپ حتی الوسع بحث و کرید اور مجادله سے اجتناب کرتے تھے مگر ضرورت پڑتی تو اس مین بھی اپنا لوها منواتے ـ

خدائے ذوالجلال نے آپ کو بیحد بے پناه جاه و جلال عطا فرمایا تھا ـ وقت کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ عالم اور مایه ناز مناظر بھی ان کے سامنے ساکت رهتے اور آپ کے تبحر علمی کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنے پر مجبور هو جاتے تھے ـ (۱)

جیسا که گذشته اوراق سے معلوم هوا که آپ نے باقاعده طور پر علوم متداوله کی تکمیل نهین فرمائی هے اس کے باوجود علم کے اتنے بلند مقام پر فائز هونا خدا کے ساتھ آپ کی قربت اور نسبت خاصه کی ایک بهت بڑی علامت هے ـ والله اعلم

حضرت میان صاحب چمکنی بحیثیت مفسرؒ

اگر چه تاحال آپ کی کوئی لکھی هوئی تفسیر دستیاب نهین هو سکی هے تاهم اپنی دیگر تصنیفات و تالیفات مین جابجا آیات قرآنی سے استدلال کیا هے ـ ان مین سے بعض مقامات کی تفسیر و تشریح مین آپ نے نهایت باریک بینی اور تبحر علمی کا مظاهره کیا هے ـ اور یہی وجه هے که آپ کے عالم و فاضل فرزند حضرت صاحبزاده احمدیؒ نے آپ کو " مفسر الآیات " ، " میسر المغلقات " ، " الکامل المحقق " ، " العامل المدقق " " جید العصر " والزمان " اور " فرید الدهر والاوان " جیسے بڑے بڑے القاب سے یاد کیا هے ـ (۲)

---

(۱) نورالبیان ورق ۱۱ ، ۱۳ ، ۱۳ ، ۳۳ ، ۳۹ ، ۵۱
(۲) دیباچه لائق اسمه فی تحقیق الجمعه از صاحبزاده احمدی (قلمی) ۱۲۰۳ھ ـ

حضرت میاں صاحب ؒ چونکہ قواعد علمی سے گہری واقفیت رکھتے ہوئے تھے ۔ اور آپ کے نزدیک ایک عالم کے لئے علم کے قواعد سے آگاہی شرط اولین ہے ۔ کیونکہ آپ کی رائے میں کسی علم پر ، اس کے قواعد سے واقفیت حاصل کرنے کے بغیر ، عبور حاصل کرنا ناممکن ہے۔علم کے میدان میں آپ کے علو مرتبت اور عظمت شان کا اندازہ آپ کے اسلوب بیان اور طرز استدلال سے بخوبی ہو سکتا ہے کیونکہ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے تو عقلی و نقلی ، دلائل کے ذریعے اس کی کما حقہٗ وضاحت کر دی ہے ۔

خداوند علیم و خبیر نے آپ کو نہ صرف ملکوت و ناسوت کے حقائق و دقائق سے آگاہ فرمایا تھا بلکہ قرآن کریم کے اسرار و رموز کا گنجینہ بے پایاں بھی عطیت فرمایا تھا ۔ مولانا دادینؒ فرماتے ہیں ۔

رب و صاحب ته وښيل هسې اسرار د قران (۱) حکه ي نه وو په خپل عصر کښ مساوي د ځان	خدا ؒ نے حضرت میاں صاحب کو اس قدر اسرار قرآنی سکھائے کہ جن کی وجہ سے اپنے دور میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا ۔

حضرت میاں صاحبؒ کے قلم سے " مشتے نمونہ خروارے " کے مصداق چند آیات قرآنی کی تفسیر حسب ذیل ہے ۔

والذین آمنوا اشد حبا للہ (۲) کی تشریح کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ ۔

چونکہ از راستی صدق پیدا آید و از صدق صفا و از صفا نور و از نور علم و از علم عرفان و از عرفان الفت و از الفت مواصلت و	چونکہ راستی سے صدق پیدا ہوتا ہے اور صدق سے صفا اور صفا سے نور ، نور سے علم علم سے عرفان ، عرفان سے الفت ، الفت سے

---

(۲) سورۂ بقرۃ ۲ : ۱۶۵ - (۲) مناقب ورق ۱۳۸- ۱۳۹ ایضا ملاحظہ ہو

از مواضعت معیت و از معیت قربت و
از قربت شوق و از شوق ذوق و از
ذوق ولوله و از ولوله اضطراب و از
اضطراب جذبه و از جذبه سکر و از سکر
حلاوت و از حلاوت استغراق و از
استغراق محو و از محو فنا و از فنا عود
هست فقط و از عدم عودی شود و فنا
نابود گیست عود نه دارد و ازین بالاکار
تعلق به مشیت ربانی هست باوجود آنکه
این کارخانه هم بحکم مشیت سبحانیست
این است شمه از معانی اشد حباللّه (۱)

مواضعت مواضعت سے معیت ، معیت سے قربت
قربت سے شوق ، شوق سے ذوق ، ذوق سے
ولوله ، ولوله سے اضطراب ، اضطراب سے
جذبه ، جذبه سے سکر ، سکر سے حلاوت ،
حلاوت سے استغراق ، استغراق سے محو اور محو
سے فنا پیدا ہوتا ہے اور فنا سے عود نہیں ہے
فقط اور عدم سے عود ہوتا ہے اور فنا نابودگی
ہے اس سے عود نہیں ہوتا اور اس سے بڑھ کر
تعلق مشیت ربانی کے ساتھ نہیں ہے باوجودیکہ
یہ کارخانہ بھی حکم مشیت خداوندی پر قائم
ہے ۔ یہ اشد حباللّه کے معانی میں سے تھوڑا
بیان ہوا ۔

آپ ایک موحد عالم تھے اور اپنی تعلیمات میں توحید پر بہت زور دیتے تھے ۔
اور دلائل و براهین سے یہ ثابت کیا کہ موحدیت ہی میں سعادت مدی دارین کا راز مضمر
ہے ۔ (۲)

لفظ توحید کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

= مناقب از مسعود گل ص ۱۳ ، ۳۲ ۔

****

(۱) المعالی شرح امالی (قلمی) ورق ۱۳۱ ۔

(۲) المعالی ص ۸۸ ۔

توحید که بدون آن راه نجات ورفع درجات
هیچکس را میسر نیست یعنی بدون حصول
توحید و طاعت بحضرت جل و علیٰ رسیدن
میسر نه خواهد بود توحید به لغت عالمگیری
یکے گفتن و یکے داشتن و یکے در دل اعتقاد
کردن بود اما بنزدِ این فقیر توحید حضرت
رب المجید یکے داشتن و یکے به دل اعتقاد
کردن و یکے گفتن و یکے طلبیدن و یکے پرسیدن
و از یکے امیدوار بودن و به یکے توکل کردن
و درجمیع امور رجوع به درگاه بے پرواه او
تسلیم نمودن و احوال دارین خود را به
حضرت او سپردن بود که دال برین حال وحده
لا شریک له له الحکم والیه ترجعون است[1]
یعنی آنچه مذکور گشت به نزد این فقیر
بمعنی موحدیت ازین میتوان دریافت[2] ۔

توحید جس کے بغیر راہ نجات اور درجات
کی بلندی کسی کو میسر نہیں یعنی توحید
و طاعت کے حصول کے بغیر خدا تک رسائی
میسر نہیں ہوگی ۔ لغت عالمگیری کے مطابق
توحید کے معنی ایک کہنا ایک سمجھنا اور
دل میں ایک جاننا ہے مگر اس فقیر (محمد
عمر) کے نزدیک توحید رب المجید کے معانی
ایک سمجھنا دل سے ایک کا عقیدہ رکھنا ایک
کہنا ایک کی طلب کرنا ایک سے پوچھنا ایک
سے امید رکھنا ایک پر توکل کرنا اور تمام
امور میں درگاہ بے پرواہ کی طرف رجوع کرنا
اور دین و دنیا کے تمام کام اس کے سپرد
کرنا ہے ۔ اس پر خدا کا یہ قول دال ہے
وحدہ لا شریک له له الحکم والیه ترجعون
یعنی جو کچھ مذکور ہوا فقیر کے نزدیک
موحدیت کی معانی اسی میں سے دریافت کرنی
چاہئے ۔

من عمل صالحاً من ذکرٍ او انثیٰ وهو مؤمن ❊ فلنحیینه حیوةً طیبةً ولنجزینهم اجرهم

---

(۱) سورة القصص ۲۸ : ۸۸

(۲) المعالی ص ۲٦ ۔

یاحسنِ ما کانوا یعملون ۔ (۱) کی تشریح کے ذیل میں لکھتے ھیں کہ :

یعنی ھر کہ بکند عملی نیک حسبۃً للّٰہ تعالیٰ از مرد و زن در حالتی کہ وی مومن باشد این معنی اھل تفسیر گویند و دویم معنی بہ نزد فقیر آنکہ ھر کس کہ بکند عمل صالح کہ عبادت از حسبۃ للّٰہ تعالیٰ است وی مومن است چونکہ عمل صالح عمل حسبۃ للّٰہ تعالی باشد پس کسے کہ عمل صالح بجا آرد البتہ کہ وی موحد است و موحد مومن پس وعدہ صحیحہ است در باب عمل کنندہ کہ فرمودہ اند حق سبحانہ و تعالی پس ھر آئینہ ھمیش زندگانی در دنیا زندگانی خوش و ھر آئینہ و ھم در روز جزا نیکو ترین جزا یعنی نہ خواھد کرد عمل صالح حسبۃ للّٰہ تعالیٰ مگر مومن و مومنان را در دنیا زندگانی است در حصول مرضی حضرت حق سبحانہ وتعالی در روز قیامت بہترین جزا خواھند داد کہ بقائی بے بہا است فقط فافہم جداً واغتنم واللہ تعالی اعلم ۔ (۲)

یعنی جو حسبۃ للّٰہ نیک عمل کرے مرد و عورت میں سے اس حال میں کہ وہ مومن ھو اھل تفسیر یہ معنی کرتے ھیں اور دوسرا معنی اس فقیر کے نزدیک یہ ھے کہ جو کوئی نیک عمل کرتا ھے اور چونکہ حسبۃ للّٰہ سے عبارت ھے وھی مومن ھے چونکہ عمل صالح عمل حسبۃ للّٰہ ھوتا ھے پس جو کوئی عمل صالح کرتا ھے البتہ یہ کہ وہ موحد ھے اور موحد مومن پس ایسا عمل کرنے والے کے حق میں یہ سچا وعدہ ھے کہ ارشاد ھے اللہ کا کہ ھمیشہ دنیا میں خوشحالی کی زندگی میسر ھوگی اور آخرت میں بھی بہترین جزا ملے گی یعنی عمل صالح حسبۃ للّٰہ سرزد نہیں ھوگا مگر کسی مومن سے اور مومنین کیلئے دنیا میں خدا کی مرضی کے حصول میں زندگی ھوتی ھے اور قیامت میں بہترین اجر دے گا چونکہ اللہ کا دیدار بے بہا ھے فقط فافہم جداً واغتنم واللہ تعالیٰ اعلم ۔

---

(۱) سورۃ النحل ۱۶ : ۹۷

(۲) المعالی ص ۱۳۳ ۔

آپ نے اس موضوع پر کہ قرآن کریم علوم کا مخزن و مصدر ، ہدایت کا سرچشمہ حمایت کا سہارا ، استقامت کا ذریعہ اور شفا کا بہترین وسیلہ ہے ، نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ :

پس چون جمیع علم در قرآن مجید آمد که دلیل برآن مصداقاً لما معحم الآیۃ و حبۃ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین آمد و اسم قرآن مجید یکے از اسماء شریفہ ام الکتاب گویند پس چون ام الکتاب است علوم جمیع کتب منزلہ اجمالاً دریں کتاب اللہ جل شانہ مندرج آمد (۱) ۔

پس جب تمام علم قرآن میں موجود ہے جس پر مصداقاً لما معحم الآیۃ دلیل ہے اور حبۃ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین " بھی آیا ہے اور قرآن کے اسماء میں سے ایک نام " ام الکتاب " ہے پس جب اُم الکتاب ہے تو کتب منزلہ کے تمام علوم اجمالاً اس میں مندرج ہیں ۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں ۔

ای جویندہ عجائب قرآنی بشنو هرچند خواص قرآنی گفتہ شود شمہ ازاں کمالاتش و رموزی از جلالش و قطرہ از بحر ناپیداش بہم نہ رسد لکن این چند سطور برائی متردد ین چگونگی این معنی طلباں آورد کہ جمیع العلم فی القرآن را محال عقلی نہ دانند بلکہ اعتماد و اعتقاد کلی چنداں افزود هر چنداں دانند لکن ملال خاطر در مطالعہ ازیں معنی

اے عجائب قرآنی کے متلاشی غور سے سن لو کہ خواص و کمالات قرآنی کا جتنا بھی بیان کیا جائے تو اس کے کمالات کا ایک ذرہ اس کے جلال کا ایک راز اور بحر ناپیداکنار کا ایک قطرہ بھی بیان نہ ہوگا تاہم ان متردّدین کے لئے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ کیونکر ممکن ہے اور جمیع العلم فی القرآن کو محال سمجھتے ہیں یہ چند سطور تحریر کئے

---

(۱) المعالی ص ۳۶۰ ۔

کثیرالوجوہ مخالفین خواهد بود آنچه موافقین
اند گر چه عبارت کشان کشان آورد لکن ان
فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار است[(١)] ای جویندہ
حق آنچه جوی از کلام الله جوی و آنچه
گوئی از کلام الله گوئی که در وصف آن
زبان کائنات قاصر است بسندہ است و کفایت
کنندہ است کارهائے دارین ترا و هدایت بخشندہ
در جمیع امور کونین ترا همین است و اگر هدایت
طلبی هدی للمتقین[(٢)] است اگر حمایت طلبی
واعتصموا بحبل الله جمیعا[(٣)] حمایت ترا همین است
و اگر استقامت طلبی فقداستمسک بالعروۃ الوثقی
لاانفصام لها[(٤)] ترا حبل المتین است اگر شفا
طلبی بسندہ ترا و ننزل من القرآن ما هو شفاء
ورحمۃ للمؤمنین[(٥)] ـ پس جای که شفا آید در
دو عالم ای وجہ صوری و معنوی برخاست از
جمیع اوراد ورد کلام الله تعالیٰ داری که ترا

بلکہ اعتماد اور اعتقاد کلی اتنا زیادہ
علم
بڑھتا ہے جتنا کہ اس کے بارے میں زیادہ
جو حاصل ہوتا ہے ـ مگر اس معنی کثیر
الوجوہ کے مخالفین دل تنگ ہوں گے ـ
اور وہ جوکہ موافقین ہیں اگر چہ عبارت
کھینچ کھینچ کر لائی مگر اس میں اولی
الابصار کے لئے پند و عبرت ہے ـ اے حق
کے طلب گارو ـ جو کچھ تلاش کرتے ہو
قرآن میں تلاش کرو اور جب کلام کرو تو
کلام سے کلام کرو جس کی تعریف سے کائنات
کی زبان قاصر ہے تمہارے دونوں جہانوں کے
امور کے لئے کافی اور بس ہے ـ اور دونوں
جہانوں کے کاموں میں بخشش عطا کرنے والا
ہے ـ اگر ہدایت کی طلب ہے تو متقین کے
لئے ہدایت ہے اور اگر حمایت کی طلب ہے
" تو خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو " یہی
تمہاری حمایت ہے اور اگر استقامت کی طلب

---

(١) سورہ العمران ٣ : ١٣
(٢) سورہ البقرہ ٢ : ٢
(٣) سورہ العمران ٣ : ١٠٣
(٤) سورہ البقرہ ٢ : ٢٥٦ ـ (٥) سورہ الاسراء ١٧ : ٨٢ ـ

بستہ و بہ مقصود رسانندہ ہمین است ـ[1]

آگے چل کر فرماتے ہیں

ہے تو (جو مومن ہے) اس نے مضبوط کڑی پکڑی جس کے لئے ٹوٹنا نہیں ہے یہی تمہارے لئے مضبوط رسی ہے ـ اور اگر شفا کی تلاش ہے تو بھی یہی کافی ہے کہ " وننزل من القرآ ن ماھوشفاء ورحمة للمؤمنین " ہے پس جہاں شفا آتی دونوں جہانوں میں پس وہاں وجہ صوری و معنوی اٹھ گئی تمام اوراد میں سے خدا کے کلام کا ورد کیا کرو کہ تمہارے لئے یہی کافی اور مقصود تک پہنچانے والا ہے

باید دانست کہ قرآ ن مجید وفرقان حمید را کلام اللہ گویند و طالب کہ جویندہ حق سر ہوالحق سالک الی اللہ است پس علم قرآ نی بر جمیع مراتب اسمائی ورود یافتہ است ثابت و کائن و محقق گشتہ کہ دلیل وبرھان ورشد و سبیل و صراط مستقیم حق طلبان است چنانچہ طبقات کونیہ را نیز بطون مقرر اند کہ آ ن کسان حصول بران برای حصول سیر الی اللہ در جمیع طبقات دایرہ کوان کائنات سیار است

جاننا چاہئے کہ قرآ ن مجید کو کلام اللہ کہتے ہیں اور چونکہ طالب حق اور طالب سر حق سالک الی اللّٰہ ہے پس علم قرآ نی تمام مراتب اسمائی پر ورود پا چکا ہے ثابت و کائن اور محقق ہوا کہ یہ دلیل و برہان اور رشد و ہدایت اور صراط مستقیم ہے طالبان حق کے لئے ـ جیسا کہ طبقات کونیہ کے لئے بطون مقرر ہیں کہ وہ لوگ (سالکان راہ طریقت) سیر الی اللّٰہ کے حصول کیلئے ان تمام طبقات کائنات کے سیار ہوتے ہیں

---

(۱) المعالی شرح امالی از میان محمد عمر چمکنی (قلمی) ورق ۱۲۳ ـ

همچنین نیز قرآن مجید را ظهر و بطن مقرر
است که این معنی در علم حدیث میتوان
یافت پس اگر گوئی که قرآن مجید ظاهر است
و حکم او نیز ظاهر باشد و بر بطون
عالم مطمعش چیست جواب آن که این معنی
سالکان الی اللّٰه تعالیٰ را در سیر سلوک می
آید چنانچه سالک در سیر الی اللّٰه که عروج
و نزول دایر و برطبقات کونی سیر می نماید که
آنرا شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت
خوانند اگر حکم قرآن مجید بر جمیع
مراتب اصانی دلیل نگردد پس باید که برای
سیرهای باطن و طبقات سلوک که آن بربطون
اربعه قرار یافت شده است که اول آنرا شریعت
خوانند و ثانی آنرا طریقت نامند و ثالث آنرا
حقیقت گویند و رابع آن را معرفت دانند کتابی
دیگر باید و آن نیست مگر همین کلام اللّٰه بلکه
اقوال جمیع عالم را و علوم جمیع کائنات را از
قرآن مجید و فرقان حمید متوان یافت که دلیل
برآن قوله تعالیٰ در سورهٔ انعام وعنده مفاتیح
الغیب لا یعلمها الا هو ویعلم ما فی البر والبحر

اسی طرح قرآن کے لئے بھی ظاهر و باطن
مقرر هے ۔ یه معنیٰ علم حدیث میں ملے
گا ۔ پس اگر کہو که قرآن مجید ظاهر هے
اس کا حکم بھی ظاهر هونا چاهئے اور
بطون کا لوگوں کے لئے کیا فائدہ هے ؟
جواب یه که یه معنی سالکان خدا کوسیر
سلوک میں پیش آتا هے چنانچه سالک جوکه
سیر الی اللّٰه میں طبقات کونی کے عروج و
نزول میں دورہ کرنے والا اور سیّار هوتا
هے جوکه شریعت ، طریقت ، حقیقت اور
معرفت کے نام سے موسوم هیں اگر حکم
قرآن تمام مراتب اصانی پر دلیل نه هو
تو چاهئے که سیر ھائے باطن اور طبقات
سلوک (یعنی شریعت ، طریقت ، حقیقت
اور معرفت) کے لئے دوسری کتاب موجود
هو اور ایسا نہیں مگر یہی کلام اللّٰه تعالیٰ
هے جوکه کافی هے بلکه تمام عالم کے
احوال اور تمام کائنات کے جملة علوم
اسی میں مل سکتے هیں ۔

وما تسقط من ورقة ولا حبة فی ظلمات الارض ولا رطب
ولا یابس الا فی کتاب مبین ۔ است[1]۔

فتبارک اللہ احسن الخالقین[2] کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

معنی هذا القول فی روایة ابن عباس کما جاء فی الوجیز احکم المحولین[3] آورد و بیضاوی معنی احسن الخالقین المقدرین تقدیرا آورد و نیز گفته حذف الخبر لدلالة الخالقین علیه بلکه اکثر مفسرین به معنی مصورین آورده اند اما بنزد این فقیر دلیل از دلائل قرآنیه باید که تشفی و تسکین سلیم قلبان شده آید پس این میسر هست مگر از حکم آیت کریمه که تصریح برین معنی نموده دلیل جمیل گشت و آن " هو خیرالرازقین[4]" است که رازق بمعنی مجازیست نه حقیقت پس همچنان خلق بمعنی مجاز است نه حقیقت ---------------- و

تفسیر وجیز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول کا معنی احکم المُحوّلین (یعنی صاحبان تصرّف و احتیال میں سب سے زیادہ مضبوط) منقول ہے اور امام بیضاوی نے تقدیرا المقدرین لایا ہے نیز کہا ہے کہ خبر محذوف ہے اور خالقین اس پردال ہے بلکہ اکثر مفسرین نے مصورین کے معنی میں لیا ہے مگر اس فقیر کے نزدیک قرآنی آیات سے دلیل پیش کرنی چاہئے تاکہ سلیم القلب حضرت کی تشفی و تسلی ہو جائے اور اس معنی پر قرآن کی آیت ہو خیرالرازقین دلیل جمیل ہے ۔ کیونکہ یہاں رازق مجازی معنی میں ہے نہ کہ حقیقی معنی میں ------------ اور

---

(۱) المعالی ورق ۱۲۳ - ۱۲۳ ۔
(۲) سورۂ مومنون ۲۳ : ۱۴
(۳) یہ روایت تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس از فیروز آبادی طبع ثانی مصطفی بابی ۱۹۵۱ء میں ص ۲۱۲ پر موجود ہے ۔ (۴) سورۂ الجمعة ۶۲ : ۱۱ ۔

در قصه حضرت مهتر عیسی علیه السلام از واقعهٔ حال خبر داد " واذ قالت الطائفه الی قوله فیکون طیرا باذن الله (۱)" چون حکم قرآن مجید و فرقان حمید دلیل بر آیت کریمه آید تشفی و تسلی حق طلبان شده آید چنانچه درین باب حکم آیت کریمه قوله تعالی انی اخلق لکم الی قوله تعالی فیکون طیرا باذن الله است درین مقام معنی " اخلق " بدرستیکه می سازم و تصویر می کنم " لکم " برای شما " من الطین " از گل " کهیئة الطیر " مانند شکل مرغ " فانفخ " پس میدمیدم نفس خود را " فیه " درآن مرغ از گل ساخته " فیکون " پس میگردد آن گل مصور یعنی که ساخته شده است از گل " طیرا " مرغی زنده و پرواز کننده باذن الله بر امر خداوند تبارک و تعالٰی شانه پس دلیل معنی تبارک الله احسن الخالقین ازین اوضح و روشن گشت که خالقین بمعنی مصورین است فافهم جدا واعتبر (۲) -

قصه حضرت عیسٰی علیه السلام مین الله تعالٰی نے واقعهٔ حال سے خبر دی فرمایا واذ قالت الطائفة الآیه اور جب قرآن کا حکم بطور دلیل آیا حق طلب حضرات کی تشفی هو جائے گی - اس بارے مین اللّٰه کا قول انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰه یعنی بدرستیکه می می سازم از گل مانند شکل مرغ پس میدمیدم نفس خود را درآن مرغ از گل ساخته پس میگردد آن گل مصور یعنی که ساخته شده است از گل مرغی زنده و پرواز کننده بر امر خداوند تبارک و تعالٰی شانهٗ پس تبارک الله احسن الخالقین کا مطلب اس آیت سے خوب روشن و واضح هوا که خالقین ، مصوّرین کے معنٰی مین هے -

فافهم جدا واغتنم

---

(۱) سورهٔ العمران ۳ : ۵۵ - ۴۹

(۲) المعالی شرح امالی ورق ۳۸۶ - ۳۸۷

اگر چہ قرآن کریم کی آیات کی معانی بیان کرتے ہوئے آپ نے بے حد دقت نظری کا مظاہرہ کیا ہے اور بہت سے حقائق و رموز بیان کئے ہیں ۔ مگر اس کے باوجود آپ نے اس سلسلے میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا ہے اور جہاں قرآن و سنت سے تسلی بخش دلیل نہیں ملتی ہے وہاں سکوت اختیار فرمایا ہے ۔ مثلاً گناہگار مومن کے عذاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ۔

بعضی برانند کہ عذاب قبر چنین است و بعضی گویند کہ چنان و بعضی برانند کہ تا روز شب جمعۃ آیند و وقتیکہ شب جمعۃ آید چون ہمۃ مومنان را نجات است مومن مسئول را نیز بدستور مومنین اما نزد این فقیر در مشیت خداوند ایست ہر قدر کہ ہست ہست بحکم قولہ تعالی یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء ۔ (۱)

بعض کا خیال ہے کہ عذاب قبر ایسا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عذاب قبر ویسا ہے اور بعض کا مسلک یہ ہے کہ آنے والے جمعۃ کی رات تک ۔ اور جب جمعۃ کی رات آتی ہے چونکہ تمام مومنین کے لئے نجات ہے مومن گناہگار کو بھی دوسرے مومنین کی طرح نجات ملے گی مگر اس فقیر (محمد عمر) کے نزدیک مشیت خداوندی پر منحصر ہے جس قدر بھی ہے وہ ہے اللہ کے اس حکم کے مطابق کہ " جسے چاہے مغفرت فرماتا ہے اور جسے چاہے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے ۔

کلام ربانی کی کیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

محمدی مشربان را درین باب بجز تسلیم کہ ایمان غیبی ولا ریبی است نہ

محمدی مشرب حضرات کو اس بارے میں بجز تسلیم کے دوسری بات جائز نہیں بھی ایمان

---

(۱) المعانی ص ۸۳۹ ۔

شاید و چون و چرا درین اصلا جاید
فافہم جدا واغتنم [۱] ۔

نہیں اور ایمان لاریبی ہے اور اس میں چون
و چرا کرنا ہرگز نہیں چاہئے جان لو اور
جان کر مستفید ہو جاؤ ۔

****

(۱) المعالی ص ۳۱۶ ۔

باب ہفتم

حضرت میاں صاحب چمکنی رح بحیثیت پیر و مرشد

حضرت میاں صاحب چمکنی رح کا خاندان بابرکت و فیض رساں خاندان تھا ۔ اور کئی پشتوں سے شریعت و طریقت کا مرکز اور خاص و عام کا آستانہ رہا ہے ۔ مولانا دادین رح لکھتے ہیں کہ :

خوشبوئې يې په تمام عام خوره ده هفت پشته خانواده د ده کرده ده (۱)	تمام عالم پر آپ کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے اور آپ کا خاندان سات پشتوں سے کھرا ہے ۔

حسباً آپ اباً عن جدٍ مرکز ولایت تھے اور آپ کے اسلاف بے در پے طریقۂ چشتیہ اور طریقۂ قادریہ کے پیروکار گزرے ہیں ۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ :

پلار نیکهٔ محما تیرشوي بزرګان وو څوك په ذيل وو قادري او څوك چشتيان وو (۲)	میرے آباو اجداد بزرگ گزرے ہیں ۔ بعض قادری تھے اور بعض چشتی ۔

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی رح از مولانا دادین (قلمی) ۱۲۱۹ھ ورق ۳۱۵۔ مولانا نورمحمد رح اپنی کتاب نورالبیان (قلمی) کے ورق ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ

دا د خدائې مهر عظيم دې	یہ خدا کا عظیم احسان ہے
دې کريم دې هم رحيم دې	وہ کریم بھی ہے اور رحیم بھی
پدران هم پسران وو	آبا و اجداد تھے یا بیٹے
همه کړي بزرګان وو	سب کو بزرگ پیدا کیا ہے
د بزرګئ اواز ې لوئې وو	آپ کی بزرگی کی بہت شہرت تھی
په هر ملك ې ګفتګوئې وو	اور ہر ملک میں آپ کا چرچا تھا ۔

(۲) توضیح المعانی (قلمی) ص ۱۹ ۔ تفصیل کے لئے ایضاً ملاحظہ ہو نورالبیان ورق ۳۵۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ اسی مرکز ولایت خاندان کے چشم و چراغ اور اپنے دور کے ایک عظیم کامل و مکمل[1] روحانی رہبر تھے ۔ آپ کی خانقاہ اپنے دور میں روحانی تعلیمات کی ایک نمایان درسگاہ تھی ۔ یہاں بے شمار تشنگانِ حقیقت اور محبانِ طریقت آکر آپ کے چشمۂ فیض سے فیضیاب ہوئے اور ہزارون بلکہ لاکھون عقیدت مندون کے قلوب اس نور ہدایت سے منوّر ہوئے آپ کے روحانی جذب و کشش کا اثر تھا کہ محبانِ خدا کثیر تعداد مین روزانہ پروانہ وار اس محبوب خدا کے گرد جمع رہتے تھے ۔[2]

آپ وہ شمع ہدایت تھے کہ ہزارہا پروانون کو یہان آکر سکون و اطمینان نصیب ہوا اور وہ گلستانِ تصوّف کے وہ پھول تھے کہ جو بھی بلبل ایک بار اس کے دیدار کے لئے آیا ہمیشہ کے لئے اس سے وابستہ ہو گیا ۔

زړهٔ ي بيا نه کيږي بل لور ته ستا له ډيره نوره	آپ کے بیحد انوار سے کوئی پھر دوسری طرف جانا نہین چاہتا ۔ جو کوئی آپ کی پاک مجلس سے مشرف و منوّر ہین۔
څوک چه ستا په پاك مجلس اشرف انور پراته دي	

---

(۱) شیخ کامل کی علامات یہ ہین ۔

۱۔ متّقی و صالح ہو ۔ ۲۔ متبعِ سنت ہو ۔ ۳۔ علم دین بقدر ضرورت جانتا ہو۔ ۴۔ کسی کامل کی خدمت مین رہ کر فائدہ باطنی حاصل کر لیا ہو ۔ ۵۔ عقلاء و علماء اس کی طرف مائل ہون ۔ ۶۔ اس کی صحبت موثر ہو ۔ ۷۔ اس سے مریدون کی حالت کی اصلاح ہوتی ہو (التکشف از مولانا تھانویؒ ص ۱۲۷) ۔

(۲) مولانا دادین لکھتے ہین ۔ دوئی لیدہ پہ څمکنو کښ د نمر شمع
څکه شول پر پتنگان واړہ پہ جمع
ترجمہ (وہ چمکنی مین یہ شمع (ہدایت) دیکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ سب پروانے اس کے گرد جمع ہوئے) ۔

(مناقب میان صاحب چمکنیؒ (قلمی) ورق ۲۷)

هغه بیا کله التفات په خوږ وکاندِ د بل چه يِ د زړه په خوله کښ ستا خواږه ثمرباته دي (۱)	وہ پھر کسی دوست کی شیرینی کی طرف توجہ کرتا ہے جس کے قلب کے منہ میں آپ کے میٹھے پھل موجود ہیں

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے فیضیاب بزرگ تھے اور مانند آفتاب آپ کی فیض رسانی کا سلسلہ بہت عام تھا ۔ اور جو بھی اخلاص لے کر آپ کے پاس آیا وہ ہمیشہ اپنا مقصد لے کر گیا ۔ مولانا دادین فرماتے ہیں ۔

خالي احد من النّاس نه دي له تا څوك وتلي تل د مطلب شاهد په غيږ کښ شيخ و شاب (۲) موندلي	لوگوں میں سے کوئی بھی آپ سے خالی ہاتھ نہیں گیا ہے اور پیر و جوان سب نے ہمیشہ اپنے مقصد کو حاصل کیا ہے ۔

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین ورق ۲۳۔

حافظ برغزئیؒ لکھتے ہیں

په هر ملك په هر دیار	تر عالم کوي گفتار
مشهور په خاص و عام دي	د فيضان ئي په لاس جام دي

(شاهنامۂ احمدی ص ۲۷ - ۲۸)

حقیقت ہے کہ دنیا میں ایسی نادرۂ روزگار شخصیات کا وجود شاذ اور ان کا ظہور عرصۂ دراز کے بعد ہوتا ہے جن کے چشمۂ فیض سے ہزاروں لوگ فیضیاب ہوکر روحانی حیات جاودانی حاصل کرتے ہیں ۔ (فکر و نظر اگست ۱۹۷۱ء اسلام آباد ص ۱۲۶)

(۲) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۲۲۔

اسی طرح مولف موصوف دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ۔ (مناقب ورق ۲۳) پرېوزي هغه پرېښي میان صاحب نه دي خالي دادين ـ چه د اخلاص کچکول پلاس راوړي ملنګ یعنی جو کوئی اخلاص کا کشکول لیکر فقیرانہ آپ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اے دادین اس کو کبھی میاں صاحب نے خالی ہاتھ نہیں چھوڑا ہے ۔

ارشاد و ہدایت اور مذہبی خدمات

دین اسلام کی خدمت آپ کی حیاتِ طیبہ کا نصب العین تھا اور ارشاد و ہدایت اور لوگوں کو پند و نصیحت کرنا وہ اپنا فرض اوّلین سمجھتے تھے۔ (۱) تبلیغ و ارشاد کی خاطر دور دور تشریف لے جاتے کئی کئی دنوں تک وہاں قیام کرتے اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرماتے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صوبہ سرحد کے دور افتادہ علاقوں یعنی باجوڑ ، دیر ، سوات ، کوہاٹ ، بنوں اور آفریدی قبائل کے علاوہ افغانستان کی سرزمین میں بھی آپکے مریدین اور عقیدت مندوں کا ایک جال پھیل گیا۔ جنہوں نے اصلاح معاشرہ کی تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ (۲)

آپ کی صحبت و کلام میں غیر معمولی اثر تھا اور آپ کی تبلیغی مساعی کی بدولت بہت سے لوگ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو کر قربِ الٰہی سے بہرہ ور ہو گئے۔ اور بہت سے غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہو کر اہلِ سنّت والجماعت میں شامل ہو گئے۔ (۳)

آپ ایک خدارسیدہ ولی تھے۔ (۴) مالکِ حقیقی کی رضاجوئی کی خاطر اپنی ساری عمر دعوت و تبلیغ میں گزاری۔ تادمِ آخر اپنے آپ کو جہاد بالمال، جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کے لئے وقف رکھا۔ اور اس سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

شاہ و گدا سب کو نصیحت فرماتے۔ مذہبی معاملات میں بادشاہ وقت کی بھی

---

(۱) توضیح المعانی (قلمی) ورق ۵۶ -

(۲) مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مسعود گل ص ۳۰- ۳۶ ، ۵۷- ۵۸-۸۳ -
نورالبیان ورق ۳۷ ، مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین اوراق ۱۰۳ ، ۱۰۶ ، ۱۳۳ -

(۳) نورالبیان ورق ۱۹ - (۴) لباب المعارف للاسلامیہ مولفہ مولانا عبدالرحیم (۱۹۰۸ء) ج ۱ ص ۱۰۳- ایضاً نورالبیان ورق ۱۵ ، ۳۳ ، ۳۵ -

ہوا نہ کرتے ۔ کوئی غلطی دیکھتے تو فوراً روک دیتے ۔(۱)

شب و روز جہالت و کفر کے خلاف جہاد میں مصروف رہتے اور آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد اہتمام فرماتے تھے ۔ آپ کا ہر قول و فعل شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کے عین مطابق تھا ۔ کسی کو خلافِ سنت دیکھتے تو سختی سے منع فرماتے ۔ جو لوگ نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ان کے میل جول سے بہت اجتناب کرتے ۔ اور انہیں خواہشات نفسانی کے اتباع سے روکتے(۲) ۔ کیونکہ وصول اِلی المقصود کی راہ میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ ھے ۔

آپ کی زندگی علم و عمل کا حسین امتزاج تھی اور صورت و سیرت ہر دو لحاظ سے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ دار تھے ۔ آپ صادق القول اور صادق العمل تھے یعنی اپنی زندگی میں صورتاً و معناً دین کے موافق رھے(۳) ۔

آپ کا جان و مال خدا کے لئے وقف تھا ۔ اخلاق کریمانہ سے متصف تھے ۔ ہر حال میں تنگدست اور نادار لوگوں کی مدد و دستگیری فرماتے ۔ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے کام کیا ۔ جب غلہ کی قلت پیش آتی تو آپ اپنے ہاں سے غلہ اور دیگر اشیائے خوردنی کے ذریعے لوگوں کی مشکل کشائی کرتے ۔ آپ کی تمام آمدنی دراصل غرباء و مساکین کی ملکیت تھی جس میں آپ مالکانہ نہیں بلکہ ایک متولی اور مہتمم کی حیثیت سے تصرف فرماتے ۔

آپ لوگوں کو اپنی جائیداد پر آباد کراتے اور ان کو مالکانہ حقوق دیتے ۔ آپ موضع چکنی کے متصل زمین خرید کر مکانات بنوائے اور لوگوں کو یہاں آباد کیا ۔ ان مکانات

---

(۱) المعالی شرح امالی (قلمی) ورق ۳۲ ، ۳۳ ۔

(۲) نورالبیان اوراق ۲۳ ، ۴۲ ، مناقب میاں صاحب چکنی از مسعود گل ص ۳۲-۲۷

(۳) ایضاً اوراق ۱۶ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۳۳ ، ۶۶ ، ۴۲ ۔

کے یکجا ہونے سے ایک علیحدہ گاؤں وجود میں آیا ۔ جو آج کل " چمکنی اندرونی " کے نام سے موسوم ہے ۔ (۱)

حضرت میاں صاحب چمکنی کی سوانح حیات اور تصنیفات و تالیفات شاہد ہیں کہ آپ نے اپنے دور میں اشاعتِ دین اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے نہایت کامیاب مہم چلائی ۔ دلائل و براہین کے ذریعے باطل اور اسلام دشمن قوتوں کا مقابلہ کیا ۔ اپنی روحانی قوت و اثر سے یہاں کے روحانی مردوں میں روح پھونک دی ۔ تحریر وتقریر کے ذریعے نفسانی خواہشات کے پجاریوں اور نام نہاد روحانی پیشواؤں کے باطل عقائد سے لوگوں کو آگاہ کیا اسی طرح آپ کی پیہم جدوجہد اور انتھک محنت کی بدولت اس خطۂ زمین میں کافی حد تک دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ہوئی اور بدعات و رسومات کا خاتمہ ہوگیا ۔

حضرت میاں صاحب چمکنی کو عمر بھر اگر غم رہا تو صرف اس بات کا کہ مخلوق کو کس طرح ان کے خالق کا تابع فرمان بنائے اور آپ کا سب سے بڑھ کر کارنامہ یہ ہے کہ لوگوں کو جہاد فی سبیل اللہ اور اطاعت سلطان کے لئے آمادہ کرکے منظم کیا ۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دعوت پر جب احمدشاہ درانی کفار ہند کے خلاف لشکر کشی کی غرض سے پشاور سے روانہ ہو گئے ۔ تو یہاں کے لاتعداد لوگوں نے ان کے لشکر میں شرکت کی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس لشکر میں آپ کے دیگر زیرِ اثر لوگوں کے علاوہ ساڑھے سترہ ہزار آپ کے باقاعدہ مرید شامل ہوئے ۔

مندرجہ بالا خدمات کی بناء پر آپ کا نام اور کام آج تک خلق خدا کی

---

(۱) تاریخ پشاور مرتبہ گوپال داس ۔

زبانون پر باقی ہے ۔ اور انشاء اللہ تا قیامت زندہ و تابندہ رہے گا (۱)

خداوند رحمان و قہار نے آپ کو " اَشِدَّاءُ علی الکفار رحماء بینھم (۲) " کی مومنانہ صفت سے متصف فرمایا تھا ۔ طبیعت میں اگر ایک طرف حکیمانہ نرمی موجود تھی تو دوسری طرف اصولی سختی بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر چہ آپ فطرتاً بڑے رحمدل اور ہمدرد واقع ہوئے تھے، مخلوق خدا کے ساتھ نہایت محبت و مؤدت کا سلوک کرتے تھے ۔ خصوصاً علماء و فضلاء اور حجاج و حفاظ پر بے حد مہربانی فرماتے تھے ۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ کرتے تھے مگر اہل عناد و باطل پرستوں کے ساتھ قطعاً کسی قسم کی نرمی برتنے کے روادار نہ تھے ۔ آپ کے اس حسن اخلاق اور نیک برتاؤ کا اثر تھا کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپ کے گرویدہ ہوکر آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر بقدر ظرف ظرف استفادہ کیا کرتے تھے ۔ (۳)

---

(۱) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہون ۔
نورالبیان (قلمی) ورق ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۷ ، ۱۸ ، ۲۲ ، ۳۳ ،
۳۵ ، ۴۴ ، ۵۱ ، ۵۳ ۔
مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین (قلمی) ورق ۱۲ ، ۱۶ ، ۱۷ ،
۱۰۳ ، ۱۳۷ ۔
روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۷۷۷ ۔
شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مکتوب بنامِ شاہی ۔
تواریخ حافظ رحمت خانی اردو ترجمہ از حافظ رحمت خان اشاعت اول دوم ۱۹۷۰ء
ص ۳۳۲ ، ۳۳۳ ۔
(۲) سورۂ الفتح آیت ۲۸ ۔
(۳) نورالبیان اوراق ۱۱ ، ۱۲ ، ۵۱ ، ۷۳ ، ۷۸ ۔
ایضاً مناقب میاں صاحب چمکنیؒ ازمسعود گل ص ۵۳ ، ۵۵ ۔

باطل پیرون کے خلاف جہاد

گیارھوین اور بارھوین صدی ہجری مین یہان کی دینی فضا انتہائی خراب تھی جوبنا گندم فروش اور ضال و مضل بدعتی پیرون کا زور تھا ۔ جو پیری و مریدی کے رنگ مین غلط افکار و خیالات کا پرچار کرتے تھے ۔ اور داعیان علم اور شیخیت کا لبادہ اوڑھ کر بدعات و اختراعات کو رواج دینے اور ان کے ذریعے عوام الناس کو گمراہ کرنے مین مصروف تھے ۔ جن کی وجہ سے معاشرہ مین ایک عظیم فساد برپا ہوا تھا ۔ آپ نے ان نام نہاد دنیا طلب زُہد فروش مشائخ کی بدعات و منکرات کے خلاف احیاء شریعت اور قیام امر بالمعروف کی تحریک کا آغاز کیا ۔ زبان اور قلم دونون کے ذریعے ان کے خلاف جہاد مین حصہ لیا اور لوگون کو ان کے کفریہ عقائد کی حقیقت سے آگاہ کرکے ان کے مضر اثرات سے معاشرہ کو محفوظ رکھنے کی کوششین فرمائی ۔ (۱)

حضرت میان صاحب چمکنی نے ایسے رسمی مشائخ کے عقائد کے خلاف قلم اُٹھایا اور " المعالی " کے نام سے ایسی مدلّل کتاب لکھی جس کے سامنے مخالفین کا زورِ دلائل ماند پڑ گیا ـــــ آپ کے اثر و رسوخ ، زور بیان اور قوت علمی سے باطل پرستون کے پھیلائے ہوئے جراثیم کا قلع قمع ہوا اور عوام ایسے پیرون کے عقائد باطلہ سے بیزار ہوکر اہل السنت والجماعت کے دائرہ مین داخل ہو گئے اور یہی آپ کی مذہبی خدمات مین سے ایک بہت بڑا کارنامہ ہے ۔

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہون ۔

شاہ نامہ احمدشاہ ابدالی ص ۱۹۷ ۔ ۲۰۲ ۔

نورالبیان (قلمی) ورق ۹ ، ۱۲ ، ۱۷ ، ۱۸ ، ۲۳ ، ۳۱ ۔

مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مسعود گل ص ۳۰

المعالی (قلمی) ص ۲۸۷ ۔ ۲۹۰ ۔ ۳۸۹ ۔ ۹۲۲ ، ۹۲۷

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے دور میں بھی بعض ایسے کج فہم و کج بین نام نہاد جاہل صوفی موجود تھے جو مرتبۂ نبوت پر پہنچنے کے دعویدار تھے بلکہ بعض تو ختم نبوت کے درجہ پر پہنچنے اور ولایت کو نبوت سے افضل ہونے کا دعوی کرتے تھے ۔

ایسے باطل پرست مشائخ کے عقائد کی تردید کرتے ہوئے حضرت میاں صاحبؒ رقمطراز ہیں ۔

پوشیدہ نہ ماند نیست ولی از اولیاء در امت در هیچ زمان الی یوم القرار که به اعلی مرتبه از نبی بالا تر شده آید فقط بلکه جمیع اولیاء بر مرتبهٔ نبی واحد نه رسد چه جائیکه ولی واحد که بر مرتبهٔ نبی رسد پس این امریست جلی بلا بحث درین باب تکرار چندان احتیاج ندارد اما درین زمانه صوفیان خام مقلدین که بمرتبهٔ جهالت فرو مانده اند می گویند وبزعم خود میدانند در سیر سلوک که مایان به مرتبه کمالات نبوت رسیدیم بلکه رسیدن بر کمالات رسالت خود را ناقص میدانند در هوای " من اتخذ الٰهه هواه " ابشارا

پوشیدہ نہ رہے (یہ بات) کہ اولیاء امت میں سے کوئی ولی ایسا نہیں جو کسی وقت نبی سے مرتبہ میں بالاتر ہو گیا ہو اور نہ تا قیامت ایسا ہوگا ۔ بلکہ تمام اولیاء ایک نبی کے مرتبہ کے برابر نہیں ۔ چہ جائیکہ ایک ولی ، نبی کے مرتبہ پر پہنچ جائے پر یہ امر بالکل واضح ہے اور لہٰذا اس میں اتنی (بحث) و تکرار کی ضرورت نہیں امّا اس وقت ناپختہ کار صوفی مقلدین جو کہ اپنی جہالت کے سبب پست رہے ہیں کہتے ہیں اور اپنے گمان میں خیال کرتے ہیں کہ سیر سلوک میں ہم مرتبہ نبوت پر پہنچ چکے ہیں بلکہ کمالات

= ۱۸۹ ، ۱۸۲ ، ۲۲۳ ، ۲۲۵ ، ۲۳۸ ، ۲۷۸ ، ۲۸۸ ، ۸۲۸ ، ۵۰۷ ،

۵۱۰ ، ۱۹۰ - ۱۹۳ - ۲۰۱ ، ۲۰۲ ، ۲۱۵ -

کشیدہ کشیدہ بہ درجات ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز تسکین خاطر نمی کنند و ایشان دم مرتبۂ خلعت و محبت و محبوبیت میزنند و از محبت دنیا و از تعلقات او برگشتن اصلاً و قطعاً چیزی نہ دانند عجب است این مراتب باین خود روان از کجا رسیدہ اند مگر نسبت خود را بہ وہم و خیال محکم ساختہ اند مثل این مشائخ بے معنی چنان است کہ شخصے در بیابان نشینند و گرداگرد دریاب را ملاحظہ کنند و خود در بیابان تشنہ نشستہ باشد کہ اصلاً قطرہا آب دران بر نہ دیدہ باشد پس اے سلطانان ازین ناخدا ترسان و خدا ناشناسان دور باشید بلکہ بر حذر فافہم جداً واغتنم ـ(۱)

رسالت پر پہنچنا بھی ناقص سمجھتے ہیں ـ اور اپنے ہوائی فضائی میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں " من اتخذ الٰہہ ہواہ " (کے مصداق) کہ اب ہوتے ہوتے درجۂ ختم رسالت پر بھی ان کو اطمینان نہیں ہوتا اور وہ محبت و محبوبیت اور دوستی کا دم بھرتے ہیں ـ اور حب دنیا اور تعلق دُنیا سے کنارہ کشی ہُوَر اصلاً اور قطعاً نہیں جانتے ـ عجیب بات ہے کہ (اس کے باوجود) یہ مراتب ان خودسروں کو کہاں سے حاصل ہوئے ہیں اور اپنی نسبت کو اپنے وہم و گمان میں خوب مستحکم بنایا ہے ـ ان مشائخ بیہودہ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص صحرا میں بیٹھا ہو اور اپنے گرد دریا کو دیکھتا ہے مگر خود بیابان میں پیاسا بیٹھا ہے کہ ہرگز ایک قطرہ پانی کا حاصل نہیں کیا ہے ـ پس اے سلطانو! ان خدا ناشناسوں اور خدا ناترسوں سے دور رہو بلکہ بر حذر فافہم جدًا واغتنم ۔

اس دور میں ایسے رسمی پیر و مشائخ بھی موجود تھے جو اصحاب معرفت ہونے کے دعویدار تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اب ایک ایسے مرتبہ پر پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں احکام

---

(۱) المعالی ص ۶۱۸ ـ

شرعیہ کی پابندی کی ضرورت نہیں رہی اور اسی کو بہانہ بنا کر مختلف قسم کے فسق و فجور کا ارتکاب کرتے تھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنی نے ان کے اس غیر معقول مسلک کی مذمت کی اور فرمایا کہ ایسا کہنا خلاف عارف کی صفات کے خلاف اور خداشناسی کی علامت ہے ۔ لکھتے ہیں :۔

پس چون خداشناسی پیشہ عارف گشت خدا ترسی ازو بیاموز و خداپرستی حال اوست این است حال کمال عارف آنچہ بعضی مشائخ رسمی گویند کہ چون عارف ، عارف گردد حکم طاعت ازو مرتفع گردد آن محض خدا ناشناسان اند فافہم جداً واغتنم [1] ۔

پس جب خداشناسی عارف کا پیشہ ہے تو خدا ترسی اس سے سیکھو اور خداپرستی تو اس کا حال ہے اور یہی عارف کا کمالِ حال ہے ۔ وہ جو بعض رسمی مشائخ کہتے ہیں کہ جب عارف درجۂ معرفت پر پہنچتا ہے تو حکم اطاعت اس سے مرتفع ہو جاتا ہے یہ دعویٰ کرنے والے محض خدا ناشناس ہیں فافہم جداً واغتنم ۔

علماء حقانی اور باطل و نام نہاد قسم کے مشائخ کے درمیان خط امتیاز کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

اہل اللہ کسے را گویند کہ نظرش بر غیر حق سبحانہ نباشد و از غیر او تعالیٰ شانہٗ قطع نظر کردہ بود ----

اہل اللہ اس کو کہتے ہیں جس کی نظر ماسوی اللہ پر نہیں ہوتی اور غیراللہ سے قطع نظر کیا ہوا ہوتا ہے -------------

اولیاء اللہ دوستان حضرت حق و نزدیکان حضرت اویند پس در کنف حمایت خدا از از خود باقی بہ حق بودہ علی الدوام

اولیاء اللہ خدا کے دوست و قریب ہیں پس وہ اللہ کی حمایت میں مخلوق سے جدا فانی از خود اور باقی بہ حق تعالیٰ ہوکر علی الدوام

---

(۱) العمالی ص ۲۸۹ - ۲۹۰ -

مستغرق هویت حضرت او می باشد[1] ۔[2]

حق تعالیٰ سبحانہٗ کی ھُویّت مین مستغرق ہوتے ہین

حضرت میان صاحب کا مذہب اور عقائد

حضرت میان صاحب چمکنیؒ اہلِ سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے[3] ۔ آپ فرماتے ہین کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی حدیث " ہم الذین علیٰ ما انا علیہ و اصحابی "[4] سے یہی گروہ مراد ہے اور ان کا مذہب ہر قسم کی بدعات اور خودرَوِی سے خالی ہے ۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہین کہ :۔

اجماع کردہ اند بر حدوث عالم و بر وجود باری تعالیٰ و می گویند لا خالق سواہ و انہ قدیم متصف بالعلم والقدرۃ وسائر الصفات الجلال لا شبہ لہ ولا ندلہ ولا ضد لہ و نیست خداوند در جہت و مکان و نہ متحرک است و نہ منتقل و رویت خداوند تعالیٰ در آخرت حق است ما شاء اللّٰہ کان مالم یشاء لم یکن غنی است غیر محتاج بخلق در هیچ شیئ و نیست واجب بر خداوند تعالیٰ هیچ چیزی اگر بہ بخشد فضل

حدوث عالم اور وجود باری تعالیٰ پر (علماء اہل سنت والجماعت نے) اجماع کیا ہے اور کہتے ہین کہ اس کے سوا کوئی خالق نہین قدیم ہے علم و قدرت اور جلال کی دوسری تمام صفات کیھ سے متصف ہے نہ اس کا شبیہ موجود ہے نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اس کا ضد موجود ہے جہت و مکان سے مبرّا ہے نہ متحرک ہے اور نہ منتقل اور خدا کا دیدار آخرت مین برحق ہے خدا کی مرضی پر منحصر ہے جسے چاہے اپنا دیدار عطیت

---

(۱) ھُویّت لفظ ہو سے مشتق ہے جو غائب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے ہویت سے حق تعالیٰ سبحانہٗ کی کنہ ذات کی جانب اشارہ ہے باعتبار اس کے اسماء و صفات اور اس کی غیبوبیت کے ۔ (سر دلبران ص ۳۳۸)

(۲) ظواہر السرائر ۲ ص ۵۱۸ و المعالی ورق ۲۲۶ ۔

(۳) شمس الہدیٰ (قلمی ورق ۱۷ ایضاً ملاحظہ ہو مقدمہ " المعالی شرح امالی (قلمی

اوست و اگر عذاب کند عدل اوست نیست
کس را بر فعل او حرفی و نیست حاکم
سوا انو پاک است از جور و ظلم نه
کل است و نه بعضی نیست ذات او را
حد و نهایت نه زیادت و نه نقصان
و حشر جسمانی حق است و جزاء اعمال و
حساب و صراط و میزان حق اند و جنت
و نار و خلود اهل بهشت در بهشت و
خلود کفار در دوزخ و عفو گناه و شفاعت
رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه وسلم حق است
فرستادن پیغمبران با معجزات حق است از
حضرت آدم علیه السلام تا سید نا حضرت
محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم و بعد از پیغمبر
صلی اللہ علیه وسلم خلیفه برحق حضرت
صدیق اکبر است رضی اللّٰہ عنه و بعد از
جمیع پیغمبران ابوبکر صدیق افضل البشر است
بعد آن حضرت فاروق اعظم بن الخطاب است

کرے گا جسے نہ چاہے نہیں دے گا غنی ہے
کسی چیز میں مخلوق کا محتاج نہیں خدا پر
کوئی چیز واجب نہیں اگر کسی کو بخشے یہ
اس کا فضل ہے اور اگر سزا دے اس کا عدل
ہے ۔ کسی کو اس کے فعل پر اعتراض نہیں ہو
سکتا اس کے سوا کوئی حاکم نہیں پاک
ہے ظلم و جور سے۔نہ کل ہے اور نہ
بعض اس کی ذات کی نہ حد ہے اور نہ
نہایت نہ زیادت اور نہ نقصان۔اور حشر
جسمانی حق ہے اور جزاء اعمال و حساب و
صراط اور میزان حق ہیں ۔ جنت و دوزخ اور
اہل جنت کا جنت میں ہمیشہ کے لئے رہنا اور
اہل دوزخ کا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا
عفو گناہ اور شفاعت رسول صلی اللّٰہ علیه وسلم
حق ہے پیغمبروں کو معجزات دے کر بھیجنا حق
ہے ۔ حضرت آدم علیه السلام سے لے کر
حضرت محمد صلی اللہ علیه وسلم تک اور
پیغمبر صلی اللہ علیه وسلم کے بعد حضرت
ابوبکر صدیق برحق خلیفہ ہے اور تمام پیغمبروں

---

(۲) مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان ۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الثانی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بعد ایشان حضرت عثمان است رضی اللہ عنہ و بعد از ایشان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ (۱)

کے بعد حضرت ابوبکر افضل البشر ھین اور اس کے بعد حضرت فاروق اعظم بن الخطاب رضی اللہ عنہ ھین اور اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ھین اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ (برحق خلیفہ) ھین +

حضرت میان صاحب چمکنیؒ تا دم آخر مذکورہ بالا عقائد پر قائم رہے اور انہی کے پرچار و اشاعت اور مخالفین و معاندین سے ان کی حفاظت کے لئے آپ کی زندگی وقف رہی لہ آپ لکھتے ھین کہ ۔

ای جویندہ گان حقیقت حال و ای آرزو مندان قرب وصال و ای مشتاقان حضرت ذوالجلال بجز حق طلبی عمر را صرف نہ کنید و بجز راہ شریعت براہ دیگر نہ روید و نہ ہوا و ہوس نفس ناسوتی گرفتار نہ شوید و بہ شو و نمائی دنیا فریفتہ نہ شوید و بجز محمدی شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صورۃً ومعنیً دم و قدم نہ زنید کہ آن مشرب اہل سنت والجماعت است و بہ جان و دل دراں کوشید ۔ (۲)

اے حقیقت حال کے تلاش کرنے والو ۔ اور اے قرب و وصال کے آرزو کرنے والو! اور اے حضرت ذوالجلال کے مشتاقو! بجز حق طلبی کے اپنی عمر صرف کرو اور راہ شریعت کے سوا دوسری راہ پر نہ چلو اور نفس ناسوتی کے ہوا و ہوس مین گرفتار نہ ہو جاؤ ۔ دنیا کی نشو و نمائی پر فریفتہ نہ ہو جاؤ اور صورۃً و معنیً محمدی شریعت کے بغیر قدم نہ رکھو کیونکہ یہی اہل سنت والجماعت کا مشرب ہے اور دل و جان سے اس (کے حصول) مین کوشش کرو ۔

---

(۱) المعالی شرح امالی از میان معمد عمر چمکنیؒ (قلمی) ص ۹۳۸ ۔
(۲) المعالی ص ۷۹ ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نہایت گرویدہ مقلدین میں سے تھے یہاں تک کہ کفار کے نابالغ بچوں کے مسئلہ کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"درحقِ اطفال کافرین امام ابوحنیفہ سکوت کردہ اند پس ما و شما دریں مادہ چہ ضرور است کہ چنین و چنان گوییم فقط "(۱)

کفار کے بچوں کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے سکوت فرمایا ہے اس باب میں ہم اور تم کو کیا ضرورت ہے کہ چون و چرا کریں ۔ فقط ۔

کورانہ تقلید کی مذمت

مگر اس وصف کے باوجود آپ کورانہ تقلید کو بے حد ناپسند فرماتے تھے ۔ اور ہر وقت علماء دین کو غفلت و سستی سے اجتناب اور اندھا دھند تقلید سے احتراز کی تلقین کرتے اور تقاضائے وقت کے مطابق دینی مسائل کی تحقیق و تدقیق کرتے اور ان کو عوام کے سامنے صحیح رنگ میں پیش کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے ۔(۲) علم کے دعویدار ہوتے ہوئے جو لوگ بلا تحقیق و امتیاز ہر بات کو اختیار کرنے کے حق میں تھے آپ ایسے لوگوں کی سخت مذمت فرماتے۔(۳)

آپ مذہب اسلام کے سچے شیدائی تھے اور تمام عمر تحریر و تقریر اور عمل سے اس کی اشاعت و حفاظت کے لئے کوشاں رہے ۔ اہل باطل سے ہر محاذ پر مٹنے کی کوشش کی اور کفر و الحاد جس عنوان اور جس تعبیر سے بھی نمودار ہوا آپ نے فوراً اسے للکارا ۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

---

(۱) المعالی شرح امالی (قلمی) ص ۸۳۰۔
(۲) دیباچہ لائق السمعہ از صاحبزادہ احمدی ۱۲۰۳ھ مملوکہ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور
(۳) شمس الہدیٰ (قلمی) تالیف حضرت میان صاحب چمکنیؒ اوراق ۱۹-۳۳-۳۲-۲۰۔

معتزلہ[1] کے عقائد کا رد

آپ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب " المعالی " میں عقائد اسلامی کی حقانیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ۔ اور تمام عقائد باطلہ یعنی نفی صفات و اسماء باری تعالیٰ تناسخ ، حلول ، تشبیہ ، تجسیم اور تعطیل و غیر ذلک کو دلائل و براہین کے سیف قاطع کے ذریعے نیست و نابود کردیا ہے ۔

جہمیہ[2] اور اہل اعتزال کے عقائد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی توحید مجہول و نامعقول اور ان کا عقیدہ غیر مقبول ہے ۔ چونکہ یہ لوگ آزاد خیالی اور خودروی کے علمبردار ہیں اس لئے ان کی جانب سے دینداری اور حق اظہاری کا دعویٰ کرنا ہی فضول اور بے معنی ہے ۔ لکھتے ہیں کہ ۔

" منکران صفات علیا خدا شناس و محدّی مشرب نیند پس کسیکہ محدّی مشرب نیست او نیست مگر خودروی و بہ خود روان دینداری و حق اظہاری چہ معنیٰ دارد[3]"	صفات علیا کے منکر خداشناس اور محدّی مشرب نہیں ہیں جو شخص کہ محدّی مشرب نہیں ہے مگر گروہ خودسر اور خود رو ہے اور سرکشوں سے دینداری اور اظہار حق (کا ظہور) کیا معنیٰ رکھتا ہے ۔

---

(۱) اعتزال کا معنی الگ ہونا ہے جب اس مکتب فکر کے مؤسس واصل بن عطاء نے کبائر کے مرتکب کے بارے میں حسن بصریؒ سے اختلاف کیا اور ان کی مجلس سے اٹھ گئے تو اس موقع پر حسن بصری نے فرمایا ۔ اِعتزَلَ عنّا واصل (واصل ہم سے الگ ہو گیا) اور اس وجہ سے اس فرقے کا نام معتزلہ (الگ ، جدا) پڑ گیا ۔ جہمیہ اور معتزلہ دونوں کے معتقدات حسب ذیل ہیں ۔ (تارخ معتزلہ ص ۳۳ ایضا ص ۲۷) ۔

(۱) نفی قدر ۔

(۲) عقیدہ خلق قرآن ۔

فرماتے ھین کہ اھل اعتزال صفات ذاتیہ کے بارے مین اوھام و شکوک مین مبتلا ھین ۔ اور تردد کی حالت مین وھمی اور ظنی دلائل سے صفات باری تعالیٰ کی نفی کرتے ھین ۔ ان کے عقائد اور اقوال تضادات کا مجموعہ ھین ۔ ایک طرف وہ صفات کی نفی کرتے ھین اور دوسری طرف کہتے ھین کہ خدا حیّ ھے علیم ھے قدیر ھے سمیع ھے اور بصیر ھے ۔ لکھتے ھین کہ ۔

اھل اعتزال نفی صفات علیا می نمایند و می گویند کہ حیّ است و علیم و قدیر و سمیع و بصیر پس انکار شان از دو حالت خالی نیست یا از روی جہل است پس جہل را چہ اعتبار قول شان معتبر نیست یا از روی علمیت می گویند ۔ چرا تعدادی

اھل اعتزال صفات علیا کی نفی کرتے ھین اور کہتے ھین کہ حیّ ھے ۔ علیم ھے قدیر ھے اور سمیع و بصیر پس ان کا انکار دو حالتون سے خالی نہین ھے یا جہل کی بناء پر ھے پس جہل کو کیا اعتبار ھے ان کی بات کا کوئی اعتبار نہین یا علم کی بنیاد پر دعویٰ کرتے

---

(۳) نفی رویت باری تعالیٰ۔

(۴) المنزلۃ بین المنزلتین (یعنی گناہ کبیرہ کے مرتکب کے لئے کفر و ایمان کی درمیانی منزل ۔)

(۵) نفی صفات (تاریخ معتزلہ ص ۱۲۳۔ ۱۲۴) ۔

(۲) اس فرقے کا سربراہ جہم بن صفوان (۱۲۸ھ مطابق ۷۴۵ء) تھا ۔ اسی وجہ سے یہ فرقہ جہمیہ مشہور ھو گیا ۔ یہ فرقہ اپنے ظہور و وجود مین معتزلہ پر سبقت رکھتا ھے ۔ (تاریخ معتزلہ از زھدی حسن جاراللہ اردو ترجمہ سید ابھن احمد جعفری مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی اشاعت اول ۱۹۶۹ء ص ۳۷) ۔

(۳) المعالی ص ۲۰۷ ۔

ایضاً ملاحظہ ھو ص ۲۱۵ ، ۲۱۷ ۔

نمایند لفظ حیوۃ و علم و قدرت و سمع و بصر را چون تعداد نمودند وصف گشت (۱)

ہیں (اگر ایسا ہے) تو تعداد کیوں بتاتے ہیں (کیونکہ) جب لفظ حیات و علم و قدرت و سمع و بصر کو جب تعداد ظاہر کیا تو یہ وصف ہوا ۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ۔

منکر صفات علیا کہ منکر کلام اللہ است و کلام صفت قدیم از صفات ذاتیہ (ھ) حضرت حق است پس آن منکر از دو حال خالی نیست یا مومن است و یا کافر اگر کافر است کافر داند باوی چہ جائی گفتگو است چنانچہ گویند کور را ای کور توکہ چراغ نہ بینی بہ چراغ چہ بینی اگر مومن و منکری از کلام اللہ پس ایمان بہ چہ آوردہ است۔ (۲)

صفات علیا کا منکر کلام اللہ کا منکر ہے ۔ اور کلام اللہ کی صفات ذاتیہ میں سے صفت قدیم ہے پس ایسا منکر دو حالتوں سے خالی نہیں یا مومن ہے اور یا کافر ۔ اگر کافر ہے تو کافر جانو اس کے ساتھ گفتگو کی کیا ضرورت چنانچہ کہتے ہیں اندھے کو کہ اے اندھے جبکہ تو چراغ نہیں دیکھتا چراغ کے ذریعے کیا دیکھو گے ۔ اگر مومن ہے اور کلام اللہ سے منکر تو پھر ایمان کس چیز پر لایا ہے ۔

جو لوگ صفات باری تعالیٰ کے منکر ہیں ۔ حضرت میاں صاحبؒ کے نزدیک وہ چوپایوں کا درجہ رکھتے ہیں اور دراصل وہ تمام احکام شرعیہ کے منکر ہیں لکھتے ہیں ۔

---

(۱) المعالی ص ۱۸۸ ایضاً ملاحظہ ہو ص ۹۳۔

(۲) المعالی ص ۲۰۱ ، ۲۰۲ ۔

(ھ) صفات باری کی دو قسمیں ہیں ۔ صفات ذاتی و صفات فعلی ۔
صفات ذاتی یعنی حیات ، قدرت ، علم ، کلام ، سمع ، بصر اور ارادت ۔
صفات فعلی یعنی تخلیق ، ترزیق ، انشاء ، ابداع ، صنع و ماسوائے ذلک ۔

نفی کلام نیز در انکار صفات مندرج
است ۔۔۔۔ پس نفی کنندہٴ کلام ہست
مگر منکر قرآن مجید و فرقان حمید کہ اورا
کلام اللہ گویند پس منکر صفات علیا منکر کلام
اللہ گشت پس کسے کہ منکر کلام باشد ایمان
بہ چہ آوردہ است و اثبات توحید از چہ
یاوردہ است و احکام از کہ آموختہ است
پس معلوم گشت کہ منکر احکام ~~مثلاً~~ صلوٰۃ
خواہد بود و منکر زکوٰۃ خواہد بود و منکر
حج بطریق اولٰی است منکر صوم چگونہ نہ خواہد
بود ۔ چون منکر احکام گشت کہ ہمگی احکام
شرع فرمان الٰہی تعالٰی شانہ اند پس منکر
نکاح نیز خواہد بود پس کسے کہ منکر نکاح
است البتہ مادر و خواہر نخواہد شناخت چون
مادر و خواہر نہ شناسد بہایم است پس قول
بہایم را چہ اعتبار باشد یعنی حکم نکاح دلیل
قرآن مجید است قولہ تعالٰی حُرِّمَتْ علیکم اُمَّہٰتُکم
و بناتکم الآیۃ پس منکر صفات چون منکر کلام
اللہ گشت اظہر من الشمس است کہ منکر نکاح
نیز خواہد بود پس کسے کہ منکر نکاح است

کلام کی نفی کرنا بھی انکار صفات میں
داخل ہے ۔۔۔۔ پس کلام کا نفی کرنے
والا مومن ہے مگر قرآن مجید اور فرقان
حمید کا منکر کہ اس کو کلام اللہ کہتے
ہیں ۔ پس صفات علیا کا منکر کلام اللہ
کا منکر قرار پایا ۔ پس جو کوئی کلام کا
منکر ہے وہ ایمان کس چیز پر لایا ہے اور
اثبات توحید کس چیز سے اخذ کیا ہے اور
احکام کس سے سیکھتے ہیں ۔ پس معلوم
ہوا کہ احکام یعنی صلوٰۃ کا منکر ہوگا
زکوٰۃ کا منکر ہوگا اور حج کا منکر بطریق
اولی ہوگا ۔ روزے کا منکر کیوں نہ ہوگا
کیونکہ سب احکام شریعت اللہ تعالٰی کے
حکم سے ہیں (اور جب ایسا ہے) تو
نکاح کا بھی منکر ہوگا پس جو کوئی نکاح
کا منکر ہے البتہ وہ ماں اور بہن کا امتیاز
نہیں کرے گا ~~چوپائے~~ چوپائے ہیں پس
چوپایوں کے قول کا کیا اعتبار ہوگا یعنی
نکاح کا حکم قرآن سے ثابت ہے ۔ اللہ
تعالی کا قول ہے " حُرِّمَتْ علیکم اُمَّہٰتُکم

معلوم گشت کہ فرق مادر و خواهر نخواهد کرد فاحذر ایّها العاقل فاحذر من معتقداتهم ومن سوء خطراتهم و معاذاً باللہ من انکارهم وسوء اقرارهم فافهم واغتنم (۱) ۔

وبلاتم الآیہ پس منکر صفات جب کلام اللہ کا منکر ہوا اظہر من الشمس ہے کہ نکاح کا بھی منکر ہو گا ۔ پس جو شخص نکاح کا منکر ہے معلوم ہوا کہ وہ ماں و بہن کا فرق نہیں کرے گا فاحذر ایها العاقل فاحذر من معتقداتهم ومن سوء خطراتهم و معاذاً باللہ من انکارهم وسوء اقرارهم فافهم واغتنم ۔

تمام صوفیاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات کا ہونا حقیقی طور پر ثابت ہے (۲) ۔ اس لئے اس بارے میں بے جا بحث و کرید سے منع فرماتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ ۔

موحّد را چون و چرا درذات اقدس تعالیٰ و صفات علیا کہ مذاهب مختلفہ را درآن جولان است ، نباید کرد کہ چون و چرا دریں معنیٰ از القام شیطانیست و از مقصود باز نیست (۳) ۔

موحّد کو ذات اقدس تعالیٰ کے بارے میں، جس میں مذاہب مختلفہ بحث و کرید کرتے ہیں، چون و چرا نہیں کرنا چاہئے کیونکہ چون و چرا اس سلسلے میں القائے شیطانی کے سبب ہے اور مقصد سے پیچھے رہ جانے (کے مترادف ہے)

---

(۱) المعالی ص ۱۹۰-۱۹۱ ۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو التصرف لمذهب اهل التصوف اردو ترجمہ از ڈاکٹر پیرمحمد حسن طبع لاہور ۱۳۹۱ھ ص ۵۱ ، ۵۲ ۔
ایضاً ملاحظہ ہو المعالی ص ۲۱۷ ۔

(۳) المعالی ص ۲۲۵ ۔

اهل تعطیل

اهل تعطیل کا عقیدہ هے کہ انسان مجبور محض هے اور قرآن مخلوق هے ۔ وہ رویت و صفات باری تعالیٰ کی نفی بھی کرتے هین[1] ۔ علماء اہل السنت والجماعت نے ان کے عقائد کو باطل قرار دیا ہے اور مذہب تعطیل کی پر زور مخالفت کی ہے ۔

چنانچہ اهل تعطیل کے بارے مین حضرت میان صاحب چمکنیؒ لکھتے هین کہ ۔

معطلہ طائفہ خدا ناشناسان اند کہ قائل بر تعطیل اند چرا کہ تعطیل بدو جہت باطل است یکے اینکہ حکم مغلوبیت دارد و دیگر اینکہ تعطیل نقصان است پس بر تقدیر مذهب تعطیل از خدا شناسی دور است فافهم جدا و اعتبر ۔[2]	معطلہ خدا ناشناسون کی جماعت هے جو کہ تعطیل کے قائل هین کہ اس لئے کہ تعطیل دو وجوہ کی بناء پر باطل هے ایک یہ کہ مغلوبیت کا حکم رکھتا هے اور دوسری وجہ یہ کہ تعطیل نقصان هے پس بر تقدیر مذهب تعطیل خدا شناسی سے دور هے فافهم جداً واعتبر

مذهب حلول

حضرت میان عمر صاحب چمکنیؒ مذهب حلول کے قائل لوگون کو گمراہ سمجھتے هین۔ چنانچہ عقیدہ حلول کے رد مین فرماتے هین ۔

و آنچہ مذهب حلول در عالم شائع شدہ است سفاهت محض است تتبع حلولے فساد صریح است بلکہ اهل حلول از جملہ	مذهب حلول جو دنیا مین شائع هے سفاهت محض هے حلول کا عقیدہ رکھنے والے کا اتباع صریح فساد هے بلکہ اهل حلول موحدین مین

---

(۱) تاریخ معتزلہ از زهدی حسن جاراللہ ترجمہ از رئیس احمد جعفری طبع کراچی ۱۹۶۹ء ص ۵۱ ۔ چونکہ اہل تعطیل نے اللہ تعالیٰ کو اسکی صفات سے معطل قرار دیا تھا اس لئے اس گروہ کا نام معطلہ پڑ گیا

(۲) المعالی ص ۱۶۱ ، ۱۶۲ ۔

موحدین نیستند مشبہین و مجسمین اند حال و حلول و تشبیہ و تجسیم داخل چون و چگون است و چون و چگون از صفات محدثات اند چنانچہ اظہر من الشمس است۔ این معنیٰ بہ ادنیٰ اھل تمیز پس از حلول و قواعد عقیدہ شان احتراز اولیٰ گر چہ زاھد و عابد باشد اما موحّد نیست بلکہ متردد است اقتداء و صحبت را نشاید (۱)۔

سے نہیں ھین مشبہین اور مجسمین ھین حلول و تشبیہہ و تجسیم چون و چگون مین داخل ھین اور چون و چگون محدثات مین سے ھین چنانچہ اظہر من الشمس ھے یہ معنیٰ ادنیٰ اھل تمیز پر پس حلول اور ان کے قواعد و عقائد سے احتراز اولیٰ ھے اگر چہ زاھد و عابد ھو مگر موحّد نہین بلکہ متردد ھے ۔ اقتداء و صحبت کے لائق نہین ۔

مسئلہ قضا و قدر

صوفیاء کرام کا اس بات پر اتفاق ھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کے تمام افعال کا اسی طرح خالق ھے جس طرح ان کے وجود کا اور یہ کہ ھر نیک و بد کام جو بندے کرتے ھین وہ اللہ کے حکم تقدیر ارادہ اور مشیت سے کرتے ھین (۲)۔

---

(۱) المعالی ص ۲۲۳۔

(۲) ۱۔ قل اللہ خالق کل شیئ (فرمادیجئے کہ اللہ ھر چیز کا خالق ھے) سورہ الرعد ۱۳ : ۱۶۔

۲۔ انا کل شیئ خلقناہ بقدر (ھر چیز جسے ھم نے پیدا کیا ھے اسے ایک اندازے سے پیدا کیا ھے) سورہ القمر ۵۴ : ۴۹ ۔

۳۔ وکل شیئ فعلوہ فی الزبر (ھر چیز جسے وہ کرتے ھین کتابون مین درج ھے) سورہ القمر ۵۴ : ۵۲ ۔

۴۔ واللہ خلقکم وما تعملون (اللہ نے تمہین اور تمہارے اعمال (دونون) کو پیدا کیا ھے) سورہ الصافات ۳۷ : ۹۶ ۔

معتزلہ خیر کی نسبت خدا کی طرف کرتے ہیں ۔ اور شر کی نسبت بندے کی طرف

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ اس عقیدے کا ابطال کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ کہ

و آنچه بزعم معتزله است آخیر به او سبحانهٗ کرده اند و خالق شر بندگان را گفته این حرف مشعر بر مشرکیت است، اگر گوئی که خیر و شر مقدرات ازل اند دربن نجاتی نیست جواب آنکه مامور شده به عبودیت ایم عمل بر شریعت داریم و ایمان و اعتقاد بر تقدیرات اما واقعه تقدیرات از مایان پوشیده است و چون مایان مامور شده شریعت ایم امیدوار از فضل و کرم چنان هستیم که تقدیر خیر بر ما سبقت نماید از تقدیر شر و دربن تمسک داریم سلیم و نمی کنیم بر تقدیرات ربانی بحث سقیم ۔ (۱)

اور وہ جوکہ معتزلہ کا خیال ہے کہ خیر کی نسبت خدا کی طرف کرتے ہیں اور خالق شر بندوں کو مانتے ہیں یہ بات شرک کی علامت ہے اگر کہو کہ خیر و شر مقدرات ازل ہیں اس سے نجات ممکن نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم عبودیت و بندگی پر مامور ہیں شریعت پر عمل کرتے ہیں اور تقدیرات پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں مگر واقعہ تقدیرات ہم سے پوشیدہ ہے اور جونکہ ہم شریعت پر مامور ہیں (خداوند کریم کے) فضل و کرم سے یہ امید رکھتے ہیں کہ تقدیر خیر ہم پر سبقت کریگی تقدیر شر کے مقابلہ میں ۔ اور اسی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور تقدیرات ربانی میں بحث سقیم نہیں کرتے ۔

(= نیز فرمایا من شر ما خلق یعنی ان اشیاء کی شر سے جن کو اس نے پیدا کیا یہاں سے معلوم ہوا کہ اللہ کی مخلوق میں شر بھی شامل ہے ۔

(۱) المعالی ص ۱۷۱ - ۱۷۲ -

عقیدۂ اہل تناسخ [1]

اس دور میں فلسفۂ تناسخ کے علمبردار گمراہ پھر بھی موجود تھے آپ ان کے عقائد کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

در فرق گمراہ یک فرقہ جناحیہ است کہ ایشان قایل اند بہ تناسخ ۔ مذہب ایشان است کہ روح اللہ در آدم علیہ السلام آمد بعد ازان در شیث علیہ السلام آمد بعد ازان در ہر پیغمبر بعد ازان در ائمہ حتّٰی کہ رسید بہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اولاد ثلثہ و ایشان منکر اند از قیامت و محرمات را حلال می دانند نعوذ باللہ من ذٰلک [2]	گمراہ فرقوں میں ایک فرقہ جناحیہ ہے جوکہ تناسخ کے قائل ہیں ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ روح اللہ آدم علیہ السلام میں آئی اس کے بعد شیث علیہ السلام میں اس کے بعد ہر پیغمبر میں اس کے بعد ائمہ میں حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس کی اولاد تک پہنچی ۔ یہ لوگ قیامت کے منکر ہیں اور حرام کو حلال جانتے ہیں ۔ نعوذ باللّٰہ من ذٰلک ۔

آپ کے خیال میں مذکورہ عقائد بالاتفاق کفریہ عقائد ہیں اور اس سے بدرجہ اتم احتراز کرنا لازم ہے ۔ لکھتے ہیں کہ ۔

عقیدۂ تناسخ و مسخ و فسخ و رسخ ..... در دین اسلام از اول وجود آدمیہ الی خاتم النبیین صلی اللّٰہ علیہ وسلم	تناسخ ، مسخ اور فسخ و رسخ کا عقیدہ دین اسلام میں ، وجود آدم سے لے کر حضرت خاتم النبیّن صلی اللہ علیہ وسلم تک

---

(۱) ڈاکٹر زہدی حسن جاراللّٰہ فرماتے ہیں ۔ یہ عقیدہ یا تو ہنود سے ماخوذ ہے اور یہی ارجح ہے اور یا جاہلیت قدیمہ کے خرافات میں سے ہے ۔ تاریخ معتزلہ ص۲۸۵

(۲) المعالی ص ۹۲۶- ۹۲۷ ۔

امر نہ شدہ است پس چون ازین حکم امر اللہ تعالیٰ نیست و نہ این عقیدہ از عقائد اسلامیان باشد خواہ متفق خواہ مختلف فیہ ازین است کہ عقیدۂ اہل تناسخ بہ اتفاق عقیدۂ کفار است فافہم جداً واغتنم ۔ (۱)

نہیں آیا ہے جب یہ نہ اللہ کا حکم ہے اور نہ یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے خواہ متفق خواہ مختلف فیہ ۔ یہی دلیل ہے کہ عقیدۂ اہل تناسخ بالاتفاق کفار کا عقیدہ ہے فافہم جداً واغتنم ۔

اسماء الٰہی کے منکرین کا رد

حضرت میاں صاحب چھکڑی نے " المعالی " کے بحث چہارم میں اسماء الٰہی پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے ۔ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ خدا کے نام و صفات سب کے سب ازلی و ابدی ہیں اور وہ ازل سے ان صفات سے متصف ہے ۔ صوفیاء کرام میں سے جمہور نیز ان کے قدماء و کبار کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ میں کوئی نئی صفت پیدا ہو جو پہلے سے نہ ہو اور وہ ازل سے اس کا مستحق نہ ہو ۔ کیونکہ یہ بات ناقص ہونے پر دلالت کرتی ہے اور خدا ان امور سے بلند و بالا ہے ۔ (۲) حضرت میاں صاحب موصوف صفات و اسماء باری تعالیٰ کے ازلی ہونے کے منکرین کے رد میں لکھتے ہیں کہ ۔

~~بعضی احکام الٰہی محققی موقوف بانش شارع اند بعضے بحوالۂ حدیث و بعضے بحوالۂ کتاب پس خلاصۂ عبارت آنکہ اختراع دریں نہ گنجد کہ اختراع افترا است~~ ....

~~اللہ کے بعض کلام کوئی بھی شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر موقوف ہیں ۔ بعض کتاب اللہ کے حوالے سے اور بعض حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے پس خلاصۂ عبارت یہ ہوا کہ اس میں~~

(۱) المعالی ص ۳۸۹ ۔ (۲) تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تعرف ص ۵۵ ، ۵۶ ۔

اختراع کی گنجائش نہیں کیونکہ اختراع افتراء ہے۔

. . . .

جونکہ بزعم شان حق سبحانہٗ ازلی بودہ است و نامش نہ بود یعنی در ازل بے نام بود معاذ اللہ عن ذلک العقائد پوشیدہ نیست بہ نزد جمیع عقلاء جن و انس و ملائک کرام ذوی الاحترام این معنیٰ بلاشک و شبہ و بلا ریب است کہ حق سبحانہٗ جل و علا ازلی و ابدی است فقط و این مسلم نیست بنزد عقلا کہ باوجود ازلیت و ابدیت در ازل ازال بدون اسم باشد یعنی بے اسم بودہ اند کہ اسم نداشتند۔ (۱)

چونکہ ان کے خیال میں خدا ازلی رہا ہے اور اس کا نام نہ تھا یعنی ازل میں بے نام تھا معاذ اللہ عن ذٰلک العقائد ۔ جنّ و انس کے تمام عقلاء اور فرشتوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں اور یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے ۔ کہ حق سبحانہٗ جل و علا ازلی اور ابدی ہے فقط اور عقلا کے نزدیک یہ بات مسلم نہیں ہے کہ ازلیت و ابدیت کے باوجود ازال خود بے نام ہو اور نام نہ رکھتا ہو ۔

خواص اسماء حسنیٰ

اسماء الٰہی کے خواص کے ذیل میں آپ فرماتے ہیں کہ سعادت مند اور نیک بخت وہ شخص ہے جو اسماء حسنیٰ کے وِرد میں اپنی زندگی گزارتا ہے کیونکہ اس کے ذکر میں تمام مشکلات و مسائل کا حل موجود ہے ۔ لکھتے ہیں کہ ۔

اگر کسی بعنوان اوراد بخواند اثر عظیم دارد و بسط عیم وجود کریم دارد کہ خوانندہ اسماء حسنیٰ کہ بصدق اعتقاد

(اسماء حسنیٰ کو) اگر کوئی اوراد کے طور پر پڑھے عظیم اثر رکھتا ہے اور بسط عیم اور جود کریم رکھتا ہے کیونکہ اسماء حسنیٰ کا

---

(۱) المعالی ص ۲۸۷ ، ۲۸۸ ۔

جویندۂ مراد از رب العباد بوجید بہ بخت بہ دولت ورد اسماء حسنیٰ کہ عبارت از نود و نہ بود نیک بخت خواہد شود و بی وقار باوقار گردد و خوار و ذلیل عزیز و محترم و محتاج غنی و مفلس توںگر و حقیر قلنی و سفیہہ دانا و جاہل عالم گم گشتہ حیران با جمعیت و تنگدست فراخ روزی و گمراہ براہ و غافل ذاکر و ناسی حافظ و نامراد بامراد و سعادت مند کسی است کہ بہ ذکر اسماء حسنیٰ ایام حیات بہ سر برد فافہم ایہاالصالح فافہم (۱) ۔

پڑھنے والا اگر صدق اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد چاہنے والا ہو بدبخت اسماء حسنیٰ ، جو ننانوے ناموں سے عبارت ہے ، کی بدولت نیک بخت ہو جائے گا بے وقار باوقار ہو جائے گا خوار و ذلیل عزیز و محترم ہو جائے گا ۔ محتاج غنی اور مفلس مالدار اور حقیر حقیر معزز احمق دانا اور جاہل عالم ہو جائے گا ۔ حیران مطمئن ۔ تنگدست فراخ دست اور گمراہ راست رو ہو جائے گا ۔ غافل ذاکر ناسی حافظ اور نامراد بامراد ہو جائے گا ۔ سعادت مند وہ ہے جو اسماء حسنیٰ کے ذکر میں گزر اوقات کرتا ہے ۔ جان لو! اے نیک بخت (بزرگ) جان لو ۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کے دو اسماء یعنی " الکبیر " اور "المتعال" کے خواص بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

چون ذاکر این ہر دو اسمای الٰہی بہ خضوع و خشوع تمام و طہارت صوری و معنوی بہ کمال تصدیق روی بحضرت جلّ

جب ان دو ناموں کا ذکر کرنے والا مکمل خشوع و خضوع و طہارت ظاہری و باطنی اور کمال تصدیق کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ

---

(۱) المعالی شرح امالی (قلمی) ورق ۱۳۵ ۔

و ملا آرد از فضل و کرم و عطائی غیر مجذوذ ذاکر مذکور چون ذاکر گردد علی الدوام از همه احتیاجات مستغنی گردد و نیز همچنان ذاکر اسماء یا ملیک یا مالک متصرف ملک و ملکوت گردد و فرمان روا و کارکشاء عالم به التجا و دعا به درگاه پروردگار قاضی الحاجات در صدرت از خانه ولایت گیری ممتاز خواهد بود و این دولت عظمیٰ دست نه دهد مگر محمّدی مشربان را صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم -(۱)

ہو جاتا ہے اور ذاکر اس ذکر پر دوام رکھتا ہے - تو خداوند تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم اور لامحدود بخشش سے احتیاجات سے مستغنی کر دیتا ہے - اور اسی طرح ملیک یا مالک کا ورد کرنے والا ملک و ملکوت میں متصرف ہوجاتا ہے - اور فرمانروا اور کارکشا عالم - اور اللّٰہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا سے اس کو ولایت گیری سے سرفراز فرماتا ہے - اور یہ دولت عظمیٰ سوائے محمدی مشرب حضرات کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا -

عقیدہ جبریہ (۲)

اس دور میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو یہ کہکر لوگوں کو گمراہ کرتے تھے کہ گناہ کے سبب اللّٰہ تعالیٰ گناھگاروں کوسزا نہیں دیتا کیونکہ ایسا کرنا بندوں پر جبر کے مترادف ہوگا - آپ اس پرفساد عقیدہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

---

(۱) المعالی ص ۷۹

(۲) جبر کے معنی یہ ہے کہ آدمی کسی ایسے کام کو کرنا چاہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے - جبکہ اس کے مقابلے میں وہ کسی اور کام کو پسند کرتا ہے - پھر مجبور ہوکر وہ ناپسندیدہ کام کو اختیار کرے اور اپنی پسند کے کام کو ترک کر دے اگر اسے مجبور نہ کیاجاتا تو وہ اپنی پسند کا ترک شدہ فعل کو اختیار کرتا اور جس کام کو اس نے کیا ہے اسے نہ کرتا - کفر و ایمان اور اطاعت و معصیت میں یہ بات نہیں پائی جاتی کیونکہ مومن ارادتاً ایمان کو اختیار کرتا ہے - اور اسے پسند کرتا ہے اور اسے اچھا سمجھتا ہے - اور اس کی ضد یعنی کفر پر اسے ترجیح دیتا ہے - اس طرح کافر بھی اپنے اختیار پسند اور سمجھ و ارادہ کے مطابق کفر کو ===

" جونکه او سبحانهٔ در جمیع مخلوقات هر گونه و بهر
عنوان که تصرف کند جبر نیست چه جائیکه به سبب
ارتکاب نهی معذب شوند و بے خردان آن را جبر
خوانند بگوش هوش بشنو هر گونه تصرف که در
کائنات به آنچه خواهند او سبحانهٔ بحکم تقدیر
کائنات نیست و نابود گرداند جنانچه قوله تعالیٰ
"کل شیء هالک الا وجهه" (۱) آنرا جبر نخوانی که هیچ
یکے از متکلمین موافق و مخالف برین عقیده نه رفته
و اگر جبر می بود "کل شیء هالک" جبر می بوده
جونکه هلاک جمیع کائنات جبر نیست و تعذیب فساق
و فجار که از حیثیت عصیان و کفر جگونه جبر باشد و
دیگر آنکه درین بحث حرکت شیطانی صریح است اما
هر یکے را برآن اطلاع نیست و ما هیتش چنان باشد
که معترض برین معامله که حکم جبر می نماید از
دو حال خالی نیست جون مذکور مناظره در اثبات
جبر می نمایند مخالف از نص صریح مجادله یا کلام الله

جونکه اللہ تعالیٰ تمام مخلوق مین جس طرح
اورجس عنوان سے تصرف کرتا ھے جبر نہین ھے
چه جائیکه گناہ کی وجه سے سزا ملے اور
بے وقوف اس کوجبر کہین - خوب کان لگا کر سن
لو که اللہ تعالیٰ کائنات کی جس چیز کو چاھے
بحکم تقدیر اس کو نیست ونابود کرتا ھے -
جنانچه اللہ تعالیٰ کا ارشاد ھے که "ھر
چیز فنا ھونے والی ھے سوائے اللہ کی ذات
کے "اس کو جبر نه کہو کیونکه موافق اور مخالف
متکلمین دونون مین سے کسی نے بھی یه عقیدہ
اختیار نہین کیا ھے اور اگر جبر ھوتا ~~ھے~~ تو
"کل شیء هالک" جبر مین داخل ھوتا ھے اور
اور جب تمام مخلوقات کی ھلاکت جبر نہین تو
تو فاسق اور فاجر لوگون کو سزا دینا —جوکه
کفر و عصیان کے سبب ھوتا ھے— کس طرح
جبر شمار ھوگا - دوسری بات یه که اس بحث
مین حرکت شیطانی کا صریح دخل ھے مگر ~~[illegible]~~

لیے اختیار کر لیتا ھے - اللہ تعالیٰ تمام امور کا خالق ھے مگر ان دونون یعنی کافر و مؤمن مین سے
کسی کو بھی اس چیز کی ضد سے منع نہین کیا گیا - جیسے اس نے اختیار کر رکھا ھے اور نه
ھی اسے اس چیز کے کرنے پر مجبور کیا جاتا ھے جسے وہ حاصل کرتا ھے - بلکه اسے فکر و عمل
کی آزادی حاصل ھے - واللہ اعلم -.....
(۱) سورہ القصص آیت ۸۸ -

می کشد چنانچه می فرماید " ان اللہ لا یظلم الناس شیئاً ولکن الناس انفسہم یظلمون "[۱] پس مجاہد و مجوز جبر مفتری افتری علی اللہ کذبا می نماید و دیگر آنکہ چون سلسلہ جبر می جنباند این نیست مگر حیلہ و حوالہ کارسازی فجار و فساق می نماید چراگاہ نفس امارہ را پرورش می دہد و این عقیدہ مجوز جبر مفضی بر فساد است ـ[۲]

ہر ایک کو اس کی خبر نہیں ہوتی ـ اس کی ماہیت یہ ہے کہ اس معاملہ پر اعتراض کرنے والا جبر کا حکم لگاتا ہے مجبرہ ومعطلی دو حال سے خالی نہیں ایک یہ کہ نص صریح کا مخالف اور کلام اللہ کے ساتھ مجادلہ کرتا ہے ـ اللہ کا ارشاد ہے " بیشک خدا لوگوں پر ظلم نہیں کرتا مگر لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہوں " پس معلوم ہوا کہ جبر کا اثبات کرنے والا اور اس میں مجادلہ کرنے والا مفتری ہے خدا پر جھوٹا بہتان لگاتا ہے ـ دوم یہ کہ جو شخص جبر کا عقیدہ مانتا ہے وہ صرف فاجر اور فاسق لوگوں کے لئے (جواز فسق و فجور کا) حیلہ و حوالہ تلاش کرتا ہے اور ان کا کام چلاتا ہے ـ چراگاہ نفس امارہ کی پرورش کرتا ہے لہٰذا جبر کو درست عقیدہ ماننا موجب فساد ہے ـ

رقص و سماع کے بارے میں حضرت میاں صاحب چمکنی کی رائے

آپ سے کچھ مدت پہلے اس خطہ ارض میں بایزید انصاریؒ شیخ کبیر بن شیخ قاسم غوری خیل ، شاہ اسماعیل ، میرعلی اور ابوبکر وغیرہ جیسے بیشمار سماع پسند گزرے تھے

---

(۱) سورۂ یونس ۱۰ : ۲۳

(۲) المعالی شرح امالی ص ۱۸۹ - ۱۹۰ -

جو رقص و سرود کو جائز سمجھتے تھے ۔ ان میں سے بایزید انصاری تو یہاں تک اس کا حامی تھا کہ اس نے خود اس میں کئی راگ بھی ایجاد کئے ۔ [1]

ایسے لوگ حضرت میاں صاحب جمکنی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی موجود تھے ۔ جو رقص و سرود کے جواز و اباحت کا پرچار کرتے تھے ان کی محفلوں میں جو سماع ہوتا تھا اس کا صوفیاء کرام کے بیان کردہ سماع سے کوئی تعلق نہیں تھا ۔ لہٰذا آپ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور مصلحت وقت کے پیش نظر رقص و سرود اور دوسری غیر شرعی رسومات کی بڑے شد و مد کے ساتھ مخالفت کی ۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔

پس معلوم گشت خلاصۂ کلام کہ جن پرستی بت پرستی است چرا کہ معلم آن ابلیس است و در فرمان ابلیس بودن بت پرستی است ..... چون دانستی کہ معلم بت پرستی ابلیس است پس معلم سماع هذ ابلیس را دانی و مشاء سماع کہ مراد ازان سرور باشد چنان دانی ۔ ابلیس روزی بر گوشۂ صحرا میگذشت دید بر درختی کہ بوزنہ از یک شاخ بہ دیگری برجستہ چوبی	خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ جن پرستی بت پرستی ہے کیونکہ اس کا معلّم ابلیس ہے اور ابلیس کی فرمانبرداری کرنا بت پرستی (کفر کے مانند) ہے ..... جب تجھے معلوم ہوا کہ بت پرستی کا معلّم ابلیس ہے پس سماع کا استاد بھی ابلیس ہی سمجھ لو اور سماع کی منشاء جس سے سرور مراد ہے بھی اسی طرح سمجھ لو ۔ ابلیس ایک دن صحرا میں سے گزرتا تھا دیکھا کہ ایک بندر ایک درخت کی ایک شاخ

---

(۱) تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ ۱۸۲-۱۸۵ ۔
خیرالبیان تصنیف بایزید انصاری ص ۸۱ حواشی از مولانا عبدالقدوس صاحب چیرمین شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی ۔

(مطبوعہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی)

در شکمش خلیده شکمش را پاره کرده

دور های بوزنه چون تارها بر چوبها

آویزان باشد چون تارها الات موسیقی

بر لوح افراشته چون که خشک شده

باد بر و زید نغمه دلربا ودلکش ازو

برخاست ابلیس این معنیٰ را غنیمت داشته

توشه آدم فریبی ساخت بی چاره آدمی

در دام ابلیسی گشت (۱) ۔

سے دوسری شاخ کو چھلانگ لگاتے ہوئے اس کے

پیٹ مین ایک لکڑی چبھ گئی ۔ اس سے بندر کا

پیٹ پھٹ گیا اور اس کی انتڑیان تار کے مانند

لکڑیون پر لٹک گئین اور یہ تار آلات موسیقی

کی طرح پھیل کر جب خشک ہو گئے اور ان کو

ہوا لگی تو اس سے ایک دلربا اور دلکش نغمہ

پیدا ہوا ۔ ابلیس نے یہ دیکھ کر غنیمت جانا اور

اور اس کو انسان کے فریب کا ذریعہ بنایا اور

اس طرح بیچارہ انسان ابلیس کے دام مین پھنس

گیا ۔

آپ فرماتے ہین کہ رقص کا موجد الیسیر بن جان بن الجان بن مارجہ ہے ۔
کیونکہ وہ جب اپنی اولاد کو رقص سکھانا چاہتا تو ان کو ایک جگہ جمع کرتا ۔ پہلے خود
رقص کا آغاز کرتا اور اس کے بعد اس کی اولاد اس کی تقلید کرتی ۔ لکھتے ہین کہ ۔

پائی کوبی و رقص مشا از دیوان

بود و از دیوی ها ~~وخصص~~ پس چون ابلیس

علیہ اللعنۃ از جملہ جن است بدلیل قولہ

تعالیٰ وکان من الجن ---- الیسیر کہ برادر

ابلیس بود از جملہ دیوان است و رقص کہ آ

آنرا سماع نیز در لغت گفتہ اند بی چارہ

پاؤن مارنا اور رقص دراصل جنّات کا فعل ہے

چونکہ ابلیس علیہ اللعنۃ جنات مین سے ہے

خدا کے اس قول کی رو سے کہ " وہ جنات

مین سے ہے " ---- الیسیر جوکہ ابلیس کا

بھائی بھی تھا جنون مین سے تھا اور رقص جس

کو لغت مین سماع بھی کہتے ہین بیچارہ

---

(۱) المعالی ص ۱۲۶ ۔

آدمیان را که مائل به ہوا و شہوات
نفسانی باشند پاشی کوبی و رقص آموزانید
درین زمانه خصوصاً مشائخ رسمی را خلفاء
خود گردانند که سماع و رقص را که عمل دیوان
است حالت درویشی دانند. پس بر ذمہ
نمودن عمل شیطانی اگر مومن و مسلمانی
بشنو یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطن
انّه لکم عدو مبین" چون از عمل شیطانی
روی گردان شوی ترا عمل بر امر الٰہی و
به پیروی آنسرور عالمیان صلی اللّٰه علیه
وسلم باید بدلیل قوله تعالیٰ "و ان اعبدونی
هذا صراط مستقیم "(۱) ۔

انسانوں کو جوکہ نفسانی خواہشات کی طرف
مائل تھے ، رقص سکھایا ۔ اس زمانہ میں
خصوصاً رسمی مشائخ کو اپنا نائب بنایا ہے ۔
کہ سماع و رقص کو جوکہ جنات کا عمل ہے
درویشی کے احوال میں سے سمجھتے ہیں ۔
پس اگر تو مومن ہے اور مسلمان ہے تو عمل
شیطانی سے احتراز تم پر لازم ہے ۔ اللہ کا
ارشاد ہے کہ " اے بنی آدم شیطان کی عبادت
مت کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مجھے
اللہ کے حکم اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم
کے نقش قدم پر چلنا چاہئے ۔ اللہ کا حکم
ہے اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی
سیدھا راستہ ہے " ۔

---

(۱) المعالی ص ۲۲۰ ۔

مسموعات میں سے اولیٰ ترین خداوند تعالیٰ کا کلام ہے اور تمام مسلمان اس کے سماع پر مامور ہیں ۔ قرآن کریم کا اعجاز یہ ہے کہ طبیعت اس کے پڑھنے اور سننے سے نہیں اکتاتی ۔ اس میں عظیم اثر موجود ہے ۔ اور اس کی سحرانگیزی تاریخی مسلمات میں سے ہے ۔ پس مومن کی شایان شان یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے سماع سے لذت حاصل کرتا رہے ۔

حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قاری قرآن پڑھتا تھا ۔ صحابہ کرام سنتے تھے اور آپ کا بھی ایسی مجالس میں موجود ہونا ثابت ہے ۔ (مشکوۃ شریف

= کتاب فضائل القرآن ؛ کشف المحجوب از علی بن عثمان ہجویری (متوفی بین ۴۸۱ھ تا ۵۰۰ ھ) فارسی مطبوعہ نوائے وقت پرنٹرز لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۴۷) ۔

قرآن کریم کے علاوہ شعر سننا بھی مباح ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کہے بھی اور سنے بھی ۔ (ملاحظہ ہو مشکوۃ شریف باب البیان والشعر) ۔ شعر کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا کہ کلام حسنہٗ حسنٌ و قبیحہ قبیحٌ ۔ (مشکوۃ المصابیح باب البیان والشعر الفصل الثالث حدیث ۳) یعنی وہ ایک کلام ہے اس کا اچھا اچھا ہے اور برا برا ہے ۔

دراصل جن باتوں کا نثر میں سننا حلال ہے تو انہی باتوں کا نظم میں بھی سن لینا حلال ہے اور جن کا نثر میں سننا حرام ہے ان کا نظم میں بھی سن لینا حرام ہے ۔ اگر ایسی نظمیں پڑھی جائیں جن میں ایمان ، توجہ الی اللہ اور اعمال صالحہ کی ترغیب اور فسوق و فجور سے اجتناب کرنے کا حکم ہو تو ایسی نظم خوانی کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا البتہ جن نظموں سے نفسانی خواہشات میں ہیجان پیدا ہونے اور فسق و فجور کی طرف مائل ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی نظموں کا ضرر ہونا بھی اظہر من الشمس ہے اور ان کے سماع کی حرمت میں صوفیاء کرام اور علماء حقانی میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے ۔ حضرت فقیراللہ شاہ شکارپوری اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ۔

" اگر سماع ، سماع قرآن و موعظہ باشد جائز است و مستحب و اگر سماع غنا باشد حرام است چہ غنا و سماع غنا حرام است " (مکتوبات فقیراللہ شاہ مکتوب ۵۸

ابو عبداللہ نباجی فرماتے ہیں کہ سماع وہ ہے جو فکر کے لئے مہمیز کا کام کرے اور جس سے انسان عبرت حاصل کرے اس کے علاوہ جو بھی سماع ہے وہ آزمائش اور فتنہ ہے ۔ (تعرف ص ۲۶۰) ۔

فقہا کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب راگ کا ساز و سامان نہ ہو اور آواز کے سننے سے دل میں فسق پیدا ہو جانے کا ڈر نہ ہو تو ایسا سماع مباح ہے ۔ مگر جہاں

=

= تک آج کل کی مروجہ موسیقی اور ساز و آواز کی محافل کا تعلق ہے جن میں محبوب کے قد و رخسار کا ذکر اور عورتوں کی وصف بیانی ہو اس کا سماع صوفیاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی (المتوفی ۶۳۲ھ - ۱۲۳۳ء) فرماتے ہیں کہ ایسی محفلوں میں دیانتدار حضرات کا گذر تک بھی نہیں ہونا چاہئے ۔ (عوارف المعارف (اردو ترجمہ) از سید رشید احمد لاہور ۱۹۶۲ء ص ۲۲۶ -)

بعض صوفیاء محققین سے سماع کے مفید ہونے کے بارے میں جو اقوال منقول ہیں اس سے وہ سماع مراد ہے جس کا مقصد پند و نصیحت اور خدا و رسول کی محبت کا احساس پیدا کرنا ہو اور علماء کرام اور صوفیائے عظام کے بیان کردہ آداب و شرائط کے حدود کے اندر ہو پھر ایسے سماع کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے البتہ بعد میں گمراہ اور نفس پرست قسم کے لوگوں نے ان کے اقوال کو غلط رنگ میں پیش کیا ۔ ان کی مقررکردہ آداب و شرائط کو نظر انداز کرکے سماع کی غلط ترجمانی کی اور وہ خود بھی گمراہ ہوئے ۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے لگے ۔ اس لئے علماء کرام نے اس برائی کے سد باب کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا اور عوام الناس کو اس فتنہ سے بچانے کی خاطر نہایت سختی سے سماع کی تردید فرمائی ۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۲ھ - ۱۶۲۳ء فرماتے ہیں کہ ۔

" سماع و رقص فی الحقیقت داخل لہو و لعب است آیت کریمہ و"من الناس من یشتری لہو الحدیث " (سورہ لقمان ۳۱ : ۶) در شان منع سرود نازل شدہ است .... آیات و احادیث و روایات فقہیہ در حرمت غنا بسیار است بحدے کہ احصاء آن متعسر است مع ذلک اگر شخصے حدیث منسوخ یا روایت شاذہ (یعنی روایت غیر معتبرہ خلاف اصول روایت) را در اباحت سرود بیارد اعتبار نباید کرد زیرا کہ ہیچ فقیہے در ہیچ وقتے و زمانے فتوی بہ اباحۃ سرود نہ دادہ است و رقص و پا کوبی را جائز نہ داشتہ .... و عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست .... اینجا قول امام ابوحنیفہ و امام ابی یوسف و امام محمد معتبر است نہ عمل ابی بکر شبلی =

....

== (م ۳۳۴ھ - ۹۳۵ء) و ابی حسن ثوری (م ۲۹۵ھ - ۹۰۷ء) ..... صوفیاء خام این وقت عمل پیران خود را بہانہ ساختہ سرود و رقص را دین و ملت خود گرفتہ اند و طاعت و عبادت ساختہ اولئک الذین اتخذوا دینھم لھوا و لعبا (سورۂ اعراف ۷ : آیت ۵۱) ---- کسیکہ فعل حرام را مستحسن داند از زمرۂ اسلام می برآید و مرتد می گردد - پس خیال باید کرد کہ تعظیم مجلس سماع و رقص نمودن بلکہ آن را طاعت و عبادت داشتن چہ شناعت دارد للہ سبحانہ الحمد والمنۃ کہ پیران ما بہ این امر مبتلا نہ شدند " - (مکتوبات دفتر اول حصہ ۳ مکتوب ۲۶۶) -

ترجمہ - یعنی سماع و رقص فی الحقیقۃ لہو و لعب میں داخل ہے آیت " ومن الناس من یشتری لھو الحدیث " سماع و سرود کی ممانعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے - .... آیات ، احادیث اور فقہی روایات غنا کی حرمت کے بارے میں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا گننا مشکل ہے - اس کے باوجود اگر کوئی شخص حدیث منسوخ یا روایت شاذہ کو سرود کی اباحت میں پیش کرتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ کسی فقیہہ نے کسی وقت اور کسی زمانے میں سرود کی اباحت کا فتوی نہیں دیا ہے اور رقص و پاکوبی کو جائز نہیں کیا ہے - اور صوفیہ کا حل و حرمت کے سلسلے میں مسند نہیں .... یہاں امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ کہ ابوبکر شبلی (المتوفی ۳۳۴ھ - ۹۳۵ء) اور ابوحسن ثوری (المتوفی ۲۹۵ھ - ۹۰۷ء) کا عمل ....

ان دنوں صوفیانِ خام نے اپنے پیروں کے اس عمل کو بہانہ بنا کر رقص و سرود کو اپنا دین و ملت بنایا ہے اور عبادت و طاعت تصور کرتے ہیں - یہی لوگ " اولئک الذین اتخذوا دینھم لھوا و لعبا " کے حکم میں شامل ہیں - جو شخص فعل حرام کو اچھا سمجھتا ہے وہ زمرۂ اسلام سے خارج ہے اور مرتد ہے پس خیال کرنا چاہئے کہ مجلس سماع و رقص کا احترام کرنا بلکہ اس کو عبادت و طاعت سمجھنا کس قدر بڑی خرابی ہے - اللہ کا شکر و ثناء ہے کہ ہمارے (طریقۂ نقشبندیہ کے پیروکار) پیر اس کام میں مبتلا نہیں ہوئے ہیں - ==

= حضرت مجددؒ موصوف فرماتے ہیں کہ چونکہ اس وقت شرائط و آداب سماع مفقود ہیں لہٰذا ایسا بلا آداب و شرائط سماع قطعاً مفید نہیں ہے ۔ لکھتے ہیں کہ ۔

شرائط سماع کہ اکثر آنہا در ابطائے این وقت مفقود است بلکہ این قسم سماع و رقص کہ درین وقت شائع شدہ است و این نوع اجتماع کہ درین اوان متعارف گشتہ است شک نیست کہ مضر است و منافی عروج دران معنی نہ دارد و صعود دران صورت متصور نیست امداد و اعانت از سماع درین محل مفقود است مضرت و مفاسد موجود ۔
(مکتوبات دفتر اول حصہ ۵ مکتوب ۲۸۵) ۔

محققین صوفیاء کرام کے نزدیک رقص و سرود اور اس کا ساز و سامان شیطانی امور ہیں اور شریعت اسلامی میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے ۔ حضرت داتاگنج بخش متوفی ۴۸۱ھ تا ۵۰۰ھ (۱۰۸۸ء تا ۱۱۰۶ء) فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تو ان کو وہ خوش الحانی عطا کی کہ ان کی آواز سے پہاڑ بھی نرم ہوکر بہہ جاتے تھے ۔ یہاں تک وحشی جانور ان کی آواز پر جمع ہوتے تھے اور پرندے اڑتے ہوئے گر پڑتے تھے ...... یہ دیکھ کر شیطان بیقرار ہوا ۔ اس نے بانسری اور طنبور بنایا اور حضرت داؤدؑ علیہ السلام کی مجلس کے بالمقابل اپنی مجلس جمائی ۔ لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے یعنی اہل شقاوت اور اہل ~~سعادت~~ سعادت ۔ اہل شقاوت شیطان کے ساز و طنبور وغیرہ کی طرف مائل ہوتے تھے اور ہوتے رہیں گے اور اہل سعادت حضرت داؤدؑ علیہ السلام کی طرف مائل ہوتے تھے اور ہوتے رہیں گے ۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ جان لینا چاہئے کہ شریعت و طریقت میں رقص کی کوئی اصل نہیں ہے ۔ کیونکہ رقص جب وجد کے ساتھ ہو تو تمام عقلاء کے نزدیک لہو ہوتا ہے اور جب ہزل کے ساتھ ہو تو لغو ہوتا ہے اور مشائخ میں سے کسی نے بھی اس کو اچھا نہیں سمجھا اور نہ ہی اس میں انہوں نے غلو کیا اور " بحرتی شدہ " صوفی ہر اثر کو جو اس بارے میں پیش کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں ۔
(کشف المحجوب طبع نوائے وقت پرنٹرز لاہور ۱۹۶۸ء ص: ۳۵۸ ، ۳۷۱) ۔

صاحب عوارف المعارف حضرت عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ

= مشائخ کرام اور روحانی پیشواوؤں کے لئے رقص کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس میں لہو و لعب کے ساتھ مشابہت ہے جوان کے منصب اور سنجیدگی کے شایان شان نہیں -

حضرت فقیراللّٰہ شاہ شکارپوری (المتوفی ۱۱۹۵ ھ) فرماتے ہیں کہ -

سرود کردن و رقص نمودن حرام است و نفی کردن از بلا و کسان راکہ بلہو و رقص دعوت کنند ابلغ است در صیانت و امثل است دردیانت تا قطع فتنہ از عامہ مؤمنان صورت گیرد در ذخیرہ آوردہ است کہ رقص کردن گناہ کبیرہ است و از بعض مشائخ کہ رقص سرزدہ است حرکت او در حالت سماع مثل حرکت مرتعش بود - (مکتوبات فقیراللّٰہ شاہ مکتوب ۸۵) -

ترجمہ - سرود و رقص حرام ہے اور جو لوگ کہ لہو و رقص کی دعوت دیتے ہیں ان کی نفی کرنا از روئے صیانت زیادہ ابلغ اور از روئے دیانت زیادہ امثل ہے تاکہ عام مؤمنین سے یہ فتنہ ختم ہو جائے - ذخیرہ میں آیا ہے کہ رقص کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جو بعض مشائخ سے رقص سرزد ہوا ہے حالت سماع میں اس کی حرکت مرتعش کی حرکت کے مشابہ ہے -

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ -

جہلاء صوفیہ نے سماع میں یہاں تک غلو کیا ہے کہ عورتوں کا با آلات کے ساتھ گانا سنتے ہیں حدیث شریف میں دونوں کی سخت مذمت کی گئی ہے - (مشکوٰۃ شریف باب الشرائط الساعۃ فصل سوم حدیث ۳ - ۴ -)

آداب و شرائط :

صوفیاء کرام نے سماع کے لئے جو آداب و شرائط بیان کئے ہیں -وہ نہایت واضح ہیں - اگر وہ شرائط موجود ہوں توسماع جائز ہے -وہ شرائط حسب ذیل ہیں -

۱ - سماع بالمزامیر نہ ہو یعنی راگ کا ساز و سامان موجود نہ ہو -

۲ - آواز سے دل میں فسق و فجور پیدا ہوجانے کا ڈر نہ ہو -

۳ - محفل سماع کے سب شرکاء صوفی ہوں یہاں تک کہ قوّال بھی فاسق نہ ہوں -

۴ - سماع کا مقصد عبادت اور نیک کاموں کی ترغیب دلانا ہو -

۵ - (عورت تو درکنار) نو عمر لڑکے بھی سماع میں موجود نہ ہوں -

۶ - سماع کی جگہ عوام سے خالی ہو -

پیر و مرشد سماع کے وقت موجود ہو اور

۷ - اہل دنیا اور مبتدع محفل سماع میں موجود نہ ہوں - (عوارف المعارف (اردو ترجمہ) =

~~فلسفہ کی کتابوں کے سبب لوگوں کے عقائد میں تردد~~

فلسفہ اورعلم کلام کے بارے میں حضرت میان صاحب جمکنیؒ کی رائے -

حضرت میان صاحب جمکنیؒ ان علماء حقانی میں سے ہیں جنہوں نے فلسفہ یونان کی پرزور الفاظ میں تردید فرمائی ہے - آپ نے اپنے دور میں جب لوگوں کے "فساد عقائد" کے اسباب کا کھوج لگایا تو معلوم ہوا کہ اس مرض کا اصل سبب فلسفہ کی کتابوں کی کثرت ہے - جس کی وجہ سے نو آموز طلباء اپنی کم علمی کے سبب تردّد و تذبذب کا شکار ہوکر راہ راست سے بھٹک جاتے ہیں (1) "المعالی" کا سببِ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

"تردید در عقائد بہ سببِ کتبِ فلسفیہ شائع گشتہ و چون اکثر فضلاء از عقیدہ اہل سنّت و جماعت عاری بودند بلکہ عقیدہ فلسفیہ درپیش گرفتند دعاگوئی لا جلو برائ ارشاد مسلمانان تنقیح آوردہ عقیدہ صحیحہ سنّیہ سَنیّہ مختار برآورد" -

فلسفہ کی کتابوں کے سبب (لوگوں کے) عقائد میں تردّد و اختلاف پیدا ہوا اور چونکہ اکثر علماء و فضلاء اہل سنّت والجماعت کے عقائد سے عاری تھے بلکہ فلاسفہ کے عقیدہ کو اپنایا تھا دعاگوئی (محمدعمر) نے مجبوراً مسلمانوں کے ارشاد و ہدایت کے لئے عقائد کی تنقیح کرتے ہوئے اہل سنّت والجماعت کا صحیح اعلی اور پسندیدہ عقیدہ پیش کیا

= از سید رشید احمد اشاعت اول طبع لاہور ۱۹۶۲ء ص ۲۲۲ - ۲۴۳ -

کشف المحجوب طبع نوائے وقت پرنٹرز لاہور ۱۹۶۸ء ص ۴۴۳ - ۴۸۱ -

تعرف از امام ابوبکر بن ابو اسحاق (متوفی اواخر چہارم صدی ہجری) اردو ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن طبع المعارف لاہور ۱۳۹۱ھ ص ۲۵۸ -

مکتوبات شیخ فقیراللہؒ شکارپوری مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور - مکتوب ۸۵ ص ۳۲۸) —

ان شرائط کو پیش نظر رکھ کر جائز و ناجائز سماع کی تعیین نہایت آسان ہوجاتی ہے اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ صوفیاء کرام سماع سے کیا مرادلیتے ہیں اور ان کے =

فرماتے ھین کہ اُمم سابقہ مین سے اکثر کافر فرقے (یعنی صابئین مجوس اور فلاسفہ بے دین) ھمیشہ سے اسلام اور مسلمانون کے خلاف مناقشہ و مجادلہ مین مصروف رھے اس غرض سے بے شمار کتابین لکھین جس کی ترویج و اشاعت کی وجہ سے عقائد مین ایک عظیم فساد رونما ہوا ۔ فلسفہ کے اس فساد کا تاریخی پس منظر اور غرض و غایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ھین کہ ۔

فلاسفہ مذکور دران عصر یک فرقہ بودند فلاسفہ اصلی کہ آن کفار بودہ اند و کتب شان بہ لغت یونانی بودند ۔۔۔۔ مگر من بعد تابعین چند کس از اسلامیین اتباع کتب فلاسفہ کردند و آن عقیدہ بر بیدولتان مرغوب گشت ۔۔۔۔۔ بعضی اعمال آن کتب و سلسلہ فلاسفہ را اسلامیین مذکور بہ لغت عربی از یونانی برآوردہ بہ عربی قرار دادہ اند عقیدہ پُر فساد شان سبب خلل عقائد محمدیان گشت الیٰ یومنا همان کتب متداولہ موقوف علیہ تحصیل شدند و از ماهیت این معنی واقف نیند کہ منشاء این شبہات از کیست و این کارخانہ ظلمت افزا را بنا بر چیست ۔ (۱)

فلاسفہ مذکور اُس زمانے مین ایک جماعت تھی اصلی فلاسفہ ۔ اور وہ کافر تھے اور ان کی کتابین یونانی زبان مین تھین ۔۔ مگر تابعین اور تبع تابعین کے بعد مسلمانون مین سے کچھ لوگون نے فلاسفہ کی کتابون کا اتباع کیا ۔ اور بدبختون کو وہ عقیدہ پسند آیا ۔۔۔۔۔ اس کے بعد فلسفہ کی کتابون کے بعض اعمال و سلاسل وہ مسلمان یونانی سے عربی مین ترجمہ کر چکے ھین ان کا عقیدۂ پُر فساد محمدی مشرب حضرات کے عقائد مین خلل ڈالنے کا سبب بنا اور آج تک وھی کتابین متداول ھین اور ان پر تحصیل کا دار و مدار ھے اور اس بات سے واقف نہین ھین کہ ان شکوک و شبہات کی

= نزدیک سماع کا نصب العین کیا ھے ۔ (۱) المعالی شرح امالی (قلمی) ورق ۲ ۔

* * * * * *

(۱) المعالی شرح امالی (قلمی) ورق ۱۰ ۔

منشاء کیا ہے اور اس کارخانۂ ظلمت افزا کی بناء کس چیز پر ہے -

آپ فرماتے ہیں کہ فلسفہ کا اصل محرک کفار کا عناد و تعصب اور اس کا اصل مقصد اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت ہے - چنانچہ لکھتے ہیں کہ -

" منشاء آن عناداً از منکران حق است ۰۰۰۰۰ چون دین اسلام به عنایات بیغایات سبحانهٗ به دلیل قوله تعالیٰ اِنّ هذا صراطی مستقیماً (۱) - اظهار یافته و به دلیل قوله تعالیٰ وقل جاء الحق وزهق الباطل (۲) - کارخانهٔ کفر و کافری برهم شد و صلاحیت کارخانهٔ اسلام و نُنزّل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین (۳) - مهیاّ ساخته و وجود پُرجود حضرت رسالت پناهی صلی اللّٰه علیه وسلم برای تکمیل مؤمنان وما ارسلناک اِلاّ رحمة للعالمین (۴) رحمت آیات آمد و هدایت سبحانی مؤمنان را اِنّ عبادی لیس لک علیهم سلطان (۵) - دستگیری کرد خاک بر سر

اس کی منشاء عناداً منکرین حق سے ہے ۰۰۰۰۰ جب دین اسلام اللّٰہ کی عنایات بے غایات سے بدلیل قولہ تعالیٰ "کہ بے شک یہ میری سیدھی راہ ہے" ظاہر ہوا اور بدلیل قولہ تعالیٰ "اور حق آیا اور باطل فنا ہوگیا" کفر کا کارخانہ درہم برہم ہوا اور بدلیل قولہ تعالیٰ "اور قرآن سے ہم نازل کرتے ہیں (ایسے احکام) جوکہ مؤمنین کے لئے شفا و رحمت ہے" - صلاحیت کارخانہ اسلام کو مہیا کیا اور بدلیل قولہ تعالیٰ "ہم نے تمہیں بھیجا ہے مگر مؤمنین کے لئے رحمت" حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے وُجود پُرجود اور ذاتِ رحمت آیات کا ظہور ہوا اور بدلیل قولہ تعالیٰ "کہا اے شیطان) میرے بندوں پر تو غالب

---

(۱) سورۂ الانعام ۶ : ۱۵۳ -
(۲) سورۂ الاسراء ۱۷ : ۸۱ -
(۳) سورۂ الاسراء ۱۷ : ۸۲ -
(۴) سورۂ الانبیاء ۲۱ : ۱۰۷ -
(۵) سورۂ الحجر ۱۵ : ۴۲ -

کافران که حصه نصیب آن بیدولتان
شقاوت پیشه ومن عصیٰ فعلیھا است
در هر دو جهان گرفتاریِ بیدولتان
است " - (١)

نہین هوسکتا " خدا کی هدایت نے مؤمنین کی
دستگیری کی خاک بر سرِ کافران که ان بدبخت
شقاوت پیشه لوگون کا حصه "ومن عصیٰ فعلیھا"
هے اور دونون جہانون مین ان بدبختون کے لئے
(مصیبت مین) گرفتاری هے -

جب اهل عناد دولت هدایت سے محروم رهے تو مسلمانون کی عداوت و مخالفت کو اپنا پیشه بنایا اور اپنی ساری همت اسی پر صرف کرکے مذهب اسلام کے خلاف مهم کا آغاز کیا - اسلام کے خلاف کتابین لکھین اور اس طرح جہنّم کے عذاب کے مستحق هوگئے - لکھتے هین -

از شامتِ شقاوت پیشگی با دین متین
مزاحمان مخالفان کافران مایوسان رحمت بسیاری
جوڑها عناداً و فساداً به مناقشه با اهل اسلام
درپیش آمدند و همهائی خود بر آن باختند و در
مخالفه و عداوت پیشگی کتابهائی ساختند لکن
جون فضل ایزدی شامل حال بندگان دستگیری
کرد نگذاشت که از راه روند ..... و بندگان
را چیزی آموخته که جگر هائی کافران ازان سوخته
همگی رخته به جهنّم بردہ و می برند - (٢)

شامت بدبختی کی بناء پر کافر مخالفین جو
خدا کی رحمت سے مایوس هین از راه عناد و فساد
اهل اسلام کے ساتھ مناقشه کے لئے آگے بڑھے
اور اپنی همت اسی پر صرف کی اور مسلمانون کی
مخالفت مین پیشگی کتابین لکھین مگر جب خدا
کے فضل و کرم نے اپنے بندون کی دستگیری کی
اور ان کا شامل حال رها کسی نے بے راه روی
اختیار نه کی .... اپنے بندون کو وه کچھ
سکھایا جسے دیکھ کر کافر جل بھن گئے - سب
جہنّم مین گئے اور جارہے هین -

---

(١) المعالی ورق ١٠ - ١١
(٢) " " ١٢

فرماتے ہین کہ اس قسم کی کتابون کے ذریعے مسلمانون کے عقائد کو کمزور کرنے اور شکوک و شبہات مین مبتلا کرنے کی مسلسل کوشش کی گئی اور نت نئے پیچیدہ مسائل کو چھیڑ کر تردد و تذبذب کی فضا پیدا کی گئی۔ فلاسفہ کے بے بنیاد عقائد کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ:

"در مقابل جمیع عقائد اسلامیان تردیدات و تشکیکات انداختند و آن بحث ذات و صفات و بحث افعال و اسماء و بحث کلام آوردند ازین است که خواندن علم کلام ممنوع گفته اند و بحث در تشبیه و مشبهه و مجسّمه می کنند که او سبحانهٗ عز شانهٗ را جوهر گویند و از اطلاق شیئیه انکار آرند ۰۰۰۰ و همچنان مبحث ملائکه و مبحث انبیاء و رسل و مبحث معراج و مبحث میزان و صراط و دوزخ و جنت و حور و قصور و خلود و نعیم و انفاس اهل جنت و استواء علی العرش و لقاء او سبحانه جل و علی چون بر بیدولتان معرفت آن دشوار آمد بحث به تعویض در پیش آوردند بعده پس مبحث کائنات برپا نمودند که بعضی اشیاء را اوهام گویند و بعضی لا ادریه شدند و بعضی عندیه کائنات را تابع اعتقاد دانستند چنانچه از عقائد سوفسطائیه این معنی روشن است و نیز آن بیدولتان احداث مبحث جبر و قدر و نفی خیر

مسلمانون کے تمام عقائد کے مقابلہ مین شکوک و شبہات کو ہوا دی اور خدا کی ذات و صفات افعال و اسماء اور کلام مین بحث و کرید شروع کی یہی وجہ ہے کہ علماء علم کلام کو ممنوع قرار دیتے ہین ۔ اور تشبیہہ و تجسیم کی بحث چھیڑتے ہین کہ اللہ سبحانہٗ کو جوہر کہتے ہین اور شیئیت کے اطلاق سے انکار کرتے ہین ۔ اوراس طرح ملائکہ انبیاء و رسل معراج میزان صراط دوزخ جنت حور قصور خلود نعیم انفاس اہل جنت استواء علی العرش اور لقاء خداوندی مین چون و چرا کرتے ہین اور جب ان بدبختون کے لئے ان (حقائق مذکورہ) کا جاننا مشکل ہوا تو انکار و تعویض پر اتر آئے پس کائنات کی بحث کا آغاز کیا بعض اشیاء کو اوہام سے تعبیر کرتے ہین ۔ بعض " لاادریہ " ہوگئے اور بعض " عندیہ " ہوکر کائنات کو تابع اعتقاد سمجھنے لگے چنانچہ سوفسطائیون کے عقائد سے یہ

و شر و قدم عالم بالنوع و قدم طبع جائز
آورده قائل هیولی و صورت گشتند و انکار از
ترکب جزء لا یتجزی آوردند و بعضی منکر جنّ
و ملائکه چیزها گفتند و تخلیق افعال العباد
من العباد نمودند و در حل و حرمت ماکولات و
و مشروبات کذا و کذا گویند و حجت خرق و
التیام در معراج آرند و در وسعت بهشت و
علوم الهیه و ما سوی ذلک جزئیات هذا الفن
موشگافی در تردید و تشکیک می اندازند خداوند
تعالی حافظ و ناصر مومنان از فتنهٔ این ها
نگهدارد ـ (۱)

حقیقت صاف روشن ہے ـ اور عجز وہ بدبخت
احداث جبر و قدر نفی خیر و شر ، قدم
عالم بالنوع اور قدم طبع کو جائز کہنے
لگے ہیولی اور صورت کے قایل ہو گئے اور جز
لا یتجزی کا انکار کیا اور بعض جنّ و ملائک
منکر ہوئے اور تخلیق افعال العباد من العباد
کے قائل ہوئے اور ماکولات و مشروبات کے حل و
حرمت کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور معراج
کے سلسلہ میں خرق و التیام کی دلیل پیش
کرتے ہیں اور بہشت کی وسعت اور علوم الٰہیہ
اور اس فن کے دیگر جزئیات میں شکوک و
شبہات پیدا کرتے ہیں خداوند تعالی مومنین
کا حافظ و ناصر ہو اور ان کو ان فتنوں سے
محفوظ و مامون رکھے ـ

مصنف فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ تمام علوم فلسفیہ وہم و خیال پر مبنی ہیں
لہٰذا اس کے علمبردار دولت استقامت اور حلاوت ہدایت سے محروم رہے ہیں ـ

" خود او شان اشاعهٔ علوم وهمیه
در پیش کرده اند بعضی اشراقین و بعضی
خود را مشائین نامند و قواعد علمی شان علوم

خود وہ علوم وہمیہ کے پیچھے پڑ گئے ہیں بعض
اپنے آپ کو اشراقیین اور بعض اپنے آپ کو مشائین
کے نام سے یاد کرتے ہیں اور ان کے قواعد علمی

---

(۱) المعالی ورق ۱۱ ـ

هیئت فلکی است که منازل افلاک و کواکب سیارہ و ثوابت و سیر کواکب فوق السماء و تحت الارض و گردش فلک و قواعد تثلیث و تربیع و تسدیس و امثال ذٰلک من قواعد القرآن فیما بین النجوم و بحث فیما بین العناصر و ہوا و خلاء و ملاء و حیوان و انسان و معادن و جبال و ابحار و امطار و اشجار و ریاح و ماسویٰ ذٰلک من علومہم مشغول ساختہ کہ نہ دران ذکر دین است و نہ حصول یقین است ازین است کہ اجلہ ازعلماء علوم فلسفیہ گرچہ خود را اسلامیین خوانند لکن حلاوت دیانت و حصول استقامت اصلاً نہ دارند صدق آنہا در تردید است استقامت ازکجا آرند " ۔[1]

علوم ہیئت فلکیات ہیں ۔ کہ افلاک و کواکب اور سیارات و ثوابت کے منازل ، سیر کواکب فوق السماء اور تحت الارض ، گردش فلک ، قواعد تثلیث و تربیع و تسدیس اور اس قسم کے دیگر مباحث سے قرآنی نجوم و عناصر و ہوا وخلاء و ملاء و حیوان ، انسان ، معادن ، جبال ابحار ، امطار ، اشجار اور ریاح وغیرہ دیگر مباحث میں مصروف رہتے ہیں ۔ کہ نہ تو ان مباحث میں دین کا ذکر ہے اور نہ حصول یقین یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فلاسفہ اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن حلاوت دیانت اور حصول استقامت سے یکسر عاری ہیں ۔ ان کی صداقت مشکوک ہے استقامت وہ کہاں سے لائیں گے ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ بارہویں صدی ہجری میں فلاسفہ کی فلسفیانہ موشگافیوں کو انتشار و انقلاب عقائد کا اصل سبب بتاتے ہیں ۔ کیونکہ جب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو قرآن و حدیث کا کما حقہٗ علم نہ ہونے کے باعث شکوک و شبہات کے گرداب میں پھنس کر اپنی عمر گرانمایہ کو ضائع و برباد کر دیتے ہیں ۔ لکھتے ہیں ۔

" در سنہ یک صد و پنجاہ و ہشت | ۱۱۵۸ھ ـ ۱۷۳۵ء میں ایسے گوناگون تغیرات

---

(۱) المعالی ورق ۱۱ ۔

(۱۱۵۸ھ - ۱۲۳۵ھ) آثار گوناگون و روزگار بوقلمون بظہور آمد کہ آناً فآناً نوع نوع چیز ھا سرزد انقلاب در عقائد صریح گشت خصوصاً فتنہائی ابحاث علمی پر وسواس تردید اداختند و تقلیب در قواعد مذاھب کثیرالوقوع پیدا شد وکتابہائی معتبرہ مخلوط و مملو شدہ از مخترعات ناشائستہ و افتراء بداندیشان و خرافات و دلائل زنادقہ و ملاحدہ بہ مثل و یاوہ ازخود تراشی بر فساد عقائد شائع شدہ اکثر طلاب نو آموز از سبب کم علمی و عدم اطلاع بر حقیقت آیات و حدیث سبب تضییع اوقات شدہ ایام عزیزہ خود را صرف بر آن شغل داشتہ ۔ (۱)

پیدا ہوئی کہ آناً فاناً قسم قسم کی چیزیں سرزد ہوئیں اور عقائد میں صریح انقلاب آیا خصوصاً شکوک و وساوس سے لبریز علمی مباحث کے فتنے شروع ہو گئے اور قواعد علمی میں رد و بدل رونما ہوا اور معتبر کتابیں بدخواہوں اور معاندین کے ناشائستہ افترا پردازیوں اور زنادقہ اور ملاحدہ کے عجیب و غریب دلائل سے بھر گئیں (جن کی وجہ سے) عقائد میں فساد برپا ہوا اور اکثر نو آموز طلباء کم علمی اور آیات و حدیث کی حقیقت پر عدم اطلاع کے سبب اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور اپنی عمر گراں مایہ اسی شغل میں برباد کرتے ہیں ۔

آپ نے اس خیال کو بھی مسترد کیا ہے کہ قرآن و سنت کے علم کے حصول کے لئے فلسفہ اور علم کلام کی تحصیل مفید ہے ۔ فرماتے ہیں کہ یہ ایک خیالِ خام ہے اور طالب علم کے قواعد و ضوابط کے سراسر منافی ہے کیونکہ اکثر سادہ لوح طلباء صحیح و سقیم میں امتیاز کی استعداد نہ رکھنے کے سبب شکوک و شبہات کے سیلِ متلاطم میں ایسے بہہ جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر ان کے لئے ساحلِ نجات پر پہنچنا محال ہو جاتا ہے ۔

---

(۱) المعالی ورق ۸ ۔

رکھتی ہیں ۔

" لوح سادہ لوحان رنگین به عقائد ناماسب گشته نادم حیات به ساحل نجات نه رسند بلکه اللہ نو آموز بوالہوسان چون چشم تمیز نه داشتند و حق را از باطل جدا نمی توان کرد ہر سواد و بیاض را خط صحیح دانند و ہر جاہل و لاتراشیدہ را از جملہ اہل فضل خوانند در مفسدہ عظیم و در مہلکہ جسیم افتادہ و عقائد ناموجہہ را دین و آئین دانستہ صحیح و سقیم بہ بیچارگان نو آموز یکسان گشتہ گرچہ صادق العہد عالی ہمتان دامن علم را محکم گرفتہ اند و جویندگان عقیدۂ سلیم اند و گریزان از عقائد سقیم اند صرف ایام به امید راہ نجات و رفع درجات مظفر اخروی نمایند لیکن از قواعد و ضابطۂ طلب منحرف شدہ به فتنہ رجماً بالغیب روی به کتب حکمائیہ و دہریہ آوردہ اند " (۱)

ان سادہ لوح مسلمانوں کی لوح ذہن پر رنگارنگ نامناسب عقائد نقش ہوکر نادم حیات نجات نصیب ہونے سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ بلکہ نوآموز و بوالہوس طلباء ، امتیاز کی اہلیت نہ رکھتے ہوئے ، ہر کتاب کو صحیح سمجھتے ہیں اور ہر کندۂ ناتراش کو عالم و فاضل خیال کرتے ہیں ۔ ایک عظیم فساد و ہلاکت کے شکار ہوگئے کیونکہ ان کے بےبنیاد عقائد کو دین و آئین مان کر صحیح وسقیم کو بےچارے یکساں تصور کرنے لگے ہیں ۔ اگر عالی ہمت ، صادق العہد دامن علم کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور عقائد سقیمہ سے احتراز کرتے ہیں اور اپنی عمر راہ نجات اور رفع درجات کے حصول کی امید میں صرف کرتے ہیں مگر قواعد اور ضابطۂ طلب سے منحرف ہوکر رجماً بالغیب فتنہ میں مبتلا ہو کر حکمائیہ اور دہریین کی کتابوں کی طرف متوجہ ہوئے ہیں ۔

---

(۱) المعانی ورق ۸ ۔

فرماتے ہیں کہ طلب حق اور حصول علم دین کے سلسلے میں طالب علم کے لئے بنیادی ضرورت یہ ہے کہ اولاً قواعد صحیحہ کے مطابق کلام اللہ کی تلاوت سیکھے کر کسی متقی سلیم الطبع اُستاد سے بقدر ضرورت لفظی ترجمہ سیکھے اور اس کے بعد صرف و نحو اور علم فقہ کا حصول ضروری ہے ۔ لکھتے ہیں کہ :

" اول کلام اللہ را بہ قواعد صحیح دریابد من بعد آن تفاسیر را و من بعد آن تلاوت علم فقہ بہ حصول آرد بلکہ من بعد حصول تلاوت کلام اللہ تعالیٰ ترجمہ قرآنی مقدار تحت لفظی از اُستاد متقی سلیم الطبع بقدر مایحتاج وقوف بمدلول حاصل نماید و بعض قدر ما یحتاج از علم فقہ تا ہدایہ و بعضی شروح کہ سواد علم عربیت من حیث العمل بدست آرد وفیما بین ترجمہ قرآنی و فقہ مذکور کہ صرف و نحو برحصول فقہ روآرد تکمیل آں بوجہ احسن بدست خواہد داد و اگر تا کافیہ و شرح ملا بدست آید غنیمت است غایت الطالب من بعد ترجمہ قرآنی مذکور قواعد صرف و نحو فقہ از جمیع ضروریات امور سلیم است "۔ (۱)

کہ پہلے پہل کلام اللہ کو قواعد صحیحہ کے مطابق سیکھیں اس کے بعد تفاسیر اور علم فقہ حاصل کریں بلکہ حصول تلاوت کے بعد کسی متقی سلیم الطبع استاد سے بقدر حاجت وقوف بمدلول کے مطابق تحت اللفظ ترجمہ سیکھیں اور علم فقہ ہدایہ تک اور بعض دیگر شروح عربی کو پڑھے لیکن اگر ترجمہ اور فقہ کے درمیان میں صرف و نحو سیکھنے کا موقعہ ہاتھ آئے تو حصول فقہ کی تکمیل احسن طریقے پر ہو جائے گی اور اگر کافیہ اور شرح ملا تک پڑھنا میسر ہو جائے تو غنیمت ہے ۔ غایت الطلب ترجمہ کے بعد قواعد صرف و نحو و حصول فقہ دین متین کے جملہ ضروریات میں سے ہے ۔

---

(۱) المعالی ورق ۸ ۔

اس کے علاوہ علوم دینیہ کے جو دیگر جزئیات ہیں آپ ان کے حصول کی بھی ترغیب دیتے ہیں ۔ مگر اس سلسلے میں آپ کا اصول یہ ہے کہ صرف اس چیز کو اپنا مطلوب بنایا جائے ۔ جو انجام کے لحاظ سے مفید اور کارگر ہو ۔ لکھتے ہیں ۔

" و سوائی طلب ازان ہمہ جزئیات علوم دینیہ دریابد طلب چیزی باید کہ درآن سوال آن بروز قیامت از فضل و کرم نجات شدہ آید پس در روز قیامت از علوم منطقیہ و حکمائیہ کہ بعضی دہریہ و بعضی فلاسفہ و بعضی کتب معتزلہ باشد و ما سوائی ذلک من کتب غیر المعمول سوال نہ کردہ خواہد شد و بر حصول آن البتہ کہ سوال کردہ خواہد شد کہ چرا تضییع وقت کردید ۔" (۱)

اس کے علاوہ دیگر جزئیات علوم دینیہ کو حاصل کرنے (مگر) اس چیز کی طلب کرنی چاہئے جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال و جواب ہوگا اور جس کی برکت سے نجات ملے ۔ علوم منطقیہ اور دہری و معتزلہ فلاسفہ کی کی کتابوں کے مطالعہ کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی ، البتہ اگر سوال ہوگا تو یہ کہ کیوں اس میں اپنا وقت ضائع کیا ہے ۔

آپ علم سے زیادہ عمل اور ظاہر سے زیادہ باطن کی صفائی پر زور دیتے ہیں ۔ اس سلسلے میں بزرگان دین کی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" واگر فرصت ایام حیات باشد کتب بزرگان مطالعہ نماید کہ صفائی صدر و کمال یقین را واسطہ است ہر چند کوشد در عمل کوشد بہ ۔" (۲)

اور اگر فرصت حاصل ہوئی تو بزرگان دین کی کتابوں کا مطالعہ کریں جوکہ صفائی صدر اور کمال یقین کے حصول کا ذریعہ ہے جتنی کوشش کی جائے عمل میں کوشش کی جائے ۔

---

(۱) المعالی ورق ۸ ۔ (۲) ایضاً ورق ۸ ۔

علم دین کے حصول کے اصول بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر سواد و بیاض قابل اعتماد نہیں بلکہ دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے صرف ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے جس کے مصنف کا نام اور عقیدہ معلوم ہو ورنہ وہ بازیچہ مفسدہ ہوگا - جسے لائق التفات ہی نہیں سمجھنا چاہئے لکھتے ہیں -

" سندی از اسانید دین متین جویند از کتابی که نام راوی و عقیده اش معلوم باشد من بعد آن کتابش بو اعتبار من حیث العمل در توحید و طاعت حضرت پروردگار عالم و عالمیان معتبر به اعتبار کلیت عمل را شاید و اگر اسم مصنفش نامعلوم است و عقیده فاسده اش نامعقول و مذهبش مجهول است آن کتاب نیست مگر لفظ ایست بی اصل که اعتبار و اعتقاد و انقیاد برآن نه شاید بلکه آن باشد که آن بازیچه مفسده شیطان [illegible] بود چرا که عقائد فاسده و اقوال ناموجه درین زمانه بسیار شدند بسیاری از کتب بی اعتبار گشتند و هر سواد بیاض را کتاب معمول ندانی چرا که هفتاد و دو ملت را نیز کتابها بوده اند به تحقیق تمیز فیما بین المذهب ومشارب هر طالب نوآموز را درکی نیست نه شود که عقیده خودش را برباد دهد "(1) -

دین متین کی دلیل ایسی کتاب سے تلاش کرنی چاہئے جس کا راوی اور اس کا عقیدہ معلوم ہو اس کے بعد وہ من حیث العمل توحید و طاعت کے سلسلے میں وہ معتمد ہے اور بہ اعتبار کلیت لائق عمل ہے اور اگر اس کے مصنف کا نام اور اس کا عقیدہ فاسدہ معلوم نہیں اس کا مذہب مجہول و نامعلوم ہے ایسی کتاب کتاب نہیں بلکہ ایک بے اصل لفظ کے مانند ہے جو کہ اعتبار اعتقاد اور انقیاد کی لائق نہیں اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ شیطانی کھلونا ہو اس لئے کہ اس زمانے میں نامعقول عقائد کی بہتات ہے اکثر کتابیں غیر معتبر ہوگئی ہیں - ہر سواد و بیاض کو کتاب نہ سمجھو اس لئے کہ ۷۲ گروہوں کی بھی کتابیں ہو چکی ہیں - ہر طالب نوآموز میں یہ استعداد موجود نہیں کہ صحیح و غیر صحیح مذہب میں امتیاز کر سکے ایسا نہ ہو کہ عقیدہ

(1) المعالی ورق ۱۰ -

علمِ دین کے حصول کے اصول بتلاتے ہوئے فرماتے ہین کہ ہر سواد و بیاض قابل اعتماد نہین بلکہ دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے صرف ان کتابون کی طرف رجوع کرنا چاہئے جس کے مصنف کا نام اور عقیدہ معلوم ہو ورنہ وہ بازیچہ مفسدہ ہوگا ۔ جسے لائقِ التفات ہی نہین سمجھنا چاہئے لکھتے ہین ۔

" سندی از اسانیدِ دینِ متین جویند از کتابے کہ نامِ راوی و عقیدہ اش معلوم باشد من بعد آن کتابش بُر اعتبارمن حیث العمل در توحید و طاعت حضرت پروردگار عالم و عالمیان معتبر بہ اعتبار کلیّت عمل را شاید و اگر اسم مصنّفش نامعلوم است و عقیدہ فاسدہ اش نامعقول و مذہبش مجہول است آن کتاب نیست مگر لفظ ایست بے اصل کہ اعتبار و اعتقاد و انقیاد برآن نہ شاید خوف آن باشد کہ آن بازیچہ مفسدہ شیطان خواہد بود چرا کہ عقائد فاسدہ و اقوال ناموجہہ درین زمانہ بسیار شدند بسیاری از کتب بے اعتبار گشتند و ہر سواد بیاض را کتاب معمول ندانی چرا کہ ہفتاد و دو ملت را نیز کتابہا بودہ اند بہ تحقیق تمیز فیما بین المذہب ومشارب ہر طالب نوآموز را درکی نیست نہ شود کہ عقیدہ ضد مزیۃ را برباد دہد "۔(۱)

دین متین کی دلیل ایسی کتاب سے تلاش کرنی چاہئے جس کا راوی اور اس کا عقیدہ معلوم ہو اس کے بعد وہ من حیث العمل توحید و طاعت کے سلسلے مین وہ معتمد ہے اور بہ اعتبار کلیت لائق عمل ہے اور اگر اس کے مصنف کا نام اور اس کا عقیدہ فاسدہ معلوم نہین اس کا مذہب مجہول و نامعلوم ہے ایسی کتاب کتاب نہین بلکہ ایک بے اصل لفظ کے مانند ہے جو کہ اعتبار، اعتقاد اور انقیاد کی لائق نہین اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ شیطانی کھلونا ہو اس لئے کہ اس زمانے مین نامعقول عقائد کی بہتات ہے اکثر کتابین غیر معتبر ہوگئی ہین ۔ ہر سواد و بیاض کو کتاب نہ سمجھو اس لئے کہ ۷۲ گروہون کی بھی کتابین گزر چکی ہین ۔ ہر طالب نوآموز مین یہ استعداد موجود نہین کہ صحیح و غیر صحیح مذہب مین امتیاز کر سکے ایسا نہ ہو کہ عقیدہ

---

(۱) المسالی ورق ۱۰ ۔

عزیزہ کی بربادی کا موجب بنے -

آپ نے فلسفہ کی کتابوں کے مطالعہ کی نہایت شدت کے ساتھ مخالفت کی ہے - فرماتے ہیں کہ یونانی فلسفہ کی کتابوں کے مطالعہ اور درس و تدریس سے بجز ضرر اور نقصان کے کسی منفعت کی کوئی امید نہیں ہوسکتی - قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے کفار کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا مسلمانوں کی بے حسی اور بے غیرتی کی علامت ہے - لکھتے ہیں کہ :

" دروقت نزول قرآن کفار از یہود و نصاریٰ و صابئین و مجوس مزاحمین و مخالفین بودند من بعد آن دھریہ و فلاسفہ زاید آمدند در دیانت و امانت جوفہا می زنند و بہ آیات قرآنی مزاحمت دارند پس کسی کہ مزاحم و مخالف کلام اللہ است آن دشمن خداوند تعالیٰ کافر است بہ کافران چہ موافقت و از کتب آنہا چہ منفعت .... حیف ہزار حیف کہ مؤمنان صالح بے غیرت شدہ کتابہائی کفار را مطالعہ می نمایند باوجود آنکہ کتب دینیہ از عجائب ملک و ملکوت خبردارند وکوتاہی درین هیچگہ نیاوردہ اند " (۱) -

نزول قرآن کے وقت یہود و نصاریٰ اور صابئین و مجوس مخالف و مزاحم تھے اس کے بعد دھریہ اور فلاسفہ آئے کہ قرآن کی دیانت اور امانت میں گفتگو کرتے ہیں اور آیات قرآنی کی مخالفت کرتے ہیں - پس جو کوئی کلام اللہ کا مخالف ہے وہ دشمن خدا کافر ہے - کفار کے ساتھ کیا موافقت ہوگی اور ان کی کتابوں سے کیا منفعت حاصل ہوگی .... افسوس ہزار بار افسوس کہ مؤمنین صالحین بے غیرتی کا شکار ہوگئے کفار کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اور درآنحالیکہ دینی کتابیں ملک و ملکوت کی عجائبات سے آگاہ کرتی ہیں اور اس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے -

---

(۱) المعالی ورق ۹ -

فرماتے هین که جو لوگ ان عقائد فاسده کے علمبردار هین وه خدا کی درگاه مین مردود هین - پس جو اسی قسم کے عقائد و اقوال کی پیروکاری کا دعویٰ کرتے هین وه کس طرح خدا کی رحمت کے مستحق اور خدا کی درگاه مین مقبولیت کے امیدوار هوسکتے هین -

" معلوم باد که خوانندهٔ علوم فلسفیه و دهریه و تناسخه و ماسوی ذٰلک من المنکرین بے وقار و بے اعتبار و سفیه روزگار و به نزد صلحاء هیچ کار و بے مدار در دین سست و در رغبت دنیا چست بے صبر و بے توکل گردِ اهل دنیا و در کوچهٔ اهل دنیا طواف کنان بحاجت کننده کفاف خوش آمد گوئی دنیاجوئی خواهد بود چونکه در کتب نا اهلان علامت دین و یقین نیست که استقامت گیرند و منظر رحمت شوند پس مقتدایان این علوم و قاری نبوده است در درگاه او سبحانهٗ عزّ شانهٗ چه دران درگاه مردود اند پس [uncertain] کسے که عاقل بر اقوال آنها باشد چگونه مقبول خواهد بود " (1)

معلوم رهے که ملحدینؔ فلاسفه ؔاور اهل تناسخ وغیره بے وقار و بے اعتبار سفهاءِ روزگار صلحاء کے نزدیک بے مدار دین کے کام مین سست اور دنیا کے کامون مین چست - بے صبر و بے توکل - دنیا پرست - دنیاجو اور خوش آمد کرنے والے هوتے هین چونکه ان نا اهلون کی کتابین دین ویقین کی علامت سے خالی هین تاکه ان کی وجه سے استقامت حاصل کی جائے اور رحمت نازل هو پس ان علوم کے پیشوا خدا کی درگاه مین بے وقار رهے هین - مردود هین - تو جو کوئی ان کے علوم کی پیروی کرے گا وه کس طرح مقبول هوگا -

فرماتے هین که جس ملک کے باشندے ان عقائد فلسفیه کی طرف راغب هوکر ان کے حصول کے پیچھے پڑتے هین خداوند تعالیٰ ان کو گوناگون آفات و بلیات مین مبتلا کر دیتا هے - لکھتے ہیں کہ

(1) العمالی ورق ۹ -

در هر ملک که دستور این علم شائع گردد و اهل آن دیار بر آن راغب شدند من کل الوجوه بحصول آن متوجه گردند و آن ملک ملک مسلمانان باشد آفتهائی آسمانی بر ساکنان آن دیار نازل خواهند شود و از طائفه کافران اند خود وقود النّار هستند فاحذر ایّها العاقل فاحذر من کتب الخالفین فاحذر"۔ (۱)

جس ملک میں یہ علم رائج و شائع ہوجائے اور اس ملک کے باشندے اس کی طرف مائل ہوجائیں اور من کل الوجوہ اس علم کے حصول کی طرف متوجہ ہوجائیں اور وہ ملک مسلمانوں کا ملک ہو اس ملک کے باشندوں پر آسمانی آفات و مصائب نازل ہوں گی طائفہ کفار میں شمار ہونگے اور جہنّم کا ایندھن ہیں ۔ فاحذر ایحا العاقل فاحذر من الکتب المخالفین فاحذر ۔

---

(۱) المعالی ورق ۹ ——

یہ ایک متفق علیہ امر ہے کہ ارسطو فلسفہ اور علم منطق کا بانی ہے اور سب سے پہلے اس نے اس علم کی تدوین کی ہے ۔فلسفہ کی کتابیں چونکہ ابتداء میں عام طور پر متداول نہ تھیں لہٰذا صرف خاص خاص کتب خانوں تک محدود رہیں ۔اس قسم کا سب سے بڑا کتب خانہ دولتِ سامانیہ کے پاس موجود تھا اور فلسفۂ ارسطو کا مقلد بوعلی سینا اسی کتب خانے کا خوشہ چین تھا ۔مگر یہ کتب خانہ بھی بوعلی سینا ہی کے زمانے میں نذرآتش ہوکر خاکستر ہوگیا ۔اور اس طرح گویا کہ فلسفۂ ارسطو کا تمام اصل سرمایہ اسکی زندگی ہی میں محو ہو گیا تھا ۔

اس کے بعد بوعلی سینا نے خود فلسفہ پر قلم اٹھایا اور اس کی ہر شاخ پر نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں جو بعد میں تمام دنیا میں پھیل گئیں ۔عباسیوں کا دور آیا تو عباسی خلفاء نے یونانی کتابوں کے ترجمے کرائے اور جس وقت امام غزالی فلسفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو یہی سرمایہ ان کے ہاتھ آگیا ۔جسے امام موصوف نے نصاب تعلیم میں داخل کیا اور اس وقت سے یہ فن عام طور پر رواج پا گیا ۔

مسلمانوں میں ابتداء ہی سے ایک گروہ ایسا موجود تھا جس نے فلسفۂ ارسطو کو مسترد

بت تراشی اور تصویر کشی

بت تراشی' جاندار ذی روح چیزوں کی تصویر سازی یا ایسی تصاویر کے استعمال کو شریعت اسلام نے حرام قرار دیا ھے - حضرت میاں صاحب چمکنیؒ (۱) نے بت پرستی کے آغاز اور بتان خمسہ یعنی "ود" "سواع" "یغوث" اور "یعوق" اور "نسر" کے رواج پر مفصل گفتگو فرمائی ھے - اور صور اشکالیہ کی جانب میلان و محبت کو بت پرستی اور اکثر اقوام سابقہ کی تباھی کی بنیاد قرار دیا ھے - بت تراشی اور نقاشی سے کلی اجتناب کی تلقین کرتے ہوئے آپ لکھتے ھین کہ :

= کر دیا تھا - رفتہ رفتہ یہ اختلاف زور پکڑتا گیا یہان تک کہ علامہ ابن رشد - یحیٰی نحوی ابوعلی جبائی - حسن بن موسی نوبختی اور علامہ شہرستانی جیسے نامور فلاسفہ نے اس کے رد مین معرکۃ الآراء کتابین لکھین -

چھٹی صدی ھجری مین یہ مذاق عام ہوگیا - فلسفہ یونان کی مخالفت مین نہایت کثرت سے کتابین لکھی گئین جن مین ابوالبرکات بغدادی شیخ الاشراق اور امام رازی کی تصنیفات خاص طور پر قابل ذکر ھین - ان حضرات نے دلائل و براھین کے ذریعے فلسفہ ارسطو کے اکثر مسائل کو غلط ثابت کردیا اور بالخصوص حضرت امام رازی نے فلسفہ کے ساتھ جو سلوک کیا اور جس طرح اس کی دھجیان اڑا دین وہ فلسفہ کے کسی طالب سے پوشیدہ نہین آخر مین علامہ ابن تیمیہ آئے جنھون نے اپنے تبحر علمی اور زور بیان کے بل بوتے پر ایسا رد کردیا کہ اس کی رھی سہی عزت بھی خاک مین مل گئی - علامہ موصوف فلسفہ ارسطو کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ھین کہ : " ارسطو کا یہ حال ھے کہ الٰہیات مین اپنے کلام کی بنیاد ان مقدمات پر قائم کرتا ھے جو بالکل لغو اور بظاھر فریب ھین " -

دوسری جگہ لکھتے ھین -

" ھم کو اس مین نزاع نہین ھے کہ متکلمین کے اکثر اقوال لغو ھین لیکن اگر انصاف اور حق پسندی سے کام لیا جائے اور معلم اول (ارسطو) کے کلام کا ان متکلمین سے مقابلہ کیا جائے جو مسلمانون کے نزدیک بدترین متکلمین ھین (یعنی معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ) تو صاف معلوم ہوجائے گا کہ ارسطو وغیرہ ان متکلمین کی بہ نسبت بہت زیادہ جاھل ھین - ==

" بت‌تراشی و نقاشی از استادی بر همان بن الییبر بن جان بن الجان بن مارجه که مارجه از نار است بدان این است اختراع بتان تصویر صور بت نما که الیوم مردم بران الفته میگوند و آن را تماشای عجائب و غرائب می دانند این نیست مگر مشرب سفهاء احتراز از این اولیٰ است " - (۱)

بت تراشی اور نقاشی کا استاد برهمان بن الییبر بن جان بن الجان بن مارجه اور مارجه آگ سے پیدا هے سمجھو - یهین سے بتون اور تصاویر بت نما کا اختراع هوگیا هے - اور آج لوگ اس کو پسند کرتے هین اور اس کو لغدعجائب و غرائب کا تماشه سمجھتے هین - یه بے وقوفون کا مسلک هے اور اس سے اجتناب کرنا اولیٰ هے -

دوسری جگه بت تراشی اور تصویر کشی کی مذمت کرتے هوئے فرماتے هین که :

" زنهار ای مسلمانان زنهار ترغیب بر صور اشکالیه نه نمائید و رغبت بران ندارید که پیشینیانرا همین هیئت شکلی طوق لعنت شده به دوزخ کشید و در عتاب قوله تعالیٰ اتعبدون من دون الله مالا ینفعکم ولا یضرکم انداخته پس نه شود که در روز قیامت در جمیع صورت پرستان بحکم من تشبه بقوم فهو (۲)

اے مسلمانو! هوشیار رهو صور اشکالیه کی ترغیب نه دو اور نه خود اس کی طرف میلان رکھو کیونکه گذشته لوگون کے لئے یهی هیئت شکلی طوق لعنت بن کر جهنم رسید هوگئے اور الله کے معتوب هوگئے - ارشاد باری تعالیٰ هے که کیا توان کی عبادت کرتے هو جونه تمهین نفع دے سکتے هین اور نه نقصان ایسا نه هو که

= (ملخصاً ماخوذ از مقالات شبلی ج ۷ طبع اعظم گڑھ ۱۹۳۸ء) -

* * * * * * *

= (۱) ملاحظه هو فتح الباری کتاب اللباس ج ۱۰ -

ایضاً تصویر کے شرعی احکام از مولانا مفتی شفیع کراچی ۱۹۶۳ء -

* * * * * * *

(۱) المعالی ورق ۶۸ -

(۲)

(۱) منهم گرفتار شده آید فافهم جداً واغتنم۔

(۲) قیامت کے دن تصویر پرستوں میں شامل ہوجاؤ کیونکہ اللّٰہ تعالیٰ کا حکم ہے " من تشبہ بقوم فھو منھم " فافہم جداً واغتنم ۔

اہل قبلہ کے بارے میں ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اہل قبلہ کے بارے میں ایک شبہ اور اس کے ازالہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ بعض فرقوں کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ چونکہ اہل قبلہ ہیں اس لئے ان کو اسلام سے خارج نہیں کرنا چاہئے ۔حضرت میاں صاحب چمکنی اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

ماہان نیز حکم کفر و کافری و خروج از اسلام و نسبت بیہائیت بہ اہل قبلہ نہ کردہ ایم و نہ بہ معتزلہ این نسبت داریم اگر چہ اہل اعتزال اند لکن چون اہل قبلہ گفتہ می شود این چنین ناشائستگی بہ اہل قبلہ کے روا داریم و اگر از سر انصاف بنگرید کسے کہ منکر صفات علیا باشد آن منکر کلام اللّٰہ و کلام اللّٰہ صفت حق است و صفت حضرت حق قدیم است۔پس آن منکر بچہ عنوان نسبت بہ اہل قبلہ دارد کہ دلیل بر حقیقت قبلہ قولہ تعالیٰ وَجعلنا القبلۃ التی کنت علیھا

ہم نے بھی اہل قبلہ ان کے کفر اور اسلام سے خارج کر دینے کا حکم نہیں کیا ہے اور نہ بہائیت کی نسبت ان کی طرف کی ہے ۔اور نہ معتزلہ کے بارے میں ایسا کہتے ہیں اگرچہ اہل اعتزال ہیں لیکن چونکہ اہل قبلہ میں شمار کئے جاتے ہیں تو اہل قبلہ اس قسم کی ناشائستگی منسوب کرنا کیوں جائز سمجھیں اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو جو کوئی کہ صفات علیا کا منکر ہے وہ کلام اللّٰہ کا منکر ہے اور کلام اللّٰہ خدا کی برحق صفت ہے اور خدا کی صفت قدیم ہے پس منکر کلام اللّٰہ کس طرح اہل قبلہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ قبلہ تو اللّٰہ کے کلام وجعلنا القبلۃ التی کنت

(۱) مشکوۃ شریف کتاب اللباس ۔الفصل الثانی ۔

(۲) المعالی ورق ۴۱ ۔

(۱) است - پس اگر منکر کلام اللہ است کافر نیست پس هیچ کس در جهان کافر نیست فقط ۰۰۰۰۰	علیها ـــ سے ثابت ھے - پس اگر کلام اللہ کا منکر کافر نہین پس دنیا مین کوئی بھی کافر نہین فقط ۰۰۰
منکران کلام اللہ از کفر خارج نیند خواہ معتزلہ خواہ نیک و خواہ بد" (۲) -	کلام اللہ کے منکر دائرہ کفر سے خارج نہین خواہ معتزلہ ہون خواہ نیک و خواہ بد -

عقیدہ تجدد امثال

عقیدہ تجدد امثال کے رد مین آپ فرماتے ھین کہ اہل تناسخ کے نزدیک ایک سال مین بارہ سورج نکلتے ھین - یعنی پہلا آفتاب مٹ جاتا ھے اور ویسا ھی دوسرا آفتاب نکل آتا ھے - پس اس کی دو صورتین ہوسکتی ھین - اول یہ کہ پہلے سورج کی موجودگی مین دوسرا سورج نکل آیا حالانکہ یہ جھوٹ ھے - کیونکہ دنیا کو وجود مین آئے ہوئے مدتین گزر چکی ھین - پس آسمان کو آفتابون سے پر ہونا چاہئے تھا - حالانکہ ایسا نہین ھے - مگر ایک سورج اور ایک چاند جن کو تمام خاص و عام اور عاقل و جاہل مشاہدہ کرتے ھین - دوم یہ کہ پہلے آفتاب کے غائب ہونے کے بعد دوسرا آفتاب نمودار ہوا تو یہ بھی سراسر غلط ھے - کیونکہ قرآن مجید مین صرف ایک آفتاب اور ایک مہتاب کا ذکر آیا ھے - اللہ تعالی کا ارشاد ھے -

والشمس والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم -

پس جہان تک تعداد کا تعلق ھے وہ تعداد منازل ھے نہ کہ تعداد شمس و قمر -

اصحاب فکر سلیم کے لئے یہ معاملہ قابل غور ھے کیونکہ نہ تو قرآن مجید مین تجدد امثال کے اثبات مین کوئی آیت وارد ہوئی ھے نہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کہین اس کا ذکر کیا ھے - اور نہ صحابہ کرام ائمہ دین اور علماء حقانی نے اس کو جائز سمجھا ھے - پس حیرت و تعجب

---

(۱) سورہ البقرہ ۲ : ۱۲۳ -
(۲) المعالی ص ۱۹۲ - ۱۹۳ -

تعجب ہے ان لوگوں پر جو ایک طرف تو دین اسلام کا دم بھرتے ہیں اور دوسری طرف تجدد امثال کے قائل ہیں -

فاحذر ایھا العاقل من ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ فاحذر - (۱)

جھوٹی سیادت کے دعویدار اور حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کی رائے

جیسا کہ ہر دور میں ہوتا ہے حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے دور میں بھی ایسے نام نہاد سیدّ موجود تھے جو سیادت اور اہل بیت ہونے کا دعوٰی کرتے تھے - مگر اس کے باوجود منہیات اور خلاف شرع امور کا ارتکاب کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہمارے سب گناہ معاف ہیں - آپ فرماتے ہیں کہ سادات کی شایانِ شان یہ ہے کہ وہ تمام ناشائستہ امور سے اجتناب کریں کیونکہ وہ تب قابل تقلید اور لائق احترام ہیں کہ وہ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش و قدم پر چل کر عملی نمونہ پیش کریں اور جو سیادت کے دعویدار ہوتے ہوئے سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کریں وہ سیادت کا دعوٰی کیسے کر سکتے ہیں - فرماتے ہیں کہ -

مایان کہ پس روان پیغمبر خود ایم آنچہ پیغمبر ما آنچہ دل پرور ما و جان پرورما و بہ حق رہبر ما کردہ اند و فرمودہ اند بہ جان و دل پیروآن کوشیم پس کسانیکہ دعویٔ سیادت پناہی دارند - مصرع

بچہ شیر ہم شیر بود

جون حضرات انبیاء بہ گذاشتن ناشائستگیہا معصوم بودہ اند - پس کیکہ دعوی اہل بیتی

ہم اپنے پیغمبر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو ہیں جو کچھکہ ہمارے پیغمبر - ہمارے دل پرور ہمارے جان پرور اور راہبر حق نے کیا ہے اور فرمایا ہے جان و دل سے اس (کی تکمیل) کے لئے کوشش کریں گے پس جو کوئی کہ سیادت کا دعوٰی کرتا ہے تو "بچہ شیر ہم شیر بود" کے مصداق (اسے بھی پیغمبر کے اخلاق سے متصف ہونا ضروری ہے) چونکہ انبیاء علیہم السلام ناشائستہ امور کے ترک

(۱) المعالی شرح امالی (قلمی) ص ۳۸۲ -

دارد گذاشتن عصیان من کل الوجوہ از دل و جان از حواس و اعضاء سبب عصمت ایشان است نہ کہ ہر چہ کنند ایشان معصوم اند بلکہ عصمت ایشان تبعی است و شرعی است و متابعت نبوی است نہ بہ خود روی فافہم جداً واغتنم ۔(۱)

کرنے کی وجہ سے معصوم ہوئے ہیں پس جو کوئی کہ اہل بیت ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے تو گناہ کو من کل الوجوہ یعنی دل و جان اور حواس و اعضاء سے ترک کرنا ان کی عصمت کا سبب ہے نہ یہ کہ جو کچھ وہ کریں گے وہ معصوم ہیں (ان کو کرنے کی اجازت ہے) بلکہ ان کی عصمت تبعی ہے اور شرعی ہے ۔ متابعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے نہ کہ خود روی کی بناء پر فافہم جداً واغتنم ۔

گناہ و عصیان بدبختی ، بے شعوری ، بے اعتباری ، پیغمبر سے دوری اور شیطان لعین سے قربت کا سبب ہے ۔ اور اس کا ضرر و نقصان عقل و نقل دونوں سے ثابت ہے ۔ پس سادات سے ایسے امور کے ارتکاب کی توقع کیونکر ہو سکتی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ ۔

حرام خوری و مردار خوری خوئی سگان است پس باید دید کہ مردارخور چہ قدر بے وقار است و دیگر شراب خوری است کہ زوال عقل بےہوشی و مدہوشی و خرابی و شرمندگی و پراگندگیست و بدخوئی و بدبوئی است کدام شراب خور خوشگوار است و دیگر زناکار کہ ازین سفیہ تر کسی

حرام خوری اور مردار خوری کتوں کی خصلت ہے پس دیکھنا چاہئے کہ مردار خور کتنا بے وقار ہے ۔ دوسری چیز شراب خوری ہے کہ زوال عقل ، بےہوشی ، مدہوشی ، خرابی، شرمندگی اور پراگندگی سے عبارت ہے اوربدخوئی اور بدبوئی ہے کونسا شراب خور خوشگوار ہے ۔ اور تیسرا زناکار کہ اس سے زیادہ احمق کوئی

---

(۱) المعالی ص ۵۰۲ ۔

نیست و دیگر خون ریزاست پس خون ریزی
به لاحق شرمندگی دنیا و آخرت و فتنه
انگیزی میان آدمیان است ـ و امثال آن
گناه کبائر و صغائر محض بی مزه گی و بے
کاری و نسبت نظر حقارت و نسبت سفاهت
و بدذاتی است پس سادات راکه شریف ترین
است ارتکاب به این اعمال میراث از کی
رسیده اگر کسی که شمهٔ عقل دارد این
معامله را خواهد دریافت که سادات مقتدا
باشد و پیشوا باشد و در اعمال از همه
اعلیٰ باشد نه چنین و چنان کنندگان سادات
باشد مردم اگر پیروی چنین سادات کنند
این پیغمبر خدا را بگذاشتند معاذالله ...
پس کسانیکه دعوئ دوستی خداوند تعالیٰ
و دوستی حبیب و قریب او نمایند ودعویٰ
سیادت کنند و سیه کاری پیشه دارند عجب
است که این معامله را از کجا پیدا آورده
اند فاحذر ایها العاقل فاحذر عن هواء النفس
و لهوف اغواء الشیطان فاحذر ـ (۱)

ہوتی ہے چوتھی چیز خون ریزی ہے پس لاحق
خون ریزی دنیا و آخرت دونون مین موجب
شرمندگی اور لوگون کے درمیان فتنه انگیزی کا
ذریعه هے ـ اور اس قسم کے دیگر کبیره اور
صغیره گناه محض بدمزگی بیکاری، نظر حقارت
اور سفاهت و بدذاتی کا موجب هے ـ پس سادات
جوکه شریف ترین هین ان امور کے ارتکاب کا جواز
کس سے ورثے مین ملا هے جس مین ذره برابر بهی
عقل موجود هو اس کو یه معلوم هوگا که سادات
مقتدا، پیشوا اور اعمال مین سب سے اعلیٰ هوتے
هین نه که ایسے ویسے اعمال کرنے والے سادات
مین شمار هونگے لوگ اگر ایسے سادات کی پیروی
کرین گے تو گویا که پیغمبر خدا صلی الله علیه
وسلم کو چھوڑ گئے معاذالله .... پس جوکوئی
خدا اور اس کے حبیب و قریب صلی الله علیه
وسلم کی دوستی کا دم بھرتا هے دعوی سیادت
کرتا هے اور بدکاری کو اپنا پیشه بنایا هوا هے
تعجب هے که یه معامله کهان سے لایا هے۔
اے عاقل احتراز کرتے رهو اور هوائے نفسانی اور
اغواء شیطانی سے بچتے رهو ـ

---

(۱) تفصیلات کے لئے ملاحظه هو المعالی ص ۵۰۷ ـ ۵۱۰ ـ

باب هشتم

متفرقات

سلاطین و امراء کے ساتھ روابط اور تعلقات

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کو خداوند تعالیٰ نے فقیری میں سلطانی عطا فرمائی تھی - بڑے بڑے ذی جاہ سلاطین و امراء آپ کی درگاہ میں حاضری دنیا اپنے لئے بلقہ باعثِ فخر سمجھتے تھے[1] - بادشاہ وقت احمد شاہ درانیؒ ان کے وزراء و امراء صوبہ سرحد کے خوانین و سردار تیمور شاہ درانی - نادرشاہ افشار - بلخ و کاشغار اور بدخشان کے فرمانروا اور بغداد و مصر کے شہزادے آپ کی قدمبوسی کے لئے جمکنی آئے اور آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا[2] - جہاں تک تاریخِ افغان کے عظیم مدبّر حکمران حضرت احمد شاہ بابا رحؒ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ وہ آپ کے نہایت مطیع و معتقد مرید تھے - اور تخت نشینی کے بعد ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء کو جب وہ پہلی بار پشاور تشریف لائے تو حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے حلقہ مریدین میں شامل ہوگئے - مولانا مسعود گل لکھتے ہیں کہ -

---

(۱) مولانا دادین لکھتے ہیں -

دا میاں صاحب قطب مدار قطب الاغواث وگوره
چه په درگاه کښېوړته رغږي هر يو شاهِ زمان
(مناقب میاں صاحب (قلمی) ورق ۸۷)

(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۱۵۸ - ۱۵۹ اور نورالبیان ورق ۴۱ - صاحبِ نورالبیان کی اصل عبارت حسب ذیل ہے -

په احمد شاه باند خبر دَيْ | دا ژوندي عَالَم اکثـر دي
د خطا د ختن یـار ه | بادشاهان راغلي شمـاره
د نقراء په صورت وو | د سوداگرو پـه هیئت وو

=

چه واصل په پېښور په څمکنو شه
دې طائف په پېرخانو د پښتنو شه
په خدمت د میان صاحب کښېر چه واصل شه
دې له نورو پیرخانو وایم فاضل شه (۱)

پشاور پہنچ کر پٹھانون کے (مختلف) پیرخانون کی زیارت کی - مگر جمکنی جاکر جب حضرت میان صاحب جمکنیؒ کی خدمت مین حاضری دی تو اس کے بعد دیگر پیرخانون سے کنارہ کش ہو گئے -

حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے ساتھ احمد شاہ درانیؒ کے کمال عقیدت مندی کا یہ حال تھا کہ جب قندھار سے پشاور آتے تو آپ کی خدمت مین حاضر ہوکر قدموسی کا شرف حاصل کرتے - مولانا مسعود گل فرماتے ہین -

---

= د بلخ د بادشاه یاره — د راتلو واوره دلداره
د قاشقار د بدخشان — وو راغلي بادشاهان
د بغداد د مصر کوره — شهزادگان راغلي وروره
هم له هنده شاه نادر — د مخدوم ته شه حاضر

(نورالبیان (قلمی) ورق ۴۱ — ختا : چین کا ایک شہر جو مشک کے لئے مشہور ہے اور ختن : چینی ترکستان کا ایک علاقہ جہان کا مشک مشہور ہے (فیروز اللغات از مولوی فیروز الدین)) -

* * * * * * * *

(۱) مناقب از مولانا مسعود گل مطبوعہ دہلی ۱۲۹۹ ھ ص ۴۸ ایضاً ملاحظہ ہو مجموعہ نظم ماثر افغانی مرتبہ مولوی عبدالرحیم (قلمی) ورق ۲ کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی -

مولانادادین اس بارے مین لکھتے ہین کہ :
شاهِ دران چه اسم ستاسی کړ طغرا د جبین
نوري جاري شه سلطنت د څمکنو کامل
(مناقب ورق ۴۳)

چه باد شاه د زمانې جهان پناه

مسمّیٰ وه په نامـه د احمد شاه

ډیر محکم وه په اخلاص په اعتقاد

په خدمت د میان صاحب وه ډیر منقاد

چه به راغې پیښور ته سـور په تل

په ګلذار د چمکنو به وه بلبل (۱)

جو اپنے زمانے کے جہان پناہ بادشاہ تھے

اور احمد شاہ کے نام سے موسوم تھے

وہ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے ساتھ نہایت

مضبوط عقیدت و اخلاص رکھتے تھے ۔ اور آپ

کے بیحد تابع فرمان تھے ۔

جب پشاور آتے تو ہمیشہ گلزارِ چمکنی کے

بلبل بن کر آپ کی خدمت میں حاضری دیتے

تھے ۔

حضرت میاں صاحبؒ کے ساتھ عقیدت اور تعظیم و احترام کا یہ عالم تھا کہ موضع چمکنی کے حدود میں داخل ہونے سے پہلے باڑہ پل کے قریب شاہی سواری سے اترتے اور پا پیادہ چل کر آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے (۲)۔

سکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو

جلال قیصری بخشا جمال خانقاہی کو (۳)

بعض معاصر تذکرہ نگاروں نے چشم دید واقعات کے حوالے سے لکھا ہے کہ احمد شاہ درانیؒ کو سرزمین ہند کی اسلام دشمن قوتوں کے مقابلے میں جو کامیابی نصیب ہوئی

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۲ ۔

(۲) مناقب میاں صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۲۵۔

(۳) معیت الٰہیہ از شاہ عبدالغنی صاحب ص ۱۳۰ ۔

رمزی اثاوی کا شعر مولانا اشرف علی تھانویؒ کی شان میں ۔

*****

تھی اس میں ان کے پیر و مرشد حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی دعاؤں اور روحانی تصرفات و تائیدات کا بڑا دخل تھا ۔ خان محمد بادوری احمدشاہ درانیؒ کی فتوحات ھند کا سبب بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

په دا دهرکښې یو ځوان دي
دي په اصل کښې افغان دي
په نامه د دوم یـــار دي
په دا وخت کښې دي سردار دي
داد دده قوت تائیـــد دي
هغه کس دده مریـــد دي
ننګیالي د خیل بادشاه دي
د تمام افغان درا دي (۱)

اس زمانے میں ایک جوان ہیں جو اصلاً افغان ہیں ۔ خلیفۂ دوم (حضرت عمرؓ) کے ہمنام ہیں اور اس وقت قائد و رہنما ہیں ۔ یہ ان کی قوت و تائید ہے اور وہ شخص (احمدشاہ) ان کے مرید ہیں ۔ وہ اپنے بادشاہ کے ننگ و ناموس کے محافظ اور تمام افغانوں کے لئے (بانگ) درا کے مانند ہیں۔

اسی طرح جان محمد درانیؒ ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک بار مرہٹوں کے خلاف لشکرکشی میں مجاہدین اسلام کو بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کی رسد رسانی کا راستہ بند کر دیا تھا ۔ مسلمانوں کئی نے کئی بار دریا کو عبور کرنے کی کوشش کی مگر گھاٹ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ناکامی ہوئی ۔ مصیبت کا وقت تھا اور بظاہر حالات نہایت حوصلہ شکن تھے ۔ ظاہری اسباب و وسائل کی ناکامی دیکھ کر احمدشاہ نے درگاہ الٰہی میں ہاتھ اُٹھائے اور اپنے پیر و مرشد کے روحانی تصرف کے خواستگار ہوئے ۔ مولانا مسعود گل اس موقعہ پر احمدشاہ درانیؒ کے دعائیہ کلمات یوں نقل کرتے ہیں ۔

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از نورمحمد ورق ۳۹ ۔

په پدر مهربان ماې ته یادکړې	(میرے) روحانی پدر مهربان کے طور پر آپ کو یاد
ستا فرزند په هند کښې بند غمونو ورې	کیا ہے ۔ آپ کا روحانی فرزند هند میں
وقت دې وقت احما صاحب ملګرې کړه	غمزده ہیں ۔ اے میرے صاحب ۔ یہ مدد کا
بند په هند کښې د فرزند خپل دستګیرې کړه (۱)	وقت ہے ۔ میرا ساتھ دو اور هند میں اپنے
	پھنسے ہوئے فرزند کی دستگیری کر ۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت میاں صاحبؒ کو کشف کے ذریعے اس کا حال معلوم ہوا اور راستہ معلوم کرنے کے لئے بادشاہ کو دریا میں تیر پھینکنے کی تلقین کی ۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا جس کی وجہ سے راستہ کی نشاندہی ہو سکی ۔ افواج اسلامی نے اس کے بعد دریا کو عبور کیا اور دشمن پر حملہ آور ہوکر ان کو بری طرح شکست دی ۔(۲)

هند سے واپسی پر احمدشاہ درانیؒ میاں صاحب چکنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فتح کے حالات بیان کرتے ہوئے میاں صاحبؒ سے مدد نہ کرنے کا گلہ کیا ۔ میاں صاحبؒ نے بادشاہ کے جواب میں فوراً اس پر گزرے ہوئے تمام حالات کی تفصیل بیان کی ۔ اس کے بعد احمدشاہ درانیؒ نے کہا کہ یہ سب کچھ درست ہے ۔ میں پیران و مشائخ کی مدد کا منکر نہیں مگر میرا مقصد یہ تھا کہ میرے امراء و سرداروں کو یقین آ جائے ۔

منکر نه یم له مدده د پیـرانو	میں مرشدین اور پیروں کی مدد کا منکر نہیں
ما یقین حاصله وه د خپله امیرانو	مگر (مقصد یہ تھا) کہ (میرے) امراء کو بھی (اس بات کا) یقین
	نصیب ہو جائے ۔

احمدشاہ درانیؒ کا تخت قندھار پر جلوہ افروز ہونا بھی حضرت میاں صاحبؒ کی دعا کی مرہون منت ہے ۔ ایک معاصر مورخ اور پشتو کے مشہور شاعر اور صوفی عالم حضرت

---

(۱) مناقب میاں صاحب چکنی از مسعودگل ص ۶۵۔
(۲) ایضا ص ۶۵ ۔ (۳) ایضا ص ۶۶ ۔

حافظ مرغزی کا بیان ہے کہ نادرشاہ افشار کا زمانہ تھا ۔ اور اس کے ظلم و ستم سے مخلوق خدا پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا تھا ۔ انہی ایام مین ایک بار آپ لاہور تشریف لے گئے ۔ اہل لاہور آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور نادرشاہ افشار کے ظلم و جور کی داستاں بیان کرکے آپ سے مدد و دعا کی درخواست کی ۔ حافظ موصوف یہ واقعہ بیان کرتے لکھتے ہین کہ ۔

په دنیا د ظلم اور دې لګيدلې په هرکور دې
کل عالم شه ګرفتار د نادر په ظلم خوار
ته صاحب زبان اثر ئې مهربان غریب پرور ئې

دنیا مین ہر گھر مین ظلم کی آگ لگ گئی ہے ۔ تمام لوگ نادرشاہ کے ظلم مین مبتلا ہوکر ذلیل و خوار ہو گئے ۔
آپ کی گفت مین تاثیر ہے اور آپ مہربان اور غریب پرور ہین ۔

پـه درګاه دخدائې قبول ئې
په مجلس د پاك رسول ئې
چه ته غوث ئې د جهان
درست عالم په تا ودان

آپ خدا کی درگاہ مین مقبول اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے شرف سے مشرف ہین ۔ آپ غوث عالم ہین اور سارا جہان آپ پر آباد ہے

پـه نظر د دا جهان
صغیر توك دې نمايان
مهربان ئې پـه مظلوم
دغه حال دې رامعلوم
ستا دعا ده مستجابـه
له درګاه عاليجنـابه

آپ کی نظر کے سامنے یہ ساری دنیا ایک چھوٹے ناخن کے مانند ظاہر ہے یہ مجھے معلوم ہے کہ آپ مظلوم پر مہربانی فرماتے ہین ۔ خدا کی درگاہ مین آپ کی دعا مقبول ہے ۔

ستا دعا لري اثر
ماتوي د غرونو سر
اوس دعا که په دا باب
چه نادر که خدائي خراب
درست عالم شي ځني پاك
په هوا شي لکه خاك

آپ کی دعا مین اثر ہے یہان تک کہ پہاڑون کو بھی توڑ دیتی ہے آپ اِس بارے میں دعا کرین کہ نادرشاہ تباہ و برباد ہو جائے ۔ تاکہ اور اس کا وجود گرد و غبار کے مانند ہوا مین اڑ کر یہ دنیا اس سے پاک ہو جائے ۔

حضرت میان صاحب علیہ الرحمۃ والغفران مظلوم خلق خدا کی یہ آہ و بکا سن کر بے حد متاثر ہوئے اور تھوڑی دیر سکوت و تأمل کے بعد ذات مجیب الدعوات کی بارگاہ مین ہاتھ اٹھا کر فرمایا +

خدایه خاوري کړې نادر
ته په هر څیز ئې قادر
ته قبله ئې د حاجات
ته مجیب شې د دعوات
په تجدید د شهر یار
منور کړې دا دیار
چه رونق شي د اسلام
پر عروج راشي تمام
مکرم شي علماء معزز شي خوشنما

اے خدایا ! نادرشاہ کو ہلاک کردے تو ہر چیز پر قادر ہے ۔
اے خدایا ! تو قبلہ حاجات اور مجیب الدعوات ہے ۔
بادشاہ کی تجدید کے ذریعے یہ ملک منوّر کردے
تاکہ اس کی برکت سے اسلام مین رونق پیدا ہو اور رو بہ ترقی ہو جائے ۔ اور تاکہ علماء معزّز و مکرم اور خوشنما ہو

جائیں ۔

ینه سنيِ وي د چاریار	ایسا بادشاہ کہ سنّی العقیدہ ہو اور
شي مضبوط د دین په کار	دین کے کام بھی خوب مضبوط و مستحکم ہوں
پرې جهان کړي منور	اس کے ذریعے یہ دنیا منوّر کردے تاکہ
چه پیدا شي کل ثمر	ہر چیز میں برکت آ جائے ۔
دا ارزو کـه بندګان	اے خدایا! تو مہربانی کر ۔ تیرے بندے
خدایه ته شي مهربان	بھی آرزو کرتے ہیں ۔

اس دعا کے بعد آپ نے لوگوں کی تسلّی و تشفّی فرماکر یہ بشارت دی ۔

په دا لور د قندهار	قندھار کی جانب سے دوسرا بادشاہ آ
بل به راشي شهریار	جائے گا ۔
مصفا صوفي مذهب وي	مصفا صوفی مذہب اور بلند اخلاق والا
په اخلاق بلند مشرب وي	ہوگا ۔ یہ جو بھی پوشیدہ اسرار تھے
په تقدیر چـه وو اسرار	دنیا میں ظاہر ہوئے ۔
پـه عالم شـو نمودار (۱)	

احمدشاہ درانی کو اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ اس کا تاج و تخت اور شان و شوکت میاں صاحب چمکنیؒ کی دعاوںؔ کا نتیجہ ہے ۔ اور کئی مواقع پر اس کا اظہار بھی کیا ہے ۔ ۔

احمدشاہ درانیؒ جب قندھار میں تخت سلطنت پر متمکن ہوئے تو اس وقت ھندوستان میں مغلوں کی حکومت کا آفتاب لبِ بام تھا ۔ اور ہر شعبہ حیات میں زوال و انحطاط کے

---

(۱) شاھنامہ احمدشاہ ابدالی از حافظ پشاور ۱۹۶۵ء ص ۲۵ ، ۲۶ ۔

(۲) مناقب میاں صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۳۱ ۔

اثرات رونما ہوئے تھے ۔ ہر طرف بدنظمی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا ۔ مرہٹون سکھون اور جاٹون کے قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا ۔ اور ہندوستان کے مسلمانون کی حالت ناگفتہ بہ تھی ۔ حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اٹھارویں صدی کے نامور مدبّر اور عظیم محرّک حضرت شاہ ولی اللہؒ نے مسلمانون کو کفار کے دست ظلم سے نجات دلانے کے لئے ایک ہمہ گیر مہم کا آغاز کیا ۔ ایک طرف مسلمانان ہند کو منظم اور بیدار کرنے کی تحریک چلائی تو دوسری طرف اسلام پر کفار کے یلغار کی روک تھام اور مرہٹون سے خلاصی دلانے کی خاطر کسی صلح بہادر اور غیرت مند مسلمان بادشاہ کی تلاش و جستجو مین رہے ۔ اس غرض سے آپ نے چاردانگ سے دنیا مین اپنی دوربین نظر دوڑائی تو حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے مرید و عقیدت مند فرمانروا احمدشاہ درانیؒ پر ان کی نظر انتخاب پڑی ۔ چنانچہ ایک خط مین سرزمین ہند کے مسلمانون کی حالت زار لکھ کر ان کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی ۔ احمدشاہ درانیؒ کو جب حضرت شاہ صاحب کا دردانگیز خط ملا تو بے حد متأثر ہوئے اور ہند پر لشکر کشی کے ارادے سے قندھار سے روانہ ہوکر چمکنی پہنچے ۔ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کو اپنے ارادے کی اطلاع دی اور دعا و مدد کی درخواست کی ۔ اس موقعہ پر حضرت میان صاحبؒ نے احمدشاہ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ۔

مین قدم بہ قدم تمہارا مددگار ہون تمہارے دل مین اسلام کی محبت ہے ۔ جو ہدایات ابتداء مین تمہین دی گئی تھین ان پر تمہارا عمل رہا ہے ۔ مین تمہین کامیاب دیکھتا ہون ۔ تمہارا سینہ غیرتِ ایمانی سے لبریز ہے انشاء اللہ تمہاری فتح یقینی ہے ۔ تمہارے لشکر مین خدا کے نیک بندے شامل ہین ۔ مرہٹے تمہارا مقابلہ نہین کر سکتے جاؤ خدا تمہین کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے ۔[1]

---

(۱) ننگیالی پشتانہ (پشتو) از الحاج محمد ناصر هلالی ص ۱۳۳ ، پشاور ۱۳۷۷ھ

حضرت میان صاحب نے بادشاہ پر بے حد مہربانی فرمائی اور " همراہ خود همه وقت مرا پندارید " (۱) کی یقین دھانی (۲) کی اور ان کو اپنے پیر و مرشد حضرت سرالاعظم کی خدمت میں حاضر ہونے کی ھدایت کرکے ان کو خدا حافظ کہا (۳) ۔

اس تاریخی جنگ میں آپ نے ہر قسم مادی اور روحانی مدد فرمائی کیونکہ ایک طرف اگر آپ درگاہ الٰہی میں مسلمانوں کی فتح و نصرت کے لئے دونوں ھاتھ اٹھائے ہوئے تھے تو دوسری طرف آپ کے ہزاروں مرید و معتقدین میدان کارزار میں سر بہ کف ہوکر دشمنان اسلام کے خلاف صف آراء نظر آتے ہیں ۔

تاریخ شاھد ہے کہ ان مقبولانِ خداوندی کی دعاؤں کا اثر یہ ہوا کہ باوجود قلت ساز و سامان اور قلت تعداد کے اپنے سے کئی گنا طاقتور لشکر کو تہس نہس کردیا اور حضرت شاہ ولی اللہ کے " سجائے ہوئے میدان کارزار " میں ان کو ایسی شکست فاش دی جس نے تاریخ کا رخ ھمیشہ ھمیشہ کے لئے بدل دیا (۴) ۔

= اولیائے کرام سلسلہ مطبوعات اباسین نمبر ۳ مضمون " د حکمتو میان عمر صاحب " از مولانا لطف اللہ صاحب ص ۱۰۸ ۔

روحانی تڑون ازعبدالحلیم اثر ص ۲۸۲ ، پشاور ۱۹۶۶ء ۔

تذکرہ علمائے سرحد از مولانا امیرشاہ قادری ص ۹۸۔

******

(۱) ترجمہ = مجھے ہر وقت اپنے ساتھ تصور کرنا ۔

(۲) تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ص ۹۸ ۔

(۳) مجموعہ نظم ھائے افغانی (قلمی) کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ۔ ورق

(۴) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۔ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات از خلیق احمد نظامی ص ۱۲ ۔ ۱۸ علیگڑھ ۱۹۵۰ء ----

مذکورہ واقعات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے =

= کہ حق و باطل کی اس کشمکش میں دو نامور تاریخ ساز ہستیوں یعنی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کو بڑی اہمیت حاصل ہے ۔ کیونکہ جب حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ نے احمدشاہ درانی کو ہند پر لشکر کشی کرنے کی دعوت دی اور احمدشاہ درانی نے اس خط کا جواب اثبات میں دیا تو اس وقت شاہ صاحب موصوف نے سرزمین ہند میں اپنے معتقدین و متوسلین کو منظم کرکے حالات سازگار بنانے کی مہم کا آغاز کیا ۔ دوسری طرف سرزمین سرحد میں جناب میاں صاحب چمکنیؒ نے احمدشاہ درانی کو ہر قسم کی مدد و معاونت کی یقین دہانی کی اور مجاہدین اسلام کو جہاد کے لئے تیار کرنے لگے ۔ اس پوری مہم میں آپ نے مرکزی کردار ادا کیا ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مجاہدین اسلام کفار ہند پر یلغار کے لئے جب پشاور پہنچے تو بادشاہ اسلام یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے میاں صاحب کی خانقاہ میں حاضری دیتا ہے اور آپ کی دعا کے شمشیر آبدار سے مسلح ہوکر دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے ۔ فتح و نصرت کے بعد جب لشکر اسلام واپس آتا ہے تو شاہِ زمان احمدشاہ دوران حالات جنگ سناتا ہوا پھر درگاہِ عالی جاہ میں حاضر نظر آتا ہے ۔ (مناقب از مولانا دادین ورق ۱۳۹ ، مناقب از مولانا مسعودگل ص ۴۳ ، ۶۸ ، ۶-۷ ، ۲۵- ۲۷) ۔

ان دونوں حضرات نے کفار ہند کے خلاف جس مہم کی بنیاد رکھی تھی اس کے بہت دور رس نتائج برآمد ہوئے کیونکہ سید احمد شہید بریلویؒ کی ۱۲۳۶ھ کی اور حضرت سید اسماعیل شہیدؒ کی ۱۳۲۲ھ کی جدوجہد اور اس کے مابعد کی تمام تحریکات میں خصوصیت کے ساتھ یہی عناصر کارفرما رہے ۔ ان تحاریک میں جن حضرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مالی و جانی قربانیاں دیں ان میں ایک طرف اگر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مکتب فکر درخشندہ ستارے موجود تھے تو دوسری طرف اس خطہٴ ارض میں جن لوگوں نے اس تحریک کو لبیک کہکر اس کا ساتھ دیا ۔ ان میں سے اکثر و بیشتر حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی خانقاہ عالیہ سے وابستہ تھے ۔

ان واقعات سے اس بات کی بھی شاہدی ہوتی ہے کہ ان دونوں مکاتیب فکر کے علماء و مشائخ اور معتقدین و متوسلین کے درمیان گہرا روحانی ربط موجود تھا جس نے =

احمد شاہ درانیؒ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو میاں صاحب چمکنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کی درخواست کرتے - ملا یوسف درانی بیان کرتا ہے کہ احمد شاہ درانی کے بیٹے تیمور شاہ کے علاوہ اور کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اور اس کو اس بات کا بہت صدمہ تھا - چنانچہ اہل حرم کی خواہش پر حضرت میاں صاحبؒ کو ایک عریضہ لکھا جس میں دعا کی درخواست کی گئی تھی - بادشاہ اس سلسلے میں بذات خود بھی حاضر خدمت ہوئے اور زبانی اپنا مقصد بیان کرکے آپ کے سامنے تعظیماً سر جھکائے ہوئے تشریف فرما تھے - مولانا مسعود گل شاہ درانی کی پھر اس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

زبانی ہم حال احوال شہ ورمبین	زبانی بھی تمام حال بیان ہوا -
شاہ لہ شــرمہ سرنگون گورہ زمین (۱)	اور بادشاہ شرم و حیا کے مارے سرنگوں ہوکر نیچے دیکھتا تھا -

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ متوجہ ہوکر ان کے حق میں دعا فرمائی - مجیب الدعوات کی درگاہ میں دعا کو شرف قبولیت حاصل ہوا - جس کے نتیجے میں ان کے ہاں یکے بعد دیگرے شہزادہ سلیمان - شہزادہ سکندر شاہ - شہزادہ سنجر اور شہزادہ فیروز پیدا ہوئے - (۲)

ایک بار احمد شاہ درانی نے ہرات پر لشکر کشی کی - مسلسل تین ماہ تک یہ مہم جاری رہی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا - مجاہدین کو تکلیف تھی چنانچہ بادشاہ نے ایک عریضہ لکھا اور اس میں آپ سے دعا کی درخواست کی - قاصد نے جاکر آپ کو خط دیا - چنانچہ آپ نے فوراً دست بہ دعا ہوکر خدا سے فتح و نصرت کی درخواست کی - اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ اسی دن قلعہ

== ایک پورے دور کو نہایت ہمہ گیر انداز میں متأثر کیا ہے - واللہ اعلم -

(روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۹۱۹ - ۹۲۰)

****

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۱۷ - (۲) ایضاً ص ۱۸ -

کی ایک دیوار اچانک گھوڑ کر زمین بوس ہو گئی اور اس طرح بآسانی ہرات کا یہ مضبوط قلعہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگیا - مولانا دادین نے خوب لکھا ہے کہ -

پہ ازل کښې چه خدائې اوسپنه پیدا کړه
دائې دوه نیمه لا هلته هوېـــدا کړه
ساز له نیمې شهٔ شمشیر له بادشاهانو
بله نیمه ئې کړه ژبــــه د بزرګانـــو
چه دا نیمه د بزرګانـــو ورسره شي
تیغ هاله د بادشاهانـــو نور پوره شي (۱)

جب ازل میں خدا نے لوہا پیدا کیا تو وہیں اس کے دو حصے کر دئے -
ایک حصہ سے بادشاہوں کی شمشیر وجود میں آئی اور دوسرے آدھے حصے سے بزرگانِ دین کی زبان پیدا ہوگی- جب بزرگوں کا یہ آدھا حصہ اس کے ساتھ مل جاتا ہے تب بادشاہوں کی تلوار مکمل ہوکر (غلبہ حاصل کرتی ہے)

احمد شاہ درانی آپ کے مشوروں اور ہدایات کو بہت اہمیت دیا کرتے تھے - جب تخت شاہی پر متمکن ہوئے تو آپ کی ہدایت پر دُرِّ دران لقب اختیار کیا اور اپنے قبیلے ابدالی کا نام بھی بدل کر درانی رکھا - (۲)

احمد شاہ درانی سے پہلے افغانستان کو باقاعدہ مملکت کی حیثیت حاصل نہ تھی - جب احمد شاہ تخت نشین ہوئے تو حضرت میاں صاحب چمکنی کے مشورہ سے اس کا نام "افغانستان" رکھا اور اس طرح یہ ملک ایک مستقل مملکت کی حیثیت سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا - (۳)

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین (قلمی) ص ۴۱ -
(۲) احمد شاہ از پروفیسر گنڈا سنگھ ص ۲۸
تنگیالی پښتانه (پشتو) از محمد خانمیر هلالی ص ۱۲۹ - ۱۳۰ طبع پشاور ۱۳۷۷ھ
اولیائے کرام (سلسلہ مطبوعات اباسین) ص ۱۰۷ طبع پشاور ۱۹۶۴ء
(۳) تواریخ حافظ رحمت خانی مترجمہ روشن خان اشاعت دوم ص ۳۲۲ - ۳۲۳ طبع پشاور ۱۹۷۰ء

احمدشاہ درانیؒ آپ کی سفارش پر لوگوں کو جاگیریں دیتے اور آپ کی تجویز پر خانی اور سرداری جیسے مناصب پر لوگوں کو مامور کرتے ۔ مثلاً علاقہ کمالزئی میں قاضی قابل اور علاقہ پشاور میں حافظ میر عبداللہ کو آپ کی سفارش پر قضا کے عہدے دئیے گئے[1] ۔ اسی طرح ایک بار اپنے مرید بلندخان دولت زئی ساکن زیدہ کی سفارش کی تو بادشاہ نے تعمیل فرمان کرکے بلند خان کو خانی کا لقب عطا کیا اور علاقہ چھچھ و اتمان نامہ کا حاکم مقرر کرکے معقول جاگیر عطا فرمائی[2] ۔

اس کے علاوہ انہوں نے میاں صاحب موصوف کی خانقاہ اور لنگرخانہ کے اخراجات کے لئے تیرہ ہزار جریب زمین بطور سیری دے دی تھی[3] ۔ جس میں گڑھی کپورہ ، گڑھی دولت زائی ، اسماعیل زئی ، موضع چمکنی اور کچوڑی مع میرہ شامل ہیں[4] ۔ کچوڑی اس سے پہلے ضابطہ خان کی جاگیر تھی لیکن کوئی قابل قدر خدمت انجام نہ دینے کی وجہ سے احمدشاہ درانیؒ نے ضابطہ خان بن رحیم خان مہمند ساکن چمکنی سے یہ جاگیر ضبط کرلی۔ اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے نام منتقل کردی[5] ۔

---

(۱) د چمکنو میاں عمر صاحب مولفہ نصراللہ خان نصر ص ۱۱ طبع پشاور ۱۹۵۱ء و تحفۃ الاولیاء ۔

(۲) تاریخ پشاور مرتبہ گوپال داس (۱۸۶۹ء - ۱۸۷۴ء) ص ۲۷۶ ۔

(۳) اولیاء کرام (مطبوعات اباسین نمبر ۳) ص ۱۰۸۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ اشاعت اول ج ۵ طبع لاہور ۱۹۷۱ء مضمون میاں عمر صاحب

(۴) تاریخ پشاور ص ۲۶۱ ، ۳۳۰ ، ننگیالی پختانہ ص ۱۳۳ ۔

(۵) تاریخ پشاور ص ۲۶۱۔

***

احمد شاہ درانیؒ کی سیرت و کردار پر آپ کے روحانی فیض کا گہرا رنگ چڑھا ہوا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انتظامی امور میں ہمیشہ دروغگوئی سے بہت اجتناب کرتے اور ایک صادق القول اور راسخ العقیدہ باعمل مسلمان کی حیثیت سے نہایت پراطمینان اور پاک زندگی گزارتے رہے ۔

تھا درد دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی

نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

(اقبالؒ)

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ ان کو خدائی اطاعت عدل و انصاف اور خدمت خلق کی بہت تاکید فرماتے ۔ آپ ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ۔

تم ہر وقت اپنے خالق و مالک کا فرمانبردار رہو ۔ مخلوق تمہارا تابع فرمان ہوگی اور یاد رکھو کہ اگر تم نے اپنے خالق سے بغاوت کی مخلوق کا غلام بنوگے ۔ نماز باقاعدگی کے ساتھ ادا کیا کرو ۔ نشہ سے اجتناب کرو ۔ اگر تم بے نمازی اور نشائی بنے تو رعیت بھی بے نمازی اور نشائی بنے گی اور نتیجتاً تم سے بغاوت کرے گی ۔ (۱)

---

(۱) اولیائے کرام (پشتو) سلسلہؑ مطبوعات اباسین نمبر ۳ ص ۱۰۷ مضمون میاں عمر چمکنی از مولانا لطف اللہ طبع پشاور ۱۹۶۳ء ---

شاہان وقت اور امراء و حکام سلطنت کے ساتھ روابط و تعلقات رکھنا اصلاح احوال کا ایک موثر طریقہ ہے ۔ صوفیائے کرام میں اس طریق کار کے سب سے پرزور ترجمان طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ رہے ہیں ۔ ان کا موقف یہ ہے کہ شریعت کی قوت و اشاعت سلاطین وقت کی اعانت و مدد کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی ۔ (رشحات عین الحیات (قلمی) ورق ۲۷۳ ـ ۲۸۷ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور ایضاً ملاحظہ ہو تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی ص ۱۹۱ طبع دھلی ۱۹۵۳ء) ۔

خواجہ عبیداللہ احرار فرماتے ہیں کہ ۔

آپکی خانقاہ | حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی خانقاہ اسلامی خانقاہی نظام کی ایک مضبوط کڑی ہے اور اس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ بارھوین صدی ھجری مین سرزمین پاک و ھند مین اس کو نہایت اہم مرکزی حیثیت حاصل تھی اور یہان تک کہ جب احمدشاہ درانی

---

* اگر ما شیخی می کردیم درین روزگار ہیچ شیخ مرید نمی یافت لیکن مارا کار دیگر فرمودہ اند کہ سلطانان را از شر ظلم نگاہداریم بواسطہ این بہ بادشاہان بالیست اختلاط کردن و نفوس ایشان را مسخر گردانیدن و بہ توسط این عمل مقصود مسلمین بر آوردن *

اگر ہم شیخی (پیری و مریدی) کرتے تو اس زمانے مین کوئی دوسرا شیخ مرید نہ پاتا (یعنی سب ھمارے مرید ھو جاتے) مگر ہم دوسرے کام پر مامور ھین وہ یہ کہ مسلمانون کو بادشاہان وقت کی وساطت سے ظلم و شر سے محفوظ رکھین ۔ پس ھمین چاھئے کہ ان کے ساتھ میل جول رکھین اور ان کے نفوس کو مسخر کرکے اس طرح مسلمانون کی مطلب براری کرین ۔

(رود کوثر مولفۃ شیخ محمد اکرام ص ۱۲۷ طبع کراچی)

اس طرز عمل سے دربار شاھی اور ارباب اقتدار کے نفوس کو مسخر کرکے ان کو اپنا ھمنوا اور تابع بناتے ھین ۔ ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح ھوتی ہے اور اس طرح مسلمان ان کے ظلم و ضرر سے محفوظ ھو جاتے ھین ۔ دوسری طرف جب امراء وسلاطین کو زیر اثر لایا جاتا ہے تو لازمی طور پر ان کے اھل و عیال ، اھل مجلس اور رفقائے کار بھی اس سے متاثر ھوتے ھین ۔ اور اس طرح اصلاح احوال اور ارشاد و ھدایت کا دائرہ رفتہ رفتہ وسیع سے وسیع تر ھوتا چلا جاتا ہے ۔ تاآنکہ ایک دن سارے معاشرے کو اپنے لپیٹ مین لے لیتا ہے ۔

اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اصلاح عقائد و اعمال کے ساتھ ساتھ ایک مضبوط سیاسی نظام کی تشکیل کے لئے راہ ھموار ھو جاتی ہے ۔ کیونکہ ایک مضبوط اور مستحکم سیاسی نظام کا انحصار ایک منظم سوسائیٹی پر مبنی ھوتا ہے اور جب مضبوط سیاسی نظام عمل مین آ جاتا ہے تو اس کے بعد اھل اسلام کو اس کے زیرسایہ

حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریک پر کفار ھند کے خلاف لشکر کشی پر آمادہ ہوئے تو [illegible] [illegible] اس ساری مہم میں اسی خانقاہ سے ھدایات اور مدد حاصل کرتے رہے۔ (١)

= اطمینان کا سانس لینا نصیب ہو جاتا ہے۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے اصلاح عقائد و اعمال کی خاطر اسی طریق کار کو اپنایا ہوا تھا جس کا خاطرخواہ نتیجہ برآمد ہوا ۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں سلسلۂ نقشبندیہ کی جڑوں کو مضبوط کرکے اس کے اثرات کو دور دور تک پہنچا دیا تھا اور جس کا اثر آج بھی ہمارے معاشرے میں موجود ہے ۔ اور اس خطۂ زمین میں بیشمار ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو خود بھی آپ کے عقیدت مند اور پیروکار ہیں ۔ اوردوسروں کو بھی آپ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں ۔

****

(١) مناقب حضرت میاں صاحب چمکنی از مولانا مسعود گل ص ٦٣- ٦٦ ایضا کرامت نامہ میاں صاحب چمکنی از نورمحمد (قلمی) ورق ٣٨ ، ٣٩-
ایضاً ملاحظہ ہو تیمورشاہ درانی ازعزیزالدین وکیلی ص ٦٧٨ ۔ مطبوعہ انجمن تاریخ کابل طبع دوم ج دوم ١٣٣٦ھ ۔

دین اسلام کی ترویج و تبلیغ اور نشرو اشاعت میں خانقاہی نظام کو بڑا دخل ہے قرآن کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد تلاوت آیات ، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ باطن بیان کئے ہیں ۔ ان میں سے پہلے دو اجزاء یعنی تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت [illegible] کی تکمیل اور نفاذ دینی مدارس کا مرہون منت ہے ۔ جبکہ تزکیہ باطن کا مقدس فریضہ ہمیشہ سے صوفیائے کرام نے انجام دیا ہے ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اصحاب صفہ کی درسگاہ قائم ہوئی اور اس طرح تعلیم و تعلم اور تربیت و تزکیہ کے باقاعدہ اہتمام کی داغ بیل پڑگئی تھی اور دراصل یہی اسرار طریقت سلاسل ولایت اور خانقاہی نظام کا نقطۂ آغاز ہے ۔ =

حضرت میان صاحب جمکیؒ کی خانقاہ سے متعلق جائیداد

حضرت میان صاحب جمکیؒ کے حلقہ اثر میں ایسے جان نثار و فداکار بکثرت موجود تھے - جو ہر وقت اپنا جان و مال آپ پر نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے تھے - یہی وجہ ہے کہ آپ کے بہت سے مریدین و معتقدین نے آپ کی خانقاہ اور لنگرخانہ کے اخراجات کے لئے ہزاروں جریب زمین آپ کے نام وقف کر دی تھی - چنانچہ جب ۱۰/مارچ ۱۸۹۸ء کو فضل ہادی خان سجادہ نشین مقرر ہوا تو ۳۲ ہزار جریب زمین

لے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کے اثرات تقریباً تین صدیوں تک جاری رہے مگر اس کے بعد جوں جوں آپ کے زمانہ سے لوگ دور ہوتے گئے اور آپ کی صحبت کے فیض یافتہ حضرات دنیا سے اٹھ کر لوگوں پر ان کی تعلیمات کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی تو صوفیائے امت نے ایک بار پھر باطنی تربیت و تزکیہ کی ضرورت محسوس کی اور اس غرض کے لئے خانقاہی نظام کی بنیاد ڈالی - اور منظم طور پر اپنی خانقاہوں میں شریعت مطہرہ اور سنت نبویؐ کے کامل اتباع کی ضرورت و اہمیت پر زور دینے لگے - چنانچہ دیگر بلاد اسلامیہ کی طرح برصغیر پاک و ہند میں بھی اکثر اولیائے کرام نے یہاں اپنے تربیتی مراکز قائم کئے جہاں بے شمار تشنگان معرفت ان کے چشمہ ہائے فیض سے سیراب ہوتے تھے - گیارھویں اور بارھویں صدی ہجری کی خانقاہوں میں سب سے نمایاں اور ممتاز حیثیت حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خانقاہ کو حاصل ہے جہاں سے لاکھوں لوگ فیضیاب ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کے خلفاء و مریدین اطراف و جوانب میں پھیل گئے کر سرزمین ہندوپاک میں متعدد اہم مقامات پر خانقاہیں قائم کیں - ان میں سے حضرت سید آدم بنوریؒ کی بارگاہ عالیہ خاص اہمیت کی حامل ہے - آپ کے خلفاء و مریدین کا دائرہ بہت وسیع تھا - جہاں شیخ سعدیؒ لاہوری جیسے مقتدر حضرات پیدا ہوئے جنہوں نے لاہور میں اپنا تربیتی مرکز قائم کیا - جہاں سے حضرت شیخ یحییٰ المعروف حضرت جی اکہؒ اور حضرت محمد عمر جمکیؒ جیسی بزرگ ہستیوں نے تربیت حاصل کرکے ارشاد و ہدایت کا بلند مقام حاصل کیا -

****

اس کی ملکیت میں آگئی ۔ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۲۷ء میں فضل ھادی خان کا انتقال ہوا تو اس کے ورثاء اس جائیداد کے سلسلے میں آپس میں دست و گریبان ہوگئے ۔ اس کشمکش سے فائدہ اُٹھا کر ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء میں حکومت وقت نے اس تمام جائیداد کا انتظام و انصرام محکمہ اوقاف صوبہ سرحد کے سپرد کردیا ۔ (۱)

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے گئے ۔ لہٰذا جو زمین جس کے تصرف میں تھی وہ اس پر قابض ہوا ۔ یہاں تک کہ صرف بارہ ہزار نو سو پانچ جریب ۲ کنال اور پونے تیرہ مرلے زمین ایسی رہ گئی جو ۱۳۵۸-۵۹ھ / ۱۹۳۹-۴۰ء سے آج تک محکمہ اوقاف کی تحویل میں چلی آرھی ہے ۔

۱۳۵۸-۵۹ھ / ۱۹۳۹-۴۰ء میں حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی خانقاہ کے اوقاف کے لئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی وہ حسب ذیل ارکان پر مشتمل تھی ۔

۱) خان بہادر نواب حاجی حمید اللہ خان آف طورو (صدر)

۲) خان محمد شاہ آف اسماعیلہ (نائب صدر)

۳) خان بہادر قلی خان (' ' (آن ریری سیکرٹری)

۴) ڈپٹی کمشنر پشاور

۵) خان بہادر محمد اکرم خان ساکن لنڈی

۶) خان بہادر محمد سرفراز خان ساکن چمکنی

۷) خان بہادر محمد زمان خان ساکن اکوڑہ خٹک

۸) ارباب شیر علی خان ساکن تہکال

۹) میاں فضل الٰہی گوڑ وارہ

---

(۱) میاں عمر صاحب چمکنیؒ از نصر اللہ خان نصر (پشتو) پشاور ۱۹۵۱ء ص ۷ ۔

۱۰) مولوی عبدالقہار معروف مروت ملا صاحب

۱۱) خان بہادر سعدالدین خان ساکن ڈیرہ اسماعیل خان

۱۲) گل زمان خان ساکن لوند خوڑ

۱۳) محمداکرم خان ساکن مانیریؒ (تحصیل صوابی)

۱۴) خان بہادر میاںؒ آفتاب گل ساکن ابازئی

۱۵) خان بہادر غلام صمدانی ساکن پشاور

۱۶) محمد یونس خان سیکرٹری میونسپل کمیٹی پشاور

۱۷) خان مدد خان ساکن تنگی

۱۸) محمد ظفر خان ساکن اتمانزئی

۱۹) کیپٹن عبدالحمید خان ساکن زیدہ

۲۰) مبارز خان ساکن سورکاوی (مردان)

بعد میں اس کمیٹی میں حسب ضرورت تبدیلیاں ہوتی رہیں۔لہٰذا مولوی عبدالقہار صاحب کی جگہ مولوی شمس الوہاب ساکن نوشہرہ کلان۔خان بہادر میاںؒ آفتاب گل کی جگہ میاں یوسف گل ساکن ابازئی اور خان بہادر سعدالدین خان کی جگہ وکیل نورالٰہی خان ساکن پشاور اس کمیٹی کے رکن مقرر کئے گئے۔ (۱)

یہ وقف جائیداد ضلع پشاور ضلع مردان اور ضلع کوہاٹ کے جن دیہات میں موجود ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ضلع مردان :۔

موضع جلالہ۔خان کلے۔موضع گوجر گڑھی۔خاوو۔کنڈر۔شہباز گڑھ۔گڑھی کپورہ۔مچیؒ

(۱) ملاحظہ ہو ریکارڈ اوقاف کمیٹی اوقاف میاں صاحب جمکنیؒ دفتر محکمہ اوقاف پشاور۔

امان کوٹ۔موضع ادینہ ۔چک شیوہ ۔صوابی ۔بام خیل ۔

ضلع پشاور :

موضع تنگی اور علی جان کورونہ ۔

ضلع کوھاٹ :

بانڈہ محسن خان اور بلی ٹنگ ۔

اس کے علاوہ پڑانگ درہ تہہ براتی زئی (سوات) کیجوڑی میرہ ۔ رشید پورہ اور موضع میان عیسیٰ کی آٹھ سو جریب زمین ' امازو گڑھی کی ڈھائی ہزار جریب زمین اور محب سولہ کی سولہ جریب زمین بھی میان صاحبؒ کی خانقاہ کے زیر تصرف تھی ۔

مندرجہ بالا جائیداد میں سے کیجوڑی میرہ جو ہزاروں جریب پر مشتمل ہے ۔ خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ اور جسے احمد شاہ درانیؒ نے حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے لنگرخانہ کے اخراجات کے لئے آپ کے سپرد کردی تھی ۔مگر بعد میں آپ کے دو صاحبزادوں حضرت میان محمدؒ اور صاحبزادہ احمدؒ کی وفات کے بعد لاوارثی کی بناء پر سرکار کی تحویل میں دے دی گئی ۔ بعد میں ارباب لنڈی (پشاور) نے اس پر ملکیت کا دعویٰ دائر کردیا ۔اور ایک طویل مقدمہ کے بعد وہ ان پر قابض ہوگئے ۔ الحال یہ زمین ارباب نورمحمد خان ساکن لنڈی کی اولاد کے قبضہ میں ہے ۔ (۱)

---

(۱) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مناقب میان صاحب جمکنیؒ از مولانا دادین ص ۲۰۸ ۔ ۲۳۲
مناقب میان صاحب جمکنیؒ از مولانا مسعود گل ص ۵ ۔ ۹۱ '
ایضاً ریکارڈ فقص اوقاف میان عمر جمکنیؒ ۔دفتر اوقاف صوبہ سرحد پشاور ۔'
ایضاً ششتی گل چمن (متوفی ۱۹۲۹ھ) کی قلمی یادداشتیں مملوکہ فضل سبحان برادرزادہ ششتی گل موصوف ساکن موضع جمکنی '
ایضاً میان عمر صاحب جمکنیؒ از نصراللہ خان نصر ص ۹ پشاور ۱۹۵۱ء'
ہو تاریخ پشاور از گوپال داس ص ۴۳۰ ایضاً سرکاری ریکارڈ محفظ خانہ پشاور

اس کے علاوہ افغانستان ، دیر ، سوات ، باجوڑ اور صوبہ سرحد کے دیگر قبائلی علاقہ جات کے خوانین اور نوابانِ وقت نے بھی ہزاروں جریب زمین حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے نام پر وقف کر دی تھی ۔

یہ تمام جائیداد آپ کے زیر تصرف تھی ۔ مگر اس کی آمدنی ذاتی آسائش اور عیش و عشرت پر نہین بلکہ مجاھدین کے جنگی ساز و سامان غرباء و مساکین کی خوراک و پوشاک علماء و طلباء کی ضروریات اور طالبان راہ طریقت کی مہمان نوازی پر صرف ہوتی تھی اس بات مین کوئی شک نہین کہ جس طرح آپ کی زندگی خدا کے دین کی خدمت کے لئے وقف تھی اسی طرح آپ کا مال و دولت بھی دین محمدیؐ اور مخلوق خداوندی کی خدمت کے لئے وقف رہا ۔

آپ کی خانقاہ کے متصل ایک عظیم لنگرخانہ موجود تھا جس مین ہروقت خواص و عوام ہزارون کی تعداد مین جمع رہتے تھے ۔ اور ان تمام کے طعام و قیام کا بندوبست لنگرخانہ کے ذمے تھا ۔ اس لنگرخانہ کے علاوہ مختلف دوسرے مقامات پر خیرات خانے بھی قائم کئے گئے تھے ۔ جہان غرباء و فقراء کے اکل و شرب کا اہتمام کیا جاتا تھا[(۱)] ۔

---

(۱) تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہون ۔

نورالبیان ورق ۶۸

کتابچہ د چمکنو میان صاحب از نصراللہ خان نصر

د چمکنو میان عمر صاحب از مولانا لطف اللہ سلسلہ مطبوعات اباسین نمبر ۳ ص ۱۰۸ تا ۱۰۹

حضرت میان صاحب چمکنی کے نام اتنی کثیر وقف جائیداد اگر ایک طرف آپ کی بے پناہ مقبولیت پر ایک زندہ و تابندہ ثبوت ہے تو دوسری طرف اس جائیداد کے مصارف کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ دعویٰ کرنے مین حق بجانب ہین کہ آپ نے اپنی

حضرت میان صاحب چمکنی کے مزار کے موجودہ سجادہ نشینوں کا شجرہ نسب اور حالات

جان محمد درانی

محمد عالم :۔۔۔ صاحبزادہ محمدی کی بیوی مسماۃ سیدہ بی بی کا بھائی تھا اور درانی قبیلہ کی محمدزئی شاخ سے تعلق رکھتا تھا ۔

اخوند زادہ محمد قاسم :۔ احمدشاہ درانی کا چچازاد بھائی تھا ۔ محلہ قاضی‌خیلان پشاور میں سکونت رکھتا تھا ۔ صاحبزادہ محمدی اور صاحبزادہ احمدی کی وفات کے بعد ان کے ہان نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے محمدقاسم برادر زادہ سیدہ بی بی (بیوہ محمدی صاحبزادہ بن محمدعمر بن

زندگی میں دنیا کو کسی وقت بھی اصلاً و قطعاً اپنے دل میں جگہ نہیں دی ۔ اور نہ دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا بلکہ دنیا کو دین کی خدمت اور اخروی درجات کے حصول کا وسیلہ بنا کر راہ خدا میں صرف فرمایا ۔

خود حضرت میان صاحب کی زندگی نہایت سادہ اور درویشانہ تھی ۔ آپ کے بعد آپ کی اولاد بھی اسی روش پر قائم رہی اور اتنے کثیر مال و دولت کے باوجود تمام عمر ایک کچے مکان میں گزر اوقات کرتے رہے ۔ آپ کی یہی رہائش گاہ آج بھی موجود ہے اور آپ کی خاکساری اور سادگی پسندی پر بزبان حال گواہی دے رہی ہے ۔
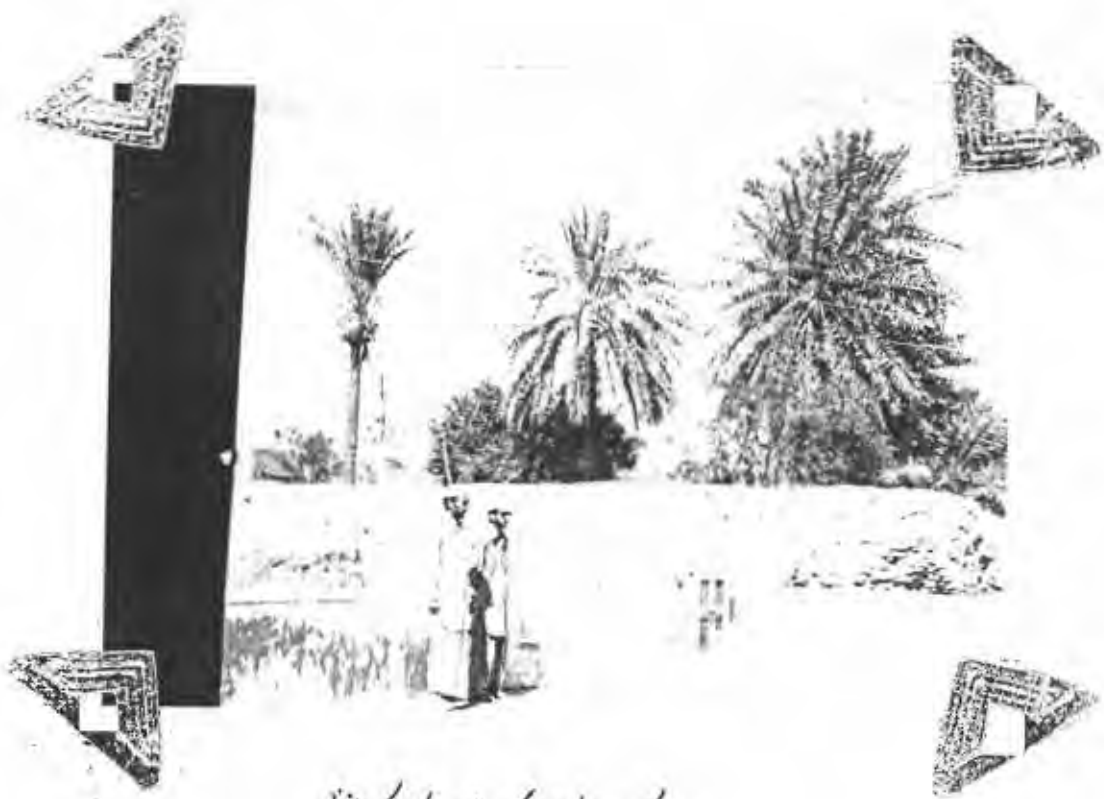
حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کا ایک منظر

حجرۂ حضرت میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ

ابراھیم قوم افغان موسٰی خیل) حضرت میان صاحب
چمکنیؒ کی خانقاہ سے متعلق ھر تمام جائیداد
پر قابض ھوا ۔
سید محمد ساکن جندول (ضلع دیر)
محمد طاھر
فضل ھادیخان (متوفی ۱۹۲۵ء مدفون
موضع چمکنی) محمد طاھر کا
بھتیجا اور داماد تھا ۔ محمد
طاھر
کی وفات کے بعد سجادہ نشین
مقرر ھوا ۔
لاوارث فوت ھوا اور ۱۸۷۰ء کے
بندوبست تحصیل مردان نمبرشمار
۷۲-۳۷۱ کے مطابق محمد قاسم
کے بعد حضرت میاں صاحب چمکنیؒ
کی جائیداد کا متصرف رھا ۔
عبدالحکیم جان (مزار موضع چمکنی
مین واقع ھے) ۔
سردارخان (معروف سردار اخوندزادہ)
اس کا مزار جندول مین واقع ھے ۔ اپنے والد
فضل ھادیخان کی وفات کے بعد تقریباً دو
برس تک سجادہ نشین رھا ۔ اس کے بعد
انگریزون کے دور مین یہ جائیداد اوقات کمیٹی
صوبہ سرحد کے سپرد کر دی گئی ۔
شاھی ملک
عمر باچا
جان باچا

سردار خان اخوند زادہ کے فرزند عمر باچا ہے۔

جو آج کل حضرت میان صاحب چمکنی کے مزار مبارک کی نگہداشت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اور مزار کی ہدایا اور تحائف کی آمدنی کا متصرف ہے۔

(مندرجہ بالا تفصیلات بندوبست ۱۸۷۰ء تحصیل مردان ، ریکارڈ اوقاف میان صاحب چمکنی دفتر اوقاف محکمہ پشاور ، روحانی تڑون ص ۸۲۱ اور مزار کے موجودہ سجادہ نشین کے زبانی بیانات کی روشنی میں مرتب کی گئی ہیں) ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ ایک عالم ماب اور مرجع خلائق بزرگ تھے اور آپ کا دربار ایک علمی ادارہ اسلامی علوم و فنون کا مصدر اور علماء و فضلاء کا مرکز تھا ۔ دور دور سے پروانگان علم یہاں آکر اپنی پیاس بجھاتے تھے اور ہر وقت علمی بحث و تمحیص اور دینی مسائل کی تحقیق و تدقیق کا بازار گرم رہتا تھا ۔

آپ ایک مرجع خلائق بزرگ تھے

حضرت صاحبزادہ احمدیؒ آپ کی مجالس کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" انی قد کنت احضر عدائی و مولایا
فی مجلسہ الاقدس ومحفلہ المقدس وکانت
زمر العلماء والفضلاء من کل الاطراف ورھط
الکبراء والعظماء من جمیع الاکناف جاء وا
من کل فج عمیق وفازوا لدیہ کلھم بکل
حق حقیق یذاکرون فی تحقیق احکام الصیام
والصلوات ویباحثون فی تدقیق تبیان الجمعہ
والجماعات " (۱)

---

(۱) مولانا مسعود گل لکھتے ہیں ۔ =

....

= په خدمت کښې د صاحب ډېر عالمان وو
هم د ښهر هم د ملکو فاضــــلان وو
په باغچه د میان صاحب کښ دائره وو
فضلاء علماء ناست تــر جاپیــره وو
هم د ملکو عالمان وارہ د لې دي
فقیران او بادشاهان وارہ د ې دي
امیران او ملکان او وزیــــــران
حاجت منــد او مظلومان او رنځوران
لکه ملخ میږي لښکــرې پــر ډیره وې
کلې کور وربانډ ډکې هم میــره وې

(مناقب ص۱۱ـ ۱۲)

مولانا نورمحمد لکھتے ھیں :

په دا زمان کښې چــه بزرگان وو
همه وارہ پـــه فــرمان وو
ومخدوم وتــه محتاج وو
هم گدا هم اهل تاج وو

(مناقب ورق ۴۱)

کاظم خان شیدا لکھتے ھیں :

شاه وگدا ټې په درحاضــر وو
مرجع د خلقو عالم ماب وو

(دیوان کاظم خان (قلمی) ورق ۱۸۰)

عالم مآب اور مرجع خلائق ہونا ولایت و مشیخیت کی ایک علامت ہے ـ علماء محققین فرماتے ھیں کہ ہر دور میں چند خدا کے چنے بندے ایسے بھی ہوتے ھیں جن کا وجود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبۂ انجذاب ہوتا ہے اور جس طرح نظام شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اس لئے ہے کہ کعبۂ =

....

= شمس کا طواف کرے اس طرح انسانوں کے اور آبادیوں کے ہجوم بھی صرف اس لئے ہوتے ہیں کہ اس مرکز انسانیت اور کعبۂ ہدایت کا طواف کریں ۔ زمین والوں پر ہی موقوف نہیں آسمانوں میں بھی صرف انہی کے کارناموں کی پکار ہوتی ہے (ملاحظہ ہو دارالعلوم دیوبند شمر ۱۹۷۶ء ص ۵۶۷ بحوالہ تذکرہ ابوالکلام آزاد) قرآن کریم میں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِین آمنوا وعملو الصالحات سیجعل لهم الرحمٰن وُداً (سورۂ مریم آیت ۹۶) یعنی بلا شبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالٰی ان کے لئے محبت پیدا کردے گا ۔ (اپنی مخلوق کے دلوں میں) ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالٰی جب کسی بندہ کو محبوب بناتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت رکھو ۔ پس جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں ۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی فلاں شخص کو چاہتے ہیں تم سب اس سے محبت رکھو ۔ سو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں ۔ اس کے بعد اہل زمین میں بھی اس شخص کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالٰی اپنے محبوبین کے لئے ان کے ایمان کے سبب اہل زمین کے دلوں میں مودت و محبت پیدا فرمادیتے ہیں ۔ یہی ولایت کی ایک کھلی دلیل ہے اور اولیاء کی بزاولیاء سے شناخت کی ایک علامت کیونکہ بلا سبب و تعلق اور بلا طمع و ضرر دعوی کے اکثر مخلوق خدا کا کسی کی طرف میلان قلبی اور گمان نیک ہونا اس شخص کے مقبول و منظور نظر ہونے کا بین ثبوت ہے اور بعینہٖ اس طرح بلا کسی طمع و ضرر ظاہری کے اکثر لوگوں کی کسی سے نفرت کرنا اور اس کا اچھا نہ سمجھنا غیر مقبول عنداللہ ہونے کی علامت ہے ۔ البتہ جو صداقت یا عداوت کسی احسان یا رشتہ داری یا ضرر و ناموافقت معاملہ سے ہو اس کا اعتبار نہیں اور جن لوگوں کی سرشت میں خبث و فساد غالب ہے ان کا ادراک بھی غیر معتبر اور نامقبول ہے ۔ (ملاحظہ ہو التکشف عن مہمات التصوف از مولانا اشرف علی تھانویؒ طبع دہلی ۱۳۳۵ھ ص ۳۲۵ و ۳۷۵ ایضا ملاحظہ ہو بیان القرآن =

یعنی مین اپنے والد بزرگوار جو میرے مولا بھی ھین کی مجلس اقدس مین حاضر رھتا تھا - اور علماء و فضلاء اور کبراء و عظماء اطراف و جوانب سے آپ کے پاس آیا کرتے تھے احکام صلوٰۃ و صیام کی تحقیق پر مذاکرات کرتے تھے اور جمعہ کے احکام کی تحقیق و توضیح پر بحث کرتے تھے -

علمائے وقت کی خبرگیری

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ علماء دین کا ملجا و ماویٰ تھے - ھر وقت ان کی خبرگیری کرتے - امراء و حکام کو ان کی مدد و معاونت کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور کسی کو آپ کے خوف سے علماء کے ساتھ برا سلوک کرنے کی جراٗت نہ ھوتی تھی (۱) - مولانا دادین فرماتے ھین -

دي په ننګ د علماوٌ تــل ولاړ وو
تاته وایم کــه پــه ژمي که په هاړ وو
دا ټولي د علماوٌ حزب الله دي
میان صاحب په کبن‌دا رنګ سیف الله دي (۲)

آپ ھمیشہ علماء کے حامی اور مددگار تھے -
اور ھر وقت اور ھر حال مین (ان کا ساتھ دیتے تھے)
علماء کی جماعت حزب اللہ ھے اور
حضرت میاں صاحبؒ اس مین سیف اللہ (کے
مانند) ھین -

حضرت میاں صاحب چمکنی بحیثیت شاعر

اچھے شعر کی سحر انگیزی مسلمات مین سے ھے اور اس سے کسی کو انکار نہین کہ شعر نثر کی بہ نسبت انسان کو زیادہ متأثر کرتا ھے - اور اس مین تہیج و تاثیر کی جو کیفیت موجود ھے وہ نثر مین نہین ھوتی

= سورۂ مریم آیت ۹۶) -

******

(۱) ملاحظہ ھو تفصیل کے لئے مناقب میاں صاحب چمکنی (قلمی) از مولانا دادین ورق ۱۷ ، ۱۸ - (۲) ایضا ورق ۱۸ -

(۱)
یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کو حکمت سے تعبیر فرمایا ہے -

شاعری بذاتِ خود کوئی مقصد نہین بلکہ حصول مقصد کا ایک موثر ذریعہ ہے - حضرت میان صاحب جمکنیؒ نے اسی وسیلہ اظہار کے ذریعے بھی دینی مسائل کے سمجھانے جستجوئے حق کی راہ مین انسانی تگ و دو کو ابھارنے اور صحیح رہنمائی کرنے کی کوشش فرمائی ہے - اور پشتو - فارسی اور عربی تینون زبانون مین اشعار کہے ہین - آپ کے اشعار مین توحید - ترغیبِ آخرت اور زہد فی الدنیا کی تعلیم و تلقین موجود ہے -

خالقِ حقیقی کی اطاعت و عبادت اور ذکر و فکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہین -

غافل مه شه له ثنا د کردګار خپل شپه او ورځ ستایه بنده پروردګار خپل	اپنے پروردگار کی حمد سے غافل نہ ہو اور اے بندہ ! رات دن اپنے پروردگار کی ثناء و صفت بیان کیاکرو -
دي په کل اوصاف موصوف دي دا رنګ وایه مبرا دي د کل عیب دي له خایه	یہ کہو کہ تمام اوصاف (حمیدہ) سے متصف ہے اور وہ تمام عیوب سے پاک و مبرا ہے -
هرچه کاندِ هغه کیږي توانا دي د هرچا په هر احوال دانا بینا دي	جو کچھ کرنا چاہے وہ ہوتا ہے اس لئے طاقتور و توانا ہے اور ہر ایک کے ہر حال کو جاننے والا اور دیکھنے والا ہے
بې پروا دي کبریا هم مستعان دي هم کریم دي هم رحیم هم مهربان دي	وہ بے پرواہ کبریا اور مستعان ہے اور کریم بھی ہے رحیم بھی اور مہربان بھی ہے -
سر په خاوړو دِ سجده د اخلاص کیږده اوس د کبر د غرور خبرې پریږده	اخلاص کے ساتھ خاک پر اپنی پیشانی رکھ کر سجدہ کرو اور کبر و غرور کی باتین ترک کردو

(۱) حدیث کے الفاظ یہ ہین :
ان من الشعر حکمۃ مشکواۃ باب البیان والشعر الفصل الاول -

ورته وايه بنده ستا يم تا به ستايم
تا به ستائيم خوږوندي يه دا دنيا يم
په سحر له خوبه پاسه ورته ژاړه
(1)
د حضرت په رويْ بخښنه خدائي نه غواړه

کہو کہ اے خدا میں تیرا بندہ ہوں اور تیری ہی تعریف کروں گا -
جب تک دنیامیں زندہ ہوں - صُبح جب تم نیند سے اٹھو تواللّٰہ کے حضور میں رو رو کر محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے طفیل سے مغفرت مانگا کرو-

فرماتے ہیں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ خالق حقیقی کا تابع فرمان و ثناخوان ہے -اور خصوصاً بنی نوع انسان پر خدا کے احسانات ہیں -ان کے بدلے میں وہ جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے - لکھتے ہیں :

که تما شي هر ويښته* هزار دهان
هر دهان کښ‌شي گويا هزار زبان
هر زبان م که ثنا هزار لغت
شپه او ورځ نه شم وزګار له د خدمت
يو ذره به ې له حال بيان نه کړم
(٢)
يو قطر به ې له درياب بيان نه کړم

اگر میرے ہر بال کے ہزار منہ بن جائیں
اور پھر ہر منہ میں ہزار ہزار زبان ہوجائیں
اور پھر ہر زبان ہزار زبانوں میں خدا کی حمد بیان کرے
اور وہ شب و روز اس ذکر میں مصروف رہیں تو اس کے باوجود بھی اس کے حال سے ذرہ بھر بیان نہ ہوگا اورآپ کی صفات کے دریا سے ایک قطرے کا حال بھی بیان نہ کرسکوں گا -

دوسری جگہ ذکر و فکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

---

(١) توضیح المعانی (قلمی) ص٣ -

(٢) توضیح المعانی " ص٣ — یہ اشعار قرآن کریم کی اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں قُل لو کان البحر مداداً لکلمات ربیّ لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربیّ -

په توحید سره ثنا د پاك سبحان ده
وظیفه زما د ژبې هــر زمان ده

توحید کے ذریعے خدا کا حمد بیان کرتا ہون -
اور یہ ہر وقت میری زبان کا وظیفہ ھے

د صفاتو پ په زړه کښې تفکر کړم
او به ژبه اسم ذات پ تذکر کړم

دل مین خدا کی صفات کے بارے مین غور و فکر کرتا ہون اور زبان پر اسم ذات (اللّٰہ) جاری ھے -

چه نه فکر او نه ذکر د انسان وي
هغه کسرم په مثال کښې د حیوان وي

جو انسان نہ ذکر کرتا ھے اور نہ غور و فکر
تو وہ حیوان کے مانند ھے -

له حیوان لا بدتر هغه کسان وي
چه له خدایه دوئ غافل وي بې‌ایمان وي
غافلي کفر پنهان دي بې زناره
هیڅ کم نه دي دا غافل له زناردارہ (۱)

بلکہ جو لوگ غافل ھین اور مومن نہین وہ حیوان سے بھی بد تر ھین -غفلت کفر پنہان کے مترادف ھے -اگر چہ وہ (غافل) زناردار نہین لیکن زنار دار کافر سے درجہ مین کم بھی نہین ھے -

فرماتے ھین کہ درحقیقت سعادت مند وہ ھے جو ظاہر و باطن دونون مین انسانی صفات کا حامل ہو اور جس شخص کے ظاہر و باطن مین تضاد موجود ہو وہ بدبخت اور حیوان سے بھی بدتر ھے -لکھتے ھین -

بعضې په دنیا کښې په صورت بنې ادم دي
ګوره ې عمل ته په باطن وي ګیدي خر

بعض لوگ دنیا مین صورتاً بنی آدم ھین
مگر ان کے عمل کو اگر دیکھا جائے تو بڑے گدھے کے برابر ھین -

بعضې په ظاهر او په باطن باندې سړي وي
دا به دوه بخته وي په دوه کونه بختور (۲)

بعض لوگ ظاہر و باطن دونون مین انسان ھین
یہ لوگ سعادت مند اور دونون جہانون مین نیک‌بخت (کامیاب) ہونگے -

---

(۱) توضیح المعانی (قلمی) ص ۱ - ۲
(۲) ایضاً ص ۱۰۵

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ نے عربی زبان میں جو شعرگوئی کی ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی اشاعت و ترویج کے لئے اسے جس نہایت موثر انداز میں استعمال کیا ہے ۔بطور نمونہ آپ کی تصنیف " اللآلی علی نعم توافی الامالی " کے چند ابیات مندرجہ ذیل ہیں ۔

بحمداللّٰہ نفتح فی اللآلی
بفضل اللّٰہ نور قد تلالی

دوام الحمد للّٰہ التعالی
یوفقنا علی ھذا المقال

رسول ھاشمی ذی جمال
وشمس العٰلمین بلا خفال

فلیس لِھٰذالشمس غروب
طلع ھذا علیٰ افق الکمال

ھوالشمس الضحیٰ نور السرائر
کطلع البدر فی جوف اللیال

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ نے فارسی زبان میں " ظواہر السرائر" میں اپنے پیران عظام یعنی حضرت شیخ سعدی لاھوریؒ اور حضرت شیخ محمد یحییٰؒ کی شان میں جو قصائد و قطعات قلمبند کئے ہیں ۔وہ آپ کی شاعرانہ صلاحیتوں کے آئینہ دار ہیں ۔ان میں سے نمونہ کے طور پر ایک قصیدہ اور ایک مثنوی یہاں درج کیا جاتا ہے ۔

قصیدہ حضرت شیخ محمد یحییٰؒ کی شان میں ۔

کنوزِ علم لدن معدن رموز و حکم
مبیّ مہر فیوض و منیر بدرِ کرم

مشیر خاص رسولِ خدا بود یحییٰ

که هست ملهم رایش خبیر لوح و قلم

هوش‌دیده ز مرآت روی او زنهار

که هست آئینه اش را ظهور ذاتِ قدم

طراز خلعتِ او انَّ اولیاء الله

فراز مسند او فاستقم امرتَ عَلَم

بکه فقر حقیقی رسیده رایت او

که فخر کرده بآن خود نبی ستوده شِیَم

بظاهر ارچه ز نوع بشر بود لیکن

مجسم است ز رحمت ز فرق تا به قدم

فلک ستاره همه آرزوی سجده برند

بهرکجا که به روزی نهاده است قدم

نیامده است هنوز سویش مرده دل که زنده نه گشت

همه ز چشمهٔ حیوان برند جان در دم

ز شرق و غرب همه نور او گرفته جهان

ز فرش و عرش خبیر و خبیر فوقش هم

علم بلند رفعت قدرش ز مشرق و مغرب

نمانده هیچ ولی که نه کرده گردن خم

ز قطب و غوث به پیش رسول برتر شد

به هر که یک نظر لطف او شده منضم

قسم خورد به وجود تو افسر تجرید

که از سر چو تو شاهی نیافته زیبم

سریر فقر بگوید که چون تو شاهنشاه

نه مانده پا بسوم تا به عالم آمده ام

بپائی تو که ندیدم چو پائی تو پائی

که نقش‌پائی ترا عرش گفته تاج سرم

علم کش‌تو بود مهر ماه در شب و روز

که داده باطن تو نور هر دو را بهم

براه حق همگی همت بود مصروف

حقیقت نتوان یافت چون مقصر اند همم

صفائی دیده دلها ز روی فرزندت

ببین که نقش‌نگین فتوت است کرم

برائے حق همه قائم مقام تسلیم است

رضا و هم عمل و علم جمع کرده بهم

توئی که قافله اهل حق به لطف تو شد

به منزلی که بگویند مقصد اعظم

هرآنکه این طلبش هست او ز قافله است

روا مدار که ماند ز قافله به کرم

نمانده هیچکس از لطف تو ز قافله پس

یقین من همه این است و این یقین است هم

براورد ست عنایت ز جیب و سوی کش

کسی که مانده پس از قافله ببین که منم

اگر چه لائق تو نیستم غریب توام

فتاده ام به در و دون مرا بو خم

بپر گناه غریب تو امر همی خواهم

که هر چه غیر تو باشد براورش ز دلم

چه شد که نام من آمد هم خرابم و زار

خدایا نظری بر گنهگار و کن هم (۱)

مثنوی حضرت شیخ سعدیؒ

لاہوری کی منقبت میں

خواهدم دل که نغمه آغاز د | از سر تو ترانه سازد
دهد از گوشمال چنگ سخن | در فضائی قبول ز یکه سخن
نکته بهوائی کند تازه | عارض نکته را کند غازه
بزبانے ز میزبانے خویش | مدح گوید دل نکو اندیش
مدح آن پیشوائی مقبولان | مدح آن خواجه خدا طلبان
که بوند از کلام او ملکوت | از پے جان خویش بهره و قوت
من که باشم که مدح او گویم | یا بوصفش ره سخن پویم
از پے مدح او زبانم کو | در زبان باشدم بیانم کو

(۱) ظواهر ص ۶۷۳ تا ۶۷۶ ۔

از پی مدح اوجو او باید　　تا سراید ز مدح او شاید

لیکن اندر جہان پی بنیاد　　نیست در راہ حق جو او استاد

وارمن از شوق اوسخن گویم　　سرخ روئی ز مدح او جویم

نہ منم راہ وصف او جویا　　ملہمم بر زبان بود گویا

ہر چہ او برزبان کند تعلیم　　من نہم پیش او سر تسلیم

میرسیدی ندا بگوشم وی　　قبلہ* مقبلان حق سعدی

عاشقان بہر حج نہند جوگام　　بسر کوئی او کنند احرام

روی او قبلگہ قبلہ گاہ عالم را　　این شرف از پسر پس آدم را

پی ان رو کہ آن بزرگ خدا　　منزل فقراء ست رہنما

پی امر نہی شنا بندہ　　دلش از نور ایزدی زندہ

متکی مقام او ادنی　　شمس روز جزا رسول خدا

گر نگفتی کہ لا نَبِیَّ بعدِیْ　　بود این جامہ بر قدِ سعدی

ختم شد نامہ* نبوت اگر　　از ولایت لباس او بنگر

نہ ولایت کہ ہر کسی باید　　بر دل ہر کہ نور او تابد

نیست این خاصہ* اخص خواص　　خاصہ این خاص بہر او شد خاص

ماندہ* مہر پس نہ چون شفق است　　او مرات شہود ذات حق است

بجہان با جہانش کاری نہ　　زاہد او بردلش غباری نہ

بفقیری فقیر مطلق اوست　　بہ حقیقت خلیفہ* حق اوست

ہر کجا حلقہ کردہ بنشینید　　خدمتش را فراشتہ بگزیند

حلقه درگوش اوست جنّ و ملک ‌ ‌ ‌ فرش پایش بگاه سیر فلک

قدسیان حلقه حلقه بودر او ‌ ‌ ‌ چنبر چرخ چنبر در او

خالی از ذکر غیر محفل او ‌ ‌ ‌ سخن غیر نیست در دل او

به زبان نیست تابه دل چه رسد ‌ ‌ ‌ خود ز غیر خدا به دل چه رسد

بس که پرشد دلش ز یکتائی ‌ ‌ ‌ غیر خود را نمانده گنجائی

سخن اصحابش ار کنند قریب ‌ ‌ ‌ للتوافق لهم وللتقریب

سخن غیر گر کند ناگاه ‌ ‌ ‌ لیس مشهوده لغیر الله

هر که با او دمی حریف شود ‌ ‌ ‌ گر وضیع است خود شریف شود

هر که در صحبتش دمی بنشست ‌ ‌ ‌ خود ۰۰۰۰۰۰۰ و ماهی است

فیض عامش رسیده هر که و مه ‌ ‌ ‌ تا توانی سرت به پائش نه

دیدنش را نتیجه یاد خدا ‌ ‌ ‌ قل لمن دق بابه طوبا

ای ترا گر تر خدا طلبی است ‌ ‌ ‌ هوس رفتنت براه نبی ست

کیست این خواجه ۰۰۰۰۰۰ ‌ ‌ ‌ مظهر ذات قدس ربانی

کیست این خواجه گر تو میگوی ‌ ‌ ‌ سر بر دفتر خدا جوی

کیست این خواجه نکو در عهد ‌ ‌ ‌ فلک فقر راست چنبر سعد

کیست این خواجه گوش با من کن ‌ ‌ ‌ مایه دارد ز گنج علم لدن

مادر دهر تا شد آبستن ‌ ‌ ‌ خون دل خورده در پسر زادن

عمرها برده رنج زادن و درد ‌ ‌ ‌ تا چو سعدی پسر سعید آورد

چرخ تا سال عمر او بشمرد ‌ ‌ ‌ اختر سعد ازو سعادت برد

گر ترا گوش دل بود شنوا ‌ ‌ ‌ گوش کن نکته ملایکه را

از ملائک زنزد حق بحضور

شده جمعی بدین سخن ماجور

کم رسیدند این سخن گویان

همچنین بر گزیده گان بجهان

الحق ار چرخ قرنها گردد	آرزو را بمدعا گردد
عرق آرد ز دل به پیشانی	یابد از همچو اختر ارزانی
سالها مهر آسمان تابد	تا چو او لعل را جهان یابد
گر شود ابر لطف گوهر بار	باشدش عمر ها همه این کار
قطره بارد ز محض لطف خدا	تا چو او گوهری شود پیدا
ای من جان من سگ کویش	خرمن برق خورده از رویش
نیست در دل جز این تمنای	که نهم سر به زیر آپای
گر خود آن پا سزد فلک را تاج	کفشان پا بر کشد چودراج
نقش پایش براه حق جوی	هست جام جهان نما گوی
می نماید به طالبان انجام	منزل قصد کرده را به تمام
بس کن آخر که قصه خوانی چند	از حدت پای پیش ماندے چند
سر این رشته را بدار نگاه	سخن شوق کسے شود کوتاه
تو ز شوقست انچه میگوئی	لیکن اخر به بین چه میگوی
بر زمینے تو او بر اوج سماست	نتوان روی مه بدست آراست
شوق هر چند دست بالا کرد	لیک کے پنجه باثریا کرد
حق وصفش نمی توان گفتن	در مدحش کجا توان سفتن

اوست خورشید عزت و خوبی | بر گزیدگی خدا یہ محبوبی
هر کہ آرد بہ پیش پایۂ خویش | پای ماند بحد پایۂ خویش
شہرک از کجا شد این گستاخ | کہ نشیند بہ مہر در یک کاخ
تو دعا گو کہ این دعا گوے | بر تو مہتر ز مدعا جوی
ای خدای جہان و رب کریم | بخودیٔ خودی تو ذات قدیم
تا کہ این مہر آسمان گرد است | و ہر آبست راحت ودرد است

قصہ کوتہ کہ تا جہان باشد

سایۂ خواجہ سایہ بان باشد

بر سر کلہ ہر کہ ہست در عالم

خاصہ آنکو زد از سگانش دم

ہست گر کین سگے عمر او را | کار می ناید شتک و دورا
زوست امید لطف در دل او | ورنہ بیحاصلی ست حاصل او
یارب امیددارد از تو بہ دل | داشش را ز دست او مگسل
داشود دامنش بروز جزا | بہ لقایٔ تو عروة و ثقی
عاشقان را بجز تونیست مراد | عاشقان ترا لقای تو باد

خستگان را رخ تو مطلوب است

ہرچہ خواہی بکن کہ محبوب است (۱)

حقیقت ہے کہ حضرت میان صاحب کا فارسی کلام نہایت دلکش اورخوبصورت ہے - اس میں سادگی بھی ہے اورروانی بھی - اس میں موزون الفاظ اور برمحل محاورات و کنایات کا استعمال بھی

---

(۱) خواہر السرائر (قلمی) ص ۳۱۶ - ۳۲۰ -

کیا گیا ہے ۔ اور بلند تخیلات اور رنگین بیانی سے بھی آراستہ و پیراستہ ہے ۔

خواجگان نقشبند کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں =

سر فرو بردہ بہ جیب اند ہمہ غنچہ صفت

چون گل از خندہ ربایند دلِ صد عیّار (۱)

اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ سعدیؒ کی وفات حسرت آیات پر اپنے غم اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

از بسکہ بود منتظرش حق بمحض لطف

او ہم ز شوق پردۂ حد از میان شکست

در فرقتش کسی کہ چو گل جان نہ کردہ چاک

نادیدہ خود شگفتگی و رائگان شکست

ہر مدعی کہ ظاہرش از غم دگر نہ شد

خود خار تفرقہ فلکش در نہان شکست

ہر کہ بخون دل نہ شست از فراق او

مانند غنچہ لب نہ کشید و زبان شکست

گر خون دل ز دیدہ بر آید عجب مدار

خار یتیمم بہ دل ناتوان شکست (۲)

حضرت سعدیؒ کی پشاور میں آمد کے موقعہ پر استقبال اور جوش و مسرت کا نقشہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

---

(۱) ظواہر السرائر (قلمی) ص ۶۹۹

(۲) ایضا ص ۷۲۸

سبزہ از تشنگی زبان دراز

از زمین بهر اوست بوزدہ سو

لالہ را زوست داغ مادر زاد

زرد شد از غمش گل جعفر

نازم این عشق را کہ رعنا زوست*

دل پرخون و عارض اصفر

از غم عشق جامہ نیلی

شدہ پشتش دوتا بنفشہ نگر

هست ز انعام عشق نرگس را

مژہ از صاف سیم و دیدۂ زر

سرو آزاد کردۂ عشق است

زوست این تا ز گیش پا تا سر

دارد از جوش عشق و گرمی او

ارغوان زار جامۂ احمر (۱)

* * * * *

تمباکو - گنے اور مرچ کی کاشت سے ممانعت

حضرت میان صاحب جیؒ ایک مدبر اور دوراندیش بزرگ تھے - اور معاشرے کی ہر برائی پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے - آپ نے نہ صرف سلوک و تصوف کا راستہ بتایا اور نہ صرف ایک واعظ و مبلغ کی حیثیت سے اصلاح معاشرہ کی کوشش کی بلکہ اخروی فوز و فلاح کے ساتھ ساتھ دنیاوی زندگی کے اہم مسائل کو حل کرنے کی بھی سعی فرمائی -

---

(۱) ظواهر السرائر (قلمی) ص ۲۴۳ - ۲۴۴

* هر دو رنگی شیے -

اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک بہت بڑی مصلحت کے پیش نظر تین چیزوں یعنی گنے

مرچ اور تمباکو کی کاشت کی ممانعت کی ۔ اور اپنی زندگی میں ہمیشہ اپنے متوسلین و معتقدین کو ان
(۱)
اشیاء کی کاشت نہ کرنے کی ہدایت فرماتے رہے ۔

---

(۱) اولیاء کرام سلسلہ مطبوعات اباسین طبع کراچی اپریل ۱۹۶۴ء ص ۱۰۶ ۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی بات تاثیر سے خالی نہیں ہوا کرتی ۔ چنانچہ آج بھی آپ کی گفت کا اثر باقی ہے اور اکثر لوگ جمکنی کے رقبہ زمین میں اس کی کاشت سے احتراز کرتے ہیں بعض ثقہ سفید ریش حضرات نے اپنے چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے راقم الحروف کو بتایا کہ جس شخص نے ممنوعہ رقبہ زمین میں ان اشیاء خصوصاً تمباکو کی کاشت کی ہے اس نے ضرور ضرور نقصان اٹھایا ہے ۔ اور بالآخر غربت و افلاس کا شکار ہوکر ذلیل و خوار ہو چکا ہے ۔

جہاں تک گنے اور مرچ کی کاشت کی ممانعت کا تعلق ہے تو اس کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ دونوں ایسی فصلیں ہیں جو حیاتِ انسانی کی بنیادی ضروریات میں سے نہیں ہیں اس کے برعکس غلہ پر انسان کی زندگی کا دار و مدار ہے ۔ لہٰذا آپ نے مفاد عامہ کے پیش نظر ان چیزوں کی کاشت کو منع فرمایا تھا تاکہ اس طرح مرچ اور گنے کی کاشت غلہ کی پیداوار پر اثر انداز ہوکر عام لوگوں کی پریشانی کا باعث نہ بنے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے قلت خوراک جیسے اہم معاشی مسئلہ پر قابو پانے کی غرض سے احتیاطی تدابیر کے طور پر ان چیزوں کی کاشت کو ممنوع قرار دیا تھا ۔

مرچ اور گنے کی نسبت تمباکو کی کاشت کا مسئلہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے ۔ اس لئے کہ مرچ اور گنا اگر دنیاوی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں تو تمباکو کی فصل دنیا اور آخرت دونوں کو متأثر کرتی ہے ۔

گیارھویں صدی ہجری میں تمباکو نوشی کا ظہور ہوا تو علماء وقت نے اس کی خرابیوں کو مدنظر رکھ کر اس کے خلاف صف آراء ہوئے اور عقلی و نقلی دلائل سے اس کی تباہ کاریوں اور برے اثرات کو لوگوں پر آشکارا کرنے کے لئے ایک باقاعدہ مہم کا آغاز کیا اور اسے اسراف مخر ۔ فصل حبث ۔ عام البلیہ ۔ باعث فساد عقل اور محدثات الامور ثابت کرکے حرام قرار دیا ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۔ رسالہ نصیحۃ عباد اللہ وامۃ محمد رسول اللہ ص ۲ ۔ ۱۲ ۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور میں علماء حقانی اعلاء کلمۃ الحق اور ترویج و تبلیغ دین کی خاطر میدان عمل میں مصروف کار	حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے چند مخالفین اور ان کا انجام بد

رہے ہیں ۔اور ہر دور میں دنیا پرست اہل ہوا کا ایک گروہ بھی ایسا رہا ہے جو اہل اللہ کی مخالفت میں صف آراء ہوجاتے ہیں ۔حالانکہ اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت و دشمنی خدا کے ساتھ اعلان جنگ کے مترادف ہے ۔حضرت ابو عبداللہ القرشی فرماتے ہیں کہ ۔

= مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۰ھ ۔ ایضاً ملاحظہ ہو رسالہ تبیان فی احکام شرب الدخان مؤلفہ ابوالخیر محمد معین الدین الکروی الکاظمی المشہدی مطبع نولکشور ۱۲۹۵ھ ۔

ان تمام خرابیوں کے علاوہ تمباکو اگر ایک طرف قلت غلہ کا مسئلہ پیدا کرتا ہے تو دوسری طرف اس کا استعمال انسان کی صحت کو بری طرح متأثر کرتا ہے ۔اور جدید ڈاکٹری تحقیق نے تو اس کے مضر صحت ہونے پر یہ کہہ کر مہر تصدیق ثبت کردی ۔کہ "انسان تمباکو کا دھواں کھینچتا ہے اور تمباکو انسان کی روح کو کھینچ کر اس کی موت کا سبب بنتا ہے" ۔(مضمون "تمباکو نوشی" از ڈاکٹر محمود عالم روزنامہ مشرق پشاور ۷/ جون ۱۹۷۵ء) ۔

حضرت میاں صاحب چمکنی کا زمانہ وہ زمانہ ہے جبکہ جس میں معاندین اسلام الحاد و بےدینی کے طرح طرح کے بت تراش رہے تھے اور برصغیر کے مسلمان دشمنان اسلام کے خلاف اپنے دین کی حفاظت میں مصروف تھے ۔یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ میدان جہاد میں ایک طرف اگر غیر متزلزل ایمان و جذبہ کی ضرورت ہوتی ہے تو دوسری طرف اچھی جسمانی صحت کا ہونا بھی اشد ضروری ہے اور اس طرح دونوں لحاظ سے مضبوط سپاہی ہی میدان جہاد میں دشمن کو ٹھکانے لگا سکتا ہے ۔ اور یہی وجہ تھی کہ لہٰذا آپ نے تمباکو نوشی کے تدارک کے لئے اس کی کاشت کو ممنوع فرمایا تھا ۔ واللہ اعلم ۔

****

من غض من ولی اللہ عز وجل ضرب فی قلبہ بسہم مسموم ولم یمت حی تفسد عقیدتہ ویخاف علیہ من سوء الخاتمۃ -(۱)	جوکسی ولی اللہ کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا ہے تو اس کے دل میں زہریلا تیر ملا مارا جاتا ہے - وہ نہیں مرتا یہاں تک کہ اس کا عقیدہ فاسد ہوجاتا ہے اور اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے -

اسی طرح حضرت ابوتراب بخشی فرماتے ہیں کہ -

اذ الف القلب الاعراض عن اللہ صحبتہ الوقیعۃ فی اولیاء اللہ -(۲)	جب کسی کے دل میں اعراض عن اللہ کی طرف میلان پیدا ہوجاتا ہے تو اولیاء کے ساتھ حسد و عناد اس کا ساتھ دیتا ہے -

معاصر تذکرہ نگاروں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے دور میں بھی بعض ایسے لوگ موجود تھے جو آپ کے ساتھ حسد و عداوت رکھتے تھے - ایسے چند مشہور معاندین ومخالفین کے نام درج ذیل ہیں -

۱) یاقوت خان حاکم پشاور -(۳)

۲) نواز جنگ کوہاٹی حاکم پشاور -(۴)

۳) ملا محمد غوث (۵)

۴) سیدغلام ساکن کنڑ (افغانستان) (۶)

---

(۱) الیواقیت والجواھر (قلمی) تالیف شیخ عبدالوھاب الشعرانی ورق ۸ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور -

(۲) ایضاً ورق ۸ کتبخانہ اسلامیہ کالج پشاور -

(۳) مناقب میاں صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۵۶ -
ایضاً از مسعود گل اوراق ۹۰ - ۹۱

(۴) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۸۸ - ۸۹ -

=

۵) رحمت خان گگیانی ساکن دوآبہ (پشاور) (۱)

۶) محبت خان ساکن دوآبہ (۲)

۷) ضابطہ خان ساکن جمکنی (۳)

۸) نائب خان حاکم پشاور (۴)

۹) ارباب محسن خان (۵)

۱۰) محمد عمر ساکن سرآسیا گیٹ (پشاور شہر)

مذکورہ بالا افراد میں سے بعض تو ذلت کی موت مر گئے اور بعض نے ندامت و پشیمانی کا اظہار کر کے آپ کی فرمانبرداری اختیار کی - مولانا مسعود گل نائب خان حاکم پشاور کی عداوت اور بعد میں آپ کی مریدی اختیار کرنے کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

---

= (۵) نورالبیان (نورمحمد قریشی) اوراق ۵۰ -
(۶)

******

(۱) نورالبیان (نورمحمد قریشی) ورق ۱۲ - ۱۳

(۲) ایضاً ورق ۱۲ - ۱۳

(۳) مناقب میاں صاحب جمکنی از مولانا دادین ورق ۱۲۶ - ۱۲۸

(۴) ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے مناقب میاں صاحب جمکنی از مولانا مسعود گل ص ۶۹ - ۷۰

(۵) مناقب میاں صاحب جمکنی از مولانا مسعود گل ص ۸۹ - ۹۰ و ۱۰۱ - ۱۰۲ و ۹۹ - ۱۰۱ -
مناقب میاں صاحب جمکنی از مولانا مسعود گل ورق ۱۱۷ - ۱۱۸ -

******

نائب خان نوم ئې حاکم د پېښور وو	نائب خان حاکم پشاور
بې تدبیره بدخصلته کینه ور وو	بدخو، کینه جو اور غیر مدبّر آدمی تھا ۔
د دنیا په حکومت کښې فهمیده وو	دنیاوی حکومت (کے سلسلے) میں سمجھدار تھا ۔
دې منکر له بزرگانو کوریده وو	مگر وہ کوریدہ سر بزرگون کا منکر تھا ۔
خصوصا له میان صاحب سره عناد	خصوصاً حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے ساتھ
همیشه به ده کاو مفسد فساد (۱)	یہ مفسد عناد و فساد سے کام لیتا تھا ۔

اس فساد و عناد کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بہت خوار و ذلیل ہوگیا ۔اور آخر کار مجبور ہوکر معافی مانگی اورآپ کے حلقۂ خدام میں شامل ہوگیا ۔مولانا موصوف لکھتے ہین کہ ۔

په خلوت کښې نائب خان شه ډیر تائب	تنہائی مین نائب خان بہت توبہ تائب ہوا
زه غلام یم د صاحب صاحب صاحب (۲)	اور بار بار یہ عہد کرکے اقرار کیا کہ
	مین حضرت میان صاحبؒ کا خادم و غلام ہون

محمدعمر کی عداوت کا حال بیان کرتے ہوئے مولانا دادین لکھتے ہین کہ :

یو همنام د چمکنو د صاحب وایم	حضرت میان صاحب چمکنیؒ کا ایک ہمنام جس کا
زه ئې کور په اسیا کښې د رته نمایم	گھر سرآسیا مین تھا ۔مین تمہین بتاتا ہون
خباثت جبلی د ده په زړه وو	ان کے دل مین فطری خباثت موجود تھی ۔
ولې پټ ې په خاطر لکه د پره وو	لیکن شکست خوردہ کی طرح اپنے دل مین چھپائے
دا حاسد چه اوسیده په سرآسیا کښې	ہوئے تھا ۔یہ حاسد سرآسیا مین رہتا تھا ۔
سپیره مخ شه د خجلت په بداسیاکښې (۳)	بدبختی کا شکار ہوکر منحوس و شرمندہ ہوگیا ۔

مولانا مسعودگل، ارباب لشکرخان کی زبانی ارباب محسن خان کی عداوت کا حال بیان

---

(۱) و (۲) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا مسعودگل ص ۶۹ ۔ ۷۰ ۔

کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

دا رنګ نقل کوي د ي چه محسن خان
له خدمته د صاحب وه روګردان
ازلي د ده نصيب وه شقاوت
تل غالب وه په ده جهل عداوت
چه ماده ي اماده په شر عناد وه
هميشه ي رنځ د بغض او عناد وه
پيدا شوي په طالع د بدبختۍ وه
له صاحب سره چه کار ي د سختۍ وه
هميشه په مخالف له د جناب وه
لاس ي نه رسيده هيڅکله که د ي ارباب وه (۱)

وہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ محسن خان
حضرت میاں صاحب چمکنیؒ سے روگردانی کرتا تھا
ازلی شاقی تھا -
اور ہمیشہ سے اس پر جہل و عداوت غالب تھا -
اس کا مادہ شر و عناد پر آمادہ تھا - اس لئے
ہمیشہ سے بغض و عداوت کی بیماری میں مبتلا تھا
پیدائشی بدبخت تھا
حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے ساتھ سختی سے کام
لیتا تھا - ہمیشہ آپ کی مخالفت کرتا - اگرچہ
ارباب تھا مگر اس سلسلہ میں کچھ بس نہیں
چلتا تھا -

ایک اور معاصر تذکرہ نگار ارباب مذکور کے انجام بد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ -

شقاوت چه څما جانه د چا مل شي
و بزرګانو د ده په زړه خلل شي
دا ارباب چه روګردان له د جناب شه
خود خبرۍ چه د ي څه خانه خراب شه (۲)

اے دوست - شقاوت و بدبختی جس کا ساتھ دیتی ہے
تو بزرگوں کے بارے میں اس کے دل میں خلل پیدا
ہوجاتا ہے - یہ ارباب مذکور جب میاں صاحبؒ سے
روگردان ہوا تو تجھے کیا معلوم کہ نتیجتاً وہ کتنا
ذلیل و خوار ہوگیا -

غلط = (۳) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۲۴ - ۱۲۵ -

* * * * * *

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۸۹ -

حضرت میان صاحب چمکنیؒ کا خاندان -

پختونخواہ کی تاریخ مین حضرت اخوند درویزہ المتوفی ۱۰۴۸ھ/ ۱۶۳۸ء خوشحال خان خٹک المتوفی ۱۱۰۱ھ/ ۱۶۸۹ء - حافظ رحمت خان (شہید ۱۱۸۸ھ/ ۱۷۷۴ھ) اور میان صاحب چمکنی المتوفی ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء کے خاندان کو زیادہ شہرت حاصل ہے اور ان مین سے ہر ایک نے اپنے اپنے نقطہ نظر اور دائرہ کار کے اندر نمایان کام کئے ہین - مگر حضرت میان صاحبؒ کے خاندان کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ زندگی کے کسی خاص پہلو کے ساتھ اپنے آپ کو محدود نہین رکھا بلکہ مذہب - سیاست - رفاہ عامہ اور علم و ادب ہر میدان مین نہایت گرانقدر خدمات انجام دی - اور کئی پشتون سے نہایت بابرکت - فیض بخش، باعظمت، اور تاریخ افغان کا نہایت نامور اور معزز آستانہ رہا - مولانا دادین نے سچ فرمایا ہے -

د میان صاحب رتبه بلنده تر خورشیده ونم (۱) نشته دا هسې خاندان بیشکه فیض رسان	حضرت میان صاحب چمکنی کا مرتبہ خورشید (درخشان) سے بلند ہے - اور بیشک دوسرا ایسا فیض رسان خاندان کہین نہین ہے -

(۲) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۴۱ -

مولانا دادین حضرت میان صاحب کے مناقب مین لکھتے ہین -
میان صاحب وو سیف الله راشه وګوره

بې ادبه مختورن بیایئ تر ګوره

یعنی دیکھو - حضرت میان صاحب سیف اللہ ہین اور آپ کی بے ادبی کا مرتکب شرمندگی اور ذلت کی موت مرتا ہے -

دوسری جگہ لکھتے ہین -

ډیرم لیدلي په دا سترګو بدان ستا د درګاه

در پدر رځي هسې بدرنګ پـــــــریوزي

عجب پښتون دي ننګیالي د سره بن دستانو

چه بدخواهان د خاندان ي سپك تر بنګ پریوزي (مناقب ورق ۲۳)

اللّٰہ تعالیٰ نے بارھوین صدی ھجری مین دین متین کی خدمت کے لئے سرزمین ھند مین جس طرح ولی اللّٰہی خاندان کو منتخب فرمایا تھا اسی طرح یہ کام یہان سرزمین سرحد مین حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے خاندان کے حصہ مین آیا اور "این خانہ ھمہ آفتاب است" کے مصداق اس خاندان کا ھر ایک فرد اپنے دور مین زھد و تقویٰ اور علم و عمل کا ایک درخشندہ ستارہ بن کر چمکا ۔تحریر و تقریر کے ذریعے لادینی قوتون کا مقابلہ کیا ۔اپنے مؤیدین و معتقدین کا جال پھیلا کر برائیون کا سدِباب کیا ۔ بدعات و رسومات کی مخالفت کی ۔لوگون کے عقائد و اعمال کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ۔ علم و ادب کی اشاعت و حفاظت کا کارنامہ انجام دیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگ ان کی وجہ سے ایک مرکز پر جمع ھونے لگے جس سے ایک مضبوط اور مستحکم حکومت کے قیام مین بڑی مدد ملی ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ نے جس تحریک کا آغاز کیا تھا وہ نہایت مستحکم بنیادون پر قائم تھی ۔آپ کی وفات کے بعد نہایت زور و شور سے جاری رھی اور عرصہ دراز تک اس کے اثرات ثبت رھے ۔میجر راورٹی حضرت میان صاحب کی وفات کے تقریباً سوسال بعد اس خاندان کے اثرات کے بارے مین لکھتا ھے :۔

= ( ) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ھ ۸۷ ۔مولانا موصوف دوسری جگہ لکھتے ھین ۔

د تمام سرِ بن د ولس ستانې وايئ
قابو نشته د هيچا چه ي وستايئ
له ستانو د سرِ بن غوره ستانــه
ده د ميان صاحب عجب شاهانه
چه شاهان ې د دنيا تعظيم ته راغله
چه د ده درته راتله نحکه د ويئ شاغله

کہتے ھین کہ تمام سڑبن شاخ مین بارہ آستانے ھین ۔اور کسی مین ان کے بیان کی قوت موجود نہین ھے ۔
سڑبن افغانون کے تمام آستانون مین حضرت میان صاحب کا آستانہ افضل ھے ۔دنیا کے بادشاہ آپ کی تعظیم کے لئے آپ کے پاس آتے اور چونکہ آپ کے پاس آتے تھے اس لئے معزز ھوئے ۔

Up to this day the descendants of this saint occupy his position, and devote themselves to the welfare of the inhabitants, and the people of the country-round are their disciples.(1)

حضرت میاں صاحبؒ کا دعویٰ سیادت

حضرت میاں صاحب جمکنی دادی کی نسبت سے سیادت کا دعویٰ کرتے تھے۔اپنی کتاب توضیح المعانی میں لکھتے ہیں۔

گوره په خبنې سره زه یاد شومه پښتون
بل د سیادت څخا سره دې پیوستون

دیکھو میں خشی خیل افغان ہوں اور دوسری بات یہ کہ میں سلسلۂ سیادت سے وابستہ ہوں۔

= زامن د ولس د نبي مهتر یعقوب وو
د مهتر یوسف په خیر کله مرغوب وو
که همه په فرزندئ د نبي بناد وو
د مهتر یوسف په خیر کله دوئ یاد وو
که ستائې د سربن دي بنائسته
ولې لویره د صاحب ده بائسته

(مناقب ورق ۱۵۸ ــ ۱۵۹)

حضرت مہتر یعقوب کے بارہ فرزند تھے مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح محبوب و مرغوب کب تھے اگر چہ سب پیغمبر کے بیٹے تھے مگر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح شہرت سب کو کب حاصل تھی سڑبن کے تمام استانے خوبصورت تھے مگر میاں صاحب کا دربار اللہ بے حد خوبصورت تھا۔

---

(1) Note on Afghanistan by Maj. H.G. Raverty, 1888, PP 34-35.

دي لحما نیکونه چه پیـدا له سیدي	میرا دادا سیدہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے ۔
زہ یمه سید په دي نسبت په وجه دي (۱)	اور اسی نسبت اور اسی وجہ سے مین سید ہون

حضرت میان صاحب جمکنیؒ کی شخصیت

القاب کے آئینہ مین ۔

بہت سارے معاصر علماء کرام اور صوفیائے عظام کے ایسے کئی بیانات محفوظ ہین جس مین انہون نے حضرت میان صاحب جمکنیؒ کی عظمت شان اور علمی مقام کے اعتراف واظہار کے طور پر آپ کو بڑے بڑے القاب وآداب کے ساتھ یاد کیا ہے اور ان القاب مین آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤن کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ ایسا بیان کیا ہے کہ پڑھ کر آپ کی صفات و خصوصیات کا ایک مکمل خاکہ آنکھون کے سامنے آجاتا ہے ۔

"مشتے نمونہ خروار" کے مصداق چند القاب حسب ذیل ہین ۔

---

(۱) توضیح المعانی (قلمی) ص ۹ ۔ ایضاً ملاحظہ ہو شمس الہدیٰ (قلمی) از میان صاحب جمکنی ورق ۱۷ ۔

صاحبزادہ احمدی اپنے شجرہ نسب مین لکھتے ہین کہ ۔

گرچه باباجی م په دا لحاظ کښرپاد افغان دي

دي په سیادت سره مشهور په هندوستان دي

دا نسبت صحیح د سیادت ئې بې نقصان دي

دا نسب اسحاق او اسماعیل سره عیان دي

---- یہ ایک متنازعہ فیہ مسئلہ ہے اور علماء نے اس بارے مین اختلاف کیا ہے کہ جس کا باپ سید نہ ہو اور ماں سیدہ ہو کیا وہ سید ہے یا نہیں ۔ علماء کرام کا ایک گروہ کہتا ہے کہ من کان له امهٔ سیدة فهو سید ۔ (تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۰۵)

حضرت میان صاحب جمکنیؒ نے اس مسئلے مین یہی مسلک اختیار کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ

الکامل المحقق والعالم المدقق جهد العصر والزمان فرید الدهر والدوان

مروج الشریعة الغراء مقوی الملة البیضاء قامع رسوم الجهالة هادم قواعد

البدعة والضلالة معاذ العلماء ملاز الفضلاء مفسر الآیات میسر المغلقات فاتح

الاسرار مبین الاخبار کاشف سرائر العرفان واقف رموز الوجدان ناهج مناهج

الطریقة سالک مسالک الحقیقة مزین محافل الاولیاء منور مجالس الاصفیاء

قدوة الموحدین اسوة المجددین (۱) - سلطان العلماء مقدام الفضلاء قدوۃ

العارفین زبدة الکاملین (۲) — الشیخ فضائل پناہ حقائق دستگاہ (۳) —

قطب الاقطاب غوث العالم (۴) - شیخ کامل ولی الاکمل - قطب الاقطاب مرجع

خلائق عالم مآب (۵) — زبدة السالکین عمدة الواصلین - واقف الاسرار الشیخ

الکبار (۶) محبت و خصوصیت دستگاہ (۷) محب الفقراء -

— دادی کی وساطت سے اپنی طرف سیادت منسوب کرتے ھیں - میری رائے یہ ھے کہ یہاں حقیقی سیادت مراد نہیں بلکہ مجازاً سیادت کی نسبت اپنی طرف کی گئی ھے -

~~تذکرۃ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ - ص ۱۰۵ -~~

******

(۱) لائق السمعه فی تحقیق الجمعه مؤلفه عبداللّٰه المعروف میان گل تالیف ۱۲۰۳ھ (قلمی) کتب خانه اسلامیه کالج پشاور -

(۲) نصیحۃ عباداللّٰه ص ۱ - ۲۴ مطبع النظامی کانپور ۱۳۰۰ھ -

(۳) مقتطف مکتوبات شیخ فقیراللّٰه شکارپوری مکتوب ۴۵ -

(۴) شجرۂ طریقت از عبداللّٰه (قلمی) - (۵) دیوان کاظم خان شیدا -

(۶) شرح صلوة مسعودیه از مولانا عبدالاحد بن بایزید (قلمی) کتب خانه اسلامیه کالج پشاور -

(۷) ظواهر السرائر (قلمی) مکتوب خواجه محمد عیسیٰ ولد شیخ سعدی لاهوریؒ بنام میان صاحب چمکنی ص ۵۲۲ -

زبدۃ السالکین قدوۃ المحققین عمدۃ المتورعین برگزیدہ روزگار جیدہ محبان کردگار ستودہ بزرگان کبار - زبدۃ السالکین عمدۃ المحققین قدوۃ المتورعین -غوث الزمان قطب الاقطاب غوث الاغواث قطب مدار غوث افغان (۱) (۲) در یتیم افغان کان علم بحر علم -فخر علماء -فیض بخش و فیض رسان شاہ عارفان - شاہ شاہان -غوث اکبر قطب الاقطاب -قطب الآفاق - شمس الاطباق -سرتاج علماء محی السنۃ پیر کامل - (۳) (۴) (۵) غوث جہان -مدار زمان -صاحب کشف و عرفان -مستجاب الدعاء -بحر فیضان عالم ذوالکرم - باطن صفا - معدن علم لدن -مظہر صفات -مستقر کرامات - زبدہ سالکان روزگار - برگزیدہ محققان پروردگار - ستودہ محبان حضرت جبار عمدہ عارفان کردگار - شیخ آفاق عارف حق سر اقطاب زمان - غوث الزمان قطب الاوان - (۶) (۷) (۸) (۹)

معاصر علماء کے علاوہ متأخرین اہل قلم نے بھی القاب کی صورت میں آپ کو اپنا نذرانہ عقیدہ پیش کیا ہے -مگر اختصار کے پیش نظر ان کو یہاں نقل نہیں کیا گیا - (۱۰)

---

(۱) توضیح المعانی (قلمی) ص ۱۱۳ کتب خانہ بہانہ ماڑی پشاور شہر -

(۲) المعالی شرح امالی (قلمی) ص ۸۳۹ "

(۳) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین (قلمی)

(۴) ایضاً از شیخ نورمحمد (قلمی)

(۵) کرامات میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۱۰ - ۳۲ - ۵۰ - ۱۵-۱۶-۱۷-۸۶-۱۰۵

(۶) شاہنامہ احمدی از حافظ موغزی ص ص ۲۳ -۲۸ و ۱۹۱ -۲۰۲

(۷) شمس الہدیٰ (قلمی) ص ۲۲۲ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور

(۸) تیمورشاہ درانی ص ۲۱۱ جلد اول از عزیزالدین وکیلی بحوالہ اشعار مرزاہادی خان درباری منشی تیمورشاہ درانی -

(۹) صلوۃ محمدی (قلمی) از صاحبزادہ محمدی ورق ۲۴ -مملوکہ جناب ڈاکٹر سلیم صاحب

حوالہ

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کا آستانۂ عالیہ ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ رحمۃ اللہ علیہ جس باغیچہ میں مخلوق خدا کو ارشاد و ہدایت فرمایا کرتے تھے وہ مقام آج تک باغیچہ کے نام مشہور ہے ۔ اس کے گرد کچی چار دیواری بنی ہوئی ہے ۔ جس کے اندر آپ کے والد ابراھیم خانؒ ، دادی اماں اور والدہ ماجدہ کے علاوہ کئی دیگر اہم شخصیتوں کے مزارات موجود ہیں ۔

آپ کا مزار بھی اسی چاردیواری کے اندر مسجدِ کلاں سے مغرب کی جانب چند گز کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ اس کی عمارت پختہ ہے ۔ اور اس کے اوپر سفید گنبد بنا ہوا ہے سطح زمین سے اونچا ہے ۔ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد صحن شروع ہوتا ہے جس میں اندر جانے کے لئے دروازہ لگا ہوا ہے ۔

آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے اور روزانہ خصوصاً جمعرات کے دن کثیر تعداد میں مرد و زن اس مرد کامل کے مزار پر عقیدتمندانہ حاضری دیتے ہیں ۔

تاریخ پشاور کے مولف نے صاحبزادہ محمدیؒ کو اس کا بانی بتایا ہے (۱) جبکہ زبانی سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق اس عمارت کو صاحبزادہ محمدیؒ کی وفات کے بعد ان کی بیوی سید بی بی نے تعمیر کروایا ہے ۔ واللہ اعلم ۔

= (۹) ~~[illegible]~~ شعبۂ پاٹنی پشاور یونیورسٹی ۔

(۱) ملاحظہ ہو ۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ مضمون میاں عمر چمکنی ج ۵ ص ۶۳۳ ۔
علماء و مشائخ سرحد ازامیرشاہ قادری ج ۱ مضمون حضرت میاں صاحب چمکنی ۔
تذکرہ صوفیائے سرحد ازاعجازالحق قدوسی مضمون حضرت میاں عمر چمکنی ص ۳۵۰ ۔
روحانی رابطہ از عبدالحلیم اثر مضمون میاں محمد عمر د چمکنو ص ۷۵۵ ۔
دیباچہ شمائل نبوی ازسید محمد ایوب جان بنوری ۔
پختانۂ شعراء حصہ ۱ از عبدالحئی حبیبی ص ۲۳۸ ۔
د پختو د ادب تاریخ از صدیق اللہ رشتین کابل ، ص ۷۶ ۔ تاریخ پشاور ص ۳۷۱ ۔ =

وہ باغیچہ جہاں حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی مجالس ذکر و ارشاد
منعقد ہوتی تھیں

روضۂ حضرت میاں صاحب چمکنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میان صاحب چمکنیؒ کا سالانہ عرس

حضرت میان صاحب چمکنیؒ کا شمار ان بزرگان دین مین سے ہوتا ہے جن کے عقیدت مند ہر سال آپ کے عرس کا اہتمام کرتے ہین ۔ ہر سال عرس ماہ رجب کی ابتداء مین بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے اور کثیر تعداد مین آپ کے معتقدین اس تقریب سعید مین شرکت کرتے ہین ۔ اس موقعہ پر علاقہ کے مشہور و معروف علماء کرام کو مدعو کیا جاتا ہے ۔ اور رات کو منعقدہ ایک مجلس مین اس شب زندہ دار درویش اور باصفا صوفی عالم کی حیات مبارکہ اور تعلیمات و ارشادات سے لوگون کو روشناس کیا جاتا ہے ۔ (۱)

= (۱) تاریخ پشاور مرتبہ گوپال داس ص ۳۷۱ ۔

******

(۱) برصغیر پاک و ہند مین اسلام کی اشاعت و حفاظت زیادہ تر علماء و مشائخ عظام کی مرہون منت ہے ۔ ہر بزرگان دین نہایت ناسازگار حالات مین ظلمت کدہ ہند مین تشریف لائے اور یہان اسلام کا پودا لگائے اور خون جگر سے اس کی آبیاری کرنے کو بہت کوشش کی ۔ ان حضرات کی بے لوث اور مخلصانہ جدوجہد سے پاک و ہند کے در و دیوار اسلام کے نام سے آشنا ہوکر بے شمار بندگان خدا مشرف بہ اسلام ہو گئے ۔

قرون اولیٰ سے لے کر آج تک تمام اولیاءؒ و صوفیاء توحید خالص اور اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچار کرتے رہے ہین ۔ اور ان کا سرمایہ عمر گرانمایہ اسی مقصد عظیم کے لئے وقف رہا ۔ عرس دراصل انہین محبوبان الہٰی کے کارہائے نمایان کو زندہ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے ۔ اور اس کی غرض و غایت صرف یہ ہے کہ اجتماعی طور پر ان برگزیدہ ہستیون کی تعلیمات و خدمات کی یاد تازہ کی جائے اور ایک نیا عزم لے کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی جائے ۔ (روح اسلام مطبوعہ فیروزسنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۳ء) ۔

عرس سے اگر ایک طرف ان مقدس ہستیون کی یادتازہ ہوتی ہے تو دوسری طرف یہ ان کی تعلیمات کو دوبارہ لوگون کی زندگیون مین داخل کرنے کا ایک بہترین =

حضرت میاں صاحب کے چند نصائح و وصایا

حضرت میاں صاحب چمکنی نے اپنی عمر گرانمایہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں گزاری ۔ آپ کا سینہ خوف خدا اور عشق رسول سے لبریز تھا ۔ شریعت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد پابند تھے اور منہیات و محرکات سے کلی اجتناب فرماتے تھے ۔ اسی پر آپ کا خاتمہ ہوا اور اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کو بھی ہمیشہ اسی کی نصیحت فرماتے رہے ۔

آپ وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

" فی ایام تاریخ الہجری عقفج (۱۱۸۳ھ) لی ابناء اسمیہما محمدی و احمدی فاوصیت ھما و اوصیت اخی موسیٰ و اولادہ جھو بتقوی اللہ والاجتناب عن جمیع ما نہی اللہ تعالیٰ واوصیت بھم جمیعاً بذکراللہ جمیع انبیاء اللہ تعالیٰ علی نبینا وعلیکم الصلوۃ والسلام من الرسل و اولوالعزم من الرسل حسبا و نسبا والاطاعۃ لہذا الذکر الخیر قولاً و فعلاً صورتا و معنیً ظاہراً و باطناً بذکر الخیر جمیع ابائہ الکرام واصحابہ الطاہرات ذوی الاحترام سیدنا علیہ و آلہ الصلوۃ والسلام والاجتناب من کل الوجہ عن الحاق العیب من العیوب والنقصان من النقائص والبہتان بوالدیہ وآلہ الصلوۃ والسلام " ۔ (۱)

= ذریعہ بھی ہے ۔ عرس فی نفسہ مفید ذریعہ رشد و ہدایت اور سلفوں کو اپنے اسلاف کی عظیم خدمات سے آگاہ کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ رفتہ رفتہ لوگوں نے عرس کے محافل میں غلط رسومات اور بدعات کو داخل کرلیا جس کی وجہ سے اس کی اصل شکل مسخ ہوکر رہ گئی ۔ واللہ اعلم ۔

(۱) شمس الہدیٰ از میاں محمدعمر چمکنی (قلمی) ورق ۱۷ ۔

یعنی ۱۱۸۳ھ مین میرے دو فرزند هین ایک کا نام محمدی اور دوسرے کا نام احمدی هے ۔ مین نے ان دونون کو اور برادرم موسیٰ اور اس کی اولاد کو تقویٰ اور نواهی سے اجتناب کی وصیت کی هے ۔ اور ان کو یه وصیت کی هے که رسولون اور انبیاء کا ذکرخیر کیا کرو اور حسباً و نسباً ان کو عالی سمجھو اور (بالخصوص) حضرت محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم کے آباء کرام اور امهات الطاهرات کے بارے مین ان کو یه وصیت کی هے که هر اعتبار سے یعنی ظاهراً و باطناً قولاً و فعلاً صورتاً اور معناً ان کا ذکر خیر کرو اور آپ کے والدین مین سے کسی مین عیب و نقصان نه نکالو اور نه ان پر بہتان لگاؤ ۔ انتهیٰ کلامهٗ ۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ: "هر آدمی زاد را باید که در راه حضرت خداوند تبارک و تعالیٰ جانباز شود چرا که آخر الامر جدائی است ازین سرائی غافلان و ازین مقام خودبینان پس باید که در زندگانی خود حق شناسی و حق ترسی پیشه کند تا ز غم آخرت و حسرت محفوظ ماند و از دولت جاوید محروم نه ماند" (۱) ۔

یعنی هر انسان کو چاهئے که خدا کی راه مین جانبازی کا مظاهره کرے ۔ کیونکه آخرکار اس غافلون کی سرائے مغرور و خودبینون کے مقام (دنیا) سے جانا هے پس ضروری هے که اپنی زندگی مین حق شناسی اور خداترسی کو اپنا پیشه بنائے تاکه آخرت کے غم و حسرت سے محفوظ رهے اور (جنت کے) دولت جاودانی سے محروم نه رهے ۔

حضرت میان صاحب چمکنی فرماتے هین که ۔

علماء ورثة الانبیاء ، کی شرافت سے مشرف هوتے هین لہٰذا چاهئے که عالم صورت و سیرت هر لحاظ سے پیغمبر صلی اللّٰہ علیه وسلم کا اتباع کرے اور بدعات سے احتراز کرتا رهے ۔ لکھتے هین که ۔

---

(۱) المعالی شرح امالی ص ۲۹۷ ۔

باید که عالم به صورت ومعنی در متابعت پیغمبر خود صلی اللّٰه علیه وسلم شدہ آید وتا از ورطہ ہلاک کہ بدعت است بدرآید ۔ (١)

یعنی چاہئیے کہ صورتاً و معناً اپنے پیغمبر صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا اتباع کرے اور بدعت کے ورطہ ہلاکت سے باہر نکل آئے ۔

حضرت میاں صاحب جمکنی کا شجرہ طریقت ۔

حضرت محمّد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (المتوفی ١١ھ / ٦٣٢ء)

|

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ عنہ (المتوفی ١٣ھ / ٦٣٤ء)

|

حضرت سلمان فارسی (المتوفی ٣٣ھ / ٦٥٣ء)

|

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ١٠٦ھ / یا ١٠٧ھ) (٧٢٤ء یا ٧٢٥ء)

|

حضرت امام جعفر صادق (المتوفی ١٤٨ھ / ٧٦٥ء بمقام مدینہ)

|

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی (المتوفی ٢٦١ھ / ٨٧٤ء بمقام بسطام)

|

حضرت ابوالحسن خرقانی (المتوفی ٤٢٤ھ / ١٠٣٢ء بمقام خرقان)

|

حضرت ابوالقاسم گرگانی (المتوفی ٤٥٠ھ / ١٠٥٨ء)

|

حضرت بوعلی فارمدی طوسی (المتوفی ٤٧٧ھ / ١٠٨٤ء بمقام طوس)

|

حضرت خواجہ یوسف الہمدانی (المتوفی ٥٣٥ھ بمقام مرو)

|

(١) المعالی شرح امالی ص ٣٠٢ ۔

سرحلقہ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (۱) (المتوفی ۵۷۵ھ / ۱۱۴۰ء)

|

حضرت خواجہ عارف ریوگری (۲) (المتوفی ۶۱۶ھ / ۱۲۱۹ء بمقام ریوگر (بخارا))

|

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی (۳) (المتوفی ۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء بمقام انجیر فغنو۔ بخارا)

|

حضرت خواجہ عزیزان (المتوفی ۷۲۱ھ / ۱۳۲۱ء مدفون بمقام خوارزم)

|

حضرت خواجہ باباالسماسی (المتوفی ۷۵۵ھ / ۱۳۵۴ء)

|

حضرت خواجہ امیرکلال (المتوفی ۷۷۲ھ / ۱۳۷۰ء)

|

قطب الاقطاب صاحب الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند (المتوفی ۷۹۱ھ / ۱۳۲۶ء)

|

شیخ الشیوخ صاحب العلم والعمل حضرت یعقوب چرخی (۴) (المتوفی ۸۵۱ھ / ۱۴۸۹ء مدفون بمقام هلفتور)

|

قدوة الابرار حضرت خواجہ احرار (المتوفی ۸۹۵ھ / ۱۴۸۹ء)

|

حضرت خواجہ محمد زاهد (المتوفی ۹۳۶ھ / ۱۵۲۹ء)

|

حضرت خواجہ درویش محمد (المتوفی ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء مدفون شہر سبز ماوراءالنہر)

|

---

(۱) غجدوان شہر بخارا سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاوں کا نام ہے ۔رشحات ورق ۲۳ ۔ ۵۰

(۲) ریوگر شہر بخارا سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور خواجہ عارف کا مولد ہے ۔ رشحات ورق ۲۳ ۔

(۳) انجیر فغنو بخارا کے دیہات میں سے ایک گاوں کا نام ہے جو خواجہ محمود کا مولد ہے ۔ رشحات عین الحیات از علی بن حسین الواعظ الکاشفی متوفی ۹۰۹ھ (قلمی) ورق ۱۷ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور ۔

(۴) چرخ ولایت غزنین میں ایک گاوں کا نام ہے اور مولانا یعقوب کا مولد ہے ۔رشحات ورق ۴۷ ۔

حضرت خواجہ امکنگیؒ (المتوفی ۱۰۰۸ھ - ۱۵۹۹ء)

|

ناشرالطریقۃ النقشبندیۃ فی الہند حضرت خواجہ باقی باللہؒ (المتوفی ۱۰۱۲ھ - ۱۶۰۳ء)

|

الشیخ الاجل مجدد الف ثانیؒ حضرت شیخ احمد الفاروقی السرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ء)

|

سیدالسادات حضرت سید آدم بنوریؒ (المتوفی ۱۰۵۳ھ - ۱۶۴۳ء)

|

حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ (المتوفی ۱۱۰۸ھ - ۱۶۹۶ء)

|

سرالاعظم حضرت شیخ محمد یحییٰؒ المعروف حضرت جی اشک (المتوفی ۱۱۳۱ھ - ۱۷۲۶ء

|

قطب الاقطاب حضرت محمد عمر بن ابراھیم المعروف حضرت میاں صاحب چمکنیؒ (المتوفی ۱۱۹۰ھ - ۱۷۷۶ء)(۱)

شجرۂ نسب حضرت میاں صاحب چمکنیؒ -

سیدنا حضرت بابا آدم علیہ السلام

|

(نوٹ) سنینِ وفات کے سلسلے میں محمد حسن نقشبندی کی کتاب حالات مشائخ نقشبندیہ طبع مراد آباد ۱۳۲۲ھ ، حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی کتاب ظواھرالسرائر (قلمی) اور حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ کی کتاب نفحات الانس اور مفتی غلام سرور لاہوری طبع لاہور ۱۹۵۷ء - کی کتاب خزینۃ الاصفیاء ج ۱ و ج ۲ اور تقویم تاریخی مرتبہ عبدالقدوس ھاشمی طبع کراچی ۱۹۶۵ء سے استفادہ کیا گیا ہے -

(۱) توضیح المعانی (قلمی) از حضرت میاں صاحب چمکنیؒ ص ۱۹ - ۲۲ ، ۱۲۲۷ھ -
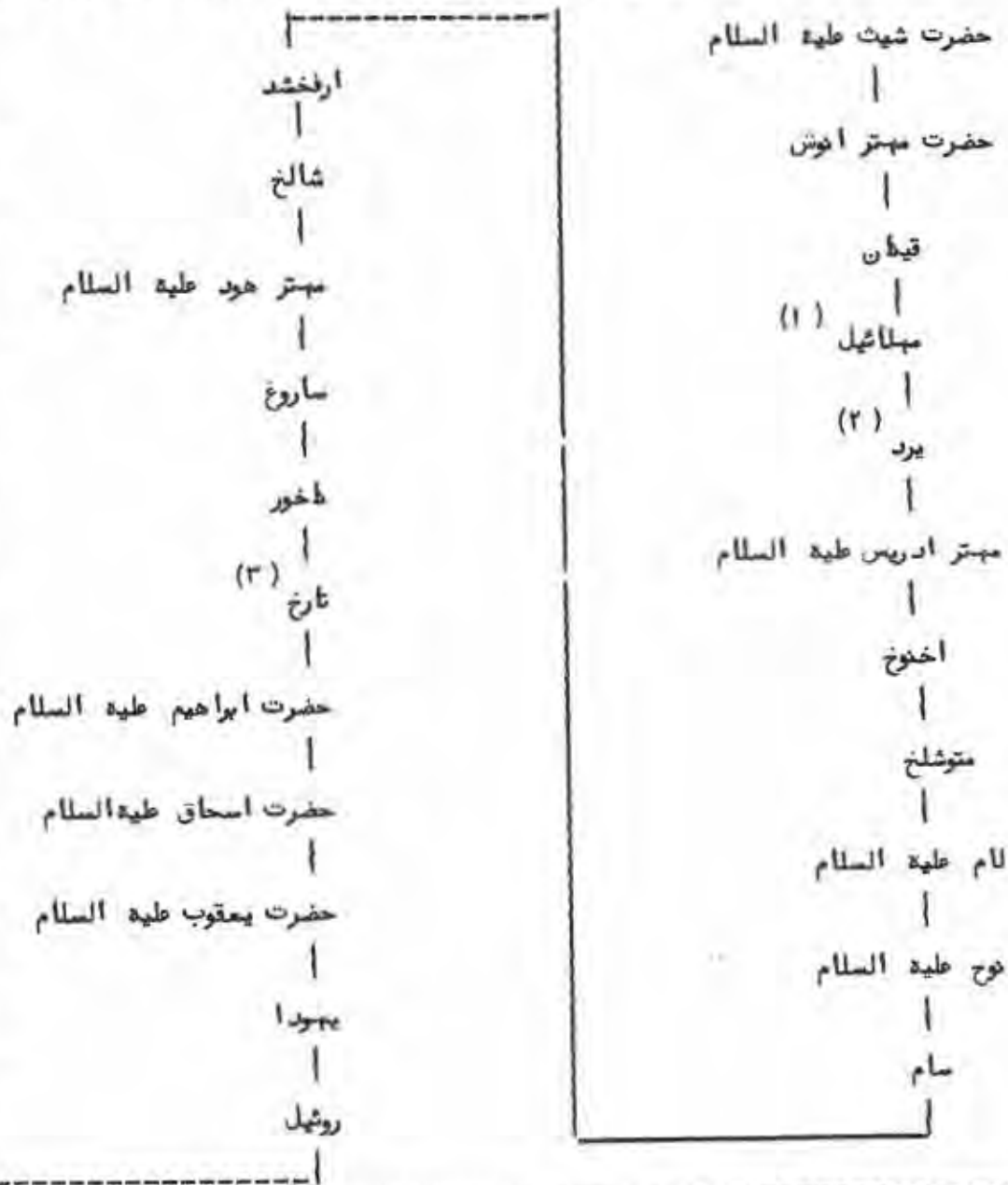
(۱) اصل نسخہ مین مہایل لکھا ہے جبکہ صحیح مہلئیل یا مہلائیل ہے -

(۲) اصل نسخہ مین برد لکھا ہے جبکہ صحیح یرد یا یارد ہے -

(ملاحظہ ہو قصص القرآن از محمد حفظ الرحمٰن طبع دہلی ۱۹۵۳ء ج ۱ ص ۵۱)

(۳) مولّفین کا اس بارے مین اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ تھا یا آذر - حضرت میان صاحب چمکنیؒ نے اُن محققین کے قول کو ترجیح دی ہے جو آذر

عیص
|
عتبہ
|
قیص
|
مَلِک طالوت
|
ساؤل (۱)
|
ارمیہ
|
افظ ہیہ
|
سلم
|
معدول
|
ارزھ
|
تارخ
|
عامیل

لوشی
|
طلل
|
صہیب
|
علی
|
قمرود
|
ھارون
|
اشمویل
|
علیم
|
قیص
|
منہال
|
حذیفہ
|
محال

= کو ابراھیم علیہ السلام کا چچا اور تارخ کو ان کا باپ بتاتے ھین ۔ واللّٰہ اعلم

*****

(۱) اصل نسخہ مین ساروں لکھا ھے اور صحیح تلفظ ساؤل ھے ۔ قصص القرآن ج ۱ص۵۱

کرم
|
قهلول
|
عطیم
|
قارود
|
صالح
|
شلم
|
مهلول
|
عوضین
|
رومان
|
سکھدر
|
جلندر
|
مرۃ
|
نعیم
|
عتبة

سہلول
|
عیص
|
قیص
|
عبدالرشید
|
قیص
|
(عرف)
سڑ بن (ابراھیم)
|
کند (خیرالدین) (۲)
|
خشی (عبداللہ)
|
ترک
|
موسٰی
|
عیسٰی
|
موسٰی
|
ایمل
|
یوسف

احمد
|
ادم خان
|
فقیرجان
|
کلاخان
|
ابراھیم

حضرت محمّد عمرؒ المعروف حضرت محمد میان صاحب چمکنیؒ (۲) — محمد موسٰی — محمدعیسٰی (لاولد)

---

(۱) میان صاحب چمکنیؒ نے کند کا نام خیرالدین لکھا ھے جبکہ افغانون کے دوسری شجرہ ھائے نسب مین کند کے باپ کا نام خیرالدین بتایا گیا ھے -

(۲) توضیح المعانی (قلمی از میان صاحب چمکنی ص ۱۱- ۱۵ المعالی ورق ۱۲ (قلمی) از میان صاحب چمکنی شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی (قلمی)

نوٹ۔ تاریخ پشاور کے بیان کے مطابق سید بی بی اور بی بی صنمہ دونوں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پہلی بار پشاور پر حملہ کے وقت زندہ تھیں ۔ رنجیت سنگھ کی آمد سے پہلے دونوں باجوڑ چلی گئی تھیں ۔ بعد میں سردار یارمحمد خان کے حسب الطلب ایک بی بی واپس آگئیں ۔ (ملاحظہ ہو تاریخ پشاور از گوپال داس ص ۱۸۰)

* * * * *

۲ ترکانی قبیلے کا شجرہ نسب اور بعض ضروری توضیحات
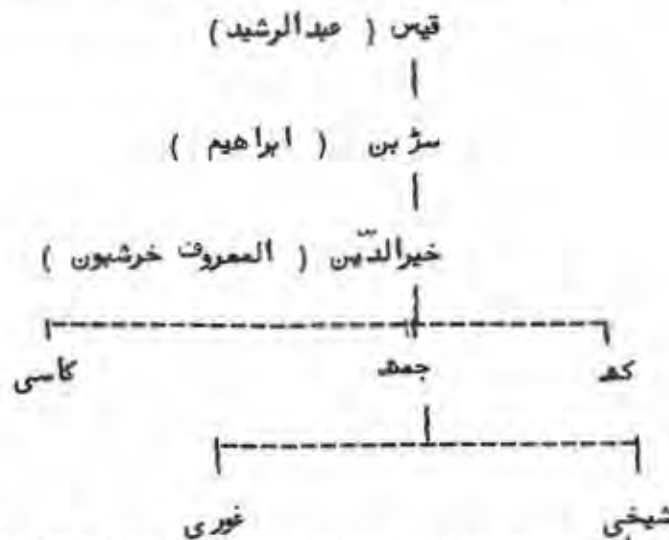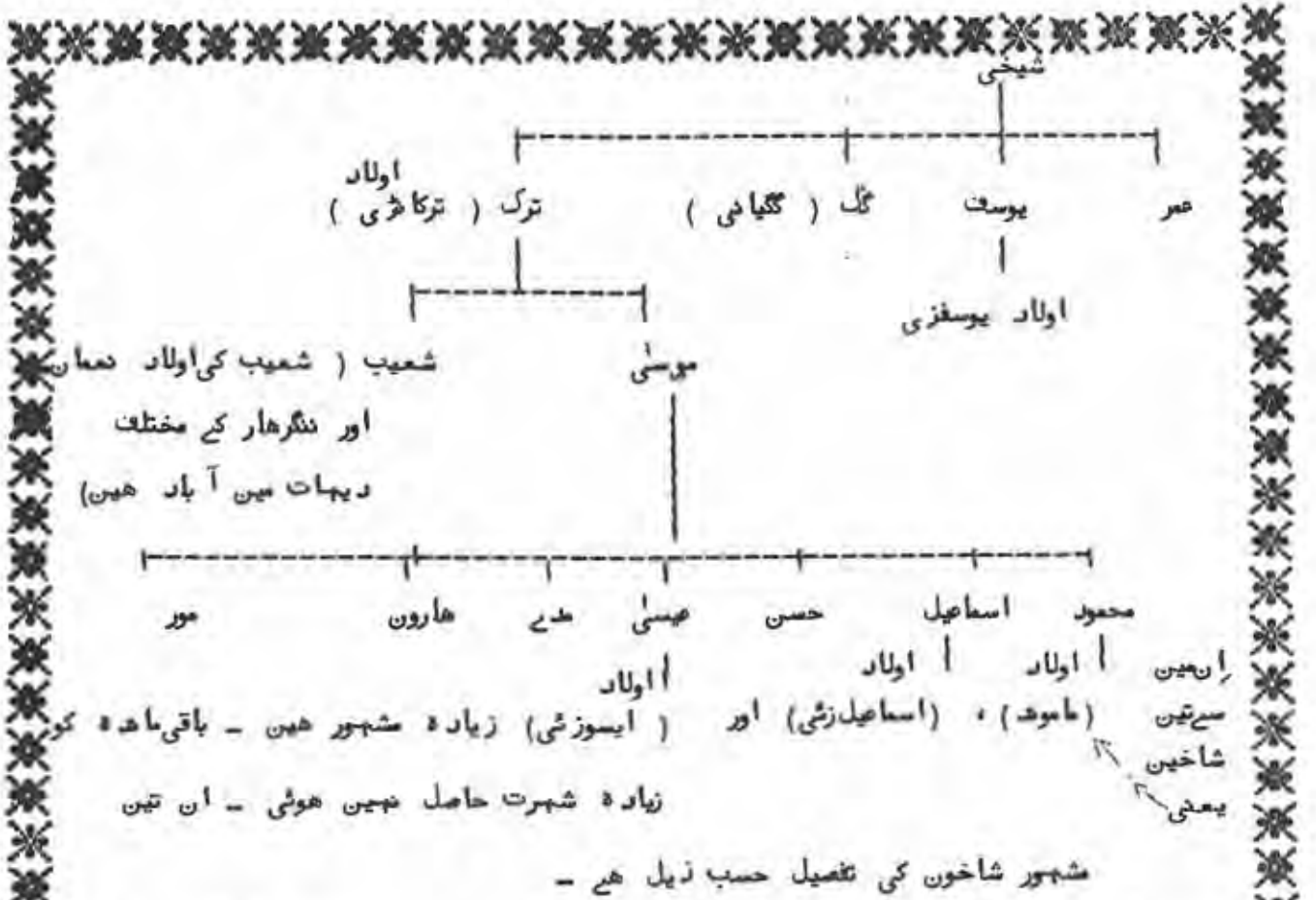
قیس (عبدالرشید)

سڑبن (ابراہیم)

خیرالدّین (المعروف خرشبون)

کند — جمند — کاسی

شیخی — غوری

شیخی
عمر
یوسف
اولاد یوسفزی
گگ (گگیانی)
ترک (ترکاڑی)
اولاد
موسیٰ
شعیب (شعیب کی اولاد نمان
اور ننگرھار کے مختلف
دیہات مین آباد ھین)
محمود
اسماعیل
حسن
عیسیٰ
مدے
ھارون
مور
ان مین
سے تین
شاخین
یعنی
اولاد
اولاد
اولاد
(ماموند)، (اسماعیلزئی) اور (ایسوزئی) زیادہ مشہور ھین ۔ باقی ماندہ کو
زیادہ شہرت حاصل نہین ہوئی ۔ ان تین
مشہور شاخون کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔
مہموند یا ماموند (۱)
۱۔ طاقہ ماموند (باجوڑ)
مین موضع خلوزئی کے قریب
ڈاگ کے مقام پر مدفون ھین)
۲۔ ککازئی شاخ کے بعض گھرانے
جالندھر لاھور، گوجرانوالہ
بٹالہ اور سیالکوٹ مین آباد
ھین۔
۔ سالارزی ۔۔
۔۔ ککاوزئی (لوئی ماموند)
۳
۔۔وڑ
(یعنی واڑہ ماموند)
احمدین (امدین)
سعدالدین (سدین)
۱۔ مسعود خیل
۲۔ یوسف خیل
معذود خیل
دولت خیل
۳۔ خلوزی
طاقہ لوئی ماموند
طاقہ باجوڑ مین
آباد
ھین
برم کازی
ورپازی
بڑونی
بدول زی

۲) صبوزی یا السیوزی ---
(وادی جدول اور میدان مین آباد هین)
ست خیل
علی بیگ خیل
موسی خیل
مشوانی
تنگی خیل
سوارا غشی خیل
ظریف خیل
کدهاری خیل
الاتها خیل
اپر برول باڑه
اور جدول
(ضلع دیر)
مین آباد هین۔
شیخ خیل
مدی زی
حسن زی
خواجوزی
اصلاً ترکانی نهین
هین ۔
وادی جدول مین
آباد هین
۳) اسماعیل زی
اکاخیل ---
نوراخیل
کاراخیل
برهان خیل
ابراهیم خیل
میدان مین
آباد هین
کتوزی ---
سوڑی خیل
زیاده تر
بدخشان اور
چترال مین آباد
هین ۔
جانی خیل
بهادرشاه خیل
سیدخیل
توره خیل
کالوت خیل
طاهد خانخیل
بچه خیل
میدان مین آباد
هین
اترابی خیل
طاقتور قبیله هے ۔ یه

میدان مین آباد هین ۔

وادی میدان	حرم نی
(دیر) مین آباد هین۔	شید نی (۱)

****

---

(۱) ذاتی معلومات کے علاوہ یہ تفصیلات زیادہ تر " A HAND BOOK OF PATHANS. " (انگریزی ناقص الطرفین) اور تواریخ حافظ رحمت خانی اردو ترجمہ ازخان روشن خان سے ماخوذ هین ۔
نوٹ:۔

باب نہم

تصنیفات و تالیفات

حضرت میان صاحب چمکنی کی زندگی اگر چہ زیادہ تر عبادت و ریاضت ارشاد و ہدایت اور وعظ و نصیحت میں گزر چکی مگر چونکہ خداوند کریم نے آپ کو نہایت بابرکت زندگی عطا فرمائی تھی لہٰذا مذکورہ مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی آپ نے بڑی گران قدر خدمات انجام دیں -

آپ اپنے دور کے ایک متبحر عالم اور بلندپایہ اہل قلم تھے - لہٰذا اگر ایک جانب آپ ایک واعظ و مبلغ - محدث و مفسر اور فقیہ و مناظر کی حیثیت سے دین متین کی اشاعت و پرچار کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے تو دوسری جانب ایک ادیب و مورخ اور مولف و مصنف کی حیثیت سے جہاد بالقلم میں مصروف تھے -

آپ ایک کثیرالتصانیف بزرگ تھے اور مختلف علوم پر مختلف زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھیں اپنی تصانیف کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں کہ :-

تصانیف له د فقیره چه عیان دي	اس فقیر (محمد عمر) کی تصانیف
په فارسئ په عربئ کښې نمایان دي	فارسی اور عربی زبانوں میں نمایاں ہیں -
په پښتو ئې هم ما کړي بسیار دي	پشتو زبان میں بھی میں نے بہت کتابیں لکھی ہیں
ځینې ځینې بیا مشهور په هر دیار دي (1)	اوران میں سے بعض تو ہر ملک میں مشہور ہیں -

آپ کی مذکورہ "بسیار" تصانیف میں سے جو مجھے دستیاب ہوئے ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے -

(1) توضیح المعانی شرح خلاصہ کیدانی (قلمی) از میان صاحب چمکنی ص ٧ -

اَللآلی علیٰ نہج قوافی الامالی
(قصیدہ)

حضرت میان صاحبؒ نے یہ قصیدہ اپنے دو صاحبزادون یعنی صاحبزادہ محمّدیؒ اور صاحبزادہ احمدیؒ کی درخواست پر لکھا ہے -اس کی زبان عربی اور موضوع علم توحید ہے -علامہ محمد الاوشی کے مشہور قصیدہ اٗمالی کے طرز پر مرتب کیا گیا ہے اور کل ۳۲۲ اشعار پر مشتمل ہے -علامہ اوشی قصیدہ ٔ امالی کی ابتداء کرتے ہوئے فرماتے ہین —

یقول العبد فی بدءِ الامالِ لتوحید بنظمٍ کالّلالِ

حضرت میان صاحب چمکنیؒ ان کے طرز کی تقلید کرتے ہوئے لکھتے ہین -

بحمداللّٰہ نفتح فی اللآلِ بفضل اللّٰہ نوّر قد تلالِ

دوام الحمد للّٰہ التّعال یوفّقنا علیٰ ھذاالمقال

در حقیقت قصیدہ ٔ اللآلی بھی آپ کی تحریک اصلاح عقائد کا ایک حصہ ہے -چونکہ شعر نثر کے مقابلہ مین مختصر مگر جامع اور زیادہ موثر ہوتا ہے اور اس کے حفظ کرنے مین بھی آسانی ہوتی ہے - یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس خطہ ارض مین مروجہ تینون زبانون یعنی پشتو، فارسی اور عربی مین شعر لکھنے کو حصول مقصد کے ذریعے کے طور پر استعمال کیا ہے -

یہ قصیدہ اہل سنّۃ والجماعت کے عقائد کو شامل ہے اور بالاجمال اس مین تمام عقائد باطلہ کا رد کیا گیا ہے -

قصیدہ اللآلی حضرت میان صاحبؒ کے اہم ادبی آثار مین سے ہے -آپ اس علاقے کے پٹھان علماء مین سے وہ واحد شخصیت ہین جس نے اہل سنۃ والجماعت کے عقائد کو منظوم عربی زبان مین پیش کرنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے -

یہ قصیدہ اگر ایک طرف دین کے ساتھ آپ کی بے انتہا محبت و اخلاص کی نشاندھی کرتا ہے تو دوسری طرف آپ کی وسعتِ مطالعہ -تبحّرِ علمی -استعداد و اہلیت اور تحقیق وتدقیق

کی ایک ناقابل تردید ثبوت ہے -

جامعہ الازہر کے عالم و فاضل مصری استاد جناب المصطفیٰ الکوسی اس قصیدہ پر تبصرہ (۱) کرتے ہوئے فرماتے ہین -

هذه القصيدة تدلّ دلالة واضحة على ان المؤلف رحمة الله قرء كثيراً حتّى اخرج لنا هذه القصيدة التى لا يستطيع احد ان يشك فيما قاله فيها . قرء المذاهب المختلفة الصحيحة منها والفاسدة فابطل فى قصيدته كل مذهب يخالف الكتاب والسنة وقدّ رجّح دائماً مذهب اهل السنة فى كل ما قاله و هذا المذهب هو المذهب الصحيح والمعتمد عن باقى المذاهب الاسلامية - فهذا نعتبره عالماً وناقداً وكتب قصيدته هذه على بصيرة نيّرة فلم يدع لأحد ان يشك او يرتاب فيما قال والله اعلم -

یہ قصیدہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مؤلف رحمۃ اللہ نے کافی مطالعہ کیا یہان تک کہ یہ قصیدہ ہمین پیش کیا اور جس مین کہ آپ نے جو کچھ فرمایا کسی کو اس مین شک کی گنجائش نہین - مختلف باطل اور صحیح مذاہب کو پڑھا پس اپنے قصیدہ مین ہر اس مذہب کا ابطال کیا جو کتاب و سنت کے مخالف ہے اور اپنے تمام بیان مین اہل سنت والجماعت کے مذہب کو ترجیح دی ہے - اوریہی مذہب صحیح مذہب ہے اور باقی مذاہب اسلامی مین زیادہ معتمد اور قابل اعتبار ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس کو عالم اور ناقد سمجھتے ہین - یہ قصیدہ آپ نے ایسی عجیب بصیرت کے ساتھ لکھا ہے کہ کسی کو یہ موقعہ نہین ملتا کہ اس مین شک و شبہ کرے -
واللہ اعلم -

---

(۱) جناب مصطفیٰ الکوسی صاحب جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل ہین - مصر کے رہنے والے ہین بڑے عالم و فاضل آدمی ہین - آج کل شعبہ اسلامیات مین بحیثیت پروفیسر کام کر رہے ہین راقم الحروف نے یہ قصیدہ ان کو مطالعہ کرنے کے لئے دیا تھا - مطالعہ کرنے کے بعد

قصیدہ" اللآلی کی ترتیب و تفصیل حسب ذیل ہے

حمد و درود اور خلفائے اربعہ کی منقبت کے بعد علم اور علماء دین کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہین -

لانّ العلم عند اللہ عزیز ‏ ‏ ‏ وکذا العلماء فی دین التعال

وعلم الدین حق فی الصحیح ‏ ‏ ‏ بدونہ لیس فی العلم الکمال

فرماتے ہین کہ علم کے مصادر جن سے گلشنِ دین کی آبیاری ہوتی ہے چار ہین یعنی کتاب اللہ' سنّت رسول' اجماع امت اور قیاس - اور جو لوگ کہتے ہین کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہوچکا ہے وہ غلطی پر ہین - لکھتے ہین -

و اصل الاجتہاد من صحیح

فاهل الاجتہاد اهل الکمال

وکان المجتهد مخطی" مصیب

بفضل اللہ هم صاحب کمال

خداوند کریم کی ذات علیہ صفات حوادث سے پاک و منزہ ہے - اور کلام اللہ اس کی ذات کا قدیم وصف ہے - اس مین بحث و کرید مناسب نہین - فرماتے ہین -

جہات ستۃ للاشیاء قطعاً

تعالیٰ شانہ' ما فی الخیال

ھوالذی لا شیی" مثلہ

ھوالقدوس عن کل اختلال

= انہون نے قصیدہ کے متعلق اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے مندرجہ بالا بیان لکھ کر واپس کردیا -

*****

کلام اللّٰہ قدیم وصف ذات

ولیس البحث فیہ اهل الکمالِ

اللّٰہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ جس طرح جسم سے منزّہ ھے اس طرح وہ شکل و صورت سے پاک و منزہ ھے ۔فرماتے ھین ۔

لانّ الجسم ترکیب من الجزء

وجزء جوھر لا اختلال

لانّ الشکل جسم زوجهات

ومعدود ومحدود العضالِ

ذات پاک کے بیان کے بعد ایمان بالغیب کی وضاحت کی گئی ھے اور یہ ایک طبعی ترتیب ھے کیونکہ ایمان بالغیب در حقیقت خدا کا ایک وصف ھے ۔ نوعیات ایمان کے بیان کے ذیل مین فرماتے ھین کہ ایمان کی ایک قسم تقلیدی ھے اور دوسری قسم تصدیقی اور جو علماء مقلّد کے ایمان کا انکار کرتے ھین ان کا مسلک صحیح نہین ھے ۔

لأن الابتداء تقلید فی الدین

فبعد العبد قفل من جلالِ

خلق و تکوین خدا کے خواص مین سے ھین اور سوائے خدا کے تمام مخلوق مکوّن و محدث ھین ۔اس بات کی وضاحت کرتے ھوئے لکھتے ھین کہ ۔

ولا التکوین وحد بالمکون

ولا یخفی علی اهل الکمالِ

لانّ المکون مخلوق ومحدث

وقد تکوین وصف للتّعالِ

دھریین کے عقیدہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ جو لوگ کہتے ہین کہ " ما ہیَ الا حیاتنا الدّنیا وما یہلکنا الاّ الدھر " ان کا یہ عقیدہ کفر صریح اور دھریون کا مسلک ہے ۔اس کے بعد فرماتے ہین کہ امکان کی دوؔ قسمین ہین ۔ امکان عام اور امکان خاص اور جو علماء کہتے ہین کہ ایک امکان قدیم ہے اور ایک امکان حادث ہے ان کا یہ قول باطل اور ایک پُرفساد عقیدہ ہے اس سے احتراز لازم ہے ۔لکھتے ہین ۔

ومنھم قال فی الامکان بحث

قدیم حادث تلک المقال

علیک الاحتراز عن ذلک القول

فساد فیہ و احرز کل حالِ

افعال عباد کے ضمن مین جبریہ کے عقیدے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ ان کے اس عقیدے کا ' کہ انسان دنیاوی زندگی مین مجبور محض کی حیثیت رکھتا ہے' اہل حق کے مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہین کیونکہ اختیار ہی انسان کا کمال ہے اور جو شخص اہل اختیار مین سے نہ ہو وہ مرد کامل نہین ہو سکتا ۔لکھتے ہین ۔

ولیس الجبر مذھب اھل حق

ولا کل وجوہ کل حالِ

ومن ھو لیس من اھل اختیار

فھو لیس من کمل الرجال

لانّ الاختیار کمال شخص

بدونہ لیس تکمیل الرجال

اس کے بعد فرماتے ہین کہ عقائد صحیحہ مین سے ایک یہ ہے کہ ہر مسلمان یہ

عقیدہ رکھے کہ عودتِ معدوم اللہ کے دائرہ اختیار مین داخل ہے اس کی ایک مثال یہ موجود ہے
کہ شہداء اپنی قبرون مین زندہ ہین اور یہی عود معدوم کی قطعی دلیل ہے -

فصح العود للمعدوم لا شک

وکذا الجمل من حال لحال

فلاسفہ کے عقائد پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ فلاسفہ اور ان کے پیروکار اہل
جہل مین سے ہین اور کفر و ضلالت مین مبتلا ہین - ان کے علوم اوہام پر مبنی ہین اور ان کے عقائد
کا دین حق کے ساتھ کوئی تعلق نہین ہے ان کا عقیدہ ہیولیٰ بے بنیاد غلط اور ایک وہمی امر ہے -(1)

اس کے بعد رویتہ اللہ ، اجل ، افعال عباد کے حسن و قبح ، امارات قیامت اور علم غیب
کی تشریح کی گئی ہے - اس کے بعد فرماتے ہین کہ اقرار بالکفر کی چار حالتین ہین - یعنی اقرار فی
حالۃ السکر - اقرار فی الھزل اقرار فی غیرالاختیار اور اقرار فی العمد - مذکورہ حالتون مین سے اقرار
سکران بالکفر عذر مین داخل ہے - جبکہ اقرار ہزل اقرار عمد مین شمار ہوتا ہے - اور اقرار فی غیر
الاختیار کی وجہ سے کفر لازم نہین آتا - عذاب قبر اور پل صراط حق ہین حساب کتاب کے بعد کفار
ابدی عذاب مین رہین گے - لکھتے ہین -

وللکفار درکات عمیق

ففیہ الخلد للکفار غالٍ

شفاعت فی الآخرۃ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ اس کی دو قسمین ہین - ایک
شفاعت صالحین کی طرف سے گناہگارون کے حق مین ہوگی اور دوسری شفاعت عظمیٰ ہے جوکہ حضرت
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اُمتِ محمدّیہ کے حق مین ہوگی - اس کی وجہ یہ ہے
کہ خدا کی رحمت سے ناامید ہونا درست نہین ہے -

---

(1) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اللآلی (قلمی) ورق ۵

لئلا تقنطوا من رحمة اللہ

دلیل العفو فی القرآن دال

عقیدہ بعث بعد الموت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ جو علماء کہتے ہین کہ بعث عود معدوم سے عبارت ہے انکا یہ خیال غلط ہے کیونکہ معدوم عذاب و نعیم کو محسوس نہین کر سکتا جبکہ میت کو ان دونون کا احساس ہوتا ہے - لکھتے ہین -

وفیمن قالها عود لمعدوم

کلاماً لیس فی حسن المقال

فکیف یکون للمعدوم تنعیم

وتعذیب فلالہٗ فی ای حال

میزان، عرش و کرسی، اور جنت و دوزخ کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہین کہ یہ سب چیزین حق ہین اور جنت و نعم کا عطا فرمانا خدا پر واجب نہین بلکہ یہ اس کا اپنے بندون پر فضل و احسان ہے -

وحق وزن اعمال بلا شک

فبعد الحشر وزن لانفصال

ولیس وزن و اعمال محال

لان القدر من عند التعالی

فللابرار روضاتٌ و جناتٌ

لهم حور و مقصور عند التعالی

ولایجب وعلی اللہ لعبادہ

له فضل لنا فی کل حال

عصمت انبیاء کے ذیل میں نبوتِ نساء کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایک لابدی امر ہے کہ ہر نبی مرد ہوگا نہ کہ عورت اس لئے کہ عورت تبلیغ پر قادر نہیں کیونکہ تبلیغ دراصل نشرو جہاد کا نام ہے اور عورت کما حقہٗ یہ فریضہ انجام نہیں دے سکتی - لکھتے ہیں -

ولیس النبوة من وصف انثیٰ

ولا ارسال من عند التعال

لانّ الاعتذار لھا صریح

فلیست ھن من اھل الرّسال

لانّ الاعتذار بالتبلیغ نشر

ولا لانثیٰ بذلک من اھال

عصمت ملائکہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی ایک فرمانبردار مخلوق ہے اور جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فرشتے عورتیں ہیں وہ کفر صریح کے مرتکب ہو رہے ہیں -

فھم لیسوا ذکوراً ولا اناثاً

عُبید اللّٰہ مخلوق التعال

صریح الکفر من قالوا بذلک

وھذا القول من اھل الضّلال

ابلیس جنات میں سے تھے اور ملائکہ کی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے مگر فرشتوں میں سے نہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ابلیس فرشتوں میں سے ہے وہ جاہل ہیں - انبیاء اور رسل ہرگز جنات میں سے نہیں ہو سکتے کیونکہ جنات میں سے اکثریت شریروں اور جھوٹوں کی ہے (۱)

---

(۱) اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ الاابلیس کان من الجنّ ففسقَ عن امر ربہٖ - سورہ الکہف -

اور ابلیس لعین ان میں سب سے زیادہ شریر تھا ۔

اس کے بعد نجاتِ والدین رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر گفتگو کی ہے ۔فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے والدین دین ابراہیمی پر قائم تھے اوراس سلسلے میں بلا سند حکم لگانے سے احتراز کرنا چاہئے ۔ آپ نے اس بات سے انکار کیا ہے ۔کہ امام اعظمؒ نے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کے بارے میں کلام کیا ہے ۔فرماتے ہیں کہ "اہل اعتزال کی طرف سے ان پر بہتان لگایا گیا ہے ۔علامہ ہروی کے اس قول "کہ آپ صلعم کے والدین نجات کے اہل نہ تھے "۔کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب جکنیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ ہروی اس سلسلے میں سہو کے مرتکب ہو چکے ہیں ۔ (۱)

قصیدہ کے آخر میں معجزات انبیاء اور کرامات اولیاء پر بحث کی ہے ۔فرماتے ہیں کہ معجزات خارقِ عادت امور میں سے ہیں اور خدا یہ اپنے انبیاء کی تائید اور مخالفین کی تعجیز کے لئے ان کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا ہے ۔ معجزات حق ہیں کیونکہ انبیاء کی معجزات پر نص وارد ہے اور نص چونکہ قطعی الدلالت ہوتا ہے اس لئے اس بارے میں قیل و قال سے اجتناب لازم ہے ۔

معجزات کی طرح کرامات اولیاء بھی حق ہیں ۔معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی سے ۔معجزہ انبیاء کی خصوصیت ہے اور ختم رسالت کے ساتھ معجزات کا بھی خاتمہ ہو چکا ہے ۔ولی اپنی کرامات کی وجہ سے درجہ نبوت پر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ولی نبی کا تابع ہوتا ہے اور کسی بھی حال میں نبی کے اتباع سے مستغنی نہیں ہو سکتا وہ نبی سے استفادہ کرتا ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ کرامت کا مقام حاصل نہیں کر سکتا ۔نص قطعی سے ثابت ہے کہ اولیاء حسن حصین

---

(۱) اللآلی ورق ۷ ۔۸ ۔ نیز اس مسئلہ کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو حضرت میاں صاحب جکنی کی تصنیف " شمس الہدیٰ " (قلمی) کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور ۔

(۱)
مین ہوتے ہین -

اور یہ ولی پر خدا کا فضل و احسان ہوتا ہے نہ کہ اس کے عمل کا نتیجہ - لکھتے ہین -

وذلک من فضل اللہ وبی

علی عبدالولی من قرب لخالِ

ابتدائے کتاب یون ہے -

رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی شرح صدورنا بانوار العقائد السنیۃ الحنفیۃ واطلعنا علی غوامض العلوم الدینیۃ الیقینیۃ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ شھادۃ اعدھا الرب بحضرتہ واشھد ان سیدنا وسندنا وشفیعنا محمداً عبدہ ورسولہ البشیر النذیر بواضح شریعتہ شھادۃ تنجی قائلھا عن حوادثات الدارین و مخوفات المقامین صلی اللہ عہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم الناقلین الینا بدین العالیتہ واحکام الملۃ الحنیفتہ وبعد فیقول العبد الفقیر الی لطف رب الغنی محمد عمر بن ابراھیم الجمکی عاملہ اللہ تعالیٰ وبوالدیہ بلطفہ الخفی والجلی ــــــ وسمیتہ باللآلی علی تعج قوافی الامالی وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب -

اور انتھا یون : ــــ

فحمد اللہ علی ختم العقائد ۔
(۲)
بفضل اللہ قد تمت اللآلي -

---

(۱) الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ - (سورہ یونس ۱۰ : ۶۲)

(۲) " اللآلی علی تعج قوافی الامالی " کی نقل راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے -

المعالی شرح قصیدہ امالی (سن تالیف ۱۱۵۸ھ)	قصیدہ امالی علم کلام کے موضوع پر علامہ سراج الملۃ والدّین علی بن عثمان الاوشی کی مشہور تصنیف ھے ۔ اس کی

زبان عربی اور کل ۶۶ ابیات پر مشتمل ھے ۔ اس قصیدہ میں علامہ موصوف نے اھل سنت والجماعت کے عقائد کے ساتھ ساتھ فرق باطلہ کے عقائد کی تردید کی ھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی تصنیف " المعالی " اس قصیدہ امالی کی شرح ھے ۔ جس میں آپ نے نہایت معقول طریقے سے اھل باطل کے عقائد کا رد فرمایا ھے اور یہی کتاب آپ کے علمی تبحر ، سوزِ درون ، احساسات و جذبات ، اعتقادات و نظریات اور مذھبی جوش کی مکمل آئینہ دار ھے ۔

کتاب کا انداز نہایت محققانہ ھے اور ھر موضوع پر آپ نے نہایت مفصل و مدلل بحث کی ھے ۔ زبان فارسی ھے اور یہ کتاب اس بات کی واضح دلیل ھے کہ آپ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا اور آپ کو فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر کافی عبور حاصل تھا ۔ اپنے توضیح مقاصد کی خاطر زیادہ تر قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ فقہ اکبر ، شرح مواقف ، عقائد نسفیؒ شرح عقائد اور تمہید ابوشکور سالمی سےاستدلال کیا گیا ھے ۔

آپ کا اصول یہ ھے کہ ھر سواد و بیاض کو قابل اعتبار نہیں مانتے ۔ آپ فرماتے ھیں کہ جس کتاب کا مصنف اور اس کا مذھب معلوم نہ ھو توحید اور اطاعت پروردگار کے سلسلے میں اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ۔ لکھتے ھیں کہ ۔

" سعی از اسانید دین متین جوید از کتابے کہ نامِ راوی وعقیدہ اس و مذھبش معلوم باشد من بعد آن	دین متین کے لئے دلیل ایسی کتاب میں تلاش کریں کہ راوی کا نام اس کا عقیدہ اور مذھب معلوم ھو اس کے بعد توحید اور اطاعت پروردگار

کتابش بر اعتبار من جہتہ العمل در توحید و طاعت حضرت پروردگار عالم و عالمیان معتبر بہ اعتبار کلیّت علم عمل را شاید و اگر اسم مصنفش نامعلوم است و عقیدہ فاسدہ اش نامعقول و مذہبش مجہول است آن کتاب نیست مگر لفظ ایست بے اصل کہ اعتبار و اعتقاد وانقیاد برآن نہ شاید خوف آن باشد کہ آن بازیچہ مفسدۂ شیطانی خواھد بود[1] ۔

عالمین کے بارے میں عمل کی رو سے وہ کتاب پر اعتبار اور بہ اعتبار کلیت عمل کے لائق ہے اور اگر اس (کتاب) کا مصنف معلوم نہیں اور اس کا عقیدہ نامعقول اور اس کا مذہب مجہول ہے وہ کتاب نہیں مگر ایک بے بنیاد لفظ ہے جس پر اعتبار ، اعتقاد اور انقیاد نہیں چاہئے اس بات کا خدشہ ہوتا ہے کہ وہ ایک پرفساد شیطانی کھلوط ہو ۔

" المعالی " دس ابواب پر منقسم اور کل ۹۳۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔

ابواب کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

باب اول ۔

باب کی ابتداء میں مبدء مخلوقات ، ارواح انسانی ، روح پرفتوح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، بت پرستی کے آغاز ، اور بالخصوص ہندوؤں کے عقائد و مذاہب پر نہایت دلچسپ اور معلوماتی تبصرہ کیا گیا ہے ۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل پانچ مباحث پر گفتگو فرمائی ہے ۔

ذات باری تعالیٰ

صفات ذاتیہ

صفات فعلیہ

---

(۱) المعالی (قلمی) ص ۱۰ ۔

اسماءِ الٰہیہ اور

رویت باری تعالیٰ

باب دوم ۔

اس باب مین واقعۂ معراج ، عصمت انبیاء ، عورتون کی نبوت کی نفی ، احوال ذوالقرنین ، احوال حضرت لقمان ، نزول عیسیٰ اور احوال دجّال پر تفصیلی بحث کی گئی ہے ۔

باب سوم ۔

باب سوم مین کرامت ، ولایت اور معجزہ کی تشریح کی گئی ہے اور بعدازان بالترتیب حضرت ابوبکر صدیقؓ ، حضرت عمر فاروقؓ ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مراتب کا بیان کیا گیا ہے ۔ اس کے بعد امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی فضیلت پر بحث کی گئی ہے ۔

باب چہارم ۔

باب چہارم مین احوال یزید پر گفتگو کی گئی ہے ۔

باب پنجم ۔

اس باب مین ایمان ، کفر اور حکم ارتداد کا مفصل بیان موجود ہے ۔

باب ششم ۔

یہ باب معدوم ، فقط تفرقہ مکون و تکوین اور جُز لا یتجزّی وغیرہ موضوعات کو شامل ہے ۔

باب ہفتم ۔

اس باب مین سوال و عذاب قبر ، رزق و حساب کتاب بعد البعث ، وزن اعمال نامہ ہائے اعمال ، پل صراط ، شفاعت ، تاثیر و اجابت دعا ، ہیولیٰ اور اسباب اجل کی

وضاحت کی گئی ہے ۔

باب ہشتم ۔ خاتمۂ ابیات متن

باب نہم :۔

اس باب مین ولی ، ولایت ، مراتب ولایت ، ہر زمانہ مین اولیاء کی تعداد معینہ کا وجود اور مرتبۂ ولایت تک وصول اور اس کے حصول کے طریقے کی تحقیق کی گئی ہے ۔

باب دہم ۔

باب دہم مین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک ماہیات مذہب اور تفرقۂ ملل کی توضیح و تشریح کی گئی ہے ۔

یہ کتاب عقائد کے موضوع پر معلومات کا ایک بہترین اور نادر مجموعہ ہے اور یہ اس لحاظ سے بھی نہایت اہم ہے کہ اس مین مصنف موصوف نے بعض تاریخی اور تصوفی مسائل کے بارے مین نہایت محققانہ اور عالمانہ انداز مین گفتگو فرمائی ہے ۔ واللہ اعلم ۔

"المعالی" کے ماخذ و مصادر

۱۔ تفسیر ابن کثیر از حافظ عمادالدین اسماعیل بن کثیر (المتوفی ۷۷۴ھ)

۲۔ تسیر جلالین از جلال الدین محلی (متوفی ۸۵۳ھ - ۱۴۵۰ء) و جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ - ۱۵۰۵ء)

۳۔ تفسیر مواہب ۔

۴۔ تفسیر مدارک از ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (المتوفی ۷۱۰ھ - ۱۳۱۰ء)

۵۔ تفسیر بیضاوی از عبداللہ بن عمر البیضاوی (المتوفی ۶۸۵ھ - ۱۲۸۶ء)

۶- تفسیر جامع البیان از شیخ نورالدین سید معین بن سید صفی الدین (المتوفی ۸۹۳ھ) -

۷- تفسیر معالم التنزیل از ابومحمد حسین ابن مسعود الفراء البغوی (المتوفی ۵۱۶ھ ۱۱۱۶ء)

۸- تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ کاشفی (المتوفی ۹۱۰ھ - ۱۵۰۳ء)

۹- تفسیر توضیح القرآن -

۱۰- تفسیر معانی

۱۱- تفسیر در منثور از جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ - ۱۵۰۵ء)

۱۲- تفسیر ابوبکر قریشی

۱۳- السنن الکبریٰ للبیہقی از ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (المتوفی ۳۵۸ھ -۱۰۶۶ء

۱۴- تفسیر وجیز ازسلطان المفسرین حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ

۱۵- طبری از ابوجعفر بن جرتیر طبری (المتوفی ۳۱۰ھ - ۹۲۲ء)

۱۶- فقہ اکبر از امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نعمان بن ثابت کوفی (المتوفی ۱۵۰ھ ۷۶۷ء)

۱۷- شرح عقائد النسفی از سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی (المتوفی ۷۹۲ھ)

۱۸- شرح عقائد ملا جلال الدین دوانی (المتوفی ۹۰۸ھ - ۱۵۰۲ء)

۱۹- شرح مقاصد

۲۰- شرح مسند امام اعظم المعروف شرح ملا علی قاری از علی بن سلطان محمد هروی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ)

۲۱- شرح مواقف ازسید شریف جرجانی (المتوفی ۸۱۶ھ - ۱۴۱۳ء)

۲۲- تمہید از ابوشکور محمد بن عبدالسید بن شعیب الکشی الحنفی السالمی ۔

۲۳- عقائد نسفیہ از نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی (المتوفی ۵۳۷ھ)

۲۴- خیالی از ملا خیال

۲۵- صحیح بخاری از محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی ۲۵۶ھ - ۸۷۰ء)

۲۶- مشکوۃ المصابیح از ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی (مؤلفہ ۷۳۷ھ)

۲۷- صحیح مسلم از مسلم بن حجاج قشیری (المتوفی ۲۶۱ھ - ۸۷۴ء)

۲۸- مستدرک حاکم از ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف ابحاکم النیسابوری (المتوفی ۴۰۵ھ)

۲۹- سنن نسائی از ابو عبدالرحمن احمد بن علی بن شعیب النسائی (المتوفی ۳۰۳ھ - ۹۱۵ء)

۳۰- ترمذی شریف از ابوعیسیٰ ترمذی (المتوفی ۲۷۹ھ - ۸۹۲ء)

۳۱- سنن ابوداؤد از ابوداؤد سلیمان الاشعث الأزدی السجستانی (المتوفی ۲۷۵ھ - ۸۸۸ء)

۳۲- قزوینی

۳۳- صحیح ابن حبان از ابو عبداللہ محمد بن محمد بن جعفر البستی المعروف بأبی الشیخ الحافظ (المتوفی ۳۵۴ھ)

۳۴- سنن دارقطنی از ابوالحسین علی بن عمر دار قطنی (المتوفی ۳۸۵ھ)

۳۵- طبرانی از ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی (المتوفی ۳۷۰ھ)

۳۶- جامع المتفرقات

۳۷- حجة الهند ازعمر محرابی

۳۸- حسامی

۳۹- سراجی از سراج الدین ابو طاهر محمد بن عبدالرشید السجاوندی (المتوفی ساتوین صدی هجری) -

۴۰- جامع الکتاب

۴۱- بحر الانساب از امام فخرالدین ، رازی

۴۲- قصیدۂ بانت سعاد از کعب بن زهیر ابن ابی سلمی المزنی الصحابی -

۴۳- بحر الحقائق

۴۴- مناقب حضرت عمر فاروق از امام ابن الجوزی

۴۵- خزینة الروایات

۴۶- خلاصة المضمرات

۴۷- تاریخ ابراهیم شاهی

۴۸- چلپی حاشیه بیضاوی از علامه حسن چلپی المعروف اخی زاده (المتوفی ۸۸۶ھ - ۱۴۸۱ء)

۴۹- نهج البلاغة از الشریف المرتضی ابوالقاسم علی بن طاهرالحسینی (المتوفی ۴۳۶ھ)

۵۰- توضیح تلویح از قاضی صدر الشریعة عبیدالله بن مسعود البخاری الحنفی (المتوفی ۷۴۷ھ) -

---

نوٹ) کتابون اور ان کے مصنفین کے مکمل نام معلوم کرنے کے لئے کاتب چلپی (المتوفی ۱۰۶۹ھ - ۱۶۵۸ء) کی کتاب " کشف الظنون " اور مولانا عبدالرحیم کی کتاب " لباب المعارف العلمیة " ج اول اور جلد دوم سے استفادہ کیا گیا ہے -

کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدینا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدینا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق والصلوۃ والسلام علی خیرالخلائق وشفیع یوم محشر سیدنا مولٰنا محمد دائما ابداً من عبداللہ العزیز الحمید الذی لہ ملک السموات والارض ولہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون ۔ لیس لہ ضد ولا ند ولا شبہ ولا شریک ولا مثل ولا مثال ولا یشاکلہ احد وھو الصمد الذی لیس لہ خوف ولا جوف ولا معقب لحکمہ وقضائہ وتقدیرہ وھو الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد وعلی آلہ واصحابہ واھل بیتہ صلوۃ تکون لک رضاء ولحقہ اداء واجعلہ بحرمتہ فی الدارین لنا صلاحا وفلاحا یا رب العالمین ------

پس این فقیر کہ محمد عمر بن ابراھیم محمدی مشرب است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم --- امیدوار از فضل حضرت پروردگار تحقیق مذھب صحیح اھل سنت و جماعت بہ احسن الوجوہ خواھد آورد کہ مادہ تردید منفی محض شدہ آید ۔

اختتام کتاب یوں ہے :-

بہ اتمام رسید این کتاب مسمّیٰ بمعالی شرح قصیدہ امالی تصنیف حضرت زبدۃ السالکین عمدۃ المحققین قدوۃ المتورعین میاں صاحب میاں محمد عمر چمکنی موجب فرمودہ صاحبزادہ عالی جناب فیضمآب صاحبزادہ میاں گل جیو ولد میاں صاحب معز الیہ بدستخط فقیر الحقیر محمد شفیق خٹک تحریر یافت واقعہ محرم ۱۲۲۹ھ - ۱۸۱۳ء -

******

توضیح المعانی

توضیح المعانی فقہ کی مشہور کتاب " خلاصہ کیدانی " کا منظوم پشتو ترجمہ ہے ۔ اس کی اصل غرض و غایت پٹھانوں کو دینی مسائل سمجھانا اور ان کو اطاعت خداوندی کی ترغیب دلانا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد و ہدایت کی غرض سے وعظ و نصیحت پر مشتمل چند بے بہا حکایات کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب آپ نے اپنے چھوٹے فرزند صاحبزادہ احمدی (المعروف بہ میان گل) کی درخواست پر لکھی ہے ۔ سبب تالیف بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ۔

نورالعین محمدي مشر فرزند	نورالعین محمدی (میرا) بڑا بیٹا (ہے)
وریسې عبیدالله دي ارجمند	اس کے بعد عبیداللہ ہے (میرا فرزند) ارجمند
په میانګل سره مشهور په هردیار	ہر ملک میں میاں گل نام سے مشہور ہے ' وہ
راغې کیناست ونیو هد ده ځما کنار	آیا اور میرے پہلو میں بیٹھ گیا
بارِ دا کتاب په ژبه عربي دي	(کہا کہ) چونکہ یہ عربی زبان میں ہے
کله پوهه پر طالب غبي صبي دي	اس کو مبتدی اور کند ذہن طالب علم کب سمجھ سکتا ہے ۔
مسائل د خلاصې که اوس پښتو شي	اگر خلاصہ (کیدانی) کے مسائل پشتو زبان میں
ډیر په کار به دا کتاب د پښتنو شي	ترجمہ کئے جائیں تو یہ کتاب پٹھانوں کی بہت کام آئے گی ۔
په بار بار چه د میانګل وه دا الحاح	چونکہ میاں گل بار بار یہ کہتا تھا لہٰذا
په پښتو ژبه ځما وشوه صلاح (۱)	پشتو زبان (میں ترجمہ کرنے) پر میں راضی ہوا ۔

---

(۱) توضیح المعانی (قلمی) ص ۷ - ۸ ۔ مذکورہ بیان اگر ایک حرف اس بات =

توضیح المعانی کی نظم مثنوی اور اس کا شعر نہایت رواں اور سادہ ہے ۔
اور پند و نصیحت کے مضامین کو نہایت موثر اور خوبصورت انداز مین بیان کیا گیا ہے ۔
یہ کتاب تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے اس مین آپ نے اپنے آباء و اجداد کے حالات بیان کئے ہین ۔ اپنا شجرہ طریقت اور شجرہ نسب قلبند کیا ہے اور خصوصاً افغانون کے نسب نامے کے بارے مین نہایت گران قدر معلومات فراہم کی ہین ۔

اس کا ایک قلمی نسخہ مولانا فضل صمدانیؒ کے کتب خانہ واقع پہانہ ماڑی پشاور شہر مین موجود ہے ۔ جو کل ۱۱۳ صفحات یعنی تقریباً ساڑھے بارہ سو اشعار پر مشتمل ہے ۔ اس کا دوسرا نسخہ خان روشن خان ساکن صوابی کے پاس محفوظ ہے ۔

عبدالحلیم اثر لکھتے ہین کہ توضیح المعانی کا ایک نسخہ مطبع فیض عام (دہلی) سے ۱۲۹۸ھ ۔ ۱۸۸۰ء مین چھپ چکا ہے ۔ مگر وہ ناقص ہے ۔ (۱)

آغاز کتاب یون فرمایا ہے

یا فتاح

رب یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

= کی دلیل ہے کہ میان صاحب چمکنیؒ اور ان کے صاحبزادون نے مسلمانون کی اصلاح پر بالعموم اور پٹھانون کی اصلاح پر بالخصوص ہر حیثیت سے خاص توجہ دی ہے تو دوسری طرف یہ ان کی دور اندیشی اور تدبر کی ایک بہت بڑی علامت ہے کہ آج پٹھان جس چیز کی ضرورت و اہمیت محسوس کر رہے ہین اس کو آج سے دو سو برس پہلے انہون نے محسوس کیا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ انہون نے اپنی زندگی مین پشتو مین کتابین لکھنے ترجمہ کرانے اور پشتو ادب کا سرمایہ محفوظ کرنے کا خاص اہتمام فرمایا تھا ۔

******

(۱) روحانی ترون ازعبدالحلیم اثر ص ۷۷۰ ۔

نوٹ) یہ مطبوعہ نسخے مجھے اب تک دستیاب نہین ہو سکا ہے ۔

حمد ثنا د همه خدائې چه ذوالجلال دې

او په مونږ د ایمان فضل کمال دې

خداوند دې د زمین او د اسمان

په تسبیح ي ملائك هم انس و جان

دي مایل تمام مخلوق وکړه یقین

شك پر نشته په دې لفظ چه دې امین

معرفت لـه پیدا بني ادم کـه

بیا ادم ي پـه خپل فضل مکرم که

پیژندل د خداي په عقل اول پـوبه

بیا دلیل شرعي شته قوي نیك خویـه

په قران کښ د توحید آیات کثیـر دي

مخالف په دام د کفـر کښ اسیـر دي

په توحیـد سره ثنا د پاك سبحان ده

وظیفه نما د زړې هـر زمان ده

د صفاتو ي په زړه کښې تفکـر کړم

او بـه زبه اسم ذات ي تذکر کـړم

اختتام یون هے :-

تم تم تصنیف حضرت زبدۃ السالکین قدوۃ المحققین عمدۃ المتورعین برگزیدۂ سالکان روزگار چیدۂ محبان کردگار ستودۂ بزرگان کبار حضرت میان صاحب چمکنیؒ قدس سرہ ونور مرقدہ ورحم روحہ حسب الفرمودۂ حضرت صاحبزادۂ عالی گوہر صاحبزادۂ میان گل جیو بدستخط

فقیرلطملہ اضعف عباداللہ محمد شفیق خٹک بتاریخ دویم صفر المظفر ۱۲۲۷ھ/۱۸۱۲ء سنہ

جلوس محمود شاہ ۳ بود

د پښتنو نسب نامہ

(پٹھانوں کا نسب نامہ)

یہ کتاب منظوم اور اس کی زبان پشتو ہے۔ تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے اور اس میں افغان قوم کے صحیح شجرہ ہائے نسب کی تفصیلات موجود ہیں۔ صولت افغانی کے مؤلف زرداد خان اور حیات افغانی کے مؤلف محمد حیات نے اپنی تالیفات میں بعض مقامات پر اس سے استفادہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ (۱)

حضرت میاں صاحب جکلی افغان قوم کی تاریخ سے خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ اور مذکورہ تالیف آپ کی اس دلچسپی کی واضح علامت ہے۔ اگر چہ یہ کتاب آج کل دستیاب نہیں ہے تاہم یہ بات یقینی ہے کہ آپ افغان قوم کے مختلف قبیلوں کے نسب ناموں کے متعلق کافی واقفیت رکھتے تھے۔ اور اس سلسلے میں آپ نے بعض گرانقدر معلومات فراہم کی ہیں۔ مثال کے طور پر ترکانڑی قبیلہ کے جد امجد ترک کے باپ شیخی پر الزام ہے کہ اس نے یوجانہ اور یسو نامی دو بہنوں کو نکاح میں لیا تھا۔ جو شریعت کی رو سے حرام ہے۔ حضرت اخوند درویزہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الابرار اور گوپال داس نے تاریخ پشاور میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (۲)

---

(۱) صولت افغانی از زرداد خان ناغر خویشگی ص ۳۲۹ طبع حیدرآباد دکن ۱۸۷۶ء۔

حیات افغانی از نواب محمد حیات خان ص ۱۵۴۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۵ ص ۶۳۳۔

(۲) تذکرۃ الابرار والاشرار طبع پشاور ص ۸۷۔

تاریخ پشاور از گوپال داس ص ۴۴۶۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نے مذکورہ روایت کے بارے میں تحقیق کرکے تاریخی شواہد کی روشنی میں اس کو غلط ثابت کر دیا ہے ۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں کہ موجانہ اور بسو دونوں ایک ماں باپ کی اولاد ہیں ۔اس لئے کہ موجانہ کی ماں کا نام سلطانہ ہے جبکہ بسو کی ماں کا نام مہرانہ ہے اور دونوں افغان قبیلوں کی دو مختلف شاخوں یعنی زکریازئی اور حسین زئی سے تعلق رکھتی تھیں ۔دونوں کا نسب نامہ آپ نے حسب ذیل بیان کیا ہے ۔

موجان بنت جلال بن خالو بن زکریا ۔

بسو بنت خالق داد (المعروف خالو)[1] بن جلال بن برھان بن حسین ۔

آپ کی اس تحقیق سے ھشتی خیل افغانوں کے متعلق ایک تاریخی غلط فہمی کا ازالہ ہوجاتا ہے ۔ اور مذکورہ بالا الزام بے معنیٰ ہوکررہ جاتا ہے ۔

شمائل نبوی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

زیر نظر کتاب شمائل نبوی پر ایک مختصر کتاب ہے ۔اور منظوم پشتو زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ " بہادر مانڑی پشاور شہر میں جس کا سن کتابت ۱۱۷۲ھ ۱۷۵۸ء ہے موجود ہے ۔اس کا دوسرا نسخہ عبدالحلیم اثر ساکن تخت بھائی کے پاس محفوظ ہے۔ اس کتاب کے حسن و خوبی کی بڑی دلیل یہ ہے کہ مولوی دادین جیسے جید عالم و صوفی اور سخنور و سخندان شاعر نے اس کی بہت شاندار الفاظ میں تعریف کی ہے[2] ۔

کتاب کے آغاز میں حضرت میاں صاحب چمکنی فرماتے ہیں کہ ۔

تل ثنا د ھغه پاك پروردګار	ھمیشه اس پروردگار پاک کے لئے حمدو ثناء ہے ۔
چه مکنې ې له نابوده کړ اظهار	کہ نیستی سے (کون و مکان کو) ھستی میں لایا ۔

(۱) توضیح المعانی (قلمی) ص ۱۲ ۔ ۱۹ ۔

(۲) ملاحظہ ہو مناقب میاں صاحب چمکنیؒ از مولوی دادین ص ۴۵ ۔ ص ۱۳۶ ۔

بیاې غوره په عالم کښې پاك رسول کړ
هم شي مونږ د ده امت کړ وایماندار
او درود دې پاك الله په ده وئیلې
بیاې مونږ ه بر مامور کړ ویه دا کار
دغه پس شمائیل د پاك رسول دې
چه لستوني منور شي پـــه انـــوا ر

پھر عالم میں پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب
کیا اور ہم آپؐ کی امت کو زیور ایمان سے آراستہ کیا
اور خدا نے آپ پر درود بھیجا ہے
پھر ہمیں اس کام (درود بھیجنے) کا حکم دیا
اس کے بعد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل
ہیں تاکہ پڑھنے والا اس کے انوار سے منور ہوجائے ۔

شمس الہدٰی

شمس الہدٰی کا پورا نام " شمس الہدٰی بدر الدجیٰ فی ذکر ایمان (والدی) خیرالوریٰ " ہے ۔ اور جیساکہ اس کے نام سے ظاہر ہے اس کتاب کا موضوع حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کا اثبات ہے ۔

شمس الہدٰی کا ایک مکمل قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔ اس کی زبان عربی ہے اور کل ۲۲۲ اوراق پر مشتمل ہے ۔ اس کا سن تالیف ۱۱۸۳ ھ ہے اور اس کی کتابت سن تالیف کے سو سال بعد یعنی ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۸۶۶ ء میں ہوئی ہے (لہٰذا) اور اس میں کتابت کی بے شمار غلطیاں موجود ہیں ۔

کتاب نہایت مدلّل اور محققانہ انداز میں لکھی گئی ہے اور نجات والدین رسول کے خلاف تمام روایات کا نہایت معقول تجزیہ کیا گیا ہے ۔ اور یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ تمام روایات من گھڑت اور اہلِ عناد کے فتنہ و فساد کا شاخسانہ ہے ۔ بعد میں اہل غلطہ جاہل مقلدین نے بغیر تحقیق کے اس کی تقلید شروع کی جس سے مسلمانوں کے عقائد میں ایک عظیم فساد و تردد کا آغاز ہوا ۔

اس کتاب میں ارادتاً تطویل اور تکرار کا راستہ اختیار کیا گیا ہے اور اس تکرار پر اعتراض کے

جواب مین آپ خود تحریر فرماتے ہین کہ -

فالجواب فی التکرار امر الحق بالحق فوائد لا یعد ولا یحصیٰ الاتریٰ مسئلۃ التوحید مسئلۃ الایمان مسئلۃ واحدۃ فی القرآن کلام الرحمٰن تعالیٰ وتکدّ من قد جاء تکرارھا تعلیماً للغافلین وجاء تنبیھاً وارشادا للامۃ الا تریٰ جاء قولہ تعالیٰ فاذکرالله ذکرا کثیرالعلکم تفلحون لان کثرۃ الذکر سبب التقرب وکذا مسئلۃ الصلوٰۃ والزکوٰۃ جاء فی القرآن فی کثیر من المواضع لھا فوائد فیھا لا یعد ولا یحصیٰ لان التکرار تقرر والتقرر ثبوت الحق فی قلوب اھل الایمان - (۱)

یعنی تکرار کا جواب یہ ھے حق کا امر کرنا حق کے ساتھ -اس مین بے حد و بیشمار فائدے ھین کیا تو نہین دیکھتا کہ مسئلہ توحید ایک ھی مسئلہ ھے -پس قرآن مجید مین یہ بار بار آیا ھے غافل لوگون کی تعلیم کے لئے اور امۃ کے لئے ارشاد و تنبیہ کے طور پر -اللہ کا ارشاد ھے اللہ کو زیادہ یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ - اس لئے کہ کثرت ذکر تقرب کا سبب ھے اور اسی طرح نماز و زکوٰۃ کا مسئلہ ھے کہ قرآن مین کئی مقامات پر آیا ھے اس مین ان گنت فوائد ھین کیونکہ تکرار سے تقرر (پیدا ھوتا) ھے اور تقرر سے اھل ایمان کے قلوب مین حق قائم و ثابت ھو جاتا ھے

حضرت میان صاحب جھکڑؒ اس کتاب کے آغاز مین لکھتے ھین کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام اور امہات طاھرات کا ذکر خیر اھل ایمان کا حصہ ھے -اور کافر ومنافق دونون اس سے محروم ھین - آپ صلعم کے آباءو اجداد اور امہات طاھرات اول تا آخر سب توحید و ایمان پر قائم تھے یہ بات کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ھے -اور یہی اھل سنت والجماعت کا عقیدہ ھے -

آپ صلعم کے نسب کو بری نسبت کرنا آپ کی توھین و استخفاف ھے اور انبیاء علیہم السلام کا استخفاف بالاتفاق کفر ھے -

---

(۱) شمس الھدیٰ ورق ۱۲ -

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جو آدمی حسباً و نسباً انبیاء کے کمالات کے حسن تام پر یقین رکھتا ہے وہی حقیقی مؤمن ہے اور جو ان میں کسی طرح سے عیب جوئی کرے وہ بلا شک و شبہ کافر ہے ۔

جو شخص ایک طرف انبیاء پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسری طرف انبیاء کرام کے آباء و اجداد پر کفر کا بہتان لگاتا ہے وہ کیسے مومن ہوسکتا ہے ۔کیونکہ انبیاء پر ایمان اور ان کا استخفاف دونوں ایک آدمی میں یک وقت جمع نہیں ہوسکتے ۔ (۱)

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ انبیاء میں کسی قسم کی عیب جوئی کرنا ان کے آباء و اجداد پر کفر کا بہتان لگانا انبیاء کرام سے مخلوق کے قلوب کے متنفر کرنے کا سبب ہے ان کی جانب شرک کی نسبت کرنا بدترین گالی کے مترادف ہے اور جو شخص اس کا مرتکب ہوجاتا ہے وہ دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو وہ کافر ہوگا اور یا منافق ۔

اسلام کے صدر اول میں کفار و منافقین خصوصاً یہود و نصاریٰ آپ کے والدین پر کفر کا بہتان لگاتے تھے اس کے بعد اس امت کے اہل غفلت میں جہل مفرط کے سبب یہ بات آگئی اور رفتہ رفتہ جن و انس کے شیاطین نے اس کو مغرب و مشرق تک عام کردیا ۔آپ کے طاہر و مطہر نسب پر بہتان لگانا دراصل کفار و منافقین کا خاصہ ہے مؤمنین کو اس سے احتراز کرنا چاہئے ۔ فرماتے ہیں ۔

بہتان الشرک بنسب الطاہر المطہر سیدنا علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سبۃ من اشد السباب فاحذر ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون ۔ (۲)

یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طاہر و مطہر نسب پر شرک کا بہتان

---

(۱) شمس الہدیٰ ورق ۳ ۔ ۴ ورق ۵

(۲) ایضاً ورق ۳۳ ۔ ۳۴ ورق ۶

لگانا سخت ترین گالی ہے - پس اے مومنو! ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ -

انبیاء کو خدا نے حسن مطلق سے نوازا ہے یعنی صورتاً، معناً، فعلاً، قولاً، ظاہراً، باطناً اور حسباً و نسباً وہ پاک اور ہر قسم کے عیب و نقصان سے خالی ہوتے ہیں اور جو شخص انبیاء میں کسی قسم کے نقصان کا اعتقاد رکھتا ہے وہ انبیاء میں حسن مقید الایمان رکھتا ہے - وہ کامل مومن نہیں اس لئے کہ حسن و قبح اضداد میں سے ہیں اور انبیاء میں حسن مطلق کے عقیدے کا منافی ہے -

انبیاء میں عیب نکالنا طعن فی الدین کے مترادف ہے - اور طعن فی الدین مومنین کے خواص میں سے نہیں ہے - تم نہیں دیکھتے نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں مگر اس کے نسب میں طعن بھی کرتے ہیں لہٰذا کافر ہو کر تباہی کے شکار ہو گئے - (1)

آپ کے والدین اہل فترۃ میں سے نہیں تھے - کیونکہ اس میں علماء کا اختلاف ہے - اور خیرالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین یقیناً توحید ابراہیمی پر قائم تھے اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوگیا ہے - (۲)

جو لوگ نجات و ایمانِ والدین رسول کے بارے میں توقف کے قایل ہیں وہ کتمانِ حق کا ارتکاب کرتے ہیں - کیونکہ یہ بات کتاب و سنت اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے لہٰذا جتنہ ضروریات دین میں توقف کرنا کتمان حق کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے - یہ توقف اظہار حق کی تعطیل ہے اور تعطیل سوءِ ظن سے خالی نہیں ہوسکتی اور نبی صلعم کے کمالات والفیوضات و برکات میں سوء ظن کا مرتکب ہونا قطعی کفر ہے - (۳)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نزول عیسیٰ کے وقت ان کی دعا پر ان کو زندہ کیا جائیگا

---

(۱) شمس الہدیٰ ورق ۵ - ۶ ورق ۱۹ (۲) ایضاً ورق ۹ -
(۳) ایضاً ورق ۱۰ - ۱۱

اور وہ ایمان لے آئیں گے ۔ وہ جاہل ہیں اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا علم نہیں ہے۔ (۱) جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ والدین رسول کفر کی حالت میں فوت ہو چکے ہیں ۔بعد میں ان کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور ایمان لا کر دوبارہ فوت ہوئے ۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ روافض کا عقیدہ ہے۔ ۔ اس سلسلے میں مروی روایات کا حضرت میاں صاحب جمکنیؒ نے تجزیہ کر کے ان کو موضوعی ثابت کیا ہے (۲) ۔ خصوصاً علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف میں منقول روایات کو ہدف تنقید بنا کر ان پر کڑی نکتہ چینی کی ہے ۔[illegible]

[illegible]

[illegible] ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین پر کفر و شرک کا بہتان لگانا ایک ظلم عظیم اور فتنہ جسیم ہے ۔جہال مقلدین اس کو حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب سمجھتے ہیں ۔وہ اندھا دھند تقلید کرتے ہیں جو کچھ سنتے ہیں اور پاتے ہیں ۔وہ بلا تحقیق و امتیاز نقل کرتے ہیں ۔ حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتے پھر بھی اپنی علمیت پر مغرور ہیں ۔وہی باتوں سے استدلال کرتے ہیں اور ورثۃ الانبیاء ہونے کا دعوی کرتے ہوئے بھی وہ انبیاء پر بہتان تراشی سے دریغ نہیں کرتے ۔ (۳)

حضرت میاں صاحب جمکنیؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ کے فقہ اکبر میں جو عبارت موجود ہے وہ تحریف اور رد و بدل کا نتیجہ ہے ۔اور ان کی جانب یہ عقیدہ غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ غیلان بن ربان المعتزلی الدمشقی الجہمی کے شاگرد جعلان بن میلان بن کنان بصری

---

(۱) شمس الہدیٰ ورق ۸ ۔ ۱۰

(۲) ایضاً ورق ۱۰ ۔ ۱۱

(۳) ایضاً ورق ۱۶، ورق ۳۰ ۔ ب

نے فقہ اکبر مین تحریف کرکے یہ عقیدہ امام موصوف کی جانب منسوب کیا ہے "اگر چہ اس نے بعد مین اس سے رجوع کرکے ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا مگر اس کے نسخے اطراف و اکناف پھیل چکے تھے - اور اس طرح یہ فساد تمام دنیا مین پھیل گیا - آپ فرماتے ہین کہ مین نے بعض نسخون مین خود اپنی آنکھون سے دیکھا ہے جن مین یہ عبارت درج ہے کہ :

ولا ماتا والدا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی الکفر (۱) - یعنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے والدین کفر کی حالت مین فوت نہین ہوئے ہین -

اہل نفاق نے بعد مین اس طرح سے " لا " کو حذف کر دیا ہے -

آپ فرماتے ہین کہ میرے پاس فقہ اکبر کا ایک نسخہ موجود ہے جس مین آپ کے والدین کے بارے مین مندرجہ ذیل عبارت درج ہے -

ووالدا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد کانا ماتا علی ملۃ الحنیفۃ وھی الملۃ خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام وھما ماتا علیٰ توحید رب المجید علی الایمان (۲) -

امام ابوحنیفہؒ کا یہ ہرگز عقیدہ نہین تھا کہ والدین رسول کفر کی حالت مین وفات ہوچکے ہین - یہ اہل عناد کی ریشہ دوانیون کی ایک کڑی ہے تاکہ اس طرح لوگ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب سے متنفر ہوکر اس کے ابطال پر آمادہ ہوجائین (۳) -

[illegible]

[illegible] -

[illegible] -

---

(۱) شمس الہدیٰ ورق ۱۸ - (۲) ایضاً ورق ۱۹ -

(۳) ایضاً ورق ۹ -

کتاب کے آخر میں غزوات نبوی، معراج، وفات نبی اور غسل وتدفین، رویت باری تعالیٰ[1] اور طعنِ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر بالاجمال گفتگو کی گئی ہے۔

یہ کتاب تاریخی اعتبار سے بھی نہایت اہم ہے اور خصوصاً علم الانساب کے شائقین کے لئے دلچسپ معلومات کا ایک زبردست خزینہ ہے۔

کتاب کا آغاز یوں ہے

وبہ یسر وتمم بالخیر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لِلّٰہ الذی خلق الخلائق وحدہٗ الواحد الذی دائم البقاءولکبریاءومجدہ الماجد الصمد الذی دوام الفناءوحمدہ والدائم الاحد الذی باقی الثناءوحدہ المالک الحق الذی لا الٰہ الا ھو سبحان من لم یزل ولا تزال باسمائہٗ وصفاتہ تعالیٰ وتقدس اعلیٰ واجل جلالہٗ وعلو کبریائہ وعظمۃ سبحانہ وتعالیٰ عما یقول الظالمون ظلماً وزوراً و ھوالذی سبحانہٗ ربنا رب العالمین خالق کل شیٔ ورازق کل شیٔ ومالک کل شیٔ وبیدہ ملکوت کل شیٔ وھو حی لا یموت بیدہ الخیر وھو علی کل شیٔ قدیر ۔ لا الٰہ الا ھو لا شریک لہ فی الخلق ولا فی الملک ولا فی الامر ولا فی الحمد لہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون ....

.... ھذالکتاب المستطاب تالیف المسمی بشمس الھدیٰ بدو الدجی فی ذکر ایمان آباء خیر الوریٰ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم .... واسمی محمد عمر بن ابراھیم ....(۱)

*کتاب کے آخر میں یہ عبارت درج ہے

نسخہ میمونہ متبرکہ مسمی بہ شمس الھدیٰ تصنیف حضرت زبدہ سالکان روزگار برگزیدہ محققان پروردگار ستودہ محبان حضرت جبار عمدہ عارفان کردگار حضرت میاں محمد عمر بن محمد ابراھیم

---

(۱) شمس الھدیٰ ورق ۱ ۔ ۱۷

ساکن جھکی قدس سرہ العزیز بحسب فرمائش ستون دین میان سراج الدین تحریر یافتہ تحریر بتاریخ چہاردہم شہر رمضان المبارک بروز دوشنبہ وقت چاشت نقل گردید ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء۔

ظواھر السرائر

ظواھر السرائر فارسی زبان میں لکھی گئی ھے اور تاریخی لحاظ سے بڑی اھمیت کا حامل (۱)

---

(۱) کتاب کے نام "ظواھر السرائر" کی تحقیق

مفتی غلام سرور لاھوری نے اپنی کتاب خزینۃ الاصفیاء میں اس کتاب کا نام "جواھر الاسرار" بتایا ھے (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۲۷ طبع لاھور ۱۲۸۰ھ)۔ محمد دین کلیم نے اس کا نام جواھر السرائر لکھا ھے (لاھور میں اولیاء نقشبند کی سرگرمیاں ص ۱۳۱) جبکہ عبدالحلیم اثر اور مولانا امیرشاہ قادری نے اس کو سرالاسرار اور خزینۃ الاسرار دو ناموں سے یاد کیا ھے (روحانی تزوک از عبدالحلیم اثر ص ۴۷۷ و علماء و مشائخ سرحد از مولانا امیرشاہ قادری ص۹۸) مگر حقیقت یہ ھے کہ یہ سب نام درست نہیں ھیں اور عبدالحلیم اثر نے اس کتاب کے نام کے سلسلے میں جو عبارت اپنی کتاب میں نقل کی ھے وہ محل نظر ھے اس لئے کہ اس کتاب کے دونوں دستیاب نسخوں یعنی اورینٹل لائبریری پنجاب یونیورسٹی کے نسخے اور کرنل سلطان شاہ (کوہاٹ) کے مملوکہ نسخے میں یہ عبارت کہیں موجود نہیں ھے۔

اس کتاب کا درست نام "ظواھر السرائر" ھے کیونکہ حضرت میاں صاحب جھکیؒ خود اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ھیں کہ۔

" مراد ازین مجموعہ ایراد بعض احوال و اذواق و خوارق عادات حضرت ایشان (شیخ سعدی لاھوریؒ) اسعہ علیہ الرحمۃ والرضوان لیکن بحکم عند ذکر الاولیاء الصالحین تنزل الرحمۃ سلسلہ خواجگان را بر سبیل

اس مجموعے کا مطلب حضرت ایشان (شیخ سعدی لاھوریؒ) کے بعض احوال و اذواق اور کرامات کا ذکر کرنا ہے لیکن بموجب اس کے کہ اولیاء کرام کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے ۔ کتاب کی

ہے - اس کتاب کو ایک روزنامچہ کی حیثیت حاصل ہے اور اس میں ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء تک آپ کی تمام مصروفیات اور سرگرمیوں کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا ہے -

اس کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد اگر چہ اپنے پیر و مرشد شیخ سعدی لاہوریؒ کے احوال اور خوارق عادات کو قلمبند کرنا ہے مگر ضمناً سید آدم بنوریؒ سے لے کر مؤلف موصوف کے زمانے تک ہندوپاک کے تقریباً تمام بڑے بڑے نقشبندی اولیاء و علماء تبلیغی افکار اور آپس میں ان کے تعلقات

= اجمال تمامی در اول اول این کتاب نمود و هر جاکه از لطائف و معارف این طائفه علیه قدس الله اسرارهم سخنی و نکته پرداخت اول آنرا بجهة فاصله به لفظ "ظاهره" موضح و مظهر ساخت و چون ظواهر این سخنان مشعر و مبنی بود از کمالات سرائر و بواطن اهل الله پس این مجموعه را که متضمن آن سخنان بود مسمی و نامیده شد به "ظواهر السرائر" و از نوادر اتفاقات آنکه تاریخ اتمام کتاب "ظواهر" از عدد حروف وی که یک هزار و یک صد و دوازده است اتفاق افتاد "

(ظواهر السرائر (قلمی) مملوکہ کرنل سلطان شاہ (کوہاٹ) ص ۶ - ۷ ایضاً ملاحظہ ہو ظواہر السرائر (قلمی) مملوکہ اورینٹل لائبریری پنجاب ص ۱۰ - ۱۱

ابتداء میں پورے اجمال کے ساتھ خواجگان (نقشبندیہ رحمہم اللہ) کا ذکر ہوا اور جہاں اس طائفہ قدس اللہ اسرارہم کے لطائف و معارف کی کوئی بات اور نکتہ تھا تو پہلے اسے جدا کرنے کے خیال سے "ظاہرہ" کے لفظ سے واضح اور ظاہر کیا اور چونکہ ان باتوں کے ظواہر اہل اللہ کے اسرار و کمالات کے مظہر تھے تو اس لیے اس مجموعہ کو جو انہی باتوں پر مشتمل ہے "ظواہر السرائر" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور عجیب اتفاق یہ ہوا کہ "ظواہر" کی تاریخ اختتام جو ۱۱۱۲ھ ہے اس کتاب کے حروف (ظواہر) کے اعداد (۱۱۱۲) کے مطابق برآمد ہوئی۔

*****

و روابط کو ایسے مربوط و خوبصورت انداز مین بیان کیا ھے کہ انسانی جسم مین رگ و ریشون کا پھیلا ھوا جال جیسا معلوم ھوتا ھے اور یہ ثابت کیا گیا ھے جس طرح جسم کے ھر حصے کو رگون کے ذریعے خون پہنچتا ھے ۔ بعینہ اسی طرح ان بزرگان دین نے دنیا کے گوشے گوشے مین آباد انسانون کو روحانی غذا بہم پہنچانے کا اھتمام فرمایا ھے ۔

اس کے علاوہ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آجاتی ھے کہ سرزمین ھندوپاک مین اشاعت و حفاظت اسلام کا سہرا صرف اور صرف صوفیاء اور علماء کرام کے سر ھے ۔

اس کتاب کی ایک اور خوبی یہ ھے کہ اس کی زبان سادہ اور واقعات کے ساتھ سخن کا اھتمام کیا گیا ھے ۔

اس کتاب کے چار قلمی نسخے مندرجہ ذیل مقامات پر موجود ھین ۔

۱۔ اوریئنٹل لائبریری پنجاب ~~یونیورسٹی~~ یونیورسٹی لاھور (شیرانی کلکشن) یہ نسخہ ۸۰۴ صفحات پر مشتمل ھے ۔

۲۔ کتب خانہ شیخ محمد محدث واقع رامپور (انڈیا)[۱]

۳۔ پشتو ادبی ٹولنہ لائبریری (کابل)[۲]

۴۔ کتب خانہ کرنل سلطان علی‌شاہ (ریٹائرڈ) مہتمم مدرسہ علوم اسلامیہ عسکری مسجد کوھاٹ چھاؤنی ۔ یہ نسخہ ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ھے ناقص الاخر ھے اور نہایت خوشخط لکھا ھوا ھے ۔

---

1 M Journal of the Asiatic Society of Bengal, 1917.
Article: Various Libraries of India by Nazir Ahmad.

(۲) روحانی ترون ازعبدالحلیم اثر ص ۲۲۷۔

(نوٹ) ۱ اور نمبر ۴ نسخے دونون مین نے خود مطالعہ کرکے ان سے اقتباسات لئے ھین۔

تقسیم ابواب

ظواھر السرائر ایک تمہید اور تین مظاہر پر مشتمل ھے ۔ تمہید کے دو حصے ھین پہلے حصے مین اھل اللّٰہ کی صحبت پر ترغیب و تشویق اور ان کے اقوال و ارشادات کا بیان ھے ۔ اور دوسرے حصے مین خواجگانِ نقشبند قدس اللّٰہ اسرارھم کے حالات مندرج ھین۔

مظہر اوّل :

اس مین شیخ سعدی لاھوریؒ کی ولادت ، ایام طفولیت کے احوال و خوارق ، سید آدم بنوریؒ کی خدمت مین ان کی حاضری ، زیارت حرمین ، شادی اور ابتدائے حال کے فقر و تجرد کے حالات پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ھے ۔

مظہر دوم :۔

مظہر دوم مین شیخ سعدیؒ کے بعض حقائق و لطائف اور خوارق و معارف کا بیان ھے ۔

مظہر سوم :۔

کتاب کے اس حصہ مین شیخ سعدیؒ کے صاحبزادون ، بعض مشاھیر اصحاب اور ان کے بعض کرامات کی تفصیل ھے ۔

کتاب کے آخر مین شیخ سعدیؒ کی وفات و کیفیت وفات کا بیان ھے ۔ اور ان کی تاریخ وفات پر مشتمل قطعات و فقرات قلمبند کئے گئے ھین ۔

آغاز کتاب یون ھے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لمن زیّن ظواھر الاولیاء باتصافھم باخلاق الصفاتیۃ ونور بواطنھم بمشاھدۃ انوار تجلیات الذاتیۃ والصلوٰۃ علیٰ محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بافضل الصلوات واظہر

ربوبیۃ بوجودہ وخلق السموات والسلام علی آلہ الذین وجب حبہم علی امۃ و علیٰ اصحابہ الذین کانوا ہم نجوم الاھتداء والائمۃ چنین گوید فقیر بیمقدار و حقیر بے اعتبار محمد عمر بن ابراھیم البشاوری ثبتہ اللہ تعالیٰ علی محبتہ اولیاء ہ وشرفہ بکمال متابعۃ اصفیاء ہ . ـ.......

" صیحۃ عباداللہ و امۃ محمد رسول اللہ "

یہ رسالہ تمباکونوشی کی حرمت پر لکھا گیا ہے ۔ اس کی زبان عربی ہے اور ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء مین پہلی بار مطبع کانپور اور دوسری بار منظور عام پریس پشاور سے ۱۳۸۳ھ مین یہ رسالہ شائع ہو چکا ہے ۔ حضرت میان صاحب چمکنیؒ نہ صرف تمباکو نوشی کے خلاف تھے بلکہ اس کی کاشت کو بھی کئی مصالح کی بنیاد پر منع فرماتے تھے اور عین ممکن ہے کہ آپ نے اس موضوع پر کچھ لکھا بھی ہو ۔ مگر جہان تک مذکورہ رسالے کا تعلق ہے ۔ یہ حضرت میان صاحبؒ کی تصنیف نہین ہے بلکہ غلطی سے آپ کی جانب منسوب کیا گیا ہے ۔ کیونکہ

اول تو اس رسالے کے آخر مین جن علماء کی مہرین اور دستخط ثبت ہین ۔ ان مین سے حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے معاصر علماء مین سے ایک کا بھی ذکر نہین آیا ہے تمام علماء بہت بعد کے زمانے کے ہین یہان تک کہ اخوند صاحبؒ سوات (المتوفی ۱۲۹۵ھ) سوات کے خلف الرشید میان گل صاحب کی مہر بھی اس پر ثبت ہے ۔

دوم یہ کہ مولّف موصوف لکھتا ہے کہ پہلی بار شُرب دخان کے بارے مین مجھ سے احمدآباد (ہند) مین دریافت کیا گیا ۔ پھر دوسری مرتبہ قصبہ بروچ مین اس کے بارے مین استفسار کیا گیا حالانکہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ مذکورہ مقامات مین تشریف نہین لے گئے ہین ۔ اس کے علاوہ موصوف نے وجیہہ الدین احمد آبادی (الھندی) کو اپنا استاد

بتایا ھے ۔ جو اس بات کی دلیل ھے کہ یہ کتاب وجیہہ الدین احمد آبادی کے کسی شاگرد کی تالیف ھے ۔ کیونکہ یہ بات یقینی ھے کہ وجیہہ الدین العلوی احمدآبادی آپ کا استاد نہیں رہا ھے ۔

سوم یہ کہ مولّف لکھتا ھے کہ اس رسالہ کی تکمیل کے بعد ھمین ۱۰۴۷ھ ۔ ۱۶۳۷ء مین حرمین شریفین کے علماء کی جانب سے فتاوی موصول ھوئے جو اس رسالہ کےساتھ منسلک کئے گئے ۔ چونکہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ ۱۰۸۳ھ مطابق ۱۶۷۳ء کے حدود مین پیدا ھوئے ھین اس لئے یہ بات وثوق کےساتھ کہی جاسکتی ھے کہ موجودہ مطبوعہ رسالہ حضرت میان صاحبؒ کی تصنیف نہین ھے ۔

یہ رسالہ حال ھی مین دوسری بار ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء مین منظور عام پریس پشاور سے شائع ھو چکا ھے اور دراصل اولّ الذکر چھاپ شدہ رسالے کی نقل ھے۔ (تفصیلات کے لئے ملاحظہ ھو ص ۳ ، ۱۶ ، ۲۰ ، ۲۲ ۔)

اس کتاب کے سرورق پر یہ جملہ لکھا ھے ۔

از تصانیف شریف قدوۃ العارفین زبدۃ الکاملین میان شیخ عمر صاحب چمکنی علیہ الرحمۃ ۔ اور آخر کتاب مین مندرجہ ذیل عبارت درج ھے ۔

نحمداللہ المطن و صلّی علی رسولہ سید الانس والجان فی ھذا لزمان رسالۃ واضحۃ البیان و مقالۃ لائحۃ التبیان فی ثبوت حرمۃ شرب الدخان مع ایراد الامثلۃ بالدلیل والبرھان الساطعۃ بتصحیحۃ عباداللہ وامۃ رسول اللہ من افادات سلطان العلماء مقدام الفضلاء امام العارفین میان صاحب چمکنیؒ قد انطبعت فی المطبع النظامی ۱۳۰۰ھ ۔ ۱۸۸۲ء ۔

****

باب دهم

اولاد

۱ : حضرت صاحبزاده محمدیؒ

مٓ مقام قائم پسـدر دیٓ — پسـدر پیسـر د خپل پسر دیٓ
حٓ حلیم دي بې حسابٓ — پسـر دې د پلار له با بٓ
مٓ مخبر لـه کل عـلومٓ — بـرکت ې لـه مخـدومٓ
دٓ دایم دي په دا کار دي — په اوصاف و د خپل پلار دي
یٓ یقین د ده په ځاې دي — کلی مراد ې واړه خداې دي

(نورالبیان ورق ۴۲) یعنی

مٓ باپ کے مقام پر قائم ھیںٔ - اور باپ اپنے بیٹے کے پیر ھیں -
حٓ بے حد حلیم ھیں اور بیٹا باپ کی طرح نیک ھیں -
مٓ کل علوم کے مخبر ھیں اور مخدوم (میاں صاحبؒ) سے یہ برکت ان کو حاصل ھے-
دٓ اس نیک کام پر دائم ھیں اور اپنے باپ کے اوصاف رکھتے ھیں -
یٓ یقین آپ کا قائم ھے اور آپ کا مقصود کلی اللّٰہ پاک (کی ذات تک رسائی) ھے-

* * * * * * * *

حالات زندگی

(۱)
معدن الجود والافضال صاحبزادہ بلند اقبال حضرت میان محمدی حضرت میان صاحب

(۲)
جمکنی علیہ الرحمۃ والغفران کے فرزند اکبر تھے اور ۱۱۰۹ھ / ۱۶۹۷ء مین بمقام جمکنی پیدا ہوئے

صاحبزادہ محمدی نے زمانہ طفولیت ہی سے اپنے والد بزرگوار کے زیر سایہ پرورش

پائی - علوم ظاہری کے حصول کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا شغل بھی

جاری رکھا - اور اس غرض سے طریقہ نقشبندیہ مین اپنے والد بزرگوار کے دست حق پرست پر بیعت

ہوکر ان کے مرید ہوگئے - آپ کی رہنمائی مین سلوک و طریقت کے منازل طے کرتے رہے تا آنکہ آپ کے

فیض صحبت سے ولایت و کرامت کے درجہ کو پہنچے -

والد بزرگوار کے علاوہ جن علماء و فضلاء سے صاحبزادہ موصوف نے استفادہ کرکے اپنے

آپ کو زیور علم سے آراستہ کیا ان کے نام تاحال پردہ خفا مین ہین تاہم یہ بات یقینی ہے کہ حضرت

میان صاحب جمکنی کا دربار علماء اور مشائخ کرام کا مرکز تھا - یہان دینی علوم کے طلباء کے لئے

باقاعدہ درس و تدریس کا اہتمام بھی موجود تھا جس مین آپ کے علاوہ دیگر بڑے بڑے اصحاب علم

علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس مین مصروف رہتے تھے - اور حضرت میان محمدی اسی درسگاہ کے فارغ

التحصیل ہین -

---

(۱) ملاحظہ ہو دیوان خوشحال خان (قلمی) صفحہ آخر اور دیوان سکندر خان خٹک (قلمی) صفحہ آخر، کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی -

(۲) روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۸۱۵ ایضاً روحی ادب از محمد نواز طائر ۱۹۸۳ء ج ۲ (قلمی) ورق ۷۸ کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ←

حضرت صاحبزادہ محمدی کے سن ولادت (۱۱۰۹ھ) سے اور حضرت میان صاحب جمکنی کی شادی کا سن اندازاً ۱۱۰۷-۸ھ متعین کیا جاسکتا ہے البتہ اب تک یہ بات معلوم نہین ہوسکی ہے کہ آپ نے کس خاندان مین شادی کی تھی اور کیا اس خاندان کے لوگ

حضرت میان صاحب چمکنیؒ نے اپنی وفات سے پہلے ابقاء فیض اور اجراء سلسلہ کے لئے ان کو اپنا جانشین و خلیفہ مقرر کر دیا تھا - جو واقعتاً اس منصب جلیل کے اہل تھے - اور انہوں نے اپنے عمل و کردار سے اپنی اہلیت ثابت کر دکھائی -

۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء کو جب حضرت میان صاحب چمکنیؒ کا وصال ہوا تو حضرت صاحبزادہ محمدی مسند ارشاد وھدایت پر متمکن ہوئے - انہوں نے اپنے پیشرو کی روایات کو تازہ رکھا اور ایک فعال اور جی دار قائد کی حیثیت سے ایثار و قربانی اور غیرت اسلامی کا نشان مجسم بن کر اپنے والد بزرگوار کی آغاز کردہ تحریک اصلاح کو آگے بڑھایا اور اس طرح آئندہ کئی سالوں تک اپنی روحانی فیوضات اور انوار سے پشاور کی فضا کو منور رکھا - مولانا دادین لکھتے ہیں -

چه لائق محمّدي د سجادې وو	حضرت صاحبزادہ محمدی سجادہ نشینی کے لائق تھے
سترګې دې د تمامي خانوادې وو	اور اپنے تمام گھرانے کے سردار و رہنما تھے چونکہ آپ
حکه ورې کړه و ده ته سجاده	مشیت ایزدی میں منظور تھے لہٰذا سجادہ آپ کے
چه ~~مظفر~~ منظور وو دې د خداې په اراده (۱)	سپرد کردیا -

حضرت صاحبزادہ محمدیؒ نے ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء کو جام وصال نوش فرمایا اور اپنے

☆ اب بھی موجود ہیں یا نہیں - واللہ اعلم -

******

(۱) مناقب از مولانا دادین (قلمی) ورق ۷۶ ←

مولانا دادین دوسری جگہ لکھتے ہیں -

صاحبزاده محمدي ګل د ګلاب وو

ډیر خوشبویه ډیر خوشرویه تر مهتاب وو

یعنی صاحبزادہ محمدی گلاب کے پھول (کے مانند) تھے - بہت خوشبودار اور چاند سے زیادہ خوبصورت تھے - (مناقب ورق ۱۵۶) -

والد بزرگوار کے پہلو میں مدفون ہیں ۔آپ کا سن وفات حروف ابجد کے اعتبار سے "محمدّی دخلَ الجنۃ "(۱۲۲۰ ھ) سے برآمد ہوتا ہے ۔ (۱)

صاحبزادہ محمدیؒ بحیثیت پیر ومرشد ۔

حضرت میاں محمدیؒ نے ارشاد و ہدایت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جہاد باطل قوتوں سے اسلام کے دفاع اور علم وادب ہر حیثیت سے قوم و ملک اور دین و ملت کی گران قدر خدمات انجام دی ہیں ۔بحیثیت پیر و مرشد حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کو بہت بلند مقام حاصل تھا اور اپنے والد ماجد کے اخلاق و تعلیمات کو پوری طرح اپنے اندر جذب کر لیا تھا ۔معاصر علماء و فضلاء نے آپ کی جلالت علمی اور کمال روحانی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کی بہت تعریف و توصیف کی ہے ۔ شیخ نورمحمّد لکھتے ہیں :

لامبوزن د بحر د عرفان دي	بحرعرفان کے غوطہ زن تھے (یہ) اور
د بیړۍ چېچې په لاس د لطافت	لطافت کی کشتی کی موجیں (ان کے) ہاتھ میں تھیں ۔
مراتب ئې د خپل پلار وارہ حاصل دي	اپنے والد بزرگوار کے تمام مراتب آپ کو حاصل تھے (ہیں)
دي زیاتې په دا دور کښې قوت	اور اس دور میں آپ کو بہت قوت حاصل تھی ۔
کل میراث د دین د نیا د دہٗ په ځای دي	آپ کی دین و دنیا کی میراث برقرار ہے اور ہر
آفرین پرِ لوړ په لور پسې هر سمت	سمت سے آپ پر آفرین و شاباش ہے ۔

---

(۱) روحانی تڑون ص ۸۲۱ ۔ تیر ہیرشاعران از عبدالحلیم اثر مطبوعہ پشاور ۱۹۶۳ء ص ۱۲۳ ۔ ایضاً روحی ادب از محمد نواز طائر (قلمی) ورق ۷۸ ۱۹۶۲ء کتب خانہ پشتواکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ۔

صاحبزادہ محمدی کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی ۔آپ کی بیوی جان محمد درانی کی صاحبزادی تھی ۔۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں سکھوں نے جب پشاور پر قبضہ کیا تو بی بی موصوفہ معیار (ضلع دیر) چلی گئیں ۔ وہاں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں پر وفات پائی ان کا مزار موضع معیار میں موجود ہے ۔(روحانی تڑون ص ۸۲۱ ۔تاریخ پشاور از گوپال داس ۱۸۰

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے مزار کے پہلو میں اُن کے فرزند اکبر
حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کے روضے کا ایک منظر

صدر رحمت شه په دا هسې فرزند پاند (۱)
چه په ځاې ې کهٔ د پلار وار ه صفت

ایسے (لائق) بیٹے پر صدرحمۃ ہو -
کہ اپنے والد بزرگوار کی تمام صفات و خصوصیات کو قائم رکھا -

مولانا مسعود گل لکھتے ھین -

چه هر کوره صاحبزاده صاحب کمال دې (۲)
دې د خلق عظیم بحر مالامال دې
اوس په ځائې د میان صاحب قائم مقام
دې حضرت صاحبزاده عالی مقام
په کمال کښې نظیر دې بې بـدل
اعتقاد کښې که ستانه وي څه خلل
موافق له شریعته ې کارونـــه (۳)
د سلفو په اخلاق که روزګارونـــه

صاحبزادہ محمدیؒ صاحب کو کمال ہے
اور آپ اخلق عظیم سے مالامال سمندر ہیں -
اب میان صاحبؒ کے قائم مقام ہین
عالی مقام حضرت صاحبزادہ (محمدیؒ)
(مراتب) کمال مین بے نظیر و بے ھمتا ھین -
اگر تمھارے اعتقاد مین کچھ خلل (موجود) ته هو تو
آپ کے تمام اعمال و افعال شریعت کے مطابق ھین
اور اسلاف کے طریقہ پر (چل کر) کام کرتے ھین -

مولانا دادین لکھتے ھین کہ -

بیا په ګل صاحبزاده محمدي
لکه پلار وه رب ورکړې بلندي
شریعت که طریقت که حقیقت وو
رب ورکړې جانه دهٔ له دا دولت وو

(پھر رحمۃ ہو) صاحبزادہ محمدی گل پر کہ
باپ کی طرح خدا نے انکو بلند مقام عطا فرمایا تھا -
شریعۃ ہو طریقۃ اور یا حقیقۃ ہو
خدا نے یہ سب دولۃ آپ کو عنایۃ فرمایا تھا

(۱) نورالبیان از نورمحمد قریشی (قلمی) ورق ۷۸ -
(۲) مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ٦٩ -
(۳) ایضاً ص ۷۹ -

ولایت ورته ورکړې ذوالجلال وو (۱)	خدا نے ولایہ (کی دولۃ عظمٰی) سے نوازا تھا
رب پوهه کړې د باطن په هراحوال وو	اور باطن کے سب احوال (و مقامات) سے آگاہ فرمایا تھا -

مولانادادین حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کے بلند روحانی مراتب کاذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ -

پــه قللو د جبال د جبروت کښې نمر يږ	لکه باز نسي کوترې پــه ناسوت کښې (۲)
چه کثرت د ده د لا یوم عیې ده	ده خورلي د اِلاّ د غره جرېږ ده

یعنی جبال جبروت کی چوٹیون مین بلند پرواز کرکے ایسا شکار کرتا ہے جیسا کہ باز عالمِ ناسوت مین کبوتر پکڑتا ہے یعنی جبروت و ناسوت دونون سے اچھی طرح آگاہ ہین - کثرتِ (ظواھر) آپ کے "لا" (ذکر نفی) کا ایک ہی لقمہ ہے اور آپ "اِلاّ" (ذکر اثبات) کے پہاڑ کے مسلسل فیضان سے فیضیاب ہوتے ہین - یعنی کثرت موجودات آپ کے وحدت شہودی کی راہ مین حائل نہین ہوسکتی اس لئے کہ آپ وحدت شہودی سے پورا پورا حصہ پا چکے ہین - واللہ اعلم -

حضرت صاحبزادہ محمدی فیاض بھی تھے اور فیض مآب بھی اور سخاوت ان کی گھٹی مین پڑی ہوئی تھی - (۳) چنانچہ ان کی روحانی فیض رسانی اور سخاوت و فیاضی کا حال بیان کرتے ہوئے مولانا نورمحمد لکھتے ہین کہ -

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۵۸ -

(۲) ایضاً ورق ۱۲ -

(۳) نورالبیان ص ۴۳ - مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۲۰ - ۱۵۶

مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۲۳ - ۲۴ -

نائب د غوث زمان په ښه مکان دي

ملا نغ نه دي په هيڅ وقت د سخاوت

د مقصود تږي پې واره خړ وبيږي

په وفا کښې لکه بحر بـي فـرصت

د خپل وقت په خاص وعام مهرباني كه

گوښي گوښي تر محتاج مومي لذت

و هر چا وته د شرع ښه بيان كه

په اسلام کښې ئې د شرعې نصيحت

لکه نمر هسې ښرگند دي په دا وقت کښې

هر څوك ورځنِ اخلي پنـد عبرت

د باطن په متاع پر دده دوكان دي

د مطلب سودا هر څوك كه بـه فرصت

په هر لوري د خوبئ اواز پريشان دي

د هر چا دي باند فخر بـه كثرت

برکت ئې کل واره بـه ځائې دي

(۱)

لا چندان ئې بې حساب سياست

نہایت اچھی جگہ پر غوث زمان کے نائب ہیں اور ایک

وقت میں اُن کی سخاوت کو نہیں روکتے -

مقصود (کے حصول) کے پیاسے سیراب ہوتے ہیں -

اور وفا میں ہر وقت بحر کے مانند ہیں -

اپنے وقت کے خاص و عام پر مہربانی کرتے ہیں

اور الگ الگ ہر ایک محتاج اس سے لذت یاب ہوتا ہے

ہر ایک کو شریعت کا بیان کرتے ہیں

اور مذہب اسلام میں شریعت (محمدی صلی اللہ علیہ

وسلم) کی نصیحت کرتے ہیں - اس وقت سورج کے مانند

ظاہر ہیں اور ہر ایک آپ سے پند و نصیحت حاصل

کرتا ہے - آپ کی دوکان باطن کے ساز و سامان سے

آراستہ ہے اور ہر ایک اپنی فرصت پر اپنے لئے سودا خریدتا

ہے - ہر جانب آپ کی اچھائی کا چرچا ہے -

اور ہر ایک آپ پر بہت فخر کرتا ہے -

آپ کی تمام برکات قائم و برقرار ہیں اور آپ

بہت بے حد و بے حساب سیاست رکھتے ہیں -

حضرت صاحبزادہ محمدی کو ظاہری اور باطنی علوم میں بہت شہرت حاصل تھی اور

بارھویں صدی ہجری کے بے نظیر متبحر عالم تھے -

---

(۱) نورالبیان ورق ۴۸ - ۴۹ -

مولانا نورمحمد قریشی اس ضمن میں لکھتے ہیں ۔

تـسر عرب تـسر هندوستانَ	عرب ۔ هندوستان ۔افغانستان اور ترکستان
تـسر افغان تر ترکستا نَ	تک ۔
چه لیده اوریده شینـه	نه تو دیکھنے میں آتا هے اور نه سننے میں آیا ہے
خوك دا هسې نه وائینه	
چه ځه کار کښ دده سیال شته	که کوئی آپ کا همسر و هم مثل موجود هے یا
(۱) هم د چا دا رنګ سنبال شتـه	کسی کو آپکی طرح کا روزگار حاصل هے ۔

مولانا مسعود گل علوم ظاهری میں ان کےمقام کا بیان کرتے هوئے لکھتے هیں که ۔

که ئې علم ته پوښتې بحر مواج دې	اگرآپ کے علم کے بارے میں پوچھتے هو تو بحر مواج
چه مونده هر یوعلم تر رواج دې	(کےمانند) هیں اور آپ سے هر علم نے رواج پایا هے ۔
که تفسیر دې که حدیث علم کلام	تفسیر هو ' حدیث هو ' یا علم کلام '
اصول فقه بلاغت په دوي تمام	اصول فقه یا علم بلاغت هو هر ایک کا تکمله هیں
صرف و نحو د هلکو ورتـه لوبـه	صرف و نحو آپ کو بچوں کا کھیل معلوم هوتا هے ۔
(۲) په دا علم به ئې ستایمه ترڅو به	میں آپ کے علم کی کب تک ستائش و تعریف کروں گا ۔

حضرت میان محمدؒ نے نه صرف پیر و مرشد کی حیثیت سے قوم و ملت کی خدمت کی بلکه ایک عالم اور ادیب کی حیثیت سےنمایاں کارنامه انجام دیا ۔وہ بڑے علم پرور اور ادب پرور طبیعت

---

(۱) نورالبیان ورق ۷۰ ـ ۷۱ ایضاً ملاحظه هو لباب المعارف الاسلامیه ۱۹۱۸ء از مولانا عبدالرحیم ج ۱ ص ۱۰۳ ۔

(۲) تیره‌هیر شاعران از عبدالحلیم اثر ص ۱۰۱ ـ ۱۱۱ پشاور ۱۹۶۳ء بحواله شرح قصیده برده از نورمحمد ایضاً سالنامه اولس کوئته اکتوبر نومبر ۱۹۶۹ء مضمون صاحبزاده محمدی از عبدالحلیم اثر ۔

کے مالک تھے اور پشتو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی آپ نے شعرگوئی کی ہے۔

حضرت میاں محمدیؒ نے اپنے دور میں پشتو زبان کی بے پناہ خدمت کی ۔علماء ادباء اور شعراء کی سرپرستی فرمائی ۔ اپنے اسلاف کے اکثر دواوین اور معاصرین رنگین و صاف مضامین جمع کرکے ان کے مطالعہ سے تسکین قلب حاصل کرتے تھے ۔(۱) اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک طرف قدیم شعراء کا کلام محفوظ ہوا تو دوسری طرف معاصر شعراء نے اس کام میں بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ۔ اور اپنے دیوان مرتب کرکے حضرت میاں محمدیؒ کی خدمت میں ارسال کرتے لگے ۔

انہوں نے کتابت کا ایک مستقل ادارہ قائم کیا تھا ۔جس میں کثیر تعداد میں خوش نویس، کاتب اور نقاش تعینات کئے گئے تھے ۔یہاں حضرت میاں صاحب چمکنیؒ، حضرت صاحبزادہ محمدی اور صاحبزادہ احمدی کی تصانیف و مؤلفات کے علاوہ دیگر ممتاز علماء اور شعراء کے دیوانوں کی کتابت ہوتی تھی ۔حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کے احباب و اصحاب اور صاحبِ ذوق حضرات شب و روز اس کام میں لگے رہتے تھے ۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فارسی اور پشتو زبانوں کے تمام اہم اور قابل ذکر دواوین اس مرکز میں جمع ہوکر ان کی نقلیں تیار کی گئیں ۔ان میں سے پشتو زبان کے مشہور شعراء یعنی شمس الشعراء حضرت عبدالرحمٰن بابا ۔خوشحال خان خٹک ۔اشرف خان ۔خلیفہ ۔ بابوجان ۔ سکندر ۔دولت ۔مرزا ۔ارزانی ۔صدر ۔ بلبلِ ہند کاظم خان شیدا ، عبدالحمید بابا ۔قلندر ۔ خیرالدین ۔حاجی محسن ۔صدرالدین، یونس ۔کامگار خٹک اور فاضل کے دیوان خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

مندرجہ بالا دواوین کے علاوہ فارسی اور پشتو کے بے شمار دیگر دواوین بھی موجود تھے ۔حضرت صاحبزادہ احمدی اپنی کتاب " ہفت پیکر " میں ان دواوین کے بیان کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ :

---

(۱) ملاحظہ ہو دیباچہ دیوان کاظم خان شیدا ۔

دیوانونه د فارسئ د پښتو ډیر وو	فارسی اور پشتو کے دیوان بہت زیادہ تھے
چه یاران په شپه ورځ ترنه جاپیر وو	دوست و احباب شب و روز ان کے گرد جمع رہتے
څه به شمیرم دیوانونه په دا شان	اس قسم کے دیوانون کا کب تک شمار کرون گا ۔
لهٔ حد زیات دي چه ئې راوړم په بیان (۱)	حد سے زیادہ ہیں کس طرح بیان کرون ۔

کتابت کا یہ کام نہایت تیزی کے ساتھ جاری رہتا تھا ۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ دیوانِ نجیب کی دوکاپیان ایک ہی خوش نویس گل محمد پشاوری کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین۔ ایک کی تاریخ کتابت ۱۷ / ربیع الاول ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء ہے اور دوسری کی تاریخ کتابت سلخ ماہ صفر ۱۱۷۸ھ ہے اس طرح یہ دونون کاپیان دو ھفتے سے بھی کم مدت مین لکھی گئین ۔ (۲)

کتابت کے اس ہوگو مین نہ صرف کتابت ہوتی تھی بلکہ کتابت کے ساتھ ساتھ تزئین و خوشنمائی کی خاطر نہایت جاذب نظر اور دلکش نقش و نگار کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا ۔ دیوان سکندرخان اور دیوان مصری خان کی قلمی کاپیان اس امر پر بہ زبان حال گواہی دے رہی ہین ۔ (۳)

حضرت صاحبزادہ محمّدیؒ کو اپنے والد بزرگوار سے ورثہ مین ایک عظیم کتب خانہ ملا تھا ۔ جس مین ہر فن کی بے شمار قیمتی اور نایاب کتابین موجود تھین ۔ (۴) آپ نے اس مین اور بھی

---

(۱) ملاحظہ ہو هفته پیکر (قلمی) از صاحبزادہ احمدی مملوکہ فضل سبحان ساکن چمکنی۔ ایضاً ملاحظہ ہو سالنامہ اولس ص ۶۶ ۔ ۶۹ کوئٹہ ۱۹۶۹ء مضمون محمدی صاحبزادہ از عبدالحلیم اثر ۔

(۲) ملاحظہ ہو دیوان نجیب کی قلمی نسخے مملوکہ کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی

(۳) ملاحظہ ہو دیوان سکندرخان و دیوان مصری خان (قلمی) کتب خانہ پشتو اکیڈیمی"

(۴) ملاحظہ ہو برهان الفصول الرسول (قلمی) از صاحبزادہ محمدی ص ۱۹۴ ۔ ۱۹۵ ۔

بیش بہا کتابوں کا اضافہ کرکے اپنی علم پروری کا ثبوت فراہم کیا ۔ (۱)

صاحبزادہ محمدیؒ معاصرین
شعراء کی نظر میں ۔

حضرت میاں محمدیؒ معاصرین سخندان شعراء و علماء کی نظر میں

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے ایک عالم و فاضل مرید گل محمد پشاوری نے حضرت صاحبزادہ محمدی کو مبدع قوانین نکات بدیع ، مخترع آئین ابیات ترصیع ، فردوسیِ فصاحت اور سَحْبانِ بلاغت جیسے شاندار القاب سے یاد کیا ہے ۔ ان القاب سے گل محمد پشاوری کا مطلب صاحبزادہ موصوف کو سَحْبان اور فردوسی جیسے مشہورِ زمانہ شعراء کا ہم پلہ قرار دینا ہے ۔ (۲)

پشتو کے مشہور عالم شاعر مولانا مسعودگل آپ کے کمال فن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

نوري علم غريبه هر رنگ اشعار	اس کے علاوہ رنگارنگ اشعار کا وہ علم غریب
چه هر څوك ورځنې نه دي خبردار	آپکو حاصل ہے اس سے ہر ایک آدمی واقف نہیں ہے
د وي له بايْ بسم الله قران وستلې	آپ نے باءِ بسم اللّٰہ سے قرآن مجیدکا آغاز
ما په خپله دې دا نار له د وئ ليدلې	کیا ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کا یہ کام خود دیکھا ہے ۔

(۱) حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کی علم پروری اور مخلصانہ تگ و دو کا ثمرہ ہے کہ آج بہت سی علمی اور ادبی آثار ہمارے یہاں محفوظ ہیں ۔ ورنہ آج فارسی اور پشتو ادب و تاریخ کی بہت سی نایاب کتابوں کا نام و نشان بھی موجود نہ ہوتا ۔ اگر صاحبزادہ موصوف کا قائم کردہ کتب خانہ حوادث زمانہ کا شکار نہ ہوتا تو وثوق کے ساتھ یہ دعوٰی کیا جاسکتا ہے کہ آج کے اہم ترین کتب خانوں میں اس کا

یه کاغذ ې یو تصویر وه شجر ښکلې	کاغذ پر ایک درخت کی تصویر بنائی هے ۔
د حرفونو دې شجر ثمر نیسولې	اور اس درخت مین (برگ و بار کی جگه)
یو حرف بل سره چه ضم که نکته دان	حروف موجود هین ۔ نکته دان جب ایک حرف
(۱) تر معلوم که تمامې ایات قرا ن	کے ساتھ دوسرا حرف ملاتا هے تو اس سے
	قرآ ن کی پوری آیت معلوم هوتی هے ۔

ایک اور مشہور و معروف صوفی شاعر عبدالعظیم بابا (۲) نے حضرت صاحبزاده محمدیؒ کے فن شاعری کو بہت سراها هے وه عبدالرحمنؒ بابا اور عبدالحمید ماشوال کے کلام کی تحسین و تعریف کے بعد حضرت صاحبزاده محمدیؒ کی تعریف کرتے هوئے لکھتے هین ۔

بیا رحمت په محمدي صاحبزاده شه	پھر محمدی صاحبزاده پر رحمت هو
ډیر غزل دې ده جوړ کړې په ښه شان	که آ پ نے بہت اچھے اور بہت زیاده غزل
په گلشن د خمکنو کښ مه شه مراوې	کہے هین ۔ گلشن چمکنی مین یه خوشبودار
(۳) دا خوشبویه معطر گل د ریحان	و معطر گل ریحان همیشه تر و تازه رهے ۔

= شمار هوتا ۔

(۲) ملاحظه هو دیوان نجیب قلمی نسخه کتب خانه پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ۔ دیوان مصری خان (قلمی)

*****

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا مسعود گل ص ۴۳- ۴۳ ۔

(۳) دیوان عبدالعظیم بابا ص ۷۰ - ۷۱ طبع پشاور ۱۹۵۸ء ۔

(۲) عبدالعظیم بابا کے حالات کے لئے ملاحظه هو پښتانه شعراء از عبدالحئی حبیبی ص ۳۶۵- ۳۷۱- ایضا دیباچه دیوان عبدالعظیم بابا طبع پشاور ۱۹۵۸ء

اس دور کے ایک اور مشہور عالم شاعر کاظم خان شیدا اپنے دیوان کے دیباچہ مین لکھتے هین کہ ۔

مخدوم زادہ ولایت نژاد نتیجہ هدایت و ارشاد میان محمدؔی سلمہ اللہ تعالیٰ ..... نکھری و ستھری طبیعت اور سخن شناسی کا کامل سلیقہ رکھتے هین ۔ دبدبۂ سخن آرائی مین اپنے همسرون سے میدان جیت لیتے هین اور اپنے همکار حریفون کے پیش رو اور سردار هین ۔ (۱)

ایک اور معاصر مشہور و معروف شاعر بیدل نے بھی بحیثیت شاعر آپ کے کمال کی بہت تعریف کی هے ۔ وہ پشتو زبان کے چند مشہور متقدمین شعراء یعنی سلطان الشعراء حضرت رحمان باباؒ ، عبدالحمید باباؒ ، قلندر ، خواجہ محمد ، اشرف ، غور ، خلیل اور کامگار کے کلام پر تنقید کے سلسلے مین عبدالحمید بابا کی تحسین کرتے هوئے لکھتے هین ۔

خصوصا عبدالحمید پکښې حمید دې چه ویښته چوي په فکر هسې ځوان دې	خصوصاً ان مین عبدالحمید نہایت قابل ستائش هین جو موشگاف اور نکتہ رس جوان هین ۔

اس سے ظاهر هے کہ بیدل اگر چہ عبدالحمید بابا کے کمال فن کا بے حد معترف و معتقد هین اور ان کو پشتو زبان کا ایک مشہور موشگاف اور دقیق النظر شاعر سمجھتا هے مگر وہ صاحبزادہ محمدؔی کو بھی عبدالحمید بابا سے کم درجہ دینے پر هر گز تیار نہین هین اس لئے لکھتے هین کہ ۔

محمدي تر حمید زیات وینم کم نه دې هر چه زړ ونه پر غوځیږي علي خان دې	محمدؔی حمید سے (کمال فن مین) کسی طرح سے کم نہین بلکہ اس سے زیادہ هے ۔

---

(۱) مقدمہ دیوان کاظم خان شیدا مولفہ ۱۱۸۱ھ ۔

کاظم خان نے یہان بحیثیت شاعر اور سخندان کے حضرت صاحبزادہ محمدؔی کے

(۱) | اور جس کے کلام کی شیرینی سے قلوب بےحد متاثر ہوتے ہین وہ علی‌خان شاعر ہین -

اس شعر مین بیدل موصوف نے علی خان کے کلام کی شیرینی اور جاذبیت کی بے حد تعریف کی ہے مگر یہی علی‌خان جن کے کلام کو بیدل جیسے شاعر نے اتنا سراہا ہے - وہ بھی حضرت صاحبزادہ محمدی کے مرید ہین اور شعرو سخن مین صاحبزادہ محمدی اور مشہور شاعر جامی کے اتباع و اقتداء کا دعوی کرتے ہین - وہ اپنے دیوان مین فرماتے ہین کہ -

زہ پیرو محمدي ہم تابع د صاف جامی یم | مین محمدیؒ کا پیرو ہون اور صاف گو جامیؒ کا
(۲)
پہ دا دوارو پسې ما دہ زکہ کړې اقتداء دہ | لہٰذا مین نے ان دونون کے لئے اقتداء کی ہے

= جس اعلیٰ و ارفع مقام کا ذکر کیا ہے وہ ایک معاصر مشہور شاعر و ادیب کے قلم سے آپ کے کمال فن اور ادب پروری پر ایک مستند شہادت کی حیثیت رکھتا ہے - دوسری طرف اس بیان سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ صاحبزادہ محمدی کا اپنے دور مین اتنا چرچا تھا کہ اس کی بازگشت رامپور (ھند) مین بھی سنائی دی تھی - یہی وجہ ہے کہ کاظم خان نے اپنا دیوان ۱۱۸۲ھ مین پہلی بار مرتب کرکے صاحبزادہ موصوف کی خدمت مین ارسال کردیا -

******

(۱) دیوان بیدل ص ۲۱۳ ، اشاعت اول طبع پشاور ۱۹۵۷ء

(۲) دیوان علی‌خان ص ۸ مطبوعہ پشاور مئی ۱۹۵۱ء -

نوٹ - ۱- کاظم خان شیدا اور علی‌خان دونون حضرت صاحبزادہ محمدی کے ہم عصر تھے - ان کے مختصر حالات حسب ذیل ہین -

کاظم خان کا پورا نام محمدکاظم خان تھا - نسبا خٹک ، مذہباً حنفی اور مشرباً نقشبندی تھے اور شیدا تخلص کرتے تھے - (مقدمہ دیوان کاظم خان) =

....

= آپ خوشحال خان خٹک کی اولاد میں سے تھے ۔ باپ کا نام افضل خان تھا ۔ اپنے دور کے بڑے عالم و فاضل آدمی تھے ۔ کشمیر اور سرہند میں علوم ظاہری اور علوم باطنی کی تحصیل کے بعد پیر غلام معصوم سرہندی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے ۔ اپنے پیر کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

میرا پیر غلام معصوم جو ولایت کے شہنشاہ ہیں
اپنے دور کے مقتداء اور قطب الرجال (ہیں)

شیدا پشتو زبان کے مشہور شاعر اور نہایت بلند خیالات کے مالک تھے ۔ آپ نے ۱۱۸۲ھ - ۱۷۶۸ء میں پہلی بار اپنا دیوان مرتب کرکے حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کی خدمت میں رامپور سے ارسال کیا تھا ۔ محمد نواز طائر صاحب لکھتے ہیں ۔

" پشتو زبان کے شعرو شاعری میں شیدا کو وہ مقام حاصل ہے جو غالب کو اردو زبان میں حاصل ہے " ۔ شیدا صاحب حافظ رحمت خان شہیدؒ کے زمانے میں سرائے اکوڑہ سے روہیلکھنڈ جانے اور وہاں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کئے گئے تھے ۔ وہاں جاکر رامپور کے نواب محمد فیض اللہ خان کے ہاں ملازمت اختیار کی اور تادم مرگ وہیں پر سکونت پذیر رہے (روهی ادب (قلمی) جلد دوم از محمد نواز طائر ص ۶۰-۶۴ کتب خانہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی) ۔

۲- علی خان ۔ علی خان کا اصلی نام علی احمد خان تھا علاقہ ہشتنگر میں دریائے جینڈی کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں میں سکونت پذیر رہے ۔ زندگی کے تفصیلی حالات پردہ خفا میں ہیں ۔ ان کا دیوان شاہد ہے کہ علی خان علم تفسیر، علم حدیث فقہ ، صرف و نحو ، منطق اور فلسفہ میں کافی دسترس رکھتے تھے ۔ (دیباچہ دیوان علی خان از سید تقویم الحق ۔ ایضاً روهی ادب ج ۲ ص ۶۵- ۶۶) ۔

صاحبزادہ محمدیؒ کے مرید تھے اور شعرو شاعری میں آپ کے کلام سے بے حد متاثر تھے ۔ (دیوان علی خان مطبوعہ پشاور مئی ۱۹۵۱ء ص ۸)

****

صاحبزادہ محمدیؒ دورِ حاضر کے
شعراء اور اہل فن کی نظر میں

جناب خیال بخاری ، نصراللہ خان نصر ، ہمیش خلیل ، صدیق اللہ رشتین عبدالحلیم اثر اور عبدالحئی حبیبی نے بحیثیت شاعر حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کی بہت تحسین و تعریف کی ہے ۔ ان کو پشتو زبان کے نامور شعراء میں شمار کیا ہے ۔ اور ان کے کمال فن شیرین کلامی اور نازک خیالی کی والہانہ داد دی ہے ۔(۱)

حضرت صاحبزادہ احمدی نے اپنے بڑے بھائی اور استاد و مرشد حضرت صاحبزادہ محمدی کے علم و عرفان کی تعریف کرتے ہوئے حسب ذیل القاب سے یاد کیا ہے ۔

عارف معارف العوارف ، سالک مسالک الشوارف ، مصدر اجمل الشمائل ومنبع اشرف الجزایل ۔ محرم اسرار الملکوت صاعد مقامات اللاھوت ، عین اعیان الافاضل ، مجموع جموع الافاضل ، حلال اشکال الغامضۃ النتائج فتاح اغلاق الصیعبۃ المطمح ، اشراف الاقران ۔(۲)

---

(۱) ملاحظہ ہو ماہنامہ قند (پشتو) ص ۲۱ ۔ فروری ۱۹۷۲ء ، مردان۔
سلسلہ اولیائے سرحد از نصراللہ خان نصر (پشتو) ص ۱۲ ۔ ۱۳
پشتانہ شعراء از عبدالحئی حبیبی (پشتو) ص ۳۴۸ ۔ ۳۵۰ ۔
د پشتو ادب تاریخ از صدیق اللہ رشتین (پشتو) اشاعت دوم طبع کابل ۱۹۵۳ء ۔
روھی ادب جلد ۲ از محمد نواز طائر (پشتو) ورق ۷۸ ۔ ۷۹ ، ۱۹۷۳ء
(قلمی) پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ۔
روحانی نڑون از عبدالحلیم اثر ص ۸۲۱ ۔
سالنامہ اولس کوئٹہ اکتوبر نومبر ۱۹۶۹ء ص ۶۶ ۔ ۶۹ ۔

(۲) لائق السمعۃ فی تحقیق الجمعۃ از عبداللہ میاں گل (قلمی) ورق ۲ ۔
مذکورہ بالا القاب میں حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کی علمیت اور روحانیت کے جن =

صاحبزادہ محمدیؒ بحیثیت شاعر

حضرت صاحبزادہ محمدیؒ نہایت نکتہ دان و نکتہ سنج سخندان اور نازک خیال صاحب دیوان شاعر تھے - ان کے پشتو دیوان کا قلمی نسخہ پشتو زبان کے مشہور ادیب و خادم جناب قلندر مومند صاحب کے پاس محفوظ ہے - اس دیوان کا صرف یہی ایک نسخہ دستیاب ہے اور بہت کرم خوردہ اور خستہ حالت میں ہے - مگر جناب قلندر مومند صاحب نے نہایت حزم و احتیاط اور عرق ریزی سے کام لے کر اس کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے - اور امید ہے کہ بہت جلد یہ دیوان چھپ کر منصہ شہود پر آئیگا -

اس دیوان پر تفصیلی تبصرہ کرنا تو ماہرینِ فن کا کام ہے - میں صرف اتنا عرض کرونگا کہ ان کا یہ دیوان فنِ شاعری کی تمام خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہے - کلام کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا سینہ عشق الٰہی سے لبریز تھا - اور انہوں نے اپنے فن کو اسی عشقِ حقیقی کے حصول و اظہار کا ذریعہ بنایا - اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر وارداتِ قلبی - کیفیاتِ عشق، روح کی سوز و گداز اور حسن و عشق کی ارتباط کی روحانی قدروں کو بہت حد تک اپنے کلام میں اجاگر کر دیا ہے -

ان کا ضخیم مجموعہ غزلیات شاہد ہے کہ آپ پشتو کے غزل گو شعراء کے سرتاج ہیں - اپنے مافی الضمیر کو شعر کا جامہ پہنا کر پیش کرنے کی اچھی خاصی صلاحیت رکھتے تھے - اپنے والد بزرگوار کی وفات پر اندرونی غم و اندوہ کا نقشہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

---

⟸ بلند مراتب کی نشاندہی کی گئی ہے ان کی بنیاد پر وثوق کے ساتھ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ صاحبزادہ موصوف اپنے دور کے جلیل القدر عالم و فاضل تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم ظاہری و باطنی سے وافر حصہ عنایت فرماکر نہایت ارفع مقام پر سرفراز فرمایا تھا -

****

ستا د هجر له تاتاره الغیاث — نه یو ځل په څو څو واره الغیاث

زما زړه چه ئې د غم په غزو ډک که — د دې هسې رنګ بهاره الغیاث

چه ئې ویېره زما زړه لړمون د واړه — د غم لیندې له ګوزاره الغیاث

ستا د غم اورمې زړه سوړ که له هرڅه نه — د دنیا له کاروباره الغیاث

که زما په دعا شي زه خو دا وایم — خدائې د څوك نه کا بې پلاره الغیاث

تیروم چه بې له تا دا باقي عمر — هائې افسوس څه ناپکاره الغیاث

ستا د غم په توره زړه زما د وه نیم دي — هر ساعت له د پرهاره الغیاث

د بیلتون استاد سبق د غم ستا راکه — له دې درسه له تکراره الغیاث

نشته څوك چه په دا غم کښې په ښه شي — ګیله من له اشنا یاره الغیاث

دا په ما د بیلتانه ورختې کیږي — له یمنه له یساره الغیاث

ستا په مخ کښې هر دم زړه زما ډوبیږي

ډیر له دې سیند له کناره الغیاث

زه به ستا غمونه څه وتاته شمارم

چه وتلي دي له شماره الغیاث

غم د پرېښو محمدي ته ته ترې لاړې

اې زما مشفقه پلاره الغیاث

(ماخوذ از دیوان محمدّي (قلمی))

حضرت میاں محمدّیؒ کا سینہ عشقِ رسول سے لبریز تھا ۔ ان کا کلام سوختگانِ عشق محمدّی کا آئینہ دار اور آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی محبت کا صحیح مرقع ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

دا سور اور دې که څه تور دې او که تاؤ د بیلتون هسې

لکه وګې چه ئې م ورېت کړې پـه تنږ اکولږمون هسې

سپیلنې ځان سره لنبه کړ چه طرق وچاود پـه لوګي کښ

زښت جدا له یار دا رنګ څه په کار دې ژوندون هسې

نه یواځې لاله ګل دې لوب د سرو وینو پـه جام کښ

ستا د غم وژلي واړه ځې خښږي ګلګـــون هسې

ستا د سرو شوندو په توم اخستو عقل له ما لاړ شي

دا مستي نه د شراب شته او نه کیف د معجون هسې

نه ئې حسن ستا په شان وه نه ئې عشق زیات له مانه

د لیلئ قیصه که شته دې پـه عالم د مجنون هسې

په لنبه د آه ونه ځد سهٔ شین به هغه شان مدام وي

ستا د غم بوټې په زړه کښې چه ځما شهٔ زرغون هسې

ومړ ستا په بیلتانهٔ کښ د دیدن په ارمان ګوره

محمدي غندږ لا بوبه چه پیـدا شي پښتون هسې

حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کے کلام پر واعظانہ رنگ غالب ہے - اور نہایت موثر اور دلکش انداز میں مسلمانوں کو صفات رذیلہ کے ترک کرنے اور اوصاف حمیدہ کے اختیار کرنے کی تلقین فرماتی ہے - مثلاً خودداری اور استغناء کو اختیار کرنے اور حرص و طمع سے گریز کی نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

شرموي هر يو سړي د دنيا طمع
د سپي توب نامه حاصل کـه په دا طمع
چه ارهنده ئې په کور کښ وي ولاړه
د کجوري ورتـه کانـدِ خطا طمـع
چه کړي يـه نن وريشې په پتـي کښ
د غنمو خوشي کا تـر صبـــا طمـع
يوه وړځې به ئې تمرې شي خوله' کښ زهر
له غليم چه څوك کا د حلوا طمـــع
د هغو وريوز د سپي کـه د سړي دي
چـه اشنا کـه د دنيا لـه اشنا طمع
همت نات سړي که خوار وي دولتمند دي
خاڅکي گوره نـه کوي لـه دريـا طمع
د هغه' د شرم پوزه پـه مخ نه وي
چه کوي د نس د يـــاره له چا طمع
لکه څوك لوېږي پـــه خپله حيا کانـدي
همې ما وته بنـــكاريږي دا ستا طمع
لکه يو سپي چه ميچن ستي بل هغه'
همې ده د يولـه بل تاصـــلا طمع

د هغو د عزت پښه ده ښوئيدلي

چه پسه دا زيره له چا کانسد بيا طمع

تل د خواست به لاس به ئې نيولي وي کوڅه کښې

محمدي چسه څوک کا بسل تسه پيدا طمع (۱)

صاحبزاده محمدیؔ غزل گوئی میں کمالِ فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

هيڅ په عقل په تدبيسر نسه دي نصيب

چا ترلي پسه زنځير نسه دي نصيب

ستوري والوزي که هر څو نمر به نسهٔ شي

د بادشاه بخت د فقير نه دي نصيب

په سينه کښېم زړهٔ نښه درته قل دي

د کړو بڼو ستا تيسسر نسه دي نصيب

د تصوير غنچه پسه باد گل شوي نسه ده

چه هوس د زړهٔ زهير نسه دي نصيب

ستا د زلفو د رو ږير ږير کاکهٔ سم کړهٔ

لا د سپي غماز تعزير نسهٔ دي نصيب

پتنگ همې ځائې د شمعې لمبې وسهٔ

چه د چا له خولې ئې وير نه دي نصيب

---

(۱) یہ غزل میاں انجوگل (متوفی ۱۳۰۲ھ) نے اپنے مجموعہ غزلیات موسوم بہ چمن بے عدیل مرتبہ ۱۳۰۱ھ (قلمی) میں ص ۱۹۵ - ۱۹۶ پر اور پادری هیوز نے بھی اپنے مجموعہ "انتخاب "کلید افغانی" لاهور ۱۸۷۲ء ص ۲۸۵ - ۲۸۶ پر نقل کی ہے -

چاته ووايم د غم پــه بــده حال

چه د مړه د خولې تقريــــرنه دي نصيب

باد څه د وړه ده پــه موټې کښې راوړي

د حباب د کور تعميــــر نه دي نصيب

ستا پــه زلفو کښې دا بند زړه خواست له چا کا

چه خلاصې د دې اسيــر نه دي نصيب

د بڼو قلم محا پــه اوښــو لوند دي

لا د غم د حال تحــريــــرنه دي نصيب

ستا د نوم اخسته خوله د تصويــرغواړي

خو دا کار ئې له تقديــــرنه دي نصيب

کوم يو سيخ ده د لالــه سينه داغلي

چه مرهم ئې د ضميـــــــر نه دي نصيب

محمــدي اوسېې م غم په مخ جاري کړې

وديده د دې بهيـــرنه دي نصيب

حضرت صاحبزادہ محمدیؒ نہایت باأثر شخصیت کے مالک تھے اور اپنے دور میں ان کو زبردست سیاسی قوت اور اثر و رسوخ حاصل تھا ۔تیمور شاہ کا زمانہ تھا ۔ پٹھان اس کی پالیسیوں سے بددل تھے ۔لہٰذا ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء (1) میں فیض اللہ خان خلیل کی سرکردگی میں ایک دستہ

---

(1) مورخین نے اس واقعہ کے وقوع کی تاریخ میں اختلاف کیا ہے ۔ گنڈا سنگھ نے اپنی کتاب احمد شاہ درانی میں اس واقعے کا سن ۱۷۹۱ء / ۱۲۰۶ھ بتایا

نے قلعہ بالاحصار پشاور میں داخل ہوکر تیمور شاہ پر قاتلانہ حملہ کیا - فیض اللہ خان کو ناکامی ہوئی اور اپنے بیٹے سمیت گرفتار ہوکر قتل کئے گئے - اس کے بعد تیمور شاہ نے قتل عام کا حکم دے دیا - جس کے نتیجے میں تقریباً چھ ہزار افراد کو تہہ تیغ کردیا گیا جن میں بڑی تعداد میں بے گناہ علماءبھی شامل تھے -

واقعہ کی تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ یہ منصوبہ حضرت صاحبزادہ احمدی کی ایماء پر تیار کیا گیا تھا - چنانچہ تیمورشاہ درانی نے ان کے قتل اور قصبہ چمکنی کی تاراجی کا حکم صادر کردیا - مگر درانی امراء اور سرداروں کی مخالفت کی وجہ سے اس کو عملی جامہ نہ پہنایا

= ہے - (احمد شاہ درانی از گنڈا سنگھ (انگریزی) ص ۳۸۸) - جی پی ٹیٹ یہ واقعہ ۱۷۷۸ء / ۱۱۹۲ھ میں بتاتا ہے

(The Kingdom of Afghanistan by G.P.Tate, Karachi, 1973 PP 90-91)

بہادرشاہ ظفر اور ڈاکٹر دانی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷۷۹ء / ۱۱۹۳ھ میں پیش آیا تھا (پشتانہ د تاریخ پہ رنڑا کښے مرتبہ سید بہادرشاہ ظفر کاکاخیل ص ۸۹۱ - ۸۹۲ طبع پشاور ۱۹۶۵ء

The Peshawar by Dr. Dani P.19,
Settlement of the Peshawar District, 1962.

مگر یہ سب اقوال محل نظر ہیں اس لئے کہ تیمورشاہ درانی کا درباری منشی مرزا ہادی خان یہ واقعہ ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء میں بتاتا ہے اور یہی صحیح ہے - مرزا ہادی خان اس واقعہ کی تاریخ کے بارے میں لکھتا ہے کہ -

سال تاریخ وقعش جستم
از خرد آنکہ بود کار آگاہ
گفت بامن ز فراست کہ بگو
شاہ دشمن شکن عالیجاہ

۱۳۴۶ھ

(تیمورشاہ درانی (فارسی) مرتبہ عزیزالدین وکیلی ج اول اشاعت دوم ص ۲۱۲ طبع کابل
=

(۱)
جاسکا -

= صاحبزادہ محمدی نے تیمورشاہ کے خلاف اس سازش مین کیون شرکت کی -

اس سوال کا جواب احمد شاہ درانی کے بعد تیمورشاہ کے دور حکومت کے بدلتے ہوئے حالات مین ہمین ملتا ہے - کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ پنجاب مین سکھ اپنی فتنہ انگیزی مین سرگرم عمل تھے - اور پشاور کو للچائی نظرون سے دیکھ رہے تھے - خود اس علاقے مین امن و امان کی صورت حال خراب تھی - ادھر تیمورشاہ مین اپنے والد بزرگوار جیسی سیاست - تدبر اور بیداری کا فقدان تھا اور اپنے عمال و حکام کے محاسبہ مین سستی اور غفلت سے کام لے رہے تھے - احمد شاہ بابا کا دور لوگون کی نظرون کے سامنے تھے - ان کو خوب سے خوب تر کی تلاش تھی - وہ چاہتے تھے کہ ان کا بادشاہ ایسا ہو کہ اندرون ملک بھی اخوت و برادری کا مظاہرہ کرکے حالات کو سدھار سکے اور بیرونی اسلام دشمن قوتون کے مقابلے مین بھی اپنے دفاع و حفاظت پر قادر ہو - چونکہ تیمورشاہ ان باتون کی طرف سے لاپرواہی برت رہے تھے علاقائی امن کو خطرہ لاحق تھا اور مسلمانون مین بے اعتمادی کا احساس بڑھ رہا تھا - لہٰذا مجبور ہوکر ان کے خلاف یہ اقدام کرنا پڑا -

میرے خیال مین انقلاب کے پیچھے اگر کوئی جذبہ کارفرما تھا تو وہ صرف اور صرف یہی دینی جذبہ تھا نہ کہ کوئی دنیاوی یا سیاسی مقصد - واللہ اعلم -

* * * * * *

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہون -

دولت درانیہ اردو ترجمہ از مولوی رحیم بخش ص ۵۶ - ۵۷ طبع دہلی ۱۳۲۱ ھ -

تاریخ پشاور مرتبہ گوپال داس ص ۱۸۰ -

پشتانہ د تاریخ پہ رنڑا کښے (پشتو) ص ۸۹۱ تا ۸۹۲ مؤلفہ سید بہادرشاہ ظفر کاکا خیل طبع پشاور ۱۹۶۵ ھ -

تیمورشاہ درانی از عزیزالدین وکیلی ج ۱ اشاعت دوم ص ۲۱۱ طبع کابل ۱۳۴۶ ھ -

The Kingdom of Afghanistan by G.P.Tate, Karachi, 1973 PP.90-91

= The Peshawar by Dr. Dani - Ist Edition, Peshawar, 1969.

تصنیفات و تالیفات

برهان الاصول فی بیان الاصول

زیر نظر کتاب اصول فقہ پر عربی زبان میں ایک مختصر مگر نہایت جامع اور مدلل رسالہ ہے ۔اور دراصل یہ رسالہ اس فن کے متقدمین و متأخرین علماء کی تصنیفات و تالیفات کی تلخیص ہے

= مذکورہ بالا واقعہ ہمیں یہ ثبوت فراہم کرتا ہے کہ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے خاندان کو نہایت وقعت اور عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور آپ کے فرزند حضرت صاحبزادہ محمدی کا اثر نہ صرف عوام تک محدود تھا بلکہ دولت درانیہ کے اہل کلمہ کاروں کی اکثریت آپ کی معتقد اور بہی خواہ تھی ۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی درگاہ عالیہ کے تقدس کے خلاف حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ نہ ہوئے تا آنکہ بادشاہ وقت کو اپنا صادر کردہ حکم منسوخ کرنا پڑا ۔

حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کی وجہ سے موضع چمکنی کو دارالامن کی حیثیت حاصل تھی ۔سکھوں کے فسادات میں جب مسلمانوں پر ظلم و جور کا آغاز ہوا تو اس وقت لوگ چمکنی میں جاکر پناہ لیتے تھے۔صاحبزادہ موصوف کے ایک منظور نظر دوست اور پشتو کے مشہور صوفی شاعر عبدالعظیم باباؒ اس صورت حال کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۔

چارچاپیر چه په هر ځائې کښې ظلم زور شه
شو راټول پـه چمکنو کښې غریبـــان
د دې ځوان صاحبزاده لـــه برکتـــه
چمکني شو واړه تـــول دارالامـــان

(دیوان عبدالعظیم بابا طبع پشاور ۱۹۵۱ء ص ۷۰ ـ ۷۱)

* * * * * *

اس مین تمام قواعد کلیہ اور جزئیہ کو صراحتاً اور اشارۃً قلمبند کیا گیا ہے ۔ اور خاتمۃ الکتاب مین اہل سنت والجماعت کے عقائد کی تصریح کی گئی ہے ۔

یہ کتاب صاحبزادہ محمدیؒ نے ۱۲۰۸ھ - ۱۷۹۳ء مین اپنے چھوٹے بھائی صاحبزادہ احمدیؒ کی درخواست پر مرتب کی ہے ۔ (۱) بروز بدھ ۱۲- محرم ۱۲۰۸ھ - ۱۷۹۳ء کو غروب کے وقت اس کی تصنیف سے فراغت حاصل ہوئی اور لفظ" غروب " ہی سے اس کا سن تالیف برآمد ہوتا ہے ۔ (۲)

برہان الاصول کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ مین محفوظ ہے ۔ اس کا کاتب خان محمد اور اس کا سن کتابت ۱۲۱۰ھ - ۱۷۹۵ء ہے ۔ اس کا دوسرا نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانہ مین موجود ہے ۔ اس کا کاتب محمد غوث اور سن کتابت ۱۲۷۹ھ - ۱۸۶۲ء ہے جو غالباً خان محمد مذکور کے نقل کردہ نسخے کی نقل ہے ۔ کیونکہ دونون کی آخری عبارتیں ہو بہو ایک جیسی ہے صرف کاتب اور تاریخ کتابت کا فرق ہے ۔ برہان الاصول کا تیسرا نسخہ قاضی صدرالدین صاحب ساکن ہری پور (ہزارہ) کے کتب خانہ مین محفوظ ہے ۔

آغاز کتاب یون ہے ۔

طع الحمد للّٰہ الذی ادارَ دوائر الفصول فی الدھور والادوار وکشفَ قناع الخفاء علی الفحول بکشف الاسرار والاستار واَوصلَ الموجودات بمنتھی اصول الایجاد والتکوین واَھدی العبادَ الیٰ مناھج الملۃ والدین مُیسر المعسراتِ بکمال التیسیر ومنوّرالظلمات بجمالِ التنویر مضیءَ المصاح فی الزّجاج ---------- وبعد فیقول العبد احقر بتفضلات الابدی فقیر محمدی بن

---

(۱) دیباچہ" برہان الاصول (قلمی) ص ۳

(۲) برہان الاصول (قلمی) ص ۱۹۵-

محمد عمر الچمکنی تاب اللہ ولمن لہ حق لدیہ ۔

برهان الاصول کے ماخذ و مصادر

اصول فخرالاسلام البزدوی	التحریر والتقریر
اصول شمس الائمۃ السرخسی	المصابیح
التلویح والتوضیح	ضدالعون
حسامی	النظام
المنار	غایۃ التحقیق
اصول الشاشی	نهایۃ التدقیق
معدن	المدار
نورالانوار	التشریح والتصریح
الداثر	التنقیح
کشف الاسرار	المنهل
المحصول والحاصل	المیزان
الاحکام	السُّلم
منهاج الاصول لبیضاوی	العَصام لشیخ الاسلام (١)
منهاج العقد	
مختصر الاصول لابن الحاجب	
التیسیر	
التنویر	
کشف الکبیر	

---

(١) برهان الاصول (قلمی) ص ١٩٣-١٩٥

کتاب کے آخر مین یہ عبارت درج ہے

نسخہ متبرکہ برہان الاصول از تصانیف جدیدہ و توالیف حدیثہ عمدہ داعیان زمان و زبدہ اکابر المعرفۃ والعرفان راسخ العلم والایقان بحر محیط حاوی معارف کونی و الٰہی قاموس وسیط کوائف عوارف ارضی و سماوی وکما ھی تحریر علوم شہیرہ و غریبۃ المعنی فنون نادرہ وعجیبہ مرکز دائرہ اشارات تحقیقی یَنْبوع زُلالُ رموزی حقیقی المؤیّد بتائیدات الملک الازلی والابدی صاحبزادہ میان محمدی دام برکاتہ و زید حسناتہ در تاریخ بیست و سیوم ماہ شعبان المعظم در روز شنبہ ١٢١٠ھ بموجب ارشاد لازم الانقیاد ایشان از دست فقیر حقیر پر تقصیر خان محمد تحریر و سمت اختتام یافت ۔

ریاحین الصلوٰۃ فی بساتین البرکات

ریاحین الصلوٰۃ فی بساتین البرکات (قلمی) کتاب کا موضوع درود شریف ہے نصراللّٰہ خان نصر مرحوم نے اس کتاب کو صاحبزادہ محمدیؒ کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا قلمی نسخہ صاحبزادہ فضل صمدانیؒ کے کتب خانہ واقع بھانہ ماڑی پشاور شہر مین محفوظ ہے ۔ (١)

عبدالحلیم اثر صاحب اس کتاب کو حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے برادرزادے صاحبزادہ بازگل (متوفی ١٢٠٠ھ ـ ١٧٨٥ء) کی طرف منسوب کرتے ہین ۔ (٢)

چونکہ تلاش بسیار کے باوجود یہ کتاب راقم الحروف کو دستیاب نہین ہو سکی ہے اس لئے معلوم نہ ہوسکا کہ مذکورہ دو حضرات مین سے ریاحین الصلوٰۃ کس کی تصنیف ہے

صلوٰۃ محمدی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

" صلوٰۃ محمدی " منظوم درود ہے ۔ اس کی زبان فارسی اور نظم کی شکل مخمس ہے ۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ صاحبزادہ

---

(١) اولیائے سرحد از نصراللّٰہ خان نصر ص ١٣۔
(٢) روحانی تڑون ص ٢٤٣۔

فضل صمدانی مرحوم کے کتب خانہ واقع محلہ ماڑی پشاور شہر مین موجود ہے ۔)
اس مین کل ۱۷۵ بند ہین ۔ ہر بند پانچ مصرعون پر مشتمل ہے اور ہر مصرع مین ایک بار لفظ " محمّد " آیا ہے " اس حساب سے پوری کتاب مین ۸۷۵ بار خاتم النبیّن صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا تکرار کیا گیا ہے ۔

صلوٰۃ محمدی کا دوسرا نسخہ پروفیسر ڈاکٹر سلیم صاحب شعبہ پاشتو پشاور یونیورسٹی کے پاس ہے ۔ اس نسخہ مین کل ۱۶۰ بند ہین اور اس مین ۸۰۰ بار لفظ " محمد" آیا ہے ۔ دونون نسخون مین ایک تو اشعار کی کمی بیشی کا فرق ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ اول الذکر نسخہ مین بند کا چوتھا مصرع " صلوٰا علی محمد " ہے ۔ جبکہ موخّر الذکر نسخہ مین " صلوٰت پر محمد " کو چوتھے مصرعے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ۔[1]

دونون نسخون کی نظم کے چند بند بطور نمونہ حسب ذیل ہین ۔

رَشتِ عَطا محمد   کَشفِ خَطا محمد

کَشفِ عَطاء محمد   صلوٰا علیٰ محمد

تسلیم پر محمّد

---

(۱) مذکورہ بالا تفصیل دینے سے جناب عبدالحلیم اثر کے اس بیان کی تردید مقصود ہے جو انہون نے اپنی کتاب روحانی تڑون مین صاحبزادہ محمّدی کی تالیفات کے سلسلے مین دیا ہے ۔ وہ لکھتے ہین کہ اس درود منظوم مین " بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرحیم " کے اعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے کل "۷۸۶" بار لفظ محمد کا تکرار کیا گیا ہے ۔ یہ بات درست نہین اس لئے کہ ایک تو دونون دستیاب نسخون کی تعداد سے اس کی تردید ہوتی ہے دوسری اس بیان کی تردید کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ نظم کی شکل مخمس ہے یعنی ہر بند کے پانچ مصرعے ہین اور صاحبزادہ موصوف نے ہر مصرع مین ایک بار" محمد" کا ذکر کیا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر بند مین پانچ مرتبہ لفظ " محمد " آیا

صبح ضیاء محمد　　　　تابع رضا محمد

مُلکِ و غِناء محمّد　　　　صلوا علیٰ محمد

تسلیم بر محمّد

هم مصطفیٰ محمد　　　　هم مجتبیٰ محمد

هم منتہیٰ محمد　　　　صلوا علیٰ محمد

تسلیم بر محمّد

کوہ عطا محمد　　　　کانِ حیا محمد

لعلِ جُلا محمد　　　　صلوا علیٰ محمد

تسلیم بر محمد (۱)

سلطانِ ما محمد　　　　دلآمان ما محمد

در جانِ ما محمد　　　　صلوات بر محمد

تسلیم بر محمد

کامل اثر محمد　　　　چون مشکِ و تر محمد

روشن نظر محمد　　　　صلوات بر محمد

تسلیم بر محمّد

= ہے ۔ ظاہر ہے کہ لفظ محمد کی کل تعداد معلوم کرنے کے لئے کتاب کے کل عددون کو پانچ سے ضرب دینا پڑتا ہے اور کتاب کے خواہ کتنے بھی عدد فرض کر لئے جائین تو پانچ سے ضرب دینے کے بعد بسم اللّٰہ کے اعداد "۷۸۶" کا پہلا ہندسہ یعنی "چھ" کسی حالت مین برآمد نہین ہو سکتا کیونکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ کسی بھی عدد کو پانچ سے ضرب دینے کے بعد حاصل ضرب کا پہلا ہندسہ یا تو صفر برآمد ہوگا یا پانچ کا ہندسہ آئے گا ۔

(۱) قلمی نسخہ بخانہ ماڑی کتبخانہ پشاور ورق ۲

جان و جگر محمد هَم تاجِ سر محمد
نور بصر محمد صلوٰات بر محمد
تسلیم بر محمد

فرخ سِیَر محمد هم راه بر محمد
بس بهرہ ور محمد صلوٰات بر محمد
تسلیم بر محمد

خوش، گفتگو محمد فرخندہ خومحمد
آئینہ رو محمد صلوات بر محمد
تسلیم بر محمد

بر چمکنی محمد بَخشَد سَتی محمد
صد روشنی محمد صلوات بر محمد
تسلیم بر محمد

طالب بُدی محمد تنہا شُدی محمد
زود آمدی محمد صلوات بر محمد
تسلیم بر محمد

بہ محمدی محمد فرسُد بدی محمد
کہ تو اَمجدی محمد صلوات بر محمد
تسلیم بر محمد (۱)

---

(۱) قلمی نسخہ مملوکہ ڈاکٹر سلیم صاحب شعبہ باٹنی پشاور یونیورسٹی ورق ۲ ، ۱۰ ، ۲۳ -

صلوۃ محمدی | ڈاکٹر سلیم صاحب کے پاس جو نسخہ ہے اس کے آخر مین یہ عبارت درج ہے -

تمام شد صلوۃ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از تصنیفات قطب العارفین سراج السالکین حضرت صاحبزادہ والاتبار الموسوم باسم السامے ولقب العظامے صاحبزادہ میان محمدی زید توفیقاتہ خلف حضرت غوث الزمان قطب الدوائرؒ حضرت میان صاحب چمکنی قدس اللہ اسرارہ وشاع علی الطالبین انوارہ و این نقل از نسخہ اصل کہ از دست مصنف سلمہ اللہ علی الدام زیب رقم یافتہ بود و نوشتہ شد بتاریخ بیست و دویم شہر شعبان المعظم سنہ یک ہزار یکصد و نود و نہ ۱۱۹۹ھ بمطابق ۱۷۸۴ء صورت اتمام یافتہ و از دست ملا عبدالغفار بتاریخ پانزدہم رمضان المبارک -

مقاصد الفقہ |

مقاصد الفقہ عبادات کے موضوع پر عربی زبان مین ۱۳۲ صفحات کا ایک مختصر رسالہ ہے - یہ رسالہ صاحبزادہ محمدیؒ اپنے چھوٹے بھائی صاحبزادہ احمدیؒ کی درخواست پر ۱۱۹۷ھ - ۱۷۸۲ء مین مرتب کیا ہے - اگر چہ یہ بنیادی طور پر فقہ کے ایک مبتدی طالب علم کی استعداد کو پیش نظر رکھ کر لکھا گیا ہے تاہم اس کا مقدمہ نہایت پرمغز ہے جو آپ کے تبحر علمی اور عربیت مین آپ کی دسترس پر ایک کھلی دلیل ہے -

اس کتاب مین آپ نے اصول دین کو نہایت عام فہم طریقے پر بیان کیا ہے - اس فن کی دیگر کتابون کے مقابلے مین حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کی اس کتاب کی ایک نمایان خصوصیت یہ ہے کہ تمام مسائل کے اظہار کے لئے حروف مقطعات کی شکل مین جوامع الکلم رموز و اشارات کا استعمال کیا ہے - مثال کے طور پر ارکان خمسہ کے لئے " کصص حص " لکھا ہے جس مین " ک " کلمہ توحید " ص اول " صلوۃ " ص دوم " صوم " ح " حج اور

" ص سوم " صدقة (یعنی زکوۃ) کے اظہار کی علامت ہے ۔

اسی طرح فرائض وضوء کے لئے " وبعق " کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔ جس میں واؤ سے وجہہ باء سے یدین میم سے مسح راس اور قاف سے قدمین کی طرف اشارہ ہے ۔ علی ہذا القیاس ۔

مقاصد الفقہ کا ایک قلمی نسخہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے جوکہ نہایت خوشخط ہے اور ساتھ ساتھ فارسی زبان میں تحت اللفظ ترجمہ بھی کیا گیا ہے ۔ اس کا دوسرا نسخہ پشاور یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ میں محفوظ ہے ۔

کتاب کا آغاز یوں ہے ۔

رب یسر و تمم بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی وقاہ عن افات الجہل بوقائۃ علومۃ ونورہ من ظلمات الشکوک بھدایۃ نجومۃ بین لہ احکام الشرایع ببدائع تبیینۃ واظہر علیہ خفیات الاسرار بجوامع رموزہ وتلقینۃ اطلعۃ علی غواض العلوم بمعراج الدرایۃ وفجر لہ من ینابیع الحکمۃ بما فیہ من الکفایۃ والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء وسند الاولیاء محمد عین العطیۃ شفیع الامم لب الھدایۃ حبیب الواھب المختار رحمۃ للعالمین من الفجار والابرار وعلی آلہ ---------

--------- وبعد فان العبد المحتاج الی جناب الحضرۃ الاحدی فقیر محمدی بن فقیر محمد عمر الچمکنی الاحمدی ملۃ والحنفی مذھباً والنقشبندی طریقۃً والاویسی استفادۃً ۔

ابواب و فصول کی تفصیل حسب ذیل ہے

الباب الاول فی الطھارات وفیہ فصول اربعۃ

فصل پنجم ـ نماز جنازه کا بیان

فصل ششم ـ شرائط جنازه

الباب السابع فی شرائط الزکوة

الباب الثامن فی الصوّم وفیه فصلان

فصل اول ـ شرائط صوم

فصل دوم ـ مفسدات صوم

الباب التاسع فی شرائط الحج

پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی کے کتب خانه مین موجود قلمی نسخه کے آخر مین حسب ذیل عبارت درج هے ـ

بتاریخ رجب المرجب ۱۲۰۲هـ ـ ۱۷۸۷ء رساله مبارکه مقاصد الفقه از مصنفات و مولّفات جناب فیض مآب هدایت اکتساب پیشوائی رهروان منازل تحقیق مقتدائی سالکان مراحل تدقیق قدوة الصالحین زبدة العارفین اسوة المحققین عمدة المدققین مرشد کونین مربی دارین افضل الفضلاء اصلح الصلحاء حضرت صاحبزاده صاحب سجاده صورت و معنی میان محمدی چمکنی چمکنی دام برکاته از دستخط فقیر حقیر فتح خان پسر محمد سید ساکن چمکنی خلعت اختتام ملبوس در بر کشید و به اتام رسید ـ (نسخه کتب خانه پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی)[1]

نوٹ) پشاور یونیورسٹی کے کتب خانه مین اس کتاب کا جو دوسرا قلمی نسخه موجود هے اس کی آخری عبارت یون هے ـ

(۱) تاریخ دوازدهم جمادی الثانی ۱۲۰۲هـ بود که رساله مبارکه مقاصد الفقه از مصنفات و مولّفات جناب فیض مآب هدایت اکتساب پیشوائی رهروان منازل تحقیق مقتدائی سالکان=

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صاحبزادہ محمدیؒ نے پشتو اور فارسی زبانوں کے علاوہ عربی زبان میں بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کیا ہے جو " نعت النبی " کے نام سے موسوم ہے ۔ یہ کل اٹھائیس نظموں پر مشتمل ایک مختصر سی منظوم کتاب ہے۔ ہر نظم دس ابیات کو گھیر شامل ہے ۔ اس کی زبان عربی اور ہر بیت کے آخر میں کلمہ " لِمحمّدی " کا تکرار کیا گیا ہے ۔ (۱)

نظم کا نمونہ حسب ذیل ہے :

۱- کَفٌّ کبحرٍ فی السّخاء وجهٌ کشمسٍ فی الضّیاء
عینٌ کصادٍ فی الصفاء قول الاصح لِمحمّدی

۲- دینٌ قویمٌ صادقٌ عقل فهیم حا ذ قٌ
نطقٌ فصیحٌ واثقٌ خیرالصّحِ لِمحمّـــد ی

۳- جنات عدنٍ بالعطاء انهار تجری تحتها
اثمارها فی ما اشتهی سبلٌ الفلحِ لِمحمّدی

۴- وشوةٌ وفُتوةٌ وتقرّبٌ و دُ نوّ ةٌ
وحمایة و مروةٌ اذنٌ النّجحُ لِمحمّد ی

(= مراحل عذتیق قدوۃ الصالحین زبدۃ العارفین اسوۃ المحققین عمدۃ العتقین مرشد کوهن مربی دارین افضل الفضلاء اصلح الصلحاء حضرت صاحبزادہ صاحب سجادہ صورت و معنیٰ میان محمدیؒ چمکنی دام برکاتہٗ از دستخط فقیر بر تقصیر محمدین خلعت اختتام درکشید و بہ اتمام رسید ۔

****

(۱) کتاب نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قلمی نسخہ عبدالحلیم اثر ساکن تخت بھائی ضلع مردان کے پاس محفوظ ہے۔

۵- خیرُ الخلائقِ فی النّظرِ علم الحقائقِ ما سُتَر
حَلّ الدّقائق فی الاثرِ فِکْرُ الصّلح لِمُحمّدی

۶- ھَمٌّ لِعصیان الاُمم والصّبر فی حال الاَلَم
تقسیم انواعِ النّعمِ وھبُ الفرحِ لِمحمّدی

۷- فی الظّھْرِ ختم رسالتہٖ القدرُ صدرٌ جلالتہٖ
وتکلّمٌ بنوالتہ طِیْبٌ والنّفحِ لِمحمّدی

۸- حُزْن العَدامِ تضرّعاً بِذلَ الدّوامِ تہوّماً
قلّ الطعامِ تورّماً دابُ الصّرحِ لِمحمّدی

۹- دَرْکٌ لکل اشارۃٍ روح بکل بشاوۃ
رِبْح لکل خسارۃٍ للکفرِ رَخٌّ لِمحمّدی

۱۰- جیشُ الملائکِ لِلظّفر وعلی الارائکِ مستقرٌ
اسرارُ غیبٍ فی النّظرِ غضبٌ والتّسرحِ لِمحمّدی

****

۲ - حضرت صاحبزادہ احمدیؒ

حضرت صاحبزادہ احمدیؒ کا اصلی نام عبداللہ تھا اور احمدی عبداللہ میاں گل تین ناموں سے مشہور تھے - حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے فرزند اصغر تھے - ۱۱۱۶ھ میں جمکنی کے مقام پر پیدا ہوئے - اپنے والد بزرگوار اور بڑے بھائی صاحبزادہ محمدیؒ سے ظاہری اور باطنی علوم کا اکتساب کیا - (۱)

صاحبزادہ احمدیؒ طریقۂ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد کے مرید اور فیض یافتہ تھے اور طریقہ میں قطبیہ کے بلند مقام پر فائز تھے - (۲)

(۳) والد بزرگوار کی وفات کے بعد حضرت صاحبزادہ محمدیؒ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی - ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں جب میاں محمدیؒ کا وصال ہوا تو صاحبزادہ احمدیؒ سجادۂ رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے اور اپنے پیشروؤں کی طرح انہوں نے بھی ارشاد و ہدایت اور دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا - اور

بالآخر رشد و ہدایت اور علم و عرفان کا یہ آفتاب بھی ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء میں غروب ہوکر ظاہری آنکھوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگیا -

صاحبزادہ احمدیؒ کا مادۂ تاریخ وفات "غربال" ۱۲۳۳ ہے - انؒ کا مزار حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے مزار کے احاطہ میں واقع ہے - اور سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق مزار کے احاطہ میں

---

(۱) لائق الشمعہ (قلمی) از صاحبزادہ احمدی ورق ۲

(۲) روحانی تڑون ص ۸۳۹ بحوالہ تضمین ہندنامہ عطار مؤلفہ میاں وسیم (قلمی)
ایضاً ص ۸۳۸ - ۸۳۹ - بحوالہ حاشیہ الباحث العلمیہ (قلمی)

(۳) شجرۂ طریقہ از صاحبزادہ احمدیؒ (قلمی)

داخلہ کے دروازہ کے سامنے پہلی قبر صاحبزادہ موصوف کی آرامگاہ ہے -[1]

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبزادہ احمدؒ سچے عاشقِ رسول تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے دیدار کے شوق میں مرغِ بسمل کی طرح تڑپتے ہوئے بے قرار نظر آتے ہیں - اپنے شجرہ طریقت میں لکھتے ہیں -

نه م شي گذران په خمکنو کښم زړه تنگ شه
اور شه کور وکلي په ما باندې پيښور
يا رسول الله که م خپل خنک ته نزدې کړې
وکړې يو سبب د نيکۍ ته م مقرر
وکړم طواف د بيت الله که م نصيب وي
ورشم عرفات وکړم زه حج اکبـــــر
يا رسول الله ستا ترپاکې روضې ورشم
خاوړې د کوڅې د کړم رانجه د خپل بصر

گوارہ نہیں ہوتا جمگی میں اگرا دل تنگ ہے -
پشاور اور گھر و گاوں میرے آگ کے مانند ہوئے
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھ
کو اپنے قریب کردو اور نیکی کا ایک سبب میرے لئے
مقرر کرو اور اگر نصیب ہو تو بیت اللہ کا طواف
کروں عرفات جاوں اور حج اکبر (ادا) کروں
اے رسول اللہ ! تیرے پاک روضہ جاوں - اور
دیار کی گلی کوچوں کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بناوں -

---

(۱) مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو -

۱- تیر ہیر شاعران از عبدالحلیم اثر ص ۱۳۷ - ۱۴۷ طبع اول پشاور ۱۹۶۳ء

۲- ورکہ خزانہ از ہمیش خلیل حصہ دوم ص ۱۷۵ - ۱۹۹ -

۳- روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۸۳۹ - ۸۴۱ پشاور ۱۹۵۸ء -

۴- دیباچہ قصہ جہاندار شاہزادہ مولف مرتبہ نصراللہ خان نصر طبع اول پشاور ۱۹۶۱ء -

*****

مزاراتِ صاحبزادگان — صاحبزادہ محمدی اور صاحبزادہ احمدی

بنکله استانه کړم زه د زړه له ډیره شوقه	دل کے شوق سے آستانہ کو بوسہ دوں
بیا رانجه د سترګو کړم ګرد ستا د منبر	اور پھر آپکا منبر کا گرد و غبار آنکھ کا سرمہ کروں
ستا د مسجد صحن کړم جارو به خپله ګیره	آپ کی مسجد کے صحن میں اپنی ڈاڑھی سے جھاڑو
خس و خاشاک ستا د دروازي کړم تاج د سر	دوں اور آپ کے دروازے کے خس و خاشاک کو اپنے
پس له د نه زه او ستا کوخه که م نصیب وي	سر کا تاج بناوں اس کے بعد اگر آپ کا کوچہ نصیب
ملا تړلي ګرځم په خدمت کښ شام صحر سحر	ہو صبح و شام خدمت میں کمربستہ رہوں ۔
نشته خوشحالي د غم روږم تل په خوله د ه	میں خوشی نہیں ہروقت غمزدہ رہتا ہوں ۔
بې ستا د هلال ابرو به و نه کړم اختر	آپ کے ہلال ابرو کے دیدار کے بغیر عید نہیں
ته به د دنیا له غمه خلاص نه شې میانګله	مناوں گا ۔ اے میانگل ! تم کو دنیا کے غم سے نجات
څه د لوئې لارې وایم نه شې قلنـدر	نہیں ملے گی جب تک بڑے راستے کا قلندر نہ بنو (غالباً موت کے سفر کی طرف اشارہ ہے)
څه به د میان ګل غریب په کور خوب و ارام شي	میاں گل غریب کو اپنے گھر میں کیا آرام ملے گا ۔
د ده ته غوړیدلې چه د غم اغزي بستر (۱)	کہ اس کو غم کے کانٹوں کا بستر بچھا ہوا ہے ۔

اپنی کتاب شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شجرہ نسب میں بھی آپ نے بار بار اسی تمنا کا اظہار کیا ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

په بل دولت په انعام نه دې میانګل خوشحال	کسی دوسرے انعام و دولت پر میانگل خوش نہیں
د خپل دیدن خلعت ته راکړه یا حضرت ماله	اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے دیدار کی خلعت عطا فرما ۔

(۱) ماخوذ از سلسلہ طریقت از صاحبزادہ احمدی (قلمی) طریقت از صاحبزادہ احمدی نقل به دستخط هذا محمدولد نورمحمد مرید صاحبزادہ موصوف ۔ اس بیان کا فوٹوسٹیٹ نقل میرے پاس محفوظ ہے ۔ محمد حنیف ۔

په خمکو کښې څکه ناست ئې بې اسرې غريبه
چه هر سحر په تا د غم نارې سورې غريبه
تيروې څکه خوږ ژوندون په ترهرې غريبه
اوس ږې روضه کښې د حضرت وايم هورې غريبه

موضع جنگی مين اس لئے بلا آسرا بیٹھے هو اے غریب میان گل که هر صبح تجھ پر غم کا شور و غوغا هوتا هے اے غریب - اے غریب اس لئے اپنی عمر عزیز بے چینی مین گزارتے هو (که دل مین یه تمنا رهتی هے) که اب روضهٔ رسول صلی اللّه علیه وسلم مین اگر موجود هوتا (تو کیا بهتر هوتا)

خما دي چغې په دربار ستا يا حضرت نبي
په غم كريږي ميانګل خوار ستا يا حضرت نبي
څان م كړې زارستا تر بيزار يا حضرت نبي
شوې د كه سپو سره زه شمار ستا ياحضرت نبي[1]

اے نبی صلی اللّه علیه وسلم آپ کی دربار مین میری یه پکار هے که اے نبی! آپ کے وصال کے غم مین میانګل هر وقت تڑپتا هے - اے نبی! دل چاهتا هے که آپ کے بازار پر فدا هوجاؤن اور اے نبی! کاش آپ کے دربار کے کتون مین شمار هوجاؤن -

---

تله دي راتله نشته ميانګل ناست په غم توليږي[2]
ګوښې تنها ناست له غمه شپه او ورځ جړيږي

جانا هے واپس آنا نهین هے (اس دنیا مین) میان گل بیٹها هے اور غم مین تڑپتا هے - تنهائی مین بیٹها هے اور شب و روز (اس غم مین) روتا هے -

اپنی کتاب "عبرت نامه" مین لکھتے هین که -

---

(۱) شمائل نبوی از صاحبزاده احمدی (منظوم پشتو) ۱۲۲۶ هـ کتب خانه محمد ایوب جان بنوری پهانه ماڼری پشاور شهر -

(۲) شجرهٔ نسب از صاحبزاده احمدی (قلمی) ۱۲۲۳ هـ -

رب روئ د پاك رسول كره

نهٔ محما دا خواست قبول كره

ديدار غوارم د رسول

كه دا خواست م شي قبول

مدعا پـه زړهٔ كښې بله

نهٔ لـرم تـل تـر تله

ديدار ستا ستا د نبي

محما مراد دادې كلې

د امين غز لـه تا غوارم

په سلگو چـه تاتـه ژاړم

د غريب لاس پـه دعا دې

پـه غوښتنه د مدعا دې

احمدي غواړي ديدار ستا

ستا ديدار هم د رويدار ستا (۱)

اے پروردگار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی میری یہ دعا قبول کر ۔رسول کا دیدار

چاھتا ھون ۔اگر میری یہ درخواست قبول ہو

تو میرے دل میں اس کے سوا کبھی کوئی دوسرا

مقصد نہیں ۔

میری یہی مراد کلی ھے ۔ کہ اللہ اور اس کے

نبی کا دیدار نصیب ھو ۔تجھ سے "آمین " کی

آواز چاھتا ھون اور زار و قطار روتا ھون ۔

غریب دست یہ دعا ھے اور اپنی مدعا چاھتا

ھے احمدی اے اللہ تیرا اور تیرے رسول کا

دیدار چاھتا ھے ۔

هي ارمان هر دم ارمان	د دې غم نشتـه درمان
پيښور پـه ما تنور شهٔ	خمكې پـه دا دستور شهٔ
ورك طاقت م شهٔ د صبر	پـه غم ژاړم لكه ابـر
خوبيدا غريب احمد دي	تاكوئ د محمـد دي (۲)

(۱) هجرت نامه از عبدالله مهاتگ (قلمی) ص ۱۲ ۔

(۲) ایضاً ص ۳۰ ۔ ۴۲ ۔

اسی طرح ایک فارسی غزل میں حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

من عاشقِ دیرینہ و دل بستہ بر گیسوئے تو
گر خدا سازد نصیب قبر ما بر کوئی تو
گر چہ در ظاہر وجودم هست درین ملک و وطن
ہر زمان ہر دم دل من میرود بر سوئی تو
آن زمان عید است بوما گر خدا سازد سبب
تا رسانم جان خود بر روضہ خوشبوئی تو
خلق را مجنون و دیوانہ شدم اندر نظر
زانکہ من مستغرقم فکرم بہ جستجوئی تو (۱)
از فراق هجر تو سر گشتہ و مجنون شدم
آرزو دارم کہ باشم خاکپائی رهگذر (۲)

حضرت صاحبزادہ احمدیؒ
بحیثیت شاعر

صاحبزادہ احمدی اپنے دور کے نامور ادیب اور اچھے شاعر تھے -اور خداوند تعالیٰ نے ان کو شعرگوئی کی بہترین استعداد عطا فرمائی تھی -اگر چہ اصلی نام عبداللّٰہ تھا مگر اپنے کلام میں میان گل' غریب اور احمدی تینوں نام بطور تخلص استعمال کئے ہیں -

حضرت صاحبزادہ احمدیؒ نے اپنے اسلاف کی طرح دینی خدمات کے ساتھساتھ ادبی

---

(۱) چمن بے عدیل از میان انبوگل ۱۳۰۱ھ (قلمی) ورق ۱۵۸ -
(۲) ایضاً ورق ۹۱ -

اور علمی خدمات مین بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی - اور نہ صرف اپنے بڑے بھائی صاحبزادہ محمدیؒ کا مشن یعنی متقدمین و متأخرین علماء و فضلاء عظام اور شعراء کے کلام کی حفاظت و کتابت کا اہتمام جاری رکھا بلکہ خود بھی کئی منظوم کتابین لکھ کر اس باب مین قابل قدر اضافہ کیا -

صاحبزادہ احمدیؒ نے پشتو زبان مین جو شعرگوئی کی ہے وہ اہل نظر سخندان حضرات کے نزدیک بڑی داد و تحسین کا مستحق ہے - پشتو زبان کے ایک صاحب ذوق ادیب اور شاعر جناب ہمیش خلیل صاحبزادہ موصوف کی شاعری کو داد دیتے ہوئے لکھتے ہین کہ -

د عبید اللهؒ وینا عموماً عشقیه ده - د خپلو جذباتو اظهار په موزونو مناسبو او ښکلو الفاظو کوي اشعار ئې روان بې تکلفه او کله کله پکښې جدت هم راولي - زاړه مضامین په نوي رنګ د ومره ښکلي انداز کښې بیانوي چه لوستونکې حیران کړي -(1)

عبید اللہ کا کلام عشقیہ ہے اور موزون مناسب اور خوبصورت الفاظ مین اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہین - آپ کے اشعار مین روانگی موجود ہے اور بے تکلف ہین اور کبھی کبھار اس مین جدت بھی پیدا کرتا ہے - پرانے مضامین نئے رنگ مین ایسے خوبصورت انداز مین بیان کرتے ہین کہ پڑھنے والا دنگ رہ جاتا ہے -

وہ ایک باریک بین اور نازک خیال شاعر تھے - اور تخیل کی فضا مین انہون نے بہت بلند پرواز کی ہے - ایک جگہ لکھتے ہین کہ :

دا د کوم بیګناه وینې بر ښکاریږي	یہ کس بے گناہ کا خون اس پر دکھائی دیتا ہے
په نکریزو رنګ منګل د نګار نه ده	محبوب کا ہاتھ حنا کے رنگ سے رنگین نہین
په اوچ ښاخ د ګل غنچه رږي له باده	ہے بلند شاخ پر پھول کی کلی ہوا سے ہلکورتی ہے -

(1) دیباچه ورکه خزانه مرتبه همیش خلیل حصه ۲ پشاور -

یہ منصور کا سر دار کے اوپر نہیں ہے

سرخ پھولوں کی ٹہنی کے مانند میں غم

سے جھک گیا جبکہ ابھی تک محبت کا پھل

نہیں ملا تھا ۔

فارسی کلام

حضرت صاحبزادہ احمدی نے فارسی زبان میں بھی شعروشاعری کی کامیاب کوشش

کی ہے ۔ فارسی کلام کی زبان نہایت شستہ اور سلیس ہے ۔ چند غزلیات حسب ذیل ہیں

۱- من عاشق دیرینہ و دل بستہ بر گیسو یتو

کر خدا سازد نصیب قبر ما بر کوی تو

گر چہ در ظاہر وجودم ہست دریں ملک و وطن

ہر زمان ہر دم دل من میرود بر سوئی تو

آرزمان عیداست برما گر خدا سازد سبب

تا رسانم جان خود بر روضہ خوشبوی تو

خلق را مجنون و دیوانہ شدم اندر نظر

زانکہ من مستغرقم فکرم بہ جستجوئی تو

از فراق ہجر تو ظالم رسیدہ جان بلب

تیر خوردم از سر مژگان کمان آبروئی تو

حق تعالی رحمت اللعالمین گفت است ترا

رحم کن بر حال زارم ای ترحم خوی تو

حق تعالی حکم دادہ مر ترا از امر و نہی

غرق شده آنکس که سر تابد گفتگوی تو

روز محشر یا رسول الله شفاعت کن مرا

تا گروه عاصیان بخشد حق بر روی تو

عاجزم میان گل خیالم هست آنجا میروم

جان خود قربان سازم از سر یک موی تو (۱)

۲- عمرم بسی گذشته بسودائی عشق تو

جانم بلب پیوسته ز سودای عشق تو

مجنون صفت بخلق نمایان شدم ازان

نوشتم پیاله مستة ز سودائی عشق تو

از بهر خدا را نظر لطف کن بمن

بیدم شدم گسسته ز سودائی عشق تو

اشکم روان ز چشم بمانند خون سرخ

دلریشم و لب بسته به سودائی عشق تو

هر شام سحر نالم از هجر تو بسی

حالم تباه گشته ز سودائی عشق تو

نعره زنم بلند بمیدان عرصات

جانم خراب خسته به سودائی عشق تو

---

(۱) چمن بی نظیر (قلمی) از میان انجر گل (متوفی ۱۳۰۳ھ) -

بنمای روی خویش ای مخاطب لولاک

پشتم بغم شکسته ز سودائی عشق تو

میان گل که امید شفاعت ز تو بسے

از غم جدا شسته به سودائی عشق تو (۱)

۳- برو باد صباح بر روضه خیرالبشر

بگو از من سلام بهر خدا کن یک نظر

از همه پیغمبران بالا مقام و جائی تو

خلعت لولاک آمد از جناب رب میسر

درشب معراج کردی نهه فلک را زیر پائے

رفتی از کون مکان تالا مکان تیز تر

در فراق هجر تو سرگشته و مجنون شدم

آرزو دارم که باشم خاکپائی رهگذر

نفس و شیطان ظالم و دشمن قدیم است

یا رسول الله مدد کن وقت نزع بیشتر

چون در لحد پرسد ملائک سوالها

فریادرس انوقت ای سالار سرور

انبیاء را روز محشر فکر جان خود بود

ترا همت بلند استطعو امتی گوئی مکرر

---

(۱) چمن بے نظیر (قلمی) ورق ۱۵۸ -

اندران دم یا رسول الله شفاعت کن مرا

تا حساب نیک و بد باشد به پیش پاک اکبر

او سیاه ام کرده ام عصیان بسیار

تا نجات من نخواهی خود شوم زیر و زبر

کمترین امتیان میانگل که می نالد مدام

این همه آثار عشق قلست از سوز جگر(۱)

۳- سرگشته چون مجنون شدم دلدار را گم کرده ام

بلبل صفت مخزون شدم گلزار را گم کرده ام

از هجر مینالم از چشم خون آید تمام

رنگ زرد دل پرخون شدم نگار را گم کرده ام

شاه من آن شاه رسل رخسار او تازه چو گل

چون بر رخش مفتون شدم اطوار را گم کرده ام

سر حلقهٔ پیغمبران رفت از زمین تا لا مکان

چون واقف مضمون شدم گفتار را گم کرده ام

بنمائی روی خویش را مرهم بنه دلریش را

غرقاب غم اکنون شدم سالار را گم کرده ام

من عاشق دیرینه‌ام از هجر سوخته سینه ام

از غم بمثل نون شدم سزار را گم کرده ام

---

(۱) چمن بی عدیل (قلمی) ورق ۶۱

جنت مرا در کار نیست از دوزخش ازار نیست

از عقل و هوش بیرون شدم آن یار را گم کرده ام

میان گل گناه کرده بسے هر دم کند توبة بسے

در موج غم جیحون شدم اسرار را گم کرده ام(۱)

۵- دلم پرغم نمیدانم چه گویم — شدم برهم نمیدانم چه گویم

خیال وصف آن جانان در دل — چو فکرم کم نمی دانم چه گویم

باین فکرم همیشه این خیال است — روم پیشم نمیدانم چه گویم

اگر فضل خدا باشد بحالم — رسم آن دم نمیدانم چه گویم

فراق دوری آن مهربان را — کنم هر دم نمیدانم چه گویم

به هجران مبتلا کردی دل من — شدم بی دم نمیدانم چه گویم

به معشوق تو چنان بیمار گشتم — کنم جانم نمیدانم چه گویم

چو دارم من به مثل تو پناهی — نه دارم غم نمیدانم چه گویم

خداوندا به فضل خود کرم کن — بسالم هم نمیدانم چه گویم

خداوندا به نور پاک احمد — کرم خواهم نمیدانم چه گویم

منم میان گل اگر فضل خدا باشد

شوم بی غم نمیدانم چه گویم(۲)

----

(۱) چمن بی عدیل (قلمی) ورق ۱۳۷-

(۲) ایضا ورق ۱۳۸ -

۶- دلم هر دم به پیش روی جانان
نباشد فکر ما جز کوی جانان

بکوه دشت میگردم شب و روز
خیال ماست گفت گوئی جانان

رهائی نیست مارا تا قیامت
دلم شد بعد در گیسوی جانان

توکل بر خدا دارم همیشه
رساند باز ما را سوی جانان

خدا سازیم جان خود ازان کس
اگر آرد بما یک موی جانان

دلم چون گل شده خندان سحرگاه
صفر باد آورد بوی جانان

اگر ملک خدا بینی نه بینی
مثال شاه ما خوش خوی جانان

شفیع المذنبین است روز محشر
شود آدم شفاعت جوی جانان

رنگ میان گل زرد گریه میکند
از فراق هجر هائی و هوئی جانان (۱)

----

(۱) چمن بی نظیر ورق ۱۲۱ -

۷- بانگ برآمد ز دل و جان من

آه ازان شاهد سلطان من

گاه کند عزم بخون جگر

گاه کند قصد دل و جان من

گاه کند جلوه چو سرو لهی

گاه شود سوسن بستان من

زلف پریشانش بدیدم بخواب

آه زین خواب پریشان من

کعبهٔ مقصود من و قبله هم

سجده که جان من و آن من

اهل وجود من و آن مرغ هم

جان و دل من شه سلطان من

از ره دل خنده زدم بگفت

کیست مرا ای شده قربان من

جان و دلم گفت که قربان کیست

آن من و آن من و آن من

احدی از خویش هکو بنگری

جمله توئی ای مه تابان من[1]

----

(۱) چمن بے عدیل ورق ۱۳۸ -

۸- هر نفس اهر ثنای مصطفی باید زدن

چنگ در دامان اصحاب صفا باید زدن

اولش صدیق کورا از سر صدق و صفا

بر دل و جانش هزاران مرحبا باید زدن

یار غار مصطفی و نور شمع هر دجا

بر سرنه چرخ از قدرش ثنا باید زدن

بعده فاروق کو از حق و باطل فرق کرد

رتبهٔ عالیش بر اوج سما باید زدن

جامع قران و ذی النورین عثمان عفان

دمبدم از مدح او دم از حیا باید زدن

شرم کردی از خیالش مصطفی باصفا

خیمهٔ جاهش باوج کبریا باید زدن

مخزن علم و فتوت بحر جود و کان عدل

آنکه بالای فلک او را نوا باید زدن

حیدری کو هست دریای کرم کان سخی

نغمهٔ در وصف علی شیر خدا باید زدن

لا فتا الاعلی لا سیف الا ذوالفقار

هردم از فهم از صفات هل الی بایدزدن

کر نجات ان جهان مطلوب داری ای عزیز

دست در دامان آن مصطفی باید زدن

نالۂ دلسوز اہ وہ از جگر در صبح و شام

از برائی آن شہید کربلا باید زدن

از برائی میوۂ جان عزیز مرتضی

ہر زمان از سوز باطن نالہ ہا باید زدن

در ریاض مدح یاران ہمچو بلبل ہر سحر

ز اشتیاق خویش ہر ساعت نوا باید زدن

غوطۂ در بحر مدح سفیان باصفا

ہمچو غواصان در بے بہا باید زدن

بعدہ صہبائے مدح اہل دین باید چشید

ساغر وصف صحابہ چند تا باید زدن

ہر کہ کردہ انحراف از راہ شرع مصطفی

ای بسا سیلی کہ او را بر خفا باید زدن

طعنہ بابر اعتقاد آنکہ دارد میل رقص

از دلیل شرع او را بر طلا باید زدن

گوہر عظش ز درد چون دلیل آیدار

سنگ دل بر سینۂ اہل جفا باید زدن

اہل بدعت را سراسر رخت باید سوختن

آتشے در خانۂ اہل ہوا باید زدن

نقش میل اہل بدعت محوہ باید ساختن

بر سر اہل خوارج پشت پا باید زدن

خارجی را اعتباری نیست اندر قول و فعل

پنج بدکیشان شاخ ناروا باید زدن

هست ترتیب خلاصه انچه پیغمبر بگفت

دست رو بر گفتهائی ناروا باید زدن

هست ترتیب خلافت ثابت از ترتیب عقل

اندرین معنی جهانے را صلا باید زدن

بوالفضولان خدائع پیشگان را هر زمان

تن جدا و دل جدا لو سر جدا باید زدن

هر که گوید فضل حیدر راست بر یاران هم

گفت او ضائع و قولش چون صبا باید زدن

اعتقاد سنیان را احمدی کرده بیان

برکفِ پایش هزاران بولها باید زدن (۱)

تصنیفات و تالیفات

===========

تضمین پند نامہ عطارؒ

صاحبزادہ احمدیؒ نے شیخ فریدالدین عطارؒ کے مشہور مثنوی " پند نامہ عطار " کی تضمین مسدس کے طور پر لکھی ھے ۔ یہ کتاب مجموعی طور پر تقریباً تین هزار ابیات پر مشتمل ھے ۔ (۲)

---

(۱) چمن بے نظیر (قلمی) ورق ۱۴۸- ۱۴۹-

(۲) تیر هیر شاعران از عبدالحلیم اثر ص ۱۳۳ پشاور ۱۹۶۳ء -

رسالہ "شجرہ" طریقہ

یہ پشتو زبان میں ایک منظوم رسالہ ہے جس میں حضرت صاحبزادہ احمدؒ نے اپنے والد بزرگوار کا شجرہ طریقہ بیان کیا ہے - اس کی نظم کی شکل مخمس ہے -

اس کے دیباچہ میں احمدؒ لکھتے ہیں کہ -

پس له حمد د پاك پروردګار او پس له درود د حضرت مختار صلي الله عليه وسلم او په اٰل او اصحابو چه اختيار او ابرار دي دا رساله ده په پښتو ژبه له فقير ميان ګل په بيان د مشائخو د حضرت بابا جيو قدس الله تعالىٰ سره الاقدس چه اخذ د طريقې ي تر کړيدي او تحقيق ته رسيدلي ځکه ما غريب په خپل کتاب کښ خکلي دي —

پاک پروردگار کی حمد و ثناء اور نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل و اصحاب جو اخیار و ابرار ہیں پر درود کے بعد یہ فقیر میانگ کا رسالہ ہے - پشتو زبان میں حضرت باباجیو کے مشائخ کے بیان میں جن سے آپؒ طریقہ اخذ کیا ہے اور پایہ تحقیق تک یہ بات پہنچ چکی ہے اس لئے میں نے یہ اپنی کتاب میں تحریر کئے ہیں -

نظم کا نمونہ مندرجہ ذیل ہے -

شيخ مرشد وايم حضرت جى وه د لاهور
شيخ سعدي ي نوم د مريدانو وه پر زور
هر طرف په هند کښ د کمال ي وايم شور
هم په ولايت په هر وطن کښ کور په کور
قطب د اقطاب باباجي غوث عالم (۱)

شیخ و مرشد آپ کا حضرت جی لاہوریؒ تھے ان کا نام شیخ سعدیؒ تھا اور مریدوں کا ان پر ہجوم رہتا تھا - ہند میں ہر طرف ان کے کمال کی شہرت تھی اور ولایت میں بھی گھر گھر ان کا چرچا تھا - باباجی قطب اقطاب (تھے) اور غوث عالم (تھے) -

---

(۱) اہلِ تصوف میں جو طبقاتِ عروج شائع و مقرر ہیں ان میں سے پہلا مرتبہ قطبیہ کا ہے

شجرہ نسب از صاحبزادہ احمدی ؒ

یہ ایک مختصر منظوم رسالہ ہے اس کی زبان پشتو - نظم کی شکل مخمس اور سن تالیف ۱۲۲۳ھ ہے - اس مین صاحبزادہ احمدیؒ نے حضرت آدم علیہ السلام تک اپنا شجرہ نسب قلمبند کیا ہے - رسالہ تقریباً ساٹھ بند پر مشتمل ہے -

اس مین آپ نے اپنے آباء و اجداد کے حالات بیان کئے ہین - اس کے علاوہ اس مین بعض تاریخی اشارات و بیانات ایسے موجود ہین جوکہ تاریخ افاغنہ کے طالب علم کے لئے بہت اہمیت و دلچسپی کے حامل ہین -

ابتداء مین مولف نے نسب نامہ کی اہمیت و ضرورت کی وضاحت کی ہے - چنانچہ لکھتے ہین -

---

= اس طبقہ مین " قطب الاقطاب " کو سالار اور سر دفتر کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور اس کا فیض عالم عُلوی و سفلی دونون پر عام ہوتا ہے اور اس کی دائین اور بائین جانب دو وزیر مقرر ہوتے ہین اور حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح اس کی پرورش کرتی ہے - جب تک قطب اپنے مقام پر ہے اس کا نام قطب ہوتا ہے اور جب یہی قطب کسی دوسرے قطب کے پاس فریادرسی کے مرتبہ مین پہنچتا ہے اس کو غوث کہتے ہین - " غوث الاغواث " قطب الاقطاب سے مرتبہ مین فروتر ہوتا ہے - اقطاب کا طبقہ اولیٰ مقام لاہوت مین ہوتا ہے دوسرا طبقہ مقام جبروت تیسرا طبقہ مقام ملکوت اور چوتھا طبقہ جوانبِ مُلک اور پانچوان طبقہ مافی الملک یعنی سبعہ اقالیم مین ہوتا ہے اور امامت کا مرتبہ صرف قطب الاقطاب کو حاصل ہوتا ہے - اس کے بعد بالترتیب عمد - اوتاد - ابدال - بُدلا - نُجبا - نقبا امناء - افراد - ختام ولایت اور ولی مستورالحال کا درجہ ہوتا ہے (المعالی ص ۲۲۵ - ۲۲۶ - طبع ۲۸۲) -

نوٹ) شجرہ طریقت اور شجرہ نسب دونون کی نقلین صاحبزادہ عبدالقیوم صاحب ساکن جمکنی کے پاس محفوظ ہین - وفقلم (راقم الحروف)

*****

ښونه د نسب وخپل اولاد وته ضرور دي
دا بیان راغلئ د ور نبویه دي د ستور دي
زوئ د وي که رور دوي که تره* که د ترېورد ي
او دکه بیان دخپل نسب چه ښه* ضرورد ي
لاړل مشران لما اوس وایم وار زما دي
وائي چه صله رحم یو رکن د اسلام دي
حکم په مونږ کړي هغه پاك رب العلام دي
دا صله معلومه په نسب شي ښه کلام دي
ځکه دا بیان م دلته کړي نام په نام دي
لاړل مشران لمااوس وایم وار زما دي
بل حدیث وئیلئ هغه پاك خیرالبشر دي
دي په مرتبه کښ زیات له شمس و له قمر دي
تعلموا انسابکم حدیث ښه مقرر دي
ځکه دا بیان م په حدیث کښ محور دي
لاړل مشران له ما اوس وایم وار زما دي
هر څوك چه خپل اصل بدلوي هغهٔ بدان دي
کار دي د جاهلونه* پوهیږي نادانان دي
څو به چاته وایم کیوتلئ په زیان دي
د وئ چه ملامت هم په حدیث هم په قران دي
لاړل مشران له ما اوس وایم وار زما دي

اپنی اولاد کو اپنے نسب کا بتانا ضروری ہے
اسلاف کا یہ بیان اس طریقے ہوآیا ہے -
بیٹا ہو یا بھائی ہو چچا ہو یا چچازاد بھائی ہو
وہ اپنے نسب کا بیان کرے یہ بات ضروریات میں
سے ہے - ہمارے بزرگ چلے گئے اب میری باری ہے
کہتے ہیں کہ صلہ رحمی اسلام کا ایک رکن ہے
پاک رب العلام نے یہ حکم دیا ہے - یہ صلہ
رحمی نسب کے ذریعے معلوم ہوتی ہے اچھا بیان
ہے - اس لئے یہ نام بہ نام بیان میں نے بیان
دیا ہے - ہمارے آباء و اجداد چلے گئے اب میری
باری ہے - پاک خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کی
حدیث ہے جو سورج چاند سے بھی زیادہ ظاہر
ہے - "تعلّموا انسابکم" حدیث ہے -
اس لئے میرا یہ بیان حدیث میں معتبر ہے -
میرے بزرگ چلے گئے اب میری باری ہے - جو لوگ
اپنا اصل تبدیل کرتے ہیں وہ بہت برے ہیں -
یہ جاہل لوگوں کا کام ہے اور وہ بے وقوف ہیں
کب تک لوگوں کو بیان کروں گا نقصان میں ہیں -
اور حدیث و قرآن دونوں کی رو سے ملامت ہیں
ہمارے بزرگ چلے گئے اب میری باری ہے -

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید اور حدیث دونوں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ھے کہ خاتم الانبیاء جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خَلقاً و خُلقاً یعنی صورت و سیرت دونوں لحاظ سے بے مثل و بے نظیر اور سب مخلوقات پر فائق تھے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ھیں -

ما رأیت شیئاً قط احسن منہ (۱) یعنی میں نے آپ ھی کو ھر چیز سے بڑھ کر حسین پایا -

آپ کے شمائل پر مختلف زبانوں اور مختلف زمانوں میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ھیں - پشتو زبان کے اھلِ قلم حضرات نے بھی ھر دور میں اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ھے -

حضرت صاحبزادہ احمدؒی چونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے شیدائی تھے - انہوں نے آپ کو جو منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا ھے وہ آپ کے ساتھ ان کی والہانہ محبت و عقیدت کی واضح دلیل ھے -

صاحبزادہ احمدؒی کی کتاب " شمائل نبوی " کی خصوصیت یہ ھے کہ اس کی نظم نہایت عمدہ اختصار کے باوجود نہایت جامع اور مستند احادیث و روایات کا ایک بہترین مجموعہ ھے -

یہ کتاب انہوں نے ۱۲۲۶ ھ / ۱۸۱۱ء میں قلمبند کی ھے - اس کا ایک قلمی نسخہ سید محمد ایوب جان بنوری مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور کے کتب خانہ میں موجود ھے - جسے انہوں نے ۱۳۹۹ ھ / ۱۹۷۹ء میں فرنٹیر ایڈوکیٹ پریس پشاور سے چھپوایا ھے - اور اس کتاب کا دوسرا قلمی نسخہ مولوی محمد ایوب صاحب ساکن گڈیرو شریف مالاکنڈ ایجنسی کے پاس محفوظ ھے -

شمایل نبوی کی نظم کا نمونہ حسب ذیل ھے

تۂ ئې بادشاہ دکون مکان هم ئې په ذات عربي	آپ کون و مکان کے بادشاہ ھیں اور نسلاً عربی (ھیں)
زهٔ ادنٰی غلام د تهٔ اعلٰي نسبي	میں آپ اعلٰی نسب (ذات) کا ایک ادنٰی غلام ھوں

(۱) شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -

ځان که زهٔ شمارکړم ستا د سپو سره د بې ادبي
په غریبۍ سره قبول کهٔ دا غریب شـهٔ د نبي
لاف عشقش چه زنم ان قریشي من حبشي
لي حبیب عربي مدني قریشـــي

میں اگر تمہارے کتون کے ساتھ خود کو شمار
کرون تو یہ بے ادبی ہے اگر غریبی کے ساتھ
یہ غریب قبول ہوا اے نبی آپ کے عشق کی
کیا لاف مارون آپ قریشی اور میں حبشی ہون
میرا محبوب ہے جو عربی ۔مدنی (اور)
قریشی ہے ۔

عبرت نامه

عبرت نامه دراصل ایک قدیم کتاب "ابلیس نامه" کا منظوم ترجمه ہے ۔یه ایک اخلاقی اور تصوفی کتاب ہے ۔اور پند و نصیحت کی عجیب و غریب روایات کا ایک نادر مجموعه ہے ۔یه کتاب حضرت صاحبزادہ احمدؒ کی پشتو شعرو شاعری کا اولین نمونه ہے ۔ (۱) اور کچھ اوپر چارسو صفحات پر مشتمل ہے ۔کتاب چونکه ناقص الطرفین ہے اس لئے سن تالیف اور سن کتابت دونون معلوم نہین ہین ۔اس کا ایک قلمی نسخه ریکارڈ آفس پشاور کے کتب خانه مین محفوظ ہے ۔

کتاب کے آغاز مین مولف نے حمد خالق کائنات اور نعت سرور کائنات صلی اللّٰہ علیه وسلم کے بعد مناجات کا بیان کیا ہے ۔اور اس کے بعد چہار یاران کبار کی منقبت اور اہل السنت و الجماعت کے عقائد کا بالاختصار ذکر موجود ہے ۔عقائد اہل السنت والجماعت کے بعد اصل کتاب کا منظوم پشتو ترجمه شروع ہوتا ہے ۔اگرچه شعرگوئی کے میدان مین یه ان کی ابتدائی کوشش ہے تاہم اپنی خداداد اہلیت سے اس کو نظم کا ایسا رنگین اور جاذب نظر جامه پہنایا ہے که پڑھنے والا ہرگز داد دئیے بغیر نہین رہ سکتا ۔

صاحبزادہ احمدؒ نے دوسری زبان سے ترجمه کرنے کے باوجود اپنے کمال فن سے

---

(۱) عبرت نامه (قلمی) ص ۹۰ ـ ۹۲ ۔

اس کو نہایت دلچسپ اور دلآویز بنایا ہے اور جگہ جگہ تاریخی بیانات اور پند و نصائح کے مضامین شامل کرکے اس کی اہمیت اور افادیت میں مزید اضافہ کیا ہے ۔مثلاً کتاب کے دیباچہ میں خاموشی کی فضیلت اور فوائد کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

که بې ځائې زورکې آواز	اگر چکور بے جا آواز سے گریز کرتا
نه کولې په اغـــاز	تو شاہین کو خبر ہوتی
ترې خبر شاهین به نه وو	اور نہ باز اس کو چاہتا
نه ٔ د باز به ورته زړه ٔ وو	اگر اس کی اپنی زبان قابو میں ہوتی
که ئې خپله ژبه بند وې	یا کسی سے پند و نصیحت سیکھتا تو
یا ئې یاد له چانه پند وې	اس تکلیف سے مامون رہتا
له دې غم به په امان وه ٔ	اور نقصان سے محفوظ ہوتا
په امان به له نقصان وو ٔ	جس کی زبان قابو میں ہو
چه د چا ژبه په واك وي	وہ غم زدہ نہ ہوگا
بې له غم به ئې خوراك وي	اگر الزام سے نجات چاہتے ہو
که ئې ځان له بېغوره	تو زیادہ باتیں کرنے سے دریغ کرو
له کلام ژبــــه ژغوره	اگر تمہارا کلام شہد و قند کی طرح میٹھا ہو
ستا وېل که شهد و قند وي	تو (زیادہ) کلام نہ کرنا بہتر ہوگا
نه ٔ وېل به د په خوند وي	کلام کرنے سے خاموشی بہتر ہے
خاموشې تر بهترې ده	اور اسی میں جیت اور نجات ہے
دا خبره د برې ده	دوسرے تمام پرندے اپنی پرواز کرتے ہیں اور
نور مرغونه کل اننند که	طوطا اپنی زبان کی وجہ سے (کہ باتیں کرتا ہے) (پنجرے میں) قید ہے ۔
طوطا خپله ژبه بند که	

عبرت نامه مین جگه جگه تاریخی اهمیت کے اشارات بھی موجود ھین - جن سے صاحبزاده احمدؒی اور ان کے خاندان کے حالات معلوم کرنے مین کافی مدد ملتی ھے - مثال کے طور پر ایک جگه اپنے نام و القاب وطن و مسکن اور حسب و نسب کے بارے مین لکھتے ھین که -

محضه نوم که محما غواړې	اگر میرا اسم محضه چاهتے هو
په طلب ې لمن نغاړې	اور اس کی طلب کا اراده رکھتے هو
په عبیـدالله موسوم دې	عبیدالله (کے نام) سے موسوم هون
جانه پټ جانه معلوم دې	کسی کو معلوم هے اور کسی کو نامعلوم
عبدالله لقب محما دې	عبدالله میرا لقب هے
پرخبر اعلي ادني دې	اعلیٰ و ادنیٰ کو اس کی خبر هے
احمدي م هم لقب دې	احمدؔی بھی میرا لقب هے
چه دا نوم محما په لب دې	اور میرا یه نام زبان پر هے
خو مشهور زهٔ په میان گل یم	میان گل کے نام سے مشهور هون
چه د دې باغ اوس بلبل یم	اور مین اس باغ کا بلبل هون
پیښور وطن محما دې	پشاور میرا وطن هے
خمکني مسکن محما دې	جمکنی میری جائے سکونت هے
سره بن پوښتون خرکند یم	سڑه بن پٹھان هون
هسې نه چه پټ په کند یم	چھپا هوا نهین هون
بیا خښي یم سره بن کښې (۱)	پھر سڑه بن مین خشی خیل هون
دا خبره کرم په خوند کښې	یه بات مزے کی کرتا هون

(۱) عبرت نامه (قلمی) از صاحبزاده احمدی ص ۹۳ ریکارڈ آفس لائبریری پشاور -

اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے ضمن میں صاحبزادہ موصوف نے سرور کائنات حضرت محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے آباءو اجداد کے ایمان و نجات کا مسئلہ تفصیلاً بیان کیا اور دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے آباءو اجداد دین توحید پر قائم تھے لہٰذا نجات یافتہ ہیں - (۱)

لائق السّمعہ فی تحقیق الجُمُعہ

حضرت صاحبزادہ احمدؒی ایک جید اور محقق عالم تھے اور علوم ظاہری و باطنی دونوں میں ان کو درجہ کمال حاصل تھا - اپنے دور کے ایک اچھے اہل قلم اور صاحب تصانیف بزرگ تھے - ان کی تصانیف میں سے جو حوادث زمانہ سے محفوظ رہی ہیں ان میں سے "لائق السمعہ" کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے - اس لئے کہ صاحبزادہ موصوف نے اس میں جس علمی تحقیق کا مظاہرہ کیا ہے وہ ان کی وسعت مطالعہ، دقت نظری، تحقیقی نگاہ اور تبحر علمی کا آئینہ دار ہے -

مذکورہ کتاب احکامِ نمازِ جمعہ پر عربی زبان میں ایک مختصر مگر جامع اور مدلل رسالہ ہے - اور اس میں جمعہ کی فرضیت کو ثابت کیا گیا ہے -

صاحبزادہ احمدؒی فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار کی مجلس میں ہر وقت علماء و فضلاء کثیر تعداد میں جمع رہتے تھے - اور آپ اکثر اوقات احکام شریعت پر بحث و گفتگو کے دوران جمعہ کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ -

" ان الجمعۃ اشرف الایّام واکرم الاوقات والاعوام وصلواتھا عمدۃ الصلوٰۃ واھم العبادات والناس لِطَرَیانِ التوانی فی افعال الدین یعطّلونھا واستیلاء الغفلۃ علیھم فی امورالحق والیقین یُھْمِلونھا ویُحِیلونھا فی ترکھا بعد تحقّقِ اسبابھا ویعلّلونہ بفقد شرائطھا ولا یُمْعِنون النظر فی تفحص الدلائل ولا یُسلّطون الفکر

(۱) عبرت نامہ (قلمی) از صاحبزادہ احمدی ص ۷۵ - ۸۵

فی تحقیق المسائل فباقتضاء الحال یَحْتِم و علی ذمة همتنا ...

ان تسوقَ مضامیرَ العقول فی میدان التحقیق یناقَ الافکار فی مراحل التدقیق

وقدس اللّٰه سره العزیز کان فی صَدَد تلک النیة الجمیلة وتهیی ذٰلک الامر

الجمیل حتّٰی نادی منادی الکبریا نیداء ایتها النفس المطمئنة ارجعی الٰی

ربک راضیة مرضیة وبشره بشیر العزة ببشارة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

فاَجاب دعوة الداع بالتسلیم والرضاء وقال لبیک فی جواب ذٰلک النداء وسافر

بالقلب السلیم من دار نشاء بکمال السلیم الی دار البقاء" (١) -

آگے چل کر صاحبزادہ احمدؒی فرماتے ہین کہ احکام جمعہ پر تحقیق کرنا اور اس موضوع پر ایک کتاب مرتب کرنا میرے والد ماجد کی دلی آرزو تھی - مگر وصال کی وجہ سے آپ اپنی اس آرزو کو عملی جامہ نہ پہنا سکے - لہٰذا آپ کی وفات کے بعد میرے بڑے بھائی صاحبزادہ محمدؒی نے مجھے آپ کی اس تمنا کو پورا کرنے کی غرض سے احکام جمعہ پر ایک کتاب لکھنے کے لئے کہا -

جناتچہ ان کی تعمیل امر کے پیش نظر مین نے علماء قدیم و جدید کی کتابون کا مطالعہ شروع کیا اور نہایت جدوجہد کے بعد یہ رسالہ مرتب کیا - لکھتے ہین کہ -

ثم بعد مر الشهور والاعوام وکر الدهور

والایام قال اخی ومولای واستاذی وحرزی وملجای

عارف معارف العوارف سالک المسالک الشوارف صدر

اجل الشمائل وضیع اشرف الخصائل محرم اسرار

الملکوت صاعد مقامات اللاهوت عین اعیان الافاضل

مجموع جموع الفواضل حلال اشکال الغامضة النتائج

---

(١) لائق السمعه (قلمی) ورق ٢ -

فتاح اغلاق الصمة الفاهم اشراف الاقران
اکبر الاخوان مروج ملة الاحمدی الموسوم باسم
المحمدی سلمه اللّٰه تعالی واعزه وابقاه و
اوصله بفضله الجسیم الی غایة مناه بالتاکید
المؤید والتنبیه الشدید ان اراعی انصرام
مرکوز خاطره واقدم لله اتمام منوی ضمیر عاطره
وکنت ارجوا من انصرام هذا الامرالخطیر الفوز
بالسعادتین والوصول الی تحصیل الحسنتین
وهی الامر التعریضی من جناب المعظم والصریحی
من خدمة اخی المکرم ونعم ما قال مصرع چه خوش
بود که برآمد بیک کرشمه دو کار فقمت امتثالاً
لأمره الاعلی ودمت علی اطاعة حکمه المعلی عقدت
نطاق الانقیاد علی وسط همتی وشمرت عن ساق
الجد ببذل همتی صرفت برهة من الزمان فی الجهد
الوافی وبذلت نبذاً من العمر العزیز فی السعی
الکافی وجاءمنه ان یتروّح به روحه و فاز علینا
فیوضه وفتوحه تتصفحت الکتب من التفاسیر والفقه
والحدیث مطالعة النسخ القدیم والحدیث فکثیراً ما
اصبحت اللیالی بالنظر فی الاقوال وقفیت الایام فی
مراقبة الاحوال واطبقت الفقه بالحدیث والتفسیر

و حَذوتَ الفروع بالاصول فی التعبیر تتبعتہ

النصوص بعبارتھا وسیاقھا واقتبستہ من الاثار

بمتونھا وسیاقھا حتیّ انتخبتہ منھا ما وافق

المذھب الصحیح واصطفیتہ لاحقاق الحق

الصریح ولعمری کان للقوم رایا واحداً وللائمۃ الماضیۃ

افکاراً موحدۃ لکن لا یزالون مختلفین الا من رحم

اللّٰہ وکلھم کانوا مثابین رحمھم اللّٰہ کل منھم

الیٰ رای ذاھب وللناس فیما یعشقون مذاھب وَجَعَلتُہُ

ھذہ الرسالۃ مرتبۃ بنظر التحقیق والجھد وعون التوفیق

والنصر الحقیق ویمن الارشاد واستعانۃ الا مداد و

سمّیتہ "بلائق السّمعہ فی تحقیق الجمعۃ" [1] —

ابواب کتاب کی ترتیب حسب ذیل ھے -

کتاب - ایک مقدمہ - تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ھے -

اما المقدمۃ ففی وجہ تسمیۃ الجمعۃ بالجمعۃ باعتبار اللغۃ والنقل -

باب اول مین نماز جمعہ کے بارے مین احادیث نبوی کا بیان کیا گیا ھے -

---

(۱) لائق السّمعہ فی تحقیق الجُمعہ از صاحبزادہ احمدؒی (قلمی) ورق ۲ - ۳

صاحبزادہ احمدی کے اس بیان سے صاف ظاھر ھے کہ انھون نے یہ رسالہ نہایت عرق ریزی اور جُہدِ مسلسل کے بعد نہایت محققانہ انداز مین لکھا ھے -

اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ مین محفوظ ھے - جو کل ۱۰۶ صفحات پر مشتمل ھے اور ۱۲۰۳ھ/۱۷۸۸ء مین اس کی تالیف کی گئی ھے - (لائق السمعہ (قلمی) ورق ۵۳)

باب دوم میں نماز جمعہ کی فرضیت کا بیان ہے اور

باب سوم میں شرائط جمعہ کا بیان ہے۔

کتاب میں کل پندرہ فصل ہیں۔

فصل اول - فی الاقامة والذکورة والانوثة والصحة والحریة والبلوغ والعقل۔

فصل دوم - مصر (شہر) کا بیان

فصل سوم - فناء مصر کا بیان

فصل چہارم - سلطان کا بیان

فصل پنجم- وقت جمعہ کا بیان

فصل ششم - خطبہ کا بیان

فصل ہفتم - جماعت کا بیان

فصل ہشتم - اس شخص کا بیان جس پر جمعہ واجب نہیں۔

فصل نہم - فی من صلّی الظہر فی منزله وسعی الیہا

فصل دہم - فی من اُدرک الامام فی صلٰوة الجمعة

فصل یازدہم- فی خروج الامام الی المصلّی

فصل دوازدہم- اذان کا بیان

فصل سیزدہم- فی من لم یقدر علی السجود علی الارض من الزحام۔

فصل چہاردہم- متفرق امور کا بیان

فصل پانزدہم - آداب دعا کا بیان

خاتمه الکتاب۔

* * * *

آغاز کتاب یون فرمایا ھے

الحمد لِلّٰه الذی تَقَدَّسَتْ ذاتُہٗ من احاطة العقول والادراکات وَتَنَزَّهَتْ من افہام المدرکینَ واذھان المدرکاتِ بسبحوته بالعَشیّ والغَدَواتِ لطف اھلُ الارضِ فی الارض والسموات علیٰ السموات فَضَّلَ الانسان علیٰ سائر المخلوقات وأمرہٗ باداء الصلوٰة فی خمس الاوقات وجعل صلوٰته وسیلةً جزیلةَ النَّجاة فی یوم العرصات وَوَسِیلَةَ الارواح الذمائم والرذیلات کما قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ "اِنَّ الحسناتِ یذھبن السَّیِّاٰتَ وعطف صلواتُ النامیاتِ والتحیاتُ الزاکیاتِ علی رسوله ومقبوله محمداً سید السادات وافضل الکائنات وعلیٰ آله واصحابه المخصوصین باعلی الدرجات اما بعد فقال الملتجی الیٰ اللّٰه الغنی الفقیر عبد اللّٰه المعروف میان گل والاحمدی ۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ -

هفت کشور یا هفت پیکر

هفت کشور سات منظوم حکایات کا ایک بہترین مجموعه ھے - اس مین معرفت و عرفان کے مضامین ناصحانه اور واعظانه انداز مین بیان کئے گئے ھین - یه کتاب ساڑھے تین سو صفحات اور ساڑھے سات هزار ابیات پر مشتمل ھے - مگر چونکه ناقص الطرفین ھے اس لئے سن تالیف اور سن کتابت دونون معلوم نہین ھین -

هفت کشور اگر چه دوسری کتاب کا ترجمه ھے مگر اس مین صاحبزاده احمدی نے اپنے فن شاعری کا ایسا کمال کر دکھایا ھے که قطعاً ترجمه معلوم نہین هوتا ہے اس کے علاوه آپ نے جا بجا مناجات و غزلیات کی ایسی موزون پیوند کاری کی ھے که اس سے کتاب کی رنگینی اور دلچسپی مین اور بھی اضافه هوگیا ھے - بابائے پشتو اُدب جناب نصر اللّٰه خان نصر مرحوم اس کتاب پر تبصره کرتے هوئے لکھتے ھین که -

احمدي صاحبزاده دغه تولې قصې په | صاحبزاده احمدی نے ان تمام قصون کو شاعرانه

شاعرانه محاسنو او خوبو داسې رنګينې
او ښائسته کړيدي چه په لوستو ئې (۱)
لوستونکيي نکي بيخي نه مړيږي —

محاسن اور خوبیوں سے ایسا رنگین وآراستہ کیا ہے کہ
پڑھنے والا ان کے پڑھنے سے ہرگز سیر نہیں ہوتا۔

ایک غزل ملاحظہ ہو -

هر زمان وايم په تورو سترګو ستاګو
هيڅ دروغ به دا کښ نشته په رښتيا ګو
چه د نه وينم په مرګ هردم راضي يم
هر ساعت ستا په جفا او په وفا ګو
اثرناکې د هوسوله سترګو تورې
مخامخ څه هم دا رنګ پسه پيشي شا ګو
سرم زر حله درزار شه دنيا څه ده
بله نه ده په رښتيا ستا په صلاح ګو
چه د يار د خورو بنړو بوي چه راوړي
دا رنګ وايم په هغه باد صبا ګو

ہر وقت میں کہتا ہوں تیری سیاہ آنکھوں کی قسم
سچ ہے اس میں کچھ جھوٹ نہیں ہے -
جب تم کو نہیں دیکھتا تو ہر وقت موت پر راضی
ہوں -تیری وفا و جفا کی قسم -
تاثیر رکھنے والی چشم آہو رو برو کیا اس طرح
غیر موجودگی میں بھی میرا سر ہزار بار تجھ سے
فدا ہو - دنیا کیا چیز ہے - دوسری بات نہیں
سچ ہے تیرے دیدار کی قسم -
جو محبوب کے بکھرے ہوئے زلفوں کی خوشبو لائے
کہتا ہوں کہ اس باد صبا کی قسم

(۱) دیباچہ قصہ جہاندار شہزادہ مرتبہ نصراللّٰہ خان نصر دارالتصنیف جہانگیرپورہ پشاور - اپریل ۱۹۶۱ء - یہ کتاب "الف لیلیٰ" کے طرز پر لکھی گئی ہے اور اس کا ایک قلمی نسخہ پشتو کے مشہور شاعر شمشتی گل جمن (المتوفی ۱۳۴۹ھ/۱۹۲۹ء) کے بھتیجے فضل سبحان ساکن جمکنی کے پاس محفوظ ہے -پشتو زبان کے معروف ادیب ہمیش خلیل نے اس کتاب کی تمام غزلیات و مناجات کو ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء میں "ورکہ خزانہ" کے نام سے چھپوایا ہے -

بې له تا ځما خوك نشته مرم په غم كښې
كه باور د نه‌شي ستا په سر بيا بيا كو

بې له تا دمه د زړه م په چا نه شي
چه ليده نه شي اوس ستا په نرۍ ملاكو

چه د كل غنچه په باغ كښې ورته هيڅ ده
زما ياره هر ساعت ستا په خندا كو

چه په غم كښې لكه اور تودې په مخ ځي
په سيلاب د اوښيو وايم په ژړا كو
جمكنې په بيلتانهٔ ستا په ما اور شي
پكښې سوزم راته اوګوره په ستا ګـو

په دا هومره سوګند ونو چه م وكړه
رښتې دا چه ستا د سترګو په حياكو

بې له تا چه غريب بل غمخوار ئې نشته
(۱)
سل خبرې سر ئې يو په خپل مولا كو

تیرے سوا میرا کوئی نہین غم کے مارے مر رہا ہون
اگر یقین نہین تو بار بار تیرے سر کی قسم
تیرے سوائے کسی پر دل مطمئن نہین ہوتا
جو دکھائی نہین دیتی تیری نازک کمر کی قسم
باغ مین جس کے سامنے پھول کی کلی ہیچ ہے
میرے محبوب تیری مسکراہٹ کی قسم
غم کے وقت جو آگ کی طرح چہرے پر گرم بہتے ہین
اس آنسوون کے سیلاب اور رونے کی قسم
آپ کے ہجر مین موضع جمکنی میرے لئے آگ کے مانند
ہوجاتا ہے - مین اس مین جلتا ہون میری طرف
دیکھو تیری ذات کی قسم -
اتنی قسمین جومین نے کھائین
ان تمام (قسمون) کے بعد یہ کہ تیری آنکھون کی
حیا کی قسم -
آپ (محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم) کے سوا غریب
(میان گل) کاکوئی دوسرا غمخوار نہین ہے - سو باتین
اور مطلب ایک (یہ کہ) اپنے (مالک) و مولا جلّ شانہ
کی قسم -

---

(۱) ہفت کشور (قلمی) از صاحبزادہ احمدی ص ۴۲ - ۴۳ -

اس کتاب کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ انسان کو کائنات میں اس کی اہمیت کا احساس دلایا جائے ۔ جابجا خودی کی تلقین کی گئی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اگر انسان کو اپنے نفس کی معرفت حاصل ہوجائے اور اپنی مرضی خدا کی مرضی کا تابع بنائے تو خداوند تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوکر نظر کرم فرماتا ہے اس کی راہ کی تمام مشکلات رفع ہوجاتی ہیں ۔ حتّٰی کہ تمام کائنات اس کی تابع فرمان بن جاتی ہے اور اس طرح جب وہ دنیا کو چھوڑ کر خدا کی ذات کو اپنی زندگی کا مقصود بنا لیتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ شاہانِ زمانہ کو اس کا دست نگر بنا کر اس کی قدم بوسی پر آمادہ کر دیتا ہے

حضرت صاحبزادہ احمدؒ نے اس کتاب میں یہ تاکید کی ہے کہ انسان جہدِ مسلسل کے ذریعے بالآخر اپنے نصب العین میں کامیاب ہوجاتا ہے ۔ مقصد حیات کے حصول کی راہ میں رکاوٹیں ضرور پیش آتی ہیں لیکن مردانہ وار مقابلہ کرکے ان کو اپنے راستے سے ہٹایا جاسکتا ہے ۔ دنیا میں بعض کام بظاہر ناممکن نظر آتے ہیں لیکن اگر انسان ہمت و استقلال کا دامن تھامے رکھے تو بالآخر وہ ناممکن کام بھی ممکن ہوجاتے ہیں ۔ قصہ" شہزادہ جہاندارشاہ " میں ایک بادشاہ شہزادہ جہاندارشاہ کو اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دینے کے لئے یہ شرط لگاتا ہے کہ ۔

چه د نه" لیدلو څیز کړه نه" ښکاره	ایسی چیز دکھا دو جو دیکھنے کی نه هو
چه تمام عالم یې وکه ننـــــداره	اور تمام لوگ اس کا نظارہ دیکھیں ۔
چه د نه" لیدلو حال وي زه" یې واوړم	نه دیکھنے کا حال هو اور میں سن لوں
په هغه ساعت بل څه له خلق نه اورم	اور اس وقت لوگوں سے دوسری چیز نه سنوں

یہ شرط بظاہر بہت مشکل بلکہ ناممکن تھی مگر شہزادہ مذکور نے کمر ہمت باندھ لی اور آخر کار (۱) اس بظاہر ناممکن بات کو ممکن بنا کر اپنے مقصد کے حصول میں کامیابی حاصل کی ۔

صاحبزادہ احمدی نے اس کتاب میں جابجا پٹھانوں کے معاشرہ کے مختلف پہلوؤں

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۔ ہفت کشور (قلمی) ص ۱۰۶ ۔ ۱۳۱ ۔

کی بڑی خوبصورت انداز مین عکاسی کی ہے -

حضرت صاحبزادہ احمدی نے مختلف پیرایون مین پند و نصیحت کے جو مضامین دئیے ہین وہ ان کے کلام مین جابجا جواہر پارون کی شکل مین موجود ہین -ایک جگہ عقل و عشق کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہین -

عقل	عشق
عقل راته وايئ چه اوس ترک د مينې کار کړه	عشق دا رنګ وايئ ته' په مينه زړه' ګلزار کړه
عقل راته وايئ چه د مينې بدنامي ده	عشق دا رنګ وايئ چه په مينه ځان سنګار کړه
عقل راته وايئ په عالم به شرمنده شې	عشق دا رنګ وايئ ته' سر اوس دا د ستار کړه
عقل راته وايئ په عالم بسه مسخره شې	عشق دا رنګ وايئ ته ترې غاړې له جوړ هار کړه
عقل راته وايئ جماعت کښې مدام اوسه	عشق دا رنګ وايئ ديوالونه ئې هوار کهډ کړه
عقل راته وايئ عبادت کښې ثواب ډير دي	عشق دا رنګ وايئ شراب څکه بنه ځان خمار کړه
عقل راته وايئ كار د دين كه چه ديندار شې	عشق دا رنګ وايئ له دې کاره ځان اوزګار کړه
عقل راته وايئ د ملايانو مجلس بنه دي	عشق دا رنګ وايئ ته' له دې نه ځان بيزار کړه
عقل راته وايئ علم زده کړې چه ملا شې	عشق دا رنګ وايئ له دې زده کړې ځان اوزګار کړه
عقل راته وايئ علم زهد د واړه بنه' دي	عشق دا رنګ وايئ ته' د مينې زده ګفتار کړه
عقل راته وايئ علم بنكل زده كړه چه بنه' شې	عشق دا رنګ وايئ قلم مات کاغذ ګزار کړه
عقل راته وايئ مصلي باندې پاس کښينه	عشق دا رنګ وايئ ته' ئې خيرې تار په تار کړه
عقل راته وايئ مونځ روژه کوه چه بنه' شې	عشق دا رنګ وايئ ته' په مينه ځان بيمار کړه
عقل راته وايئ ځه په کوټ د خلوت کښينه	عشق دا رنګ وايئ سر په مينه کښې بيدار کړه

عقل راته وائي ځه مسجد له وعظ اوره
عشق دا رنګ وائي چه په یار پسې کوکار کړه

عقل راته وائي ځان ساته له تهمتونو
عشق دا رنګ وائي د تهمت ځان خریدار کړه

عقل راته وائي عبادت پښې زر پاسه
عشق دا رنګ وائي صبر بنه دي ځه خووار کړه

عقل راته وائي مه کړه مینه چه تهمت دي
عشق دا رنګ وائي ځان له عقله توبه ګار کړه

عقل راته وائي مینه درسته لیونتوب دي
عشق دا رنګ وائي لیونتوب ځان له اختیار کړه

عقل راته وائي مینې درست عالم رسوا کړ
عشق دا رنګ وائي چه ته زده هم داویار کړه

عقل راته وائي مینه بده بدبوئي ده
عشق دا رنګ وائي ځان ددې دوکان عطار کړه

عقل راته وائي هیڅ فائده مینه کښ نشته
عشق دا رنګ وائي ګریوان خپل برې ګاري وار کړه

عقل راته وائي رنګ دې زیړ شي چه زوریږي
عشق دا رنګ وائي جاري اوښکې په رخسار کړه

عقل راته وائي ناري مه وهه په زوره
عشق دا رنګ وائي د بلبلې په دود چغار کړه

عقل راته وائي سر سر توري پیاده مه ګرزه
عشق دا رنګ وائي په بنړو جارو دا لار کړه

عقل راته وائي حکم دار شه ته د خلقو
عشق دا رنګ وائي ځان د مینې خدمتګار کړه

عقل راته وائي مینه پریږده لیونې شوې
عشق دا رنګ وائي همیشه د مینې کار کړه

عقل راته وائي خوشحالي کوه هوس که
عشق دا رنګ وائي هوس لاندې تر پیزار کړه

عقل راته وائي ته د یار په رضا مه ځه
عشق دا رنګ وائي مینه بوزې له مهار کړه

عقل راته وائي د زړه زخم دې تکور کړه
عشق دا رنګ وائي مالګه دوړه په پرهار کړه

عقل راته وائي مدام مه ځه د یار درله
عشق دا رنګ وائي ځان ئې نقش د دیوار کړه

عقل راته وائي مخ کړه پټ کناره اوسه
عشق دا رنګ وائي ته د ښکلي مخ دیدار کړه

عقل راته وائي د نااهلو کناره شه
عشق دا رنګ وائي د ربار ته پیر مدار کړه

عقل راته وايئ د نا اهلو خوئ ته' پرېږده — عشق دا رنګ وايئ شپه او ورځې ته' دا کارکړه

عقل راته وايئ د پلار نوم د هبته کړه — عشق دا رنګ وايئ د مئينو ځان سالارکړه

عقل راته وايئ عاشقي په زړه' پرهرز دي — عشق دا رنګ وايئ تې رفو پــه نري تار کړه

عقل راته وايئ مور او پــلار د شرمنده کړه — عشق دا رنګ وايئ ځان مجنون لیلیٰ و نهارکړه

عقل راته وايئ ته' په يار پسې مه' ګرزه — عشق دا رنګ وايئ تله' راتله' پسې بسيارکړه

عقل راته وايئ يار د خاوړي د لحد شه' — عشق دا رنګ وايئ ځان فقير ئې په مزار کړه

عقل راته وايئ هديره د د يار ملك شو — عشق دا رنګ وايئ ته' وطن دغه د يار کړه

عقل راته وايئ هيڅ فائده مينه کښې نشته — عشق دا رنګ وايئ ځان د مينې خدمتګارکړه

خوله' د وايم بند کړه پس‌له دي واوړه غريبــه

(۱)

مرګ چه نن صبا دي پس‌د دي نه استغفارکړه

زین النساء

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ نرینہ اولاد میں سے آپ کے صرف دو صاحبزادے تھے یعنی حضرت صاحبزادہ محمدیؒ اورحضرت صاحبزادہ احمدیؒ ۔صاحبزادیوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے ۔اب تک صرف ایک صاحبزادی یعنی"زین النساء" کا نام معلوم ہو سکا ہے ۔

موصوفہ نہایت پاکدامن اور زاہد عابدہ خاتون تھیں اور اپنے دیگر افراد خاندان کی طرح وہ بھی مذہبی اور علمی خدمات میں برابر کی شریک رہیں ۔اور کاتبوں سے قرآن کریم کے نسخے لکھوا کر فی سبیل اللہ وقف کر دیتیں ۔

راقم الحروف کو قرآن کریم کا ایک قلمی نسخہ ملا ہے جس کے آخر میں حسب ذیل عبارت قلمبند کیا گیا ہے ۔

---

(۱) ماخوذ از هفت کشور (قلمی) ۔

"این قرآن مجید و فرقان حمید رابعہ ثانی خدیجۃ درانی زین النساء

بنتہ عمدۃ المتورعین قطب الاقطاب غوث زمان حضرت میان صاحب چمکنیؒ

حسبۃً للہ وقف کردہ ۱۲۳۱ھ"

اس عبارت سے اگر ایک طرف ان کی عظمت پر روشنی پڑتی ھے تو دوسری طرف اس بات کا ثبوت ملتا ھے کہ زین النساء ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۵ء تک زندہ تھین اور اپنی خاندانی روایات کے مطابق دینی خدمات مین سرگرم عمل رھین(۱) - واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب -

---

(۱) حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی نرینہ اولاد - ایک تحقیق

متأخرین تذکرہ نگارون نے آپ کی نرینہ اولاد کے بارے مین اختلاف کیا ھے - نصراللہ خان نصر - عبدالرؤف نوشہروی اور ھمیش خلیل نے اپنی کتابون مین محمدی - عبداللہ اور میان گل تین صاحبزادون کے نام گنائے ھین - (سلسلہ اولیاء سرحد د چمکنو میان صاحب از نصراللہ خان نصر (میان صاحب چمکنی) ص ۱۲ طبع پشاور مئی ۱۹۵۱ھ و بحرالانوار از عبدالرؤف نوشہروی ص ۲۱۲ طبع پشاور ۱۳۸۲ھ - ورکہ خزانہ مرتبہ ھمیش خلیل حصہ دوم ص ۲۷۸ طبع پشاور ۱۹۶۰ء) عبدالحلیم اثر صاحب ایک جگہ تو آپ کے دو بیٹون کی تعداد بیان کرتے ھین (روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۷۸۳ اشاعت اول طبع پشاور ۱۹۶۵ء) مگر دوسری جگہ صاحبزادہ عبداللہ کو منجھلا بیٹا بتاتے ھین (تیوھیر شاعران از عبدالحلیم اثر ص ۱۳۷ اشاعت اول طبع پشاور ۱۹۶۳ء) جس سے اس حقیقت کی غمازی ھوتی ھے کہ مؤلف موصوف حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے صاحبزادون کی تعداد کے بارے مین شک اور تذبذب کے شکار ھین -

حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے صاحبزادون کی تعداد کے بارے مین اختلاف کے دو[۲] وجوھات ھین -

(۱) سب سے بڑی وجہ یہ ھے کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے احمدی گل نامون سے مشہور

= تھے اور شعر مین بھی ایک سے زیادہ تخلص استعمال کرتے تھے ۔

(۲) دوسری وجہ بعض لوگون کے زبانی بیانات ھین جنھون نے غلطی سے حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے بھتیجون کو بھی میان صاحب کی اولاد مین شمار کیا ھے ۔

صاحبزادہ احمدی اپنے والد بزرگوار کی وفات کے ۳۳ برس بعد اپنا شجرہ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ھین کہ ۔

زہٴ یمه میانگل مشر له ما محمدي وو	مین میان گل ھون اور مجھ سے بڑا محمدی تھا
پلار زمونږ حضرت محمدعمرنقشبندي وو	(اور) ھمارے والد صاحب محمدعمر نقشبندی تھے

(شجرہٴ نسب از صاحبزادہ احمدی (قلمی) ۱۲۲۳ھ)

اس شعر مین صاحبزادہ احمدی نے صرف اپنے ایک بڑے بھائی محمدی کا ذکر کیا ھے ۔جو اس وقت وفات پا چکے تھے اور چونکہ یہ بیان آپ نے اپنے والد کی وفات کے بعد دیا ھے اس لئے یہ اس بات کی قطعی دلیل ھے کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے صرف دو صاحبزادے تھے ۔

حضرت میان صاحب چمکنی اپنے صاحبزادون کی تعداد اور اسماء کے بارے مین فرماتے ھین کہ ۔

۱۱۸۳ھ

فی ایام تاریخ غققج لی ابنان اسمهما محمدی و احمدی (شمس الهدیٰ (قلمی) از میان صاحب چمکنی ص ۳۲ ۔ ۱۱۸۳ھ) ۔

اسی طرح تمهیدہٴ اللآلی مین بھی آپ نے یہی دو نام بتائے ھین ۔(دیباچہٴ اللآلی علی نهج قوافی الامالی) ۔

حضرت میان صاحب چمکنی اپنی کتاب توضیح المعانی مین اپنے صاحبزادون کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ھین کہ

نورالعین محمدي مشر فرزند	نورالعین محمدی بڑا بیٹا ہے
وریسې عبید الله دي ارجمند	اور اس کے بعد (فرزند) ارجمند عبیداللہ ھے

په میان گل سره مشهور په هر دیار	هر ملک میں میاں گل کے نام سے مشہور ہے
راغئ کیناست ونیو د ه' خما کنا ر	آگیا اور میرے پہلو میں بیٹھ گیا

(توضیح المعانی (قلمی) ازمیان صاحب چمکنی ص ۷)

یہاں آپ نے احمدی کی جگہ عبداللّٰہ کا ذکر کیا ہے جو میاں گل کے نام سے مشہور تھے -اس بیان سے ذہن میں الجھن پیدا ہوسکتی ہے مگر اس کی وضاحت کے لئے صاحبزادہ احمدی کا اپنا بیان موجود ہے -وہ لکھتے ہیں کہ :

محضه نوم که خما غواړې	اگر میرا اسم محضہ (معلوم کرنا) چاہتے ہو
په طلب ې لمن نخاړې	اور اس کی طلب کا ارادہ ہے
په عبید الله موسوم دې	عبداللّٰہ کے نام سے موسوم ہوں
چانه پټ چانه معلوم دې	کسی سے پوشیدہ اور کسی کو معلوم ہے
عبد الله لقب خما دې	عبداللّٰہ بھی میرا لقب ہے
پر خبر اعلی ادنی دې	جس کی اعلی و ادنٰی کو خبر ہے
احمدي م هم لقب دې	احمدیؒ بھی میرا لقب ہے
چه دا نوم خما په لب دې	یہ نام جو میری زبان پر ہے
خو مشهور زه' په میان گل یم	لیکن میاں گل کے نام سے مشہور ہوں
چه د د باغ اوس بلبل یم	اور جو اب اس باغ (نقشبند یا باغ پشاور) کا بلبل ہوں -

(عبرت نامہ (قلمی) از میان صاحبزادہ احمدی ص ۶۳ -ریکارڈ آفس لائبریری پشاور

ایضاً ملاحظہ ہو لائق السمعہ فی تحقیق الجمعۃ از صاحبزادہ احمدی (قلمی) ۱۲۰۳ھ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور - مقاصد الفقہ از صاحبزادہ محمدی (قلمی) ص۸ -۹ کتب خانہ پشتواکیڈیمی پشاور یونیورسٹی - برہان الاصول از صاحبزادہ محمدی (قلمی) ص ۲ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور -

****

مسجد صاحبزادگان

باب یازدہم

مشاہیر خلفاء و مریدین

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے خلفاء و مریدین اور معتقدین و متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے ان میں سے جن حضرات کے حالات مجھے دستیاب ہوئے ہیں ان میں سے چند مشاہیر مریدین کے احوال مندرجہ ذیل ہیں ۔

احمد پشاوری

احمد پشاور کے رہنے والے تھے اور رنگریزی کا کاروبار کرتے تھے ۔نہایت زاھد و عابد اور پرہیزگار آدمی تھے اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے فیض یافتہ مرید تھے ۔مولانا دادین ان کی ریاضت و عبادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

چہ احمد د پیښور پو ښه رنګریز وو	احمد شہر پشاور کے ایک اچھے رنگریز تھے
پرهیزګاره تقوی داره سحرخیز وو (۱)	وہ پرہیزگار ، متقی اور سحرخیز (آدمی) تھے

ایک اور معاصر عالم ان کے اخلاق و عادات اور طاعات و عبادات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

حق شناس شیرین گفتار زاهد شب خیز	حق شناس ۔شیرین گفتار ۔زاھد و شب خیز
دی ناقل د د کلام احمد رنګریز (۲)	احمد نامی رنگریز اس کلام کو نقل کرنے والے ہیں

احمد کا بیان ہے کہ ابتداء میں جبکہ مسجد کلاں چمکنی کی تعمیر نہیں ہوئی تھی تو حضرت میاں صاحب چمکنیؒ نمازِ جمعہ کے لئے مسجد خواجہ معروف واقع گنج (پشاور شہر) میں

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۰

(۲) مناقب از مولانا مسعودگل ص ۷

تشریف لایا کرتے تھے - اور جمعہ کے دن آپ سے فیض حاصل کرنے کی خاطر بے شمار لوگ وہاں جمع ہوکر آپ کی آمد کا بے تابانہ انتظار کرتے تھے -

منتظر به وو عالم د دهٔ جمال ته
لکه گوري روژتي د عید هلال ته (١)

تمام لوگ آپ کے جلال کے (اس طرح) منتظر رہتے (جیسا کہ) روزہ دار عید کے ہلال کو (نہایت شوق کے ساتھ) دیکھتا ہے -

احمد مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حسبِ عادت نمازِ جمعہ کے بعد حضرت میاں صاحب جھکنیؒ واپس جا رہے تھے آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کے لئے میں بھی آپ کے ساتھ چل دیا - لکھتے ہیں -

یوه ورځې په عادت مالوف سره
راروان شهٔ دې د خداې په یاد کره
ما و زهٔ هم ورسره یو څو قدم
لاړ شم واخلم سعادت له پاک دم
راروان زهٔ ورپسې لکه سایه شوم
د سایې پاکې د دهٔ زهٔ همسایه شوم
ولې سترګې م د دهٔ له ښهٔ جمال
مریدلې ې نه له جمال باکمال
له دیدن ې هرګز نه مریدم
له فرقت ې په زړهٔ ډیر کړیدم (٢)

ایک دن حسب عادت
یہ خدا کا بہت ذکر کرنے والا روانہ ہوا
میں نے (دل میں کہا) کہ میں آپ کے ہمراہ
چند قدم اٹھاؤں اور آپ کے وجود سے سعادت حاصل
کروں میں سایہ کی طرح آپ کے ساتھ روانہ ہوا
اور آپ کے سایہ پاک کا ہمراہی ہوا
مگر آپ کے جمال باکمال سے
آنکھیں سیر نہیں ہوتی تھیں - اور
آپ کے دیدار سے ہر گز سیر نہیں ہوتا تھا
اور آپ کی جدائی سے بہت رنجیدہ خاطر ہوتا تھا

(١) مناقب از مولانا دادین ورق ٣٠ - ٣١ و ٤٩ - ایضاً ملاحظہ ہو مناقب از مسعودگل ص ٧ - ٨

(٢) مناقب از مولانا دادین ورق ٣٠ - ٣١ - مناقب از مولانا مسعودگل ص ٧ - ٨

احمد موصوف کہتے ہیں کہ دوران سفر آپ کی کرامت و تصوف کے عجیب و غریب مناظر دیکھنے میں آئے جس کے بعد آپ کے کمال ولایت پر میرا اعتقاد اور بھی مستحکم ہوگیا ۔ اس سفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

کرامتم د یقین په خاطر زیاد شه	آپ کی کرامت (دیکھ کر) دل میں یقین و اطمینان
چه تر غره ئحما مضبوط پر اعتقاد شه	اور زیادہ ہوا اور پہاڑ کے مانند میرا اعتقاد مضبوط
نور هاله م په ارشاد زړه مشرق کړ	ہوگیا ۔ بعد ازاں آپ کے ارشاد سے دل مشرف کیا
ارادت مې زړه تلقین د ده کشف کړ	اور آپ کی ارادت دل میں جم کر رہ گئی ۔
په ارشاد ې مشرف کړ ځما زړه	(جب) ارشاد و تلقین سے میرا دل منور کیا
په احیا پالنه وشوله د مړه	تو مُردے کی جان میں جان آگئی
منقلب زړه م شي پورته ود راوو	میرے قلب منقلب کو بالکل راست کیا اور (اس کے بعد
زړه م سر په ذکر ننه خوځاوو (۱)	میرا دل ذکر الٰہی میں مصروف ہوکر اندر ہلانے لگا ۔

احمد شاہ درانی رحمۃ اللہ علیہ
(المتوفی ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء)

احمد شاہ درانیؒ اپنے دور کے بڑے نکتہ سنج عارف اور زاہد و عابد صوفی بادشاہ گزرے ہیں ۔ (۲) آپ کا اصلی نام احمد خان تھا مگر افغان لوگ عقیدت و احترام کے باعث ان کو احمد شاہ باباؒ کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔

آپ قوم افغان کے مشہور قبیلہ ابدالی کی سدوزئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے ۔ ۱۱۳۵ھ میں ہرات میں پیدا ہوئے ۔ والد بزرگوار کا نام زمان خان تھا ۔ قندھار کے ابدالی قبیلہ کے رئیس تھے

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۱ ۔

(۲) مثنوی پس چہ باید کرد از علامہ اقبال طبع چہارم ۱۹۵۸ء ص ۳۴ ۔

اور عرصہ دراز تک ہرات کے حکمران رہے ۔

زمان خان کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا ذوالفقار خان ۱۱۳۶ھ ۔ ۱۷۲۳ء میں ہرات کا حاکم مقرر ہوا اور ۱۱۳۸ھ ۔ ۱۷۲۵ء کے حدود میں فراہ کی حکومت سنبھال لی ۔ ۱۱۳۹ھ ۔ ۱۷۲۶ء میں نادرشاہ افشار نے ہرات پر لشکر کشی کا آغاز کیا اور ۱۱۴۱ھ ۔ ۱۷۲۸ء تک یہ مہم جاری رہی ۔ ۱۱۴۲ھ ۔ ۱۷۲۹ء میں ذوالفقار خان فراہ سے ہرات واپس آیا ۔ ۱۱۴۳ھ ۔ ۱۷۳۰ء کے اواخر میں نادرشاہ نے ہرات کو فتح کیا اور ذوالفقار خان اور اس کے دس سالہ بھائی احمدخان کو گرفتار کرکے قید کر لیا ۔ ۱۱۵۰ھ ۔ ۱۷۳۷ء میں جب نادرشاہ نے قندھار پر قبضہ جمایا تو ذوالفقار خان اور اس کے بھائی احمد خان کو رہا کرکے مازندران بھیج دیا ۔ ۱۱۵۴ھ ۔ ۱۷۴۱ء تک دونوں وہیں پر مقیم رہے ۱۱۵۱-۵۲ھ ۔ ۱۷۳۸-۳۹ء میں ہند پر لشکرکشی کے بعد جب نادرشاہ واپس آیا تو احمد خان نے مازندران سے آکر اس کی خدمت میں حاضری دی اور بادشاہ نے ان کو اپنے افغان افسرون کی جماعت میں شامل کر لیا ۔

احمدخان نے اپنی ذاتی قابلیت ، خوش اخلاقی اور خاندانی شہرت کی بناء پر بہت ترقی کرلی اور بہت جلد نادرشاہ کے نہایت معتمد افسرون میں ان کا شمار ہونے لگا ۔ سفر و حضر دونون میں اس کے ہمراہ رہے اور جب اس کو خبوشان میں قتل کر دیا گیا تو اس موقعہ پر بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا اور اپنے افغان اور ازبک دستون کی مدد سے نادرشاہ کے حرم کو لوٹ مار سے بچا لیا ۔ اس خدمت کے عوض نادرشاہ کی ملکہ نے احمدخان کو بڑے بڑے انعامات و اکرامات سے نوازا اور مشہور و معروف ہیرا " کوہ نور " اس کے سپرد کر دیا ۔

نادرشاہ کے قتل کے بعد احمدخان اپنا لشکر لے کر ہرات کے راستے پایۂ تخت

قندھار روانہ ہوئے اور رجب ۱۱۶۰ھ - ۱۷۴۷ء کو قندھار آئے - یہاں پہنچ کر افغان سرداروں کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں بادشاہ کے انتخاب پر گفتگو ہوئی مگر کافی بحث و تمحیص اور لے دے کے بعد جب کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تو صابر شاہ نامی درویش کی تحریک پر ۲۵ سالہ نوجوان احمدخان قندھار کے تخت سلطنت پر متمکن ہوئے (۱) - انہوں نے اپنے قبیلے " ابدالی " کا نام بدل کر " درانی " رکھا اور خود " دُرِّ دُرّان " لقب اختیار کیا - اپنے تدبر و لیاقت سے چھوٹے چھوٹے منتشر ٹکڑوں کو مربوط کرکے ایک آزاد حکومت کی بنیاد ڈال دی اور اس کا نام " افغانستان " رکھا (۲) -

احمدشاہ درانیؒ نہایت شجاع اور شمشیر زن مرد میدان تھے - ان کی ساری زندگی کفار اور اسلام دشمن قوتوں کے خلاف مہمات میں گزری - تخت نشینی کے بعد نو بار ہندوستان پر لشکرکشی کی - ۱۱۶۱ھ - ۱۷۴۸ء میں کابل ، پشاور ، سندھ اور ملتان پر قبضہ کیا - ۱۱۶۳ھ - ۱۷۴۹ء میں ہرات ، بلوچستان ، بلخ اور بدخشان کو زیر نگین کیا - ۱۱۶۵ھ - ۱۷۵۱ء میں کشمیر کو فتح کیا اور پنجاب کو قطعی طور پر اپنی

---

(۱) یہاں تک حالات اخبار ھیواد کابل ۲۳-۱-۷۶ تا ۲۲-۲-۷۶ بحوالہ احمدشاہی تاریخ تالیف محمود الحسینی منشی دربار احمدشاہ درانی سے ملخصاً ماخوذ ہیں -

(۲) تواریخ حافظ رحمت خانی اردو ترجمہ ازروشن خان ۱۹۷۶ء ص ۳۳۳ -

مولفین لکھتے ہیں کہ اپنے قبیلے کا نام تبدیل کرنا ، " دُرّ دران " لقب اختیار کرنا اور اپنی سلطنت کا نام افغانستان رکھنا - یہ تینوں بنیادی کام احمدشاہ درانی نے حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی تجویز و مشورہ کے مطابق اختیار کئے تھے -

(تواریخ حافظ رحمت خانی ص ۳۳۳ بحوالہ احمدشاہ از گنڈا سنگھ ص ۲۸ - تنگیالی پشتانہ ص ۱۲۹ - ۱۳۰ اولیاء کرام ص ۱۰۷) -

سلطنت مین شامل کرلیا - ۶۸-۱۱۶۷ھ - ۵۴-۱۷۵۳ء مین خراسان پر قبضہ جمایا -
۱۱۷۰ھ - ۱۷۵۶ء مین هندوستان پر لشکرکشی کرکے پایۂ تخت دهلی پر اپنا پرچم لهرایا
۷۳-۱۱۷۴ھ - ۶۰-۱۷۵۹ء مین پانی پت کے میدان مین مرهٹون کا قلع قمع کیا - ۷۷-
۱۱۷۵ھ - مین پنجاب اور کشمیر مین سکهون کی بغاوت کو فرو کیا یہان تک کہ ۱۱۸۱ھ -
۱۷۶۷ء تک اپنی سلطنت کو دریائے جیحون سے لے کر بحر عرب تک وسیع کردیا (۱) -

جہان تک احمدشاہ درانیؒ کے حالات زندگی ، جنگی مہمات اور سیاسی کارهائے
نمایان کا تعلق ہے اس پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور ایک عادل فرمانروا ، ایک جنگ
آزما مجاهد ، ایک دوراندیش سیاستدان ، ایک عظیم مدبّر اور کامل مرد مومن کے لحاظ سے
ان کی عظمت کی نمایان دلیل یہ ہے کہ ۱۱۶۰ھ مین نہایت بے سرو سامانی کی حالت مین
تخت نشین هوئے - مگر پانچ چھ سال کی قلیل مدت مین مشہد مقدس سے لے کر دهلی تک
تمام مخالف قوتون کو زیر کرکے اپنی بالا دستی کا لوها منوا لیا - ان تمام کارنامون کی
تفصیلات مین جانا همارے دائرۂ موضوع سے خارج ہے البتہ هم یہان اپنے موضوع کی مناسبت
سے صرف ان کی خدا ترسی ، علم دوستی ، تصوف کے ساتھ لگاؤ اور علماء و بزرگان دین
کے ساتھ عقیدت و محبت کا مختصر حال بیان کر دین گے -

آپ ایک نیک رائے ، پاک نفس ، سلوک و طریقت کی طرف مائل اور بزرگان دین
کے قدردان انسان تھے - صابرشاہ مجذوب کے ساتھ ان کی گہری عقیدت اور قریبی تعلق
اظہر من الشمس ہے احمدشاہ درانی کے درباری منشی محمود الحسینی کا بیان ہے کہ
جب قندهار کے قومی جرگہ مین احمدشاہ کا نام بادشاهت کے لئے پیش هوا تو احمدشاہ
درانی نے یہ کہہ کر بادشاهت سے انکار کر دیا کہ

---

(۱) دائرۃ المعارف آریانا ج ۲ (پشتو) مقالہ از عبداللہ هروی ۱۳۳۲ھ -

" مین نہین چاہتا کہ دنیاوی کامون مین مصروف ہو جاؤن ۔ مین چاہتا ہون کہ دنیاوی علائق سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرون " مگر بعد مین جب صابر شاہ درویش نے ان کو بادشاہت قبول کرنے کی ہدایت کی تو احمدشاہ درانیؒ یہ ذمہ داری قبول کرنے کے لئے رضامند ہوگئے ۔(۱)

احمدشاہ درانیؒ ایک اچھے عالم اور صوفی منش آدمی تھے اور خداجوئی کا سچا ذوق رکھتے تھے ۔ گوشہ تنہائی مین اکثر خدا کی درگاہ مین ہاتھ اٹھائے ہوئے زبان پر یہ کلمات جاری رہتے تھے کہ :

" اے اللہ مین اپنے گناہ سے شرمندہ ہون اور تجھی سے التماس کرتا ہون کہ تری درگاہ پر آکر تیری رحمت سے کوئی مایوس نہین گیا ۔ اے خدا تیری رحمت کی کوئی حد نہین اور میرے گناہ بے پایان ہین ۔ اپنے عمل پر اعتماد نہین ۔ کلمہ طیبہ کا سہارا لیتا ہون ۔ اپنے گناہون پر نظر پڑتی ہے تو کہتا ہون کہ کاش مین خس و خاشاک ہوتا ۔ اے اللہ میری سرشت گناہون اور خواہشات نفسانی مین آلودہ ہے ۔ ہزار کوشش کرون شیطان سے نجات نہین ملتی ۔ اگر دل کو برائی سے بچانا ممکن ہو تو بھی آنکھون کو بچانا ممکن نہین ہے ۔ (پھر اپنی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہین) اے احمد ! خدا ہی سے مدد مانگو اور دولت و جاہ پر بھروسہ نہ کر " ۔(۲)

---

(۱) اخبار ہیواد کابل ۴۷+۱-۱۳ بحوالہ احمدشاہی تاریخ از محمود الحسینی (قلمی) ورق ۲۲ ، ۲۳ ۔

(۲) اصل عبارت یہ ہے ۔

زہ زاري کوم الله | شرمنده یم پــــر گناه
نا امید سنا له رحمته | تللې نه دې له درګاه

آپ اپنا بیشتر وقت اپنے درباری علماء کے ساتھ دینی مسائل پر گفتگو اور بحث و تمحیص میں گزارا کرتے تھے ۔ (۱) دربار میں شیخ الاسلام قاضی ادریس خان ، قاضی فیض اللہ خان ، ملا گل محمد ، ملا شریف ، ملا عبدالغفار اور مرزا عبداللہ خان وغیرہ جیسے کئی عالم و فاضل حضرات ہر وقت موجود رہتے تھے ۔

مشہور انگریز مورخ الفنسٹن ، احمدشاہ درانی کے دینی رجحانات کی شاہدی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

> Ahmad Shah had a religious bent of mind and was fond of the society of learned and holy men. He treated the Mullas and darveshes with great respect and his devotion to Sabir Shah wqs universally known. (2)

= د تا فضل کرم پیــر دي — له عمل یم روسیــاه
په عمل م باور نشتـــه — کلیمه به کرم پناه
چه وخیل عمل ته گورم — وایم کشکې وې گیاه
نفس،شیطان راسره مل دي — نه شي یو کار عندالله
که تلاش‌کرم نه خلاصیزم — له شیطان له بده جاه
که د زړه ساتنه وشي — سترګې ځرنګ شي نګاه

تــه یاري غواړه احمــده
لــه بنده خدایه نه له جاه

دیوان احمدشاه ابدالی ۔ اشاعت اول ۹۶۳ ھ مطبوعہ پبلک آرٹ پریس پشاور ص ۱۹۷-
=

یعنی احمد شاہ مذہبی رجحان رکھتا تھا اور علماء و بزرگ لوگوں کی صحبت کا شوقین تھا ۔ وہ علما اور درویش صفت لوگوں کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک کرتا تھا اور صابر شاہ (درویش) کے ساتھ اس کی عقیدت و محبت شہرہ آفاق تھی ۔

احمد شاہ درانیؒ کو تصوف و طریقت میں بھی بہت اعلیٰ مقام حاصل تھا اور ان کا دیوان اس بات کا قطعی ثبوت فراہم کرتا ہے کہ راہ سلوک کے تمام اسرار و رموز اور احوال و مقامات سے اچھی واقفیت رکھتے تھے ۔ ان کی دینداری اور دین پسندی کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ نابغہ زمانہ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے سرزمین ہند کی بیماری کی تشخیص کی تو اس کے علاج کیلئے احمد شاہ درانیؒ ہی کا انتخاب کرکے لشکرکشی کی دعوت دی ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ ان کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

" درین زمانہ پادشاہی کہ صاحب اقتدار و شوکت باشد و قادر بہ شکست لشکر کفار و دوراندیش ، جنگ آزما غیر از طازمان آنحضرت موجود نیست لاجرم برآن حضرت فرض عین است قصد ہندوستان کردن و تسلط کفار مرہٹہ برہم زدن و ضعفائے مسلمین را کہ در دست کفار اسیر اند خلاص فرمودن اگر غلبۂ "	اس زمانے میں ایسا بادشاہ جو صاحبِ اقتدار و شوکت ہو اور لشکر کفار کو شکست دے سکتا ہو دور اندیش اور جنگ آزما ہو سوائے آنجناب کے اور کوئی موجود نہیں ہے ۔ یقینی طور پر جناب عالی پر فرض عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد

= (۱) اخبار ہیواد کابل مورخہ ۲۷-۲-۱ بحوالہ احمد شاہی تاریخ ۔
احمد شاہ درانی از گنڈا سنگھ مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۹ء ص ۳۲۹ ۔
ایضا شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی ص ۱۹۱ ۔
(۲) احمد شاہ از گنڈا سنگھ ص ۳۲۹ ۔

کفر معاذاللہ بر ہمین مرتبہ ماند مسلمانان اسلام فراموش کنند و اندکے از زمان نہ گذرد کہ قومے شوند کہ نہ اسلام را دانند نہ کفر را این نیز بلائے عظیم است کہ قدرت بر دفع آن بہ فضل ایزد منان غیر آن حضرت را نیست "(۱)

کرنا اگر غلبہ کفر معاذاللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کردینگے اور تھوڑا زمانہ گزرے گا کہ یہ مسلمان قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام مین تمیز نہ کرسکے گی یہ بھی ایک بلائے عظیم ہے ۔اس کے دفع کرنے کی قدرت بہ فضل خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہے ۔

احمد شاہ درانیؒ نے اپنی زندگی مین علم و علماء کی قدردانی کو اپنا مشن بنایا ہوا تھا ۔یہی وجہ ہے کہ ان کے بر سر اقتدار آنےکے بعد ہر طرف علوم و فنون کی ترقی کا آغاز ہو گیا ۔ایک معاصر تذکرہ نگار ابن منیر ان کی علم پروری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ ۔

د وبارہ د علم قدر لور د لور شہ
جہل شہ پہ سر وہلو کوري خور شہ (۲)

دوبارہ ہر جگہ علم کی قدر و قیمت پیدا ہوئی اور جہل کا بیڑا غرق ہوکر آہ و فریاد کرنے لگا ۔

---

(۱) شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی ص ۵۱ ۔۵۲
ایضاً تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مکتوبات "مکتوب بہ نام شاہے" ص ۱۰۵ ۔۱۰۶ ۔

(۲) مناقب غوث اعظم (قلمی) تالیف ابن منیر ص ۶۵ کتب خانہ پشتواکیڈیمی پشاور یونیورسٹی
مولانانورمحمد لکھتے ہین : بل رحمت پہ کل افغان شہ چہ ئې شاہ دردران شہ
ہم عالم وو ہم سنې وہ فقیرد وست وہ ښہ دینی وہ
چہ دا د خواہ د درست جہان شہ
احمد شاہ غازي سلطان شــہ (نورالبیان ورق ۹)

مولانا دادین لکھتے ہین ۔
چہ باد شاہ دین پناہ احمد شاہ وو (مناقب از مولانا دادین
تنګیالې د دین پہ کار کبر یہ جم جاہ وو ورق ۱۴۳)

آپ اپنے فرزند ولیعہد تیمورشاہ کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ -

" مجالس علماء و فضلاء تشکیل نما و از ایشان دعوت نما و بوسیلہ " ارباب علم و فضل خود را بہ وجوہ امور مذہب طبیعیات و جمیع علوم واقف نما و امور سلطنت را بہ دستیاری اتفاق و نظریات اہل علم و دانش بہا دار "(١) -

علماء و فضلاء کی مجالس منعقد کیا کرو ان سے دعا مانگا کرو اور ارباب علم و فضل کے ذریعے امور مذہب طبیعیات اور دوسرے تمام علوم سے واقفیت حاصل کیا کرو ~~اور ان کی مدد و معاونت~~ اور اہل علم و دانش کے ذریعے امور سلطنت انجام دیا کرو -

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے ساتھ پیری و مریدی کا تعلق تھا - آپ کی صحبت نے ان کی دینی رجحانات کو مزید چمکا دیا جس کی وجہ سے ایک عالم - عادل اور دیندار بادشاہ کی حیثیت سے ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے تھے (٢) -

احمد شاہ درانی ٢٦/ رجب ١١٨٦ھ / ١٧٧٢ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے اور قندھار میں مدفون ہیں (٣) -

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ احمد شاہ بابا ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے - مذہب و سیاست کے میدان میں ان کو بڑی عظمت و شوکت حاصل تھی - شاعر مشرق علامہ محمد اقبال ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

مرد ابدالی وجودش آیتے	داد افغان را اساسے ملتے
آن شہیدان محبت را امام	آبروئے هند و چین و روم و شام

(١) تیمورشاہ درانی ج اول اشاعت دوم طبع کابل ص ٥٣ -

(٢) مناقب از مولانا دادین ورق ٤٣ مناقب از نورمحمد ورق ٣٩ -

(٣) وفات کی صحیح تاریخ کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ "ثقافت" لاہور اکتوبر ١٩٦٢ء ص ٤٤-٤٨

نامش از خورشید و مه تابنده تر　　　　خاک قبرش از من و تو زنده تر

عشق رازے بود بر صحرا نہا د　　　　تو نہ دانی جان چہ مشتاقانہ داد

از نگاہ خواجہ بدرو حنین　　　　فقر سلطان وارث جذب حسین

رفت سلطان زین سرائے ہفت روز
(۱)
نوبت او در دکن باقی ہنوز

* * * *

آزاد خان مہمند ارباب

آزاد خان ارباب محسن خان کا فرزند تھا - ارباب محسن خان حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے ساتھ بے حد عداوت و عناد رکھتا تھا - اللہ تعالی نے ارباب محسن خان کے گھر مین آزاد خان جیسا قابل اور نیک خصلت انسان پیدا فرمایا جو زیادہ تر وقت حضرت میان صاحب جمکنیؒ کی صحبت و خدمت مین گزارتا - مولانا دادین آزاد خان کی عقیدت کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین -

(۱) جاوید نامہ از محمد اقبال اشاعت ششم ستمبر ۱۹۷۲ھ طبع لاہور ص۱۷۲ -
احمد شاہ درانی کے تفصیلی حالات کے ملاحظہ ہون -
سراج التواریخ از محمود طرزی طبع کابل ۱۳۳۱ھ -
تاریخ سلطانی از سلطان محمد خان طبع بمبئی ۱۲۹۸ھ
احمد شاہی تاریخ از محمود الحسینی المنشی بن ابراہیم الجامی تصحیح و تعلیق سید مرادو ف
اکیڈیمی علوم اتحاد شوروی ۱۹۷۴ھ -
جہانکشائی درانی از عزیز الدین وکیلی طبع کابل -
عمدۃ التواریخ از سوہن لال سوری
مجمل التواریخ از عبدالحسن بن محمد امین - =

ازادخان د محسن خان هسې فرزند دي
په تپه کښ د محمند وارجمنـد دي
که ي پلار خو معتقد د صاحب نهٔ وو
د حضرت د مدينې د نائب نـهٔ وو
ولې دي م معتقد د د جناب وو
د درگاه د ميان صاحب قطب الاقطاب وو (۱)

آزاد خان محسن خان کا ایسا بیٹا تھا ہے
کہ تپہ مہمند میں بہت معزز و ارجمند ہے
اگر چہ اس کا باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس نائب یعنی میاں صاحبؒ کا معتقد نہ تھا
مگر وہ آزاد خان قطب الاقطاب حضرت میاں
صاحبؒ کی درگاہ کا عقیدت مند تھا ۔

حضرت میاں صاحبؒ کی صحبت کا اثر تھا کہ آزاد خان نے سلوک و طریقت کی راہ اختیار کر لی ۔ مولانا دادین ان کی زبانی نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

چه زهٔ راغلم يوه ورځې پاک حضور ته
وحضور ته د کامل فائض النور تـه
په تعظيم په دواړه لاسه پـر ادب
ورته کيناستم په حمد هسې د رب
چه ديدارې را پيرزو د د کامل کړ
مشرف ئې بنده هسې پـر عاجل کړ
شفقت ئې په ما هم هسې پيرزو کړ
چه ئې زړهٔ زما باطن ته په ارزو کړ (۲)

کہ میں ایک دن اس کامل فائض النور کے حضور
میں حاضر ہوا ۔
پروردگار کا حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے ادب
و تعظیم کے ساتھ آپ کے سامنے بیٹھ گیا (خدا
کا حمد و ثنا اس لئے) کہ اس کامل (مرد مومن)
کا دیدار عطا کیا ۔ آپ نے مجھ پر شفقت کی ایسی
شفقت و مہربانی کہ تزکیہ باطن (یعنی سلوک
و طریقت) کی طرف میرا دل مائل کر دیا ۔

= احمد شاہ درانی از گنڈا سنگھ ۱۹۵۸ء
لوئی احمد شاہ بابا از عبدالحئی حبیبی طبع کابل ۱۳۱۹ھ ۔
******

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۲۰ ۔
(۲) ایضاً ورق ۱۲۶ ۔

آزاد خان سے حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے تصرف و کرامت کے کئی واقعات منقول ہین - کہتے ہین کہ آپ کو خدا نے کائنات مین بہت تصرف عطا فرمایا تھا - ایک بار مین آپ کا زور تصرف دیکھ کر بہت حیران ہوا - اس موقعہ پر حضرت میان صاحبؒ نے مجھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے فقیر کا حکم ہر چیز پر جاری ہے[1] -

مولانا دادین آزاد خان کی زبانی یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ -

حق حیران شوم زهٔ ازاد و تصرف ته
په صاحب باند د رب و تلطف تـه
صاحب و د عنایات ربي هسې
و فقیر ته عطا شوي غیبي هسې
چه تا ولیدهٔ ازاده تر د زیات شته
تصرف د د فقیر په کائنات شته
البته د فقیر حکم دې جاري
په هر خیز باند پــه فضل د باري [2]

مین آزاد خان آپ کا تصرف دیکھ کر حیران ہوا (اور یہ بھی دیکھ کر حیران ہوا) کہ خدا نے حضرت میان صاحبؒ پر کتنی بڑی مہربانی فرمائی ہے - حضرت میان صاحبؒ نے فرمایا کہ فقیر کو پروردگار کی جانب سے جو غیبی عنایات عطا ہوئی ہین - اے آزاد - یہ جو تم نے (زیادہ) دیکھا اس سے زیادہ ہین - اور فقیر کو کائنات پر تصرف حاصل ہے - اور خدا کے فضل و کرم سے ہر چیز پر فقیر کا حکم جاری ہے -

آزاد خان کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے -

محبت خان
|
آزاد خان
|

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۲۶ -

(۲) مناقب میان صاحب چمکنی " " اوراق ۱۲۰ - ۱۲۶
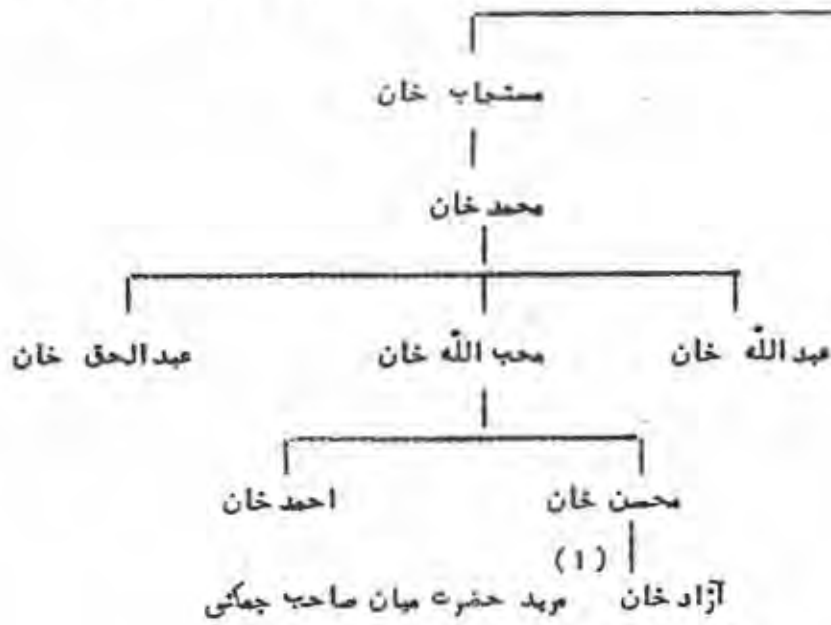
ارادت خان مسعود خیل چمکنی، ملا

ملا ارادت خان چمکنی مین سکونت رکھتے تھے - نہایت متقی پابند شریعت بزرگ اور حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے معتبر اور ثقہ مرید تھے - مولانا دادین ان کے زھد ورع اور خوش خلقی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ھین -

سفید ریش متقي ارادت نام
چه تر ټیرو چمکنو وو خوش‌کلام
خدمتي وو پرهیزگاره هم کم گویه
خکه زه کرم د ده خبره لویه (۲)

ارادت خان سفید ریش اور متقی آدمی تھے
اور اکثر چمکنی افغانون سے زیادہ خوش‌کلام تھے
خدمت گار بھی تھے اور کم گو و پرھیزگار بھی
اس لئے مین اُن کی بات کو معتبر اور باوزن
سمجھتا ہون -

---

(۱) دیباچہ دیوان معزاللہ خان ص ۷
تاریخ پشاور ص ۶۳۵ - معزاللہ خان کا اردو کلام مترجمہ سیف الرحمن سید ص ۱۰

(۲) مناقب میان صاحب از مولانا دادین ورق ۳۲ - ۳۳ -

ملا موصوف سے اپنے پیر و مرشد کے کرامات و کشوف کے کئی واقعات منقول ہین۔[1] زندگی کا بیشتر حصہ آپ کی صحبت مین گزارا ۔ آپ کے جاہ و جلال سے بے حد متأثر تھے ۔ مولانا دادین ان کی زبانی حضرت میان صاحبؒ کے جلال کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین ۔

د ۀ ویل چه یوه شپه زۀ ولاړ وم	وہ کہتے تھے کہ ایکرات مین آکر حضرت میان
په حضور د میان صاحب کښ ودریدم	صاحبؒ کے حضور مین کھڑا ہوگیا ۔
که کاته م په حجره کښ دي صاحب ناست	مین نے دیکھا کہ آپ حجرہ مین مُراقب بیٹھ کر
په قلبي ذکر مشغول دي مراقب ناست	ذکر قلبی مین مشغول ہین ۔
زوړ ئې سر لکه نرګس ښکته نیولي	گل نرگس کی طرح سرجھکائے ہوئے تھے
ولې روح ئې و لاهوت ته په سیل تللي	مگر آپ کی روح "لاہوت" کی سیر ہو گئی تھی
چه د ننه په خلوت کښ ودریدم	مین اندر تنہائی مین کھڑا ہوگیا (اور اس وقت مین)
له هیبته لکه ونه وله لړزیدم (۲)	(حضرت میان صاحبؒ کے رعب و) ہیبت سے بید
	کے درخت کی مانند لرزہ براندام تھا ۔

امانت خان جمکنی

امانت خان نسلاً جمکنی افغان تھے اور موضع جمکنی ہی مین رہائش پذیر تھے ۔ حضرت میان صاحبؒ کے مرید و خادم اور آپ کی کرامت کے چشم دید گواہ ہین ۔[3] احمد شاہ درانیؒ کے دور حکومت مین کئی جنگون مین شرکت کی ۔ پانی پت کی جنگ مین سوارون کے ایک دستہ کی قیادت کرتے ہوئے کفار ہند کے خلاف جہاد کیا اور بعد مین مفتوحہ علاقون کے محصل رہے ۔[4]

---

(۱) مناقب میان صاحبؒ از مولانا دادین ورق ۳۱ ۔ ۳۲
ایضاً از مولانا مسعود گل ص ۱۵ ۔ ۱۹ ۔
(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۲ ۔
(۳) ایضاً ورق ۲۵ ۔ ۲۶ ۔ (۴) ایضاً ورق ۴۲ ۔

بازید ملاؒ

ملا بازید حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے بڑے مخلص مرید تھے ۔ اپنی عمر گرامایہ کا بیشتر حصہ آپ کی صحبت میں گزارا اور روحانی کمال حاصل کرنے کے بعد اذن و خلافت سے سرفراز ہوئے ۔ شیخ نورمحمد ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

و مخدوم وته همیش وو په خدمت ورته درویش وو دهٔ په اذن سرفراز کړ په رخصت ئې دوئ ممتاز کړ (۱)	حضرت میاں صاحب چمکنی کی درگاہ کے درویش بن کر ہر وقت خدمت میں مصروف رہتے ۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کو ماذون و مرخص کرکے خدمت سے سرفراز کردیا ۔

بہادرخان یوسفزئی

بہادرخان یوسف زئی قبیلے کا ایک نامور سردار اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے مرید تھے ۔ مولانا محمد شفیق لکھتے ہیں ۔

بهادرخان نوم یوسفزئ د دهٔ مرید وو چه پــه ټولو مریــدانو کښې فرید وو (۲)	بہادخان یوسف زئی آپ کے مرید تھے اور ایسے مرید کہ تمام مریدین میں ممتاز تھے

حضرت میاں صاحبؒ ان پر بے حد مہربان تھے اور ان کے ساتھ بہت شفقت و محبت سے پیش آتے تھے ۔ خان موصوف کا بیان ہے کہ ایک دن حسب معمول عصر کے وقت مجلس برخاست ہو گئی ۔ لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے ۔ میں اکیلے آپ کی خدمت میں حاضر تھا ۔ دفعتاً آپ اٹھ کر ادھر ادھر دوڑے اور پھر ایک کوزہ اٹھا کر زمین پر اس

---

(۱) نورالبیان (قلمی) صفحہ ورق ۳۵ ۔

(۲) مناقب میاں صاحب چمکنی (قلمی) از محمد شفیق ورق ۳ ۔ ریکارڈ آفس لائبریری پشاور

زور سے دے مارا کہ بالکل پاش پاش ہو گیا ۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا مگر چونکہ استفسار کی جرأت نہ تھی لہٰذا خاموش رہا ۔ چند دنوں کے بعد اپر سوات کا ایک مریض آیا ۔ حضرت میاں صاحبؒ نے مجھے اس کی بیمارپرسی کے لئے بھیجدیا ۔ مریض نے گفتگو کے دوران یہ عجیب واقعہ بیان کیا کہ دوران سفر راستے میں ایک دن ایک خونخوار شیر نمودار ہوا میں بہت گھبرایا مگر اچانک غیب سے ایک کوزہ اس شیر پر اس زور سے مارا گیا کہ اس کے پرخچے اڑ گئے ۔ اور اس طرح خداوند تعالٰی نے مجھے اس خونخوار شیر کے ضرر سے محفوظ رکھا ۔ خان موصوف کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ سنا تو حضرت میاں صاحبؒ کلعدم چمکنی کا زمین پر کوزہ مارنے کا راز مجھ پر ظاہر ہو گیا[1] ۔

تیمورشاہ درانی

المتوفی ۱۲۰۷ھ ـ ۱۷۹۳ء

احمدشاہ درانیؒ کی طرح ان کا فرزند تیمورشاہ درانی بھی حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے آستانہ کے ساتھ منسلک رہے ۔ چنانچہ اپنے باپ کی وفات کے بعد جب وہ تخت نشین ہوئے تو اپنی پہلی فرصت میں تقریباً چار ہزار امراء و وزراء اور دیگر رفقاء کے ہمراہ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی قدمبوسی کے لئے ان کے دربار میں حاضر ہوئے ۔ اور اس طرح آپ کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت کا عملا ثبوت فراہم کیا ۔ مولانا دادین آپ کے خادم خاص اور لنگرخانہ کے منتظم آخوند ملوک کی زبانی تیمورشاہ کی آمد کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

هسې وايې چه روان شاه دران شه	کہتے ہیں کہ جب دُرِّ دران شاہ احمدشاہ
له فانيې ملك په لورې د جنان شه	اس دار فنا سے جنت کی طرف کوچ کرگئے

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی (قلمی) ورق ۲۰۵ ۔

بادشاه د خلافت درة التاج خپل
چه په تخت د سلطنت ده جلوس واخست
ده خبر د امیدوار د مایوس واخست
د هرات د قندهار له بندوبست
د غزني او د کابل د نیست و هست
چه فارغ شه دائره ي د دولت خپل
کړه چاپیر تر پیښوره د شوکت خپل
نوري راغله په خاطر همایون باند
قدمبوس وته د پلار په قانون باند
عزم جزم د صاحب و پاك حضور ته
و دیدار ته د کامل فائض النور ته
امر وشه امیرانو ته دا رنګ
صبا مو چه صاحب وینم خوشرنګ
تاسو هم خانونه جوړ کړئ چه صبا څو
د دیدار د قدمبوس په تمنا څو (۱)

(اور اس وقت جبکہ) بادشاہ نے تمام حکومت تیمورشاہ کے سپرد کردی اور اپنا تاج خلافت اس کو دے دیا ۔ جب وہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا اور امیدوار اور مایوس کی خبرگیری کی ۔ اور جب ہرات قندہار غزنی اور کابل کے بندوبست سے فارغ ہوا تو پشاور آیا ۔ اور اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چل کر اس کامل فائض النور کے دیدار کی ٹھان لی چنانچہ امراء کو حکم ہوا کہ کل میاں صاحب کے دیدار کے لئے جاتا ہوں تم سب بھی تیار ہو جاؤ کہ آپ کی قدمبوسی کے لئے (اکٹھے) جائیں گے ۔

ـ اخوند موصوف کا بیان ہے کہ جب حضرت میاں صاحب چمکنی کو تیمورشاہ درانی کی آمد کی اطلاع ہوئی تو مجھے بلا کر ان کے طعام و قیام کے بندوبست کرنے کی ہدایت فرمائی ۔ لکھتے ہیں ۔

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۱۵۳ ۔
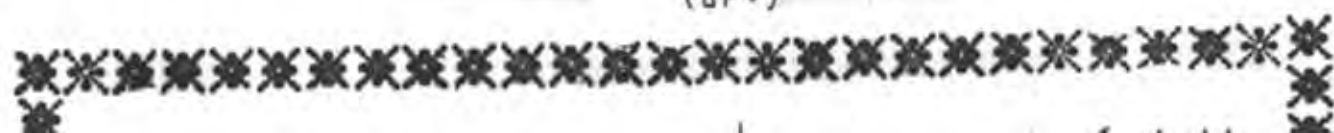
دا ارشاد وکړ صاحب چه اې ملوك پوخ کړه دا قدر طعام لهٔ سلوك چه صبا راځي فقير تـه په زيارت نونهال هسې د باغ د سلطنت دعاګوي به په کامګار برخوردار و بانډ خوا سره کړه چه ې ووينې د ړانډ دا په دا چه دې فرزند د احمد شاه دې ډير پر خوښيږم مخامخ که پس شا دې (۱)	میان صاحب نے یہ حکم دیا کہ اے ملوک ~~اس قدر~~ اچھی خوراک تیار کرلو کیونکہ کل باغ سلطنت کا نونہال (تیمورشاہ) فقیر (محمد عمر) کی ملاقات کے لئے آتا ہے ۔ دعا گو بھی برخوردار کامگار کو دیکھ کر خوش و مطمئن ہو جائے گا ۔ یہ اس لئے کہ احمد شاہ کا فرزند ہے اور میں (اس کی بادشاہت پر) بہت خوش ہوں وہ موجود ہو یا غائب (میں یہی کہتا ہوں کہ وہ مجھے پسند ہے)۔

اخوند موصوف کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر میاں صاحب چمکنیؒ کی ایک کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ اختتامِ طعام تک مکھیاں غائب رہیں ۔

دادین وائي چه څو اذن حضرت نه کا مچان څه دي چه مزري جسارت نه کا (۲)	دادینؒ کہتا ہے کہ جب تک حضرت میاں صاحبؒ اجازت نہ دے ۔ مکھیاں کیا کہ شیر بھی (آگے بڑھنے کی) جسارت نہیں کر سکتے ۔

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۱۵۳ ۔

(۲) ایضاً ورق ۱۵۵ ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیمورشاہ درانی کے بعد اس خاندان کے دیگر افراد نے حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی خانقاہ کے ساتھ تعلق منقطع کردیا تھا ۔ کیونکہ مولانا دادین لکھتے ہیں کہ ۔ شاه دران چه اسم ستا کړ طغرا دجبین

نوري جاري شهٔ سلطنت د څمکنو کامل

زوبو نمسو د احمد شاه چه پرېښوه ستا دروازه تیول به تخت تاست دي د حیرت د څمکنو کامل

(مناقب ورق ۷۸)

جان محمد درانی

ملا جان محمد درانی افغانون کی نورزئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے ۔ بڑے عابد و زاھد اور میان صاحب چمکنیؒ کے مرید تھے[1] ۔ مولانا مسعود گل لکھتے ھین ۔

جان محمد نورزئ عابد هم پرهيزګار وو قديمي د ميان صاحب دي خدمتګار وو[2]	جان محمد نورزئی عابد بھی تھے اور پرھیزگار بھی اور حضرت میان صاحبؒ کے قدیمی خادم تھے ۔

مولانا جان محمد کو علوم ظاھری اور تصوف و عرفان دونون مین درجۂ کمال حاصل تھا[3] ۔ اور حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے نہایت منظورِ نظر احباب مین ان کا شمار ہوتا تھا اور وہ اکثر اپنے خاص امور ان کو سپرد کرتے تھے ۔ ایک بار جب آپ نے اپنے والد بزرگوار ابراھیم خان کی قبر (مقبرہ واقع لاھور) کی مرمت کرنے کا ارادہ کیا تو اس کام کے لئے جان محمد اور خان عالم ھی کو منتخب کرکے روانہ فرمایا ۔ شیخ نورمحمد یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ھین کہ ۔

پــه تعجيل دوه فقيران شو ولاهور وته روان شـــو جان محمد خان عالم وو دوه ياران ې مقدم وو د مخدوم په ښه فرمان شو دوئ صالح دوه کسان شو[4]	جلدی سے دُو فقیر لاھور کی جانب روانہ ہوئے جان محمد اور خان عالم (آپ کے) دُو مقدم (منظور نظر) دوست تھے ۔ اور ان دونون صالح آدمیون کو مخدوم (محمدؐ) نے (لاھور جانے کا) حکم دیا ۔

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۰۸
نورالبیان از شیخ نورمحمد ورق ۵۵ ۔
(۲) مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۲ ۔

جان محمد نعولفئ کو احمد شاہ درانؒی کے دربار مین بہت اہمیت و خصوصیت حاصل تھی اور احمد شاہ بابا اور حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے درمیان اکثر انھی کی وساطت سے خط و کتابت ہوا کرتی تھی - (۱) ہندو ایران کی اکثر جنگی مہمات مین مجاہدانہ شریک ہوئے اور ان لڑائیون (۲) کے اکثر واقعات ان کی زبانی منقول ہین - اس کے علاوہ اپنے پیر و مرشد کے تصرف و التفات اور (۳) کشوف و کرامات کے بہت سے چشم دید واقعات بھی بیان کئے ہین -

جہان خان خوگیانی، سپہ سالار سردار

سردار جہان خان بن حلیم خان کا اصلی نام خان جان تھا - درّانیون کی خوگیانی (۴) شاخ سے تعلق رکھتے تھے - اور قندھار کے ان نو سرکردہ سردارون مین سے تھے جو نادرشاہ کے قتل (۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء) کے بعد احمد شاہ کے ہمراہ قندھار کی جانب مراجعت کی -

احمد شاہ درانی کی تخت نشینی کے بعد ان کا نام تبدیل کرکے "خان جہان" رکھا گیا (۵) اور عمدۃ الخوانین اور خان خانان کے خطابات سے سرفراز ہوکر افواج اسلامی کے سپہ سالار مقرر ہوئے -

---

= (۳) مناقب میان صاحب جمکنی از مولانا دادین ورق ۲۱ -

(۴) نورالبیان ورق ۲۱ -

* * * * * *

(۱) مناقب میان صاحب جمکنی از مولانا دادین ورق ۱۰۸ -

(۲) مناقب میان صاحب جمکنی از " " ۱۴۱ - ۱۴۶ -

(۳) مناقب میان صاحب جمکنی از مسعودگل ص ۴ - ۷ و ۱۶ - ۲۰ و ۲۵ - ۲۷ و ۳۴، ۳۶ ۳۸ - ۶۴ و ۷۶ -

مناقب میان صاحب جمکنی از مولانادادین ورق ۱۵ - ۱۰۸ - ۱۰۹ - ۳۳ - ۳۵ - ۱۴۱ - ۱۴۶ - ۱۴۷ -

(۴) مناقب از مولانا دادین ورق ۸۶ -
=

سردار موصوف نہایت نڈر اور بہادر مجاہد تھے - کفار ہند کے خلاف مہمات میں بڑی بے جگری سے لڑے یہی وجہ ہے کہ پانی پت کی فتح کے بعد بادشاہ وقت کی طرف سے انکو " فاتح جنگ مرهٹه "(۱) کا لقب عطا ہوا - ان کی شجاعت و بہادری کا بیان کرتے ہوئے ان کا برادرزادہ میر هوتک خان افغان لکھتا ہے کہ -

از برق حسامش جگر کفر ز بس سوخت

خاکستر او صیقل آئینہ ٔ دین شد

از صیت شجاعت کہ بہ آفاق در افگند

از لرزہ رخ هند و ختن لجہ ٔ چین شد (۲)

۱۱۸۳ھ / ۱۷۶۹ء میں احمد شاہ درانیؒ نے سردار جہان خان کو شہزادہ سکندر کا مشیر و معاون مقرر کیا جو اس وقت ہندوستان میں مقیم تھا - ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء میں تیمور شاہ درانی سریر آرائے مملکت ہوئے تو سردار موصوف کو ایک شاہی فرمان کے ذریعے قندھار طلب کرکے دوبارہ افواج اسلامی کا سپہ سالار مقرر کیا -(۳) تادم آخر کفار اسلام کے خلاف جہاد میں مصروف رہے یہاں تک کہ بالآخر ۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ء میں اس نامور مرد مجاہد نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد

= نوٹ) عزیزالدین وکیلی اپنی کتاب تیمورشاہ درانی کے صفحہ ۱۱۷ پر لکھتا ہے کہ سردار جہان خان کو پوپلزئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے - مگر میں نے معاصرت کی بناء پر مولانا دادین کے قول کو اختیار کیا ہے - واللہ اعلم -

(۵) تیمورشاہ درانی اشاعت اول ص ۱۱۷ - ۱۲۰ -

" " اشاعت دوم جلد دوم طبع کابل ۱۳۴۶ھ ص ۶۲۶ -

(تعلیقات)

(۱) رہنمائی کابل از محمد ناصر غرغشت طبع کابل ۱۳۲۵ھ ص ۱۳۸ -

(۲) تیمورشاہ درانی ج دوم اشاعت دوم ص ۶۳۲ -

(۳) " " " ص ۱۲۰ -

(۱)
کردی -

سردار جہان خان حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے بے حد عقیدت مند تھے اور اکثر و
(۲)
بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر فیضیاب ہو جاتے تھے - ان کے ہاں نرینہ اولاد نہ تھی -
لہٰذا ایک بار آپ سے اس سلسلے میں دعا کی درخواست کی آپ نے دعا فرمائی جس کے نتیجے میں
(۳)
خدا نے ان کو دو فرزند عطا فرمائے -

ملا یوسف درانی کہتے ہیں کہ احمد شاہ درانی کی وفات کے بعد ایک بار سردار
جہان خان پشاور میں آکر چند دنوں کے لئے یہاں قیام پذیر ہوئے مگر اتفاقاً بیمار ہوئے اور آخرکار
بیماری نے اتنی شدت اختیار کی کہ حکماء و اطباء نے ان کو لاعلاج قرار دے دیا - سردار موصوف نے
ناامید ہوکر یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ میاں صاحب جمکنیؒ پڑھائے اور جمکنی ہی میں مجھے دفن
کیا جائے - ملا یوسف بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کو سردار جہان خان کی بیماری کی اطلاع ہوئی تو
مجھے ان کی بیمار پرسی کے لئے بھیج دیا - میں نے واپس آکر میاں صاحب کو ان کی نازک حالت
اور وصیت کا بیان کیا - آپ نے یہ سن کر ان کے حق میں دعا فرمائی اور کچھ مٹی دم کرکے مجھے دوبارہ
ان کے پاس بھیج دیا - میں نے وہاں جاکر حسب الارشاد اس مٹی کو سردار موصوف کے بدن پر مل دیا
(۴)
جس کی برکت و اثر سے خداوند تعالیٰ نے فی الفور شفائے کامل عطا فرمائی -

جان محمد درانی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار سردار جہان خان میاں صاحب جمکنیؒ
کی خدمت میں حاضر تھے کہ اتفاقاً باجوڑ کے خواتین بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے - چونکہ

---

(۱) تیمور شاہ درانی ج دوم اشاعت دوم ص ۱۲۱ - ۱۲۲
(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۴۱ - ۸۴ - ۸۶ -
مناقب از مسعود گل ص ۱۶ - ۱۸ - ۱۹ -
(۳) ایضاً ص ۱۹ - ۲۰
(۴) ایضاً ص ۵۰ - ۵۱

سردار جہان خان اور ان خوانین کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تھے لہٰذا آپ نے امن وآشتی کے ساتھ رہنے کی تلقین و تاکید فرماکر ان کے درمیان صلح کرائی - مولانا مسعود گل یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین -

هر یو کاند مونږ دي فرمان قبول	ہر ایک کہتا ہے کہ ہمین حضرت میان صاحب کا
د صاحب له حکم نه کوو عدول	فرمان قبول ہے اور صاحب کی حکم عدولی نہین
جهان خان مونږ سردار مونږ تابعان	کرتے - جہان خان ہمارا سردار ہے اور ہم اس کے
هر خدمت به ي کوو مونږ ه په ځان	تابع فرمان ہم بذات خود اس کی ہر خدمت کرینگے
سردار کاند چه زه هم له دوئ راضي یم	سردار نے بھی کہا کہ مین بھی ان سے راضی ہون
ډیر پښیمانه په عمل زه د ماضی یم (۱)	اور اپنے گذشتہ عمل پر مین بہت نادم ہون

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۱۶ -
ایضاً ملاحظہ ہو مناقب از مولانا دادین ورق ۳۱

مذکورہ واقعہ سے اس حقیقت کی نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ بڑے بڑے بااثر شخصیت کے مالک تھے - اور صوبہ سرحد کے اس پورے علاقے کے امن و امان قائم رکھنے مین آپ کی کوششون کو بڑا دخل حاصل تھا - واللہ اعلم -

ایک تحقیق

راقم الحروف کے نزدیک یہان یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس موقعہ پر جو خوانین موجود تھے ان مین دو مشہور معاصر مناقب نگارون مولانا دادین اور مولانا مسعود گل کے بیانات مین باجوڑ کے مشہور و معروف خان میرعالم خان کا صراحتاً ذکر موجود نہین ہے - اور نہ ہی اب تک اس بات کی کوئی اور علمی سند دستیاب ہوئی ہے -

عبدالحلیم اثر صاحب اپنی کتاب "تیرھیر شاعران" مین لکھتے ہین کہ میرعالم خان حضرت میان صاحب چمکنیؒ کا مرید تھا - اور اس موقعہ پر آپ نے سردار جہان خان اور میرعالم خان کے درمیان مصالحت کرائی تھی - مؤلف موصوف اس دعوی کے ثبوت مین مولانا دادین کا یہ

حجام پشاوری، حاجی

حاجی حجام حضرت میان صاحبؒ کے مقبول و محبوب مرید تھے - سفر حج کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک رات ہمارا جہاز طوفان میں پھنس گیا اور جہاز پر سوار تمام مسافر آہ و فریاد کرنے لگے - اس مصیبت کی حالت میں مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور خواب میں حضرت میان صاحب جمکنیؒ کو دیکھا جس نے مجھے جہاز کے محفوظ و مامون ہونے کی یقین دہانی کرائی - نیند سے اٹھ کر میں نے یہ خواب سب ساتھیوں کو سنایا لیکن کسی کو اس کی صحت پر یقین نہیں آتا تھا اور ساری رات اسی طرح خوف و ہراس میں گزرگئی - صبح ہوئی تو سب نے دیکھا کہ خواب کے مطابق

= شعر پیش کرتے ہیں -

راغې سردارخو سرداران خود په تکریم دحضور ورسره هم د باجوړ میرعالم خان راغـلې	سردار سرداران حضرت میان صاحبؒ کی خدمت میں تعظیم بجا لاتے ہوئے حاضر ہوا میں کہتا ہوں کہ اس کے ہمراہ میرعالم خان بھی آیا ہے -

(تیرھیر شاعران از اثر مطبوعہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی اپریل ۱۹۶۳ء ص ۱۵۴)

مگر راقم الحروف اس دلیل کے ماننے سے اس لئے معذرت کرتا ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے جناب اثر صاحبؒ مندرجہ بالا بیت میں رد و بدل سے کام لیا ہے - اصل شعر یوں ہے

راغې سردار سرداران خود په تکریم د حضور ورسره هم د باجوړ وایم یو خان راغـلې	سردار سرداران (سردار جہان خان) میان صاحب کے حضور میں تعظیم بجالاکر حاضر ہوا - کہتا ہوں کہ اس کے ہمراہ باجوڑ کا ایک خان بھی آیا ہے -

(مناقب میان صاحب جمکنی (قلمی) از مولانا دادین ورق ۴۲)

ہاں یہ ممکن ہے کہ اس موقعہ پر جو خوانین موجود تھے اس میں میرعالم خان بھی موجود ہو اور مولانا دادین نے جس "خان" کا ذکر کیا ہے اس سے میرعالم خان ہی مراد ہو مگر یہ دعوی صرف قیاس اور تخمینہ ہی پر مبنی ہوگا - کیونکہ اصل بیت اس موقعہ

(۱)
جہاز اسی طرح اپنی جگہ قائم ہے - مولانا دادین اس واقعے کا ذکر یون کرتے ہین -

چہ صباح شهٔ وهٔ جهاز په خاې قرار	جب صبح ہوگئی تو جہاز اپنی جگہ برقرار تھا
هر يوهٔ په دا كمال وكړ اقرار	اور ہر ایک نے اس کمال کا اعتراف کرلیا
په جهاز کښې ډير عالم وو معتبر	جہاز مین بہت معتبر اور معتمد لوگ موجود تھے
هر سړي چه شهٔ په دا كمال خبر	اور ہر ایک کو اس کمال کی اطلاع ہوئی
اعتماد د هر سړي په دوئ پيدا شهٔ	ہر ایک کو آپ پر اعتماد پیدا ہوا
چه دا هسې کرامت تر هويدا شهٔ (۲)	جب آپ سے اس قسم کی کرامت ظاہر ہوئی

حاجی موصوف کا بیان ہے کہ حج سے واپسی کے بعد جب ہم پشاور پہنچ گئے تو سب سے پہلے حضرت میان صاحب کی خدمت مین حاضر ہوکر قدمبوسی کا شرف حاصل کیا - آپ نے ملاقات کے دوران اپنی زبان درافشان سے جہاز کا وہ واقعہ مفصل طور پر ہمارے سامنے بیان کیا جسے سن کر ان کے کمال و جلال پر ہمارا یقین اور بھی مستحکم ہوگیا - لکھتے ہین -

ميان صاحب چه وکړ ټول هغه بيان	جب میان صاحب نے وہ پورا واقعہ بیان کیا
په حيرت شو ورته وارہ حاجيان	تو اس وقت موجود سب حاجی حیران رہ گئے
يو په سله اعتقاد څمونږ زيات شهٔ	آپ پر ہمارا اعتقاد سوچند ہوگیا
نور څمونږ ه د دې خاې قبله حاجات شهٔ (۳)	اور ہم لوگون کا قبلہ حاجات ہوگئے

حافظ صحابی

اس بات کی تحقیق نہ ہوسکی کہ حافظ مذکور کا اسم محض "حافظ" تھا یا وہ ویسے

= پر میرعالم خان کے موجود ہونے کا ثبوت فراہم نہین کرتا واللّٰہ اعلم -

*****

(۱) مناقب از مسعود گل ص ۸۸ - (۲) (۳) ایضاً ص ۸۹ -

حفظ قرآن کی وجہ سے حافظ مشہور تھے ۔ حافظ موصوف کے بارے میں البتہ اتنا معلوم ہے
کہ موضع صحابی (تحصیل پشاور) کے رہنے والے تھے ۔ حضرت میان صاحب کے مرید تھے
اور اپنے دور کے نہایت مشہور و معروف بزرگ تھے ۔ مولانا نورمحمد ان کی بزرگی کا حال
بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

یو حافظ د صحابی وہ
پیر مشہور پہ بزرگی وہ
چہ شہرت د دہ بسیار وہ
پیر عالم پسر خبردار وہ (۱)

موضع صحابی کا ایک حافظ تھا جوکہ بزرگی میں شہرت رکھتا تھا اور اتنا مشہور تھا کہ بہت سے لوگوں کو آپ کی بزرگی کا علم تھا ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے کشوف و کراماتؒ کئی چشم دید واقعات ان کی زبانی منقول ہیں ۔ (۲)

حافظ گل محمد مرغزیؒ

آپ کا نام گل محمد تھا ۔ حافظ قرآن تھے اور حافظ نام بطور تخلص بھی استعمال کرتے تھے ۔ آپ قریشی الاصل تھے اور پھر قریش میں خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلق کا شرف حاصل تھا ۔ (۳)

حافظ صاحب کے جد اعلیٰ افغانستان سے آکر علاقہ یوسفزئی کے ایک گاؤں مرغز (تحصیل صوابی) میں آباد ہوئے تھے ۔ آپ کے والد بزرگوار موسیٰؒ ایک زاہد و عابد بزرگ

---

(۱) نورالبیان ورق ۳۹۔ ۴۰
(۲) ایضاً ورق ایضاً
(۳) ملاحظہ ہو شاھنامہ احمد شاہ ابدالی از حافظ مرغزی طبع پشاور ۱۹۶۵ء ص ۱۰۔
ایضاً رسالۂ مسائل ذبائح از حافظ گل محمد مرغزی (قلمی) ورق ۱ ۔

تھے ۔ ان کا مزار آج بھی موضع مرغز میں واقع ہے جو "ملا" موسیٰ بابا" کے نام سے مشہور ہے ۔

حافظ موصوف ۱۱۲۶ھ ۔ ۱۷۱۳ء میں بمقام مرغز پیدا ہوئے[۱] ۔ تحصیل علم کی خاطر سرزمین پنجاب کا سفر اختیار کیا ۔ اور لاہور و سیالکوٹ وغیرہ میں علوم کی تکمیل کے بعد حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی خدمت میں حاضری دی آپ سے روحانی فیض حاصل کرتے رہے تا آنکہ طریقہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے ۔ اذن و اجازت کے بعد پنجاب ہی میں قیام پذیر رہے اور وہیں پر وفات پائی ہے[۲] ۔

آپ نہایت متقی اور پابند شریعت عالم و فاضل صوفی تھے ۔ اپنی کتاب "شاھنامہ احمدی" میں آپ نے جن خیالات و اعتقادات کا اظہار کیا ہے وہ آپ کے زھد و تقویٰ[۱] تبحر علمی اور عقائد و نظریات کی پوری عکاسی کرتے ہیں ۔

آپ کے علمی اور ادبی آثار میں سے آج کل " شاھنامہ احمدی " اور " رسالہ مسائل ذبائح " دستیاب ہیں ۔ اول الذکر کتاب احمد شاہ درانی کی خواہش پر پشتو نظم میں لکھی گئی ہے[۳] ۔ اور اس میں اس دور کی جنگی مہمات کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے ۔ یہ کتاب تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے اور تاریخ کے طالب علم کو اس دور کے

---

(۱) رسالہ مسائل ذبائح ورق ۱

آپ نے " شاھنامہ" ۱۱۷۶ھ میں تصنیف کیا ہے (شاھنامہ ص ۲۰۵) اور اس وقت اپنی عمر پچاس سال بتائی ہے ۔ (شاھنامہ ص ۲۰۶) لہٰذا اس حساب سے ان کا سن پیدائش (۱۱۷۶ - ۵۰) ۱۱۲۶ھ برآمد ہوتا ہے ۔

(۲) ملاحظہ ہوں

قلمی یاداشتیں از محمد یحیٰ بن حضرت جی صاحب بام خیل (صوابی) مملوکہ سودائی ملا صاحب ساکن بام خیل ۔

(۳) شاھنامہ ص جد ۱۱ ، ۲۰۳ ۔

متعلق کافی معلومات فراہم کرتی ہے ۔ یہ کتاب ۱۹۶۵ء میں پشتو اکیڈیمی (پشاور یونیورسٹی) نے " شاہنامہ احمدشاہ ابدالی " کے نام سے شائع کیا ہے ۔

موخرالذکر کتاب عربی زبان میں ایک مختصر رسالہ ہے۔جس میں آپ نے مسائل ذبائح پر مختصر مگر محققانہ گفتگو فرمائی ہے ۔ اس کتاب کے آغاز میں آپ نے اپنی جائے پیدائش، حسب و نسب اور پیر و مرشد حضرت میان صاحب چمکنیؒ کا مختصر ذکر کیا ہے ۔ (۱) اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ سودائی ملا صاحب ساکن بام خیل (تحصیل صوابی) کے پاس محفوظ ہے ۔ جس کا سن تالیف اور سن کتابت معلوم نہیں ۔

حافظ موصوف پشتو زبان کے ایک پختہ کار شاعر تھے اور آپ کی کتاب " شاہنامہ " آپ کی شاعرانہ صلاحیتوں کا مکمل آئینہ دار ہے ۔

آپ ۱۱۷۶ھ - ۱۷۶۲ء میں یقیناً زندہ تھے کیونکہ اسی سال آپ نے " شاہنامہ احمدی " کی تالیف کی ہے ۔ (۲)

آپ کے دو صاحبزادے تھے ۔ ایک کا نام محمدی تھا ۔ محمدی ۱۱۷۶ھ میں انتقال کر گئے اور حافظ صاحب نے اپنی کتاب شاہنامہ میں اس کی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے ۔ (۳) آپ کے دوسرے صاحبزادے کا نام محمد غوث تھا ۔ جس کی اولاد طاقہ کمال زئی (ضلع مردان) میں آباد ہے ۔ (۴)

---

(۱) رسالہ مسائل ذبائح (قلمی) ورق ۱ ۔ اصل عبارت یوں ہے ۔

رب یسر بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم وتمم بالخیر ۔

لما کان الحمد والشکر لازما علی النعماء المطلقۃ خصوصاً علی حصول العلم والعرفان ملزم علینا قبل الشروع فی المقصود الثناء للّٰہ الواحد القہار والصلوٰۃ علی اکرم الرسل وافضل البشر والابرار وعلی آلہ لو واصحابہ ہداۃ صراطۃ الاسرار اما بعد فیقول الحافظ الذی کان مولدہٗ مرغز وضبیعہٗ صدیقا وحضرت الچمکنی مرشد انورہ اللّٰہ مرقدہٗ ۔۔ ==

حافظ صاحب حضرت میان صاحب چمکنی کے بے حد عقیدت مند تھے ۔ میان صاحب کی ولایت و عرفان اور سیرت و کردار کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ھین ۔

دا حضرت میان عمر دې
په جهان کښ لکه نمر دې
څوکښې لـرې وطن
چه زیاتې کـه پــر عدن
په درګاه د خدائې قبول
چه پیرو دې د رسول
د صفاتو دې مظهر
که ینا لـرې بصـر
که یو لحل په چا نظر که
درست وجود ئې تمام زر که
ته ئې د وقت ګـرځـه مدار
چه مرکز دې د پــرکار
په احیا دې د سنن
تازه که که وي کهن

یہ حضرت میان عمر ھین
اور دنیا مین سورج کے مانند (ظاھر) ھین
چمکنی آپ کا وطن ہے
جو (خوبصورتی مین) عدن پر سبقت رکھتا ہے
خدا کی درگاہ مین مقبول ہین
اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پیرو ھین ۔ صفات (خداوندی) کا مظہر ہے
اگر آنکھون مین بصارت موجود ہے
جب آپ کسی پر نظر (کرم) ڈالتا ہے
تو اس کے تمام وجود کو سونا بنا دیتا ہے
آپ کو وقت کا مدار سمجھو کیونکہ آپ
پرکار کا مرکز ھین
سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے
والا ہے اور اگر پرانی ہے تو اس کو تازہ (و
روشن بناتا ہے

(رسالہ مسائل ذبائح ورق ۱)

(۲) شاھنامہ ص ۲۰۵ ۔ (۳) شاھنامہ ص ۱۸ ۔

(۳) محمد یحیٰی بن حضرت جی کی قلمی یادداشت ۔

چه غیاث دي د اسلام
پر د دین دي کار تمام
ډیر عالي بلند په قدر
نمودار دي لکه بـدر
که له چا په زړه ازار شي
هغه دین په دنیا خوار شي
که ثقیل وي لکه غـر
په مزاج به شي وزر
و هر چا وته به سپك شي
په ژوندنې به دې ورك شي
ځما شکر په دا ډیر
تر حساب تر شماره تیر
منور ئې پــه دیدار یم
لکه گل د نوبهار یم
خدائې ئې تل لره حیات
(۱)
چه قبله ده د حاجات

اسلام کی پشت پناہ ھین
اور دین کے کام کی تکمیل کرنے والے ھین
نہایت عالی مقام اور بلند قدر ھین
اور بدر کی طرح نمودار ھین
اگر کسی سے دل آزاری پہنچتی ھے
تو وہ شخص دین و دنیا دونون مین خوار و
ذلیل ہو جاتا ھے ۔ اگر وہ پہاڑ کی طرح
بھاری ھو مگر پر کے برابر(ہلکا) ھو جاتا ھے ۔
ھر ایک کی نظر مین ذلیل ھو جاتا ھے
اور زندگی مین وہ بے نام (ونشان) ھو جاتا ھے
خدا کا بے حد
و بے شمار شکر ھے
کہ مین آپ کے دیدار سے منوّر ھون
اور آپ کی نظر کرم سے نوبہار کے پھول کےمانند
(تازہ) ھون ۔ خداوند تعالیٰ آپ کو ھمیشہ زندہ رکھے
اس لئے کہ آپ قبلۂ حاجات ھین ۔

---

(۱) شاھنامہ احمد شاہ اشاعت اول طبع پشاور ۱۹۶۵ء ص ۱۹۲- ۱۹۳ -
مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ھو دیباچہ شاھنامہ احمد شاہ ایضا صفحات ۲۳- ۲۸ -
۱۹۱- ۲۰۲ -

(۱) یہ تفصیلات محمد یحیٰی بن حضرت جی کی قلمی یادداشتوں سے ماخوذ ہیں ۔ ان یادداشتوں سے مجھے میرے دوست وحیدالرحمن صاحب لکچرار (اسلامیات) گورنمنٹ کالج پشاور کی وساطت سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملا ۔

حسن، اخوند ملا

اخوند حسنؒ حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے خادم تھے -وہ میان صاحبؒ کی کرامت کا

ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں میرپور یعقوب (تحصیل صوابی) میں میان صاحب

جمکنیؒ کی فصلوں کی نگہداشت کے لئے مقیم تھا کہ ان دنوں حاجی کریم داد خان صوبیدار کشمیر کا

اپنے لشکر کے ہمراہ وہاں سے گزر ہوا -اس موقعہ پر لشکر کے بعض افراد نے گنے کی فصل کونقصان

پہنچایا سوہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ اسی وقت مصیبت و تکلیف میں مبتلا ہوکر توبہ

تائب ہوئے - (۱)

خادی خان سواتی، صوفی اخوند

ملا خادی خان علاقہ بنیر کے رہنے والے تھے -حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے ساتھ

گہری عقیدت و ارادت رکھتے تھے نہایت متقی اور عابد و زاہد بزرگ تھے -مولانا دادین ان کے زھد

و تقویٰ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں -

اخوند هسې پرهیزکاره متقي وو چه تقوٰي ته ي، حیران تقي نقي وو (۲)	اخوند (خادی خان) ایسے پرھیزگار اور متقی انسان تھے کہ ھر تقی و نقی ان کے تقویٰ کو دیکھ کر حیران تھا "

اخوند موصوف حضرت میان صاحبؒ کی کرامت کا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے

ہیں کہ میں کاشتکاری ~~کاکاروبار~~ کرتا تھا -مگر جنگلی سور میری زراعت کو اکثر نقصان پہنچایا کرتے تھے

تنگ آکر میں اپنے ~~پیر~~ پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی -آپ نے میرے حق

میں دعا فرمائی جس کی برکت سے خداوند تعالیٰ نے میری فصلوں کو سؤرون کے ضرر و نقصان سے

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۱۲۸ - ۱۲۹ -

(۲) ایضاً ورق ۴۲ -

(۱)
همیشہ کے لئے محفوظ رکھا ۔

خان محمد ماندوری

خان محمد، ماندوری قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ۔نظام الدین اولیاءؒ کے نہایت معتقد تھے اور کافی عرصہ ان کے مزار کے ایک مجاور کی حیثیت سے ہندوستان میں مقیم رہے ۔حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے معتمدین میں سے تھے ۔

بڑے زاہد و عابد اور پرہیزگار بزرگ تھے ۔مولانا نورمحمد ان کے بارے میں لکھتے ہیں

ماندوړی خان محمد نام وه	خان محمد ماندوری
دی نیك خویه نیك فرجام وه	نیک خصلت و نیک خو تھا
شب و روز په رياضت وه	شب و روز ریاضت و عبادت
دی مشغول په عبادت وه	میں مشغول (رهتا) تھا ۔
ډیرې کشف کرامت وه	پابند شریعت صوفی تھا
(۲) دی صوفي با شریعت وه	اور آپ کے کشوف و کرامات بہت زیادہ تھے

دادین، مولانا اخوند

مولانا دادین اپنے دور کے متبحر عالم تھے ۔علوم ظاہری و باطنی دونوں میں خداوند تعالیٰ نے وافر حصہ عطا فرمایا تھا ۔سلوک و طریقت کے اسرار و رموز سے کافی واقفیت رکھتے تھے ۔

---

(۱) مناقب از مسعود گل ص ۶۰ ۔۶۱ ۔

نیز مناقب از مولانا دادین ورق ۴۲ ۔۴۴

نوٹ) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا دادین نے اس واقعے کا حال بیان کرتے ہوئے اخوند ملا خادی خان کو مذکورہ واقعے کا راوی و ناقل بتایا ہے جبکہ مولانا مسعود گل، ملا خادی خانؒ کو صاحب واقعہ بتاتے ہیں ۔واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ۔

(۲) نورالبیان (قلمی) ورق ۳۸ ۔

حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے کامل مریدین مین سے تھے اور اپنی ساری زندگی آپ ہی کی خدمت و صحبت مین گزاری ۔ خود لکھتے ہین ۔ (۱)

وکړه مدد د څمکنو کامل — ستا مرید نه دي هډو تللي بیا د بل چا کره

(اے چمکنی کے کامل پھر میری مدد کرو ۔(اس لئے) کہ آپ کا مرید آپ کے شرف ارادت حاصل کرنے کے بعد پھر کہین کسی دوسرے کے پاس نہین گیا ہے) ۔

مولانا موصوف خدا کے سچے عاشق تھے ۔ ان کے قلب مین خدائے واحد کی حقیقی محبت تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر وقت زبان پر یہ دعا جاری رہتی ۔

ستا ثنا وته م زړه" ربه پاک هوکړې
شب و روز ورته چوري عطا د هو کړې
چه په خوله" کښې د هو چوري نیولي
ستا د خوف ځاڅکي په مخ تویه وي غلي
پته راکړې د خپل خوف همسې پیشه
چه بې هو ئې بله نه وي اندیشه (۲)

(اے پروردگار) تیری حمد و ثناء کے لئے میرا دل پاک و خالی کر یعنی اس مین ہر وقت ذکر " ہو " جاری کر ۔ دن رات اس (میرے دل) کو " ہو " کی چھوری عطا کر اس طرح کہ منہ مین تیرے ذکر " ہو " کی چھوری رکھے ہوئے ہو اور تیرے خوفؔ کے مارے پوشیدہ طور پر چہرے پر (آنسو کے) قطرے بہاتا ہوؤ ۔ اپنے خوفؔ کا ایسا پیشہ عطا فرما کہ پھر ہرگز بجز " ہو " کے کوئی دوسری فکر لاحق نہ رہے ۔

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۲۳ ۔

(۲) ایضا ورق ۴۴ ۔

مولانا موصوف کا عقیدہ ہے کہ خدا اور رسول کی سچی محبت ہی سے انسان کو زندگی کا اصل لطف میسر ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر حقیقت و معرفت کی دنیا کا سیر کرنا محال ہے ۔ فرماتے ہین ۔

تر هر څه وایم ثنا دہ د رب غوره
چه رنړا ې بورته د روس تر عرش لوړه
که پیوه د زړه تاکړه په دې غوړ پکه
یکښې کیښوه تا باتۍ د درود کلکه
د اخلاص په اور د کړه د ننه بله
د پټ سرائې د سیل هاله کوه ته خله (۱)

مین کہتا ہون کہ ہر چیز سے خدا کی حمد زیادہ روغن دار ہے کہ اس کی روشنی عرش سے بھی اوپر جاتی ہے ۔
اگر تو نے اپنے دل کے چراغ مین یہ روغن بھر دیا اور درود کی بتی اس مضبوط رکھی اور اندر سے اخلاص کی آگ سے جلایا اس کے بعد پوشیدہ سرائے کی سیر (یعنی سیرِ باطنی) کی امید رکھو ۔

مولانا موصوف سنتِ رسول کے سچے تابع اور عاشق تھے ۔ فرماتے ہین ۔

نه دي دادین په کښ څه ایښي بې د یار د سترګو (۲)
صند وق که وا کړې د سینې د زړه دفتر وګورې

دادین نے اپنے محبوب کی آنکھون کے سوا اس مین کچھ بھی نہین رکھا ہے اگر تم اپنے سینے کا صندوق کھول کر دل کا دفتر معائنہ کرو

مولانا دادین علماء و صلحاء کے خدمتگار اور قدردان تھے ۔ ان کے بارے مین اظہار عقیدت کرتے ہوئے فرماتے ہین ۔

چه د خدائې دوستان دادین خوک ګڼرې

اے دادین جن کو خدا کا دوست سمجھتے ہو تو (ہروقت) ان کی آنکھون کے پلکون کو

---

(۱) مناقب ورق ۲۵ - (۲) مناقب ورق ۳۷

(۱)

ښکلوه په خولې د سترګو ئې ښرې

بوسه دیا کرو ۔

دادین پائیزار د اولیاؤ ایښې پا ـ ـ یر سترګو
(۲)
غواړې له خدایه په طفیل د دوئ دیدار دجنان

دادین نے اولیاء اللّٰہ کے پاپوش کو اپنی آنکھوں کے اوپر رکھا ہے اور ان کی برکت و طفیل سے خدا سے جنت چاہتا ہے

مولانا موصوف کو روحانیت میں شہود کا مقام حاصل تھا اور کثرت ظاہری کے پردے ان کی نظر کے سامنے سے ہٹ چکے تھے ۔ فرماتے ہیں ۔

تر پردې روستو عجب ښهر دې ته څه خبر ئې
هغه خبر شول چه دلې ئې د زړه اشنا راوړې
حال ئې زه چاته اوایم نشته یو همنفس
د هغه ښهر راز چه ما وته پیشوا راوړې
همنفس نشته بې ژړا م له سایې م خپلې
(۳)
ځکه م خپلې سایې تا زړه په ژړا راوړې

تجھے کیا خبر ہے پس پردہ عجیب شہر (آباد) ہے ۔ ان کو اس کی خبر ہے جن کے دل میں اس کے ساتھ اُنس موجود ہے ایک شخص بھی نہیں ہے ۔ میں اس (شہر) کا حال کس کو سناؤں ۔ جس کا حال مجھے میرے پیشوا (مرشد) نے بتایا ہے ۔ اپنے سایہ کے علاوہ کوئی رونے میں میرا ساتھی نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ دل اپنے سایہ کے سامنے روتا ہے ۔

مولانا دادین نے اپنی کتاب " مناقب میاں صاحب چمکنی " میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ انتہائی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ میاں صاحب موصوف اپنے دور کے بے نظیر روحانی پیشوا تھے اور در حقیقت وہ انسانی شکل میں خدا کی رحمت

---

(۱) مناقب ورق ۴۳ ۔ (۲) مناقب ورق ۱۱۹ ۔

(۳) ایضاً ورق ۵۳ ۔

بن کر آئے تھے ۔

وائ دادین چه یومه پرېز دي لمن د دغه ولي نور د رحمت د رب په شکل د انسان راغلي (۱)	دادین کہتا ہے کہ اس ولی کا دامن مت چھوڑو اللہ کی رحمت کا نور انسان کی شکل میں آیا ہے ۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں ۔

لکه وو صاحب په دا وقت کښې دادین بیا به نه مومي که څوک کرځي تر چین (۲)	اے دادین ۔ اس وقت صاحب (میاں محمد صر) کو مقام حاصل تھا اگر کوئی چین تک پھرے تو بھی ایسا نہیں پائے گا ۔

فرماتے ہیں کہ خدائے ذوالجلال نے میاں صاحبؒ کو عظیم جاہ و جلال اور عظمت سے نوازا تھا ۔ چنانچہ لکھتے ہیں ۔

صاحب قوت لري دادین که پروین د فلک غواړي زمین ته هم به راشي د ده توان وګوره (۳)	اے دادین ۔ صاحب اتنی قوت رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو آسمان کا پروین زمین پر اتر آئے گا ۔ آپ کی قوت دیکھو ۔

حضرت میان صاحب چکنی موصوف کے اخلاق حمیدہ اسرار و حقائق اور سیرت و کردار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

تخلّقوا صاحب موندلي وو خلعت له رب ځکه ي سر د کنت کنزا مخفیا راوړي غرق به شي وایم په طوفان کښې د غیرت د ولي	میان صاحب نے "تخلقوا باخلاق اللہ" کی خلعت کو پایا تھا اور اسی لئے تو "کنتُ کنزاً مخفیاً" کا راز لائے ہیں ۔ کہتا ہوں کہ جو کوئی یہاں آکر تکبر و غرور

(۱) مناقب ورق ۳۲ ۔ (۲) مناقب ورق ۱۲۵ ۔
(۳) ایضاً ورق ۱۱۰ ۔

(۱)

چا چه دلئ واستکبروا استکبارا راوړي | سے کام لے گا وہ اس ولی اللہ کے طوفان غیرت مین غرق ہو جائے گا ۔

مولانا دادین اپنے پیر و مرشد کی وفات کے وقت موجود تھے ۔ نماز جنازہ مین شرکت کی اور اس منظر کے حالات اپنی کتاب مین قلمبند کئے ۔ (۲)

مولانا دادین پشتو زبان کے ایک ممتاز اور پختہ کار شاعر تھے ۔ آپ نے اپنے پیر طریقت حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے مناقب پر ایک کتاب لکھی ہے ۔ جو " مناقب میان صاحب چمکنی " کے نام سے موسوم ہے ۔ اور پشتو نظم کی شاہکار ہے ۔ اس کی نظم مثنوی اور غزل ہے ۔ تقریباً پانچ ہزار ابیات پر مشتمل ہے ۔ اور مولانا موصوف کے تبحر علمی ، زہد و ورع اور کمال فن کا ایک شاہدار مرقع ہے ۔ اس کتاب کا صرف ایک نسخہ دستیاب ہے جو مولوی محمد یعقوب مرحوم امام مسجد پختہ میان صاحب چمکنی کے پاس محفوظ ہے ۔ یہ کتاب ۱۲۱۹ھ ـ ۱۸۰۴ء مین لکھی گئی ہے جس مین آپ نے اپنی عمر ستر برس بتائی ہے ۔ لہٰذا اس حساب سے آپ کا سن پیدائش (۱۲۱۹ـ ۷۰) یعنی ۱۱۴۹ھ ـ ۱۷۳۶ء برآمد ہوتا ہے ۔

اگر چہ یہ کتاب کسی دوسری کتاب جو فارسی زبان مین ہے کا ترجمہ ہے مگر مولانا دادین نے اس کو پشتو نظم کا ایسا دیدہ زیب اور رنگین لباس پہنایا ہے کہ پڑھ کر احسان داد دئیے بغیر نہین رہ سکتا اور موصوف نے فارسی زبان سے مناقب کے دُر و جواہر کو پشتو زبان کے سلجھ سلک مین ایسا پرویا ہے کہ ایک خوبصورت ہار کی مانند دکھائی دیتا ہے ۔ یہ کتاب ساری افغان قوم کے لئے بالعموم اور پشتو زبان کے شعراء کے لئے بالخصوص

---

(۱) مناقب ورق ۵۳ ۔

(۲) مناقب ورق ۱۷۹ـ ۱۸۰ ۔

باعثِ زیب و زینت اور سرمایہ فخر و ناز ہے ۔

مولانا دادین اس کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے کہتے ہین کہ یوسف زئی اور مہمند افغان اس بات پر مصر تھے کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے مناقب کو پشتو زبان مین لکھا جائے ۔ تاکہ افغان لوگ اس سے بآسانی استفادہ کر سکین ۔ ایک طرف افغانون کا اصرار تھا اور دوسری طرف میان صاحبؒ کی خدمت کا جذبہ کارفرما تھا لہٰذا مین میان صاحبؒ کے مناقب کے کسی لکھے ہوئے مجموعہ کی تلاش مین چمکنی آیا اور ادھر ادھر لوگون سے دریافت کیا ۔

چه گلذار د مناقبو د دوئ چرته
راته وښيئ چه ورشم هغه درته
گلذار چرته د ولي د پښتنو دي
لکه نمر چه په فلك د څمکنو دي
چه تحفه یو سم د گلو لمن ډکه
غنچه کړم د هر پښتون په دستار لکه (۱)

کہ آپ کے مناقب کا گلزار کہاں ہے مجھے بتلاؤ تاکہ مین وہان جاکر حاصل کرون ۔ پٹھانون کے اس ولی کا گلزار مناقب کہاں ہے جو چمکنی مین سورج کی مانند روشن ہین تاکہ مین پھولون سے دامن بھر کر لے جاؤن اور ہر پٹھان کی پگڑی مین اس کا گلدستہ لگاؤن ۔

حقیقت ہے کہ یہ کتاب شعر کے میدان مین افغان قوم کے لئے ایک طرۂ امتیاز ہے ۔ اور شاعر کی شاعرانہ صلاحیتون اور فن کمال کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے ۔

رضوان ، پیر

پیر رضوان اپنے دور کے مشہور و معروف عالم اور کامل صوفی تھے ۔ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے مقبول و محبوب خلیفہ تھے ۔ میان صاحب موصوف کے ساتھ خصوصی تعلق

---

(۱) مناقب ورق ۱۲ ۔

اور قرب کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جن پانچ حضرات کو آپ کے غسل اور تجہیز و تکفین کا کام سونپا گیا تھا ان میں یہ متوفی بزرگ بھی شامل تھے۔ (۱)

سرور ، اخوند

اخوند سرور عالم و فاضل صوفی اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے منظور نظر خلفاء میں سے تھے ۔ ان کو میاں صاحب کی تجہیز و تکفین اور غسل دینے کا شرف حاصل ہے ۔ (۲)

سعادت خان چینی فروش

سعادت خان پشاور کے رہنے والے اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے مخلص مرید تھے ۔ ان کے والد ماجد بھی اسی آستانہ کے ساتھ منسلک رہے اور آپ کے مریدین و محبین میں شامل تھے ۔ مولانا مسعود گل لکھتے ہیں ۔

دوکاندار سعادت نام چینی فروش وہ
قدیمی د میاں صاحب حلقہ بگوش وہ
د دہٴ وپلار حما د د جناب غلام وہ
پہ خدمت د میاں صاحب پہ صبح وشام وہ (۳)

سعادت چینی فروش دوکاندار تھا اور حضرت میاں صاحبؒ کا نہایت قدیمی حلقہ بگوش خادم تھا ۔ سعادت کا بیان ہے کہ میرا والد بھی آپ کا مرید و خادم تھا اور صبح و شام آپ کی خدمت میں مصروف رہتا تھا ۔

سعادت خان کے والد بزرگوار کا بیان ہے کہ میری ہاں نرینہ اولاد نہ تھی ۔

---

(۱) مناقب از مولانا دادین (قلمی) ورق ۱۶۰ ۔
(۲) مناقب از " " ورق ۱۶۰ ۔
(۳) مناقب از مسعود گل ص ۵۳ ۔
ایضا ملاحظہ ہو مناقب از مولانا دادین ورق ۷۶ ۔

اس سلسلے مین حضرت میان صاحبؒ سے دعا کی درخواست کی ۔ آپ نے دعا فرمائی جس کے نتیجے مین خدا نے دو فرزند عطا فرمائے ۔ یہ دونون بھائی اپنے والد کی وصیت کے مطابق تادم آخر حضرت میان صاحبؒ کی خدمت کرتے رھے[۱] ۔

سید محمد

سید محمد وادی کنڑ (افغانستان) کا باشندہ تھا اور میاجی کے نام سے مشہور تھا ۔ سید موصوف کا بیان ھے کہ ایک بار سید غلام نے مجھے میان صاحب چمکنیؒ کا امتحان لینے کی غرض سے چمکنی بھیج دیا ۔ مین آکر آپ کی مجلس ارشاد مین شریک ھوا اور اس مجلس کے دوران آپ کا جاہ و جلال اور کشف و تصرف دیکھ کر متعجب ھوا اور آپ کے غلامان حلقہ بگوش مین شامل ھوکر آپ کا طوقِ ارادت زیب تن کر لیا[۲] ۔

~~وزیر اعظم~~ شاہ ولی‌خان درانیؒ وزیر اعظم

شاہ ولی خان پوپلزئی افغانون کی ذیلی شاخ صالح زئی سے تعلق رکھتے تھے اور قندھار کے ان نو سربرآوردہ سردارون مین سے تھے جو نادرشاہ افشار کے قتل کے وقت احمدشاہ درانیؒ کے ھمرکاب تھے ۔

اصلی نام بکتی‌خان تھا عہدہ وزارت پر تقرری کے بعد " شاہ ولی " کے لقب سے ملقب ھوئے ۔[۳] ابتداء مین احمدشاہ درانی کے حفاظتی گارڈ کے امیر تھے ۔ وزیر شفقت‌خان کے بعد ۶۸-۱۱۶۷ھ = ۵۵-۱۷۵۳ء مین وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ھوئے ۔

---

(۱) مناقب از مسعود گل ص ۵۳-۵۳ ۔
مناقب از مولانا دادین ورق ۷۶ - ۷۷ ۔
(۲) ایضاً ورق ۱۵۶ - ۱۶۰ ۔
(۳) تیمورشاہ درانی از عزیزالدین وکیلی طبع کابل ۱۳۳۳ھ ص ۲۵۰ ۔

شاہ ولی خان ایک مدبّر اور تجربہ کار سیاست دان ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت جرّی اور شجاع مرد میدان بھی تھے ۔ سرزمین ھند کی تمام جنگی مہمات میں احمد شاہؒ کے ھمراہ و ھمقدم رھے ۔ ۱۱۷۴ ھ پانی پت کے جہاد میں شریک ہوئے ۔ اور اسی سال متھرا کے قدیم معبد کے بت شکن ہونے کا شرف حاصل کیا ۔ (۱) ۱۱۷۸ ھ / ۶۵-۱۷۶۴ ء میں عہدہ وزارت سے برطرف کر دئیے گئے ۔ اور ان کی جگہ اخوند فیض اللّٰہ خان کے بھائی اور تیمور شاہ کے اتالیق شیخ ادریس خان کو یہ عہدہ سونپا گیا ۔ ۱۱۷۹ ھ / ۱۷۶۶ ء میں قاضی موصوف کا انتقال ہوگیا ۔ اور ۱۱۸۳ ھ / ۷۰-۱۷۶۹ ء میں شاہ ولی خان کو دوبارہ خلعتِ وزارت سے نوازا گیا ۔ احمد شاہ کی وفات کے بعد ۱۱۸۶ ھ / ۱۷۷۲ ء میں ان کے بیٹوں میں تخت نشینی کے لئے کشمکش شروع ہوگئی اور شہزادہ سلیمان کی طرفداری کے الزام میں شہید کر دئیے گئے ۔ شہادت کے بعد اپنے پیچھے گیارہ فرزند چھوڑ گئے جن میں سے اکثر زمان شاہ درانی اور شاہ شجاع الملک درانی کے دور میں اہم مناصب پر فائز رھے ۔ (۲)

وزیر موصوف صفات حمیدہ سے متصف تھے خصوصاً ان کی سخاوت و فیاضی ضرب المثل تھی کہتے ہیں کہ ایک بار وہ لاھور کے ایک بازار سے گزر رھے تھے کہ ایک چور نے ان کی جیب میں ھاتھ ڈالا ۔ محافظ نے چور کو پکڑ لیا ۔ اس موقعہ پر وزیر موصوف نے متوجہ ہوکر کہا کہ ۔

" دست بہ جیبِ مرد فرو بردہ است متاعی کہ ھست بر گیرد "

اتفاقاً اس جیب میں کچھ بھی موجود نہ تھا لہٰذا چور کا ھاتھ پکڑ کر دوسری جیب میں ڈال دیا اور کہا کہ جو کچھ موجود ھے لے لو ۔ اھل بازار یہ دیکھ کر حیران ہوئے ۔ وزیر موصوف نے ان کو

---

(۱) اخبار ھیواد (پشتو) کابل ۴/ و ۵/ فروری ۱۹۷۶ ء بحوالہ احمد شاھی تاریخ (قلمی) تیمور شاہ درانی ص ۲۵۱ ۔ ۲۵۳ ۔

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو درۃ الزمان از عزیزالدین وکیلی طبع کابل ص ۲۲۸

مخاطب کرکے کہا کہ :

"شخصی کہ بہ جہز مرد دست فرو برد محل نوازش است نہ کہ سوزش"۔ (۱)

شاہ ولی خان ایک متدین عالم تھے اور سلوک و تصوف کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتے تھے ۔حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے بے حد عقیدت مند تھے اور اکثر و بیشتر اوقات آپ کے آستان فیض رسان پر حاضری دے کر قدمبوسی کا شرف حاصل کرتے تھے ۔میان صاحب موصوف ان پر بہت مہربان تھے اور آپ کے خاص لوگون مین ان کا شمار ہوتا تھا ۔ (۲)

ملا یوسف درانی کا بیان ہے کہ شاہ ولی خان کے ہان نرینہ اولاد نہ تھی ایک دن حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنی حالت زار کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی ۔آپ نے ان کا بیان سن کر دعافرمائی جس کے نتیجے مین خدا نے ان کو نرینہ اولاد عطا فرمائی ۔ (۳)

وزیر موصوف اپنی عظمت وحشمت کے باوجود میان صاحب چمکنیؒ کے جاہ و جلال سے بہت مرعوب تھے ۔ایک بار ایک درانی سردار نے وزیر شاہ ولی خان کو بطور سفارش آپ کے پاس لے جانا چاہا ۔اس موقع پر وزیر موصوف کا جواب نقل کرتے ہوئے مولانا مسعود گل لکھتے ہین ۔

هيڅ قابوم په دهٔ نشته زورور دي	آپ پر میرا قابو نہین وہ بہت زبردست ہین
چه په لوي درګاه کښې دي ډير مخور دي	کیونکہ (اللہ کی) بڑی درگاہ مین بہت بااثر اور مقبول ہین ۔

= اخبار ہیواد کابل ۳/ ۴/ ۵/ ۷/ فروری ۱۹۷۶ء

تیمورشاہ درانی ص ۲۵۰ ۔ ۲۵۲ ۔

******

(۱) تیمورشاہ درانی ص ۲۵۳ ۔
(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۸۳ ۔ ایضاً ص ۲۰ ۔ ۲۱ ۔
(۳) مناقب از مسعود گل ص ۱۸ ۔ ۱۹ ۔

زور ور ترحده زيات دي دا ولي (۱) څه پرواه ئې شي په شاه په شاه ولي	یہ ولی حد سےزیادہ زبردست ہین اور آپ بادشاہ یا شاہ ولی کو کوئی پرواہ نہین

شریعت و طریقت دونون مین بلند درجہ حاصل تھا - یہی وجہ ہے کہ اپنے دور کے مشہور روحانی رہنما حضرت شاہ فقیراللہ شکارپوری نے ان کو زبدۂ محبان ' نقاوہ ' ارادت مندان ' خاص الخواص ' محور فلک سلطنت ' خلاصہ ' سواد حشمت اور عزیز دلہائے درویشان ' جیسے ارفع آداب و القاب کے ساتھ ان کو مخاطب کیا ہے - (۲)

شریف اخوند

اخوند شریف اس دور کے مشہور و معروف عالم اخوند عماد جمکنی کے تلمذ رشید اور اخوند رسول ساکن پنج پیر کے ہم سبق تھے - موضع اوشیری (ضلع دیر) مین سکونت رکھتے تھے - بڑے جید عالم اور عابد و زاہد صوفی تھے - ان کے احوال بیان کرتے ہوئے صاحب کرامت نامہ لکھتے ہین کہ -

د اوشيري اخوند شريف وه دې د رب په خوف وخيف وه د خپل وقت ظاهر باطن وه د کاترنو هم اسن وه (۳)	(موضع) اوشیری کے اخوند شریف جو کہ خوف خدا سے ہر وقت خوفزدہ اور لرزہ براندام رہتے تھے - اپنے وقت کے ظاہر و باطن (سرآگاہ صوفی) تھے - اور عمر رسیدہ بھی تھے -

(۱) مناقب از مسعود گل ص ۲۳ -

(۲) مکتوبات فقیراللہ شاہ مکتوب ۵۶ ایضاً مکتوب ۷۴

مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو احمد شاہ درانی از گنڈا سنگھ طبع بمبئی ۱۹۵۹ء صفحات ۹۹ - ۱۱۱ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۵۵ - ۱۵۹ - ۱۶۱ - ۱۷۴ - ۱۸۱ - ۱۸۶ - ۱۹۸ - ۲۰۹ - ۲۱۱ - ۲۳۷ - ۲۴۱ - ۲۴۳ - ۲۵۱ - ۲۷۸ - ۲۸۱ - ۲۸۴ - ۳۱۰ - ۳۱۶ - ۳۱۹ - ۳۲۶ - ۳۳۰ - ۳۴۹ - ۳۵۸ - ۳۶۷ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۸۱ - ۳۸۳ - ۳۸۷ -

(۳) کرامت نامہ (قلمی) از نورمحمد ورق ۲۴ -

ابتداء ھی سے حضرت میاں صاحب جمکنیؒ کے ساتھ قریبی مراسم تھے -اور ان کے کشوف و کرامات کے بہت سارے چشم دید واقعات دیکھنے کا شرف حاصل ہوا - شیخ نور محمد لکھتے ھین کہ ۱۱۷۰ھ / ۱۷۵۷ء مین اخوند شریف موضع کوٹی گرام (ضلع دیر) مین مقیم تھے اور ان سے روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے ہر وقت لوگ کثیر تعداد مین جمع رہتے -اس موقع پر مین بھی ان کی مجلس ارشاد مین حاضر ہوا اور اخوند موصوف کی زبانی حضرت میان صاحبؒ کے آغازِ جوانی کے چند خوارق عادات و واقعات گوش گذار ہوئے - (۱)

شمس الدّین اکبرپوری

شمس الدین اکبرپورہ (ضلع پشاور) مین سکونت رکھتے تھے -بڑے نیک سیرت و نیک خصلت انسان تھے -میان صاحب جمکنیؒ کے حاضر باش مریدین مین سے تھے -اپنا بیشتر وقت آپ کی صحبت مین گزارا -آپ کی کرامات کے کئی چشم دید واقعات ان کی زبانی مروی ھین - (۲)

شمس الدین د اکبرپوري عجب مرد وو	شمس الدین اکبرپوری نہایت عجیب کردار کے آدمی تھے
چه په باغ د میان رحیم کښې بید و ورد وو (۳)	اور میان رحیم کے باغ مین مثلِ بید مجنون اور گلاب کے پھول کے تھے -

شہباز خان خٹک

شہباز خان اپنے دور مین خٹک قبیلے کے سردار سرائے اکوڑہ کے باشندے اور حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے معتقد تھے -۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء مین بقید حیات تھے -مراد خان حاکم پشاور کی سخت مخالفت کے سبب اس کو ایک دفعہ پشاور طلب کیا گیا سرائے اکوڑہ سے پشاور آتے ہوئے وہ

---

(۱) کرامت نامہ (قلمی) ورق ۲۴ - ۳۰

(۲) مناقب میان صاحب جمکنی از مولانا دادین ورق ۲۳ - ۲۴

(۳) ایضاً ورق ۲۳ -

پہلے حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے دربار مین حاضر ہوئے - اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا شفیق لکھتے ہین کہ -

په طلب چه د مراد نامراد ظالم شوم له سرایه پیښاور لره عازم هغه شپه م شه مقام په چمکنو ناخبر ووم د گردون له دي فتنو په زیارت د میان صاحب چه سرفراز شوم پهمحمود قدم مسعود لکه ایاز شوم (۱)	جب مین ظالم و نامراد مراد خان حاکم پشاور کی طلب پر سرائے (اکوڑہ) سے پشاور کی جانب روانہ ہوا تو راستے مین رات چمکنی مین گزاری - مصائب آسمانی کی خبر نہ تھی - جب حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی زیارت سے مشرف ہوا تو آپ کے قدم محمود کی قدموسی کی ہوکہ سے محمود غزنوی کے غلام ایاز کی مانند مسعود ہوا -

سردار موصوف کا بیان ہے کہ موضع چمکنی مین اس قیام کے دوران بہادرخان یوسف زئی کے ساتھ ملاقات ہوئی جس نے حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی کرامات کے ایسے عجیب واقعات سنائے کہ سن کر مین انگشت بدندان رہ گیا - (۲)

طلحہ ، اخوند ملا

اخوند ملا طلحہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے منظور نظر مرید تھے - خداوند تعالیٰ نے ان کو تمام صفاتِ حمیدہ سے متصف فرمایا تھا - زاہد و عابد اور نیک سیرت انسان تھے - مولانا دادین ان کی روحانیت اور اوصاف و خصائل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین -

هسې رنگ هغه اخوند م نوراني وو په خصلت کښې گویا دي طلحه ثاني وو (۳)	وہ اخوند (ملا طلحہ) ایسے نورانی (آدمی) تھے اور خوخصلت مین گویا طلحہؓ ثانی تھے

---

(۱) مناقب از مولانا شفیق (قلمی) ورق ۲ - (۲) ایضاً ورق ۳

(۳) مناقب از مولانا دادین ورق ۹۲ -

اخوند موصوف فرماتے هین که ایک دن هم چند احباب مسجدِ مهابت خان مین بیٹھے هوئے تھے اور میان صاحبؒ کی کرامات پر گفتگو هو رهی تھی همارے قریب ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے تھے جو باجوڑ کے باشندے تھے اور زهد و تقویٰ اور نیک بختی کے آثار ان کے چهرے پر نمایان تھے ۔ اس بزرگ نے همین مخاطب هو کر فرمایا که خداوند تعالیٰ نے میان صاحب چمکنیؒ کو اسرار و حقائق کے خزانون سے بهت کچھ مرحمت فرمایا هے اور آپ کے خوارق کا ایک چشم دید واقعه بیان کرتے هوئے فرمایا که ۔

په سفر کښې د لاهور زهٔ ورسره ووم
د یقین په اخلاص پر په زړهٔ کړه ووم
اقتداء م د مانځه ورپسې کړې
د حضور نشو و نما کړه د زړهٔ زړې
ولې راغله په مانځه کښې شبهه دا رنګ
چه کعبې ته سمه نه ده جبهه دا رنګ
برابر صلوة کعبې ته ادا نهٔ شه
د مانځه د فساد غم زور په ما وشه
بارې پاتې شوم خاموش زهٔ له ادب
په زړهٔ وایم چه دا څه وشو له رب
نور صاحب څما و لور و ته ناظر شهٔ
چه خبر په خطرې م د خاطر شهٔ
وحضور ته ې طلب په هغه د رنګ کړم
په دیدن ې مشرف په مخ خوشرنګ کړم

سفر لاهور مین مین آپ کے همراه تھا
اور دل یقین و اخلاص سے معمور تھا
مین نے آپ کے پیچھے نماز کی اقتدا کی تھی
خوب متوجه هوکر حضورِ قلب کے ساتھ سو
نماز کے دوران مجھے یه شبه پیدا هوا
که هم برابر قبله رو نهین هین
(دل مین کها) که قبله کی صحیح سمت
مین نماز ادا نهین هوئی اور یه غم زور
پکڑتا گیا که نماز فاسد هوگئی ۔ مگر ادب
و تعظیم کے لحاظ سے مین خاموش ره گیا ۔
اور دل مین کهتا هون که اے خدایا ۔ یه
کیا هوا (اسی شش و پنج مین تھا) که
حضرت میان صاحبؒ کو میرے اس شک و شبه کا
علم هوا اور میری طرف متوجه هوئے ۔ اسی

له حلقې د خادمانو ې جدا کړم
مستقبل ې د کعبې په لورې بیا کړم
فرمائل ې که نمونځ خو بې تحرې وو
ولې وګوره چه کله سرسرې وو
له کعبې کله له ما د ې په څنګ شوې
راشه وګوره که ستا وې زړه تنګ شوې
که نظر ما ښه په لور د مغرب وکړ
هسې رنګ ما زیارت عجائب وکړ
ما په خپلو سترګو ولیده کعبه
د وې دولت د زیارت کړ راته هبه
حق حیران شوم د ې کشف و کرامت ته
ما تعظیم وکړ د د و ښه زیارت ته
په صفت ې دادین څکه نه مریږي
چه کعبه د ده په مخ دلې ښکاریږي (۱)

وقت اپنے پاس بلایا ۔ اپنے دیدار کا شرف بخشا مریدین کے حلقہ سے علٰحدہ کیا (اور) پھر مجھے قبلہ رو کردیا ۔
فرمایا کہ اگر چہ نماز میں تحرّی سے کام نہیں لیا گیا مگر دیکھو کہ یہ سرسری کب تھی ۔ کعبہ کی جانب پڑھنے میں غلطی نہیں ہوئی ہے آؤ دیکھو اگر تیرا دل تنگ ہو گیا ہے۔ میں نے جب مغرب کی جانب خوب نظر دوڑائی تو میں نے عجیب زیارت کی ۔
میں نے کعبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس طرح میاں صاحبؒ نے زیارت کعبہ سے مجھے مشرف کیا میں یہ کشف و کرامت دیکھ کر انگشت بدندان رہ گیا ۔ میں نے کعبہ دیکھ کر آداب بجا لائے ۔ دادین اس لئے آپ کی تعریف کرتے کرتے نہیں تھکتا کہ آپ کی برکت و طفیل سے یہاں بھی کعبہ دکھائی دیتا ہے ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے عالم و فاضل اور کامل مرید مولانا دادین مذکورہ واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

څوک چه ودرې په عرفات د معرفت دا هسې
غنډې د زمکې لاند وکړه د ده تر قدم

جو عرفاتِ معرفت پر اس طرح کھڑا ہو جائے تو پھر زمین کی پہاڑی کو اس کے قدم کے

صاحب چه هسي شان ولاړ د جبروت په غره دي	تھے سمجھو - حضرت میان صاحبؒ جو اس
څکه کعبه تر نه پټيږي په د غرونـــو د سم (۱)	طرح جلال جبروت پر کھڑے ھین تو اس لئے
	یہاں کے پہاڑ ان کی نظر سے خانہ کعبہ کو
	نہین چھپا سکتے ۔

ظفر، ملا

ملا ظفر حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے حاضر باش مرید تھے - روحانی کمال کے حصول کے بعد اذن و خلافت کا شرف حاصل کیا ۔ (۲)

عبدالحکیم، اخوند

اخوند عبدالحکیم حسینی سیدؒ تھے اور ان کے آباءو اجداد پشت در پشت صاحبان ولایت و کرامت گزرے ھین - ان کے والد بزرگوار سید یارمحمد کابلی سلسلہ نقشبندیہ کے مشاھیر مین سے تھے - اور علوم ظاھری و باطنی دونون مین شیخ عبدالغفور پشاوری سے اکتساب کیا تھا - ننگرھار سے آکر پشاور مین سکونت اختیار کی اور یہین پر دفن ھوئے - یہان سکونت کے دوران اخوند عبدالحکیم پیدا ھوئے - ظاھری علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے اور باطنی علوم مین حضرت میان صاحب جمکنی کے چشمہ فیض سے فیضیاب ھوئے - زندگی کا بیشتر حصہ آپ کی صحبت مین گزارا اور آپ کے نہایت منظور نظر اور خاص الخاص مرید و ھمنشین تھے - مولانا مسعود گل لکھتے ھین ۔

دا رنګ نقل کا ملا عبدالحکیم	ملا عبدالحکیم یہ بیان کرتا ھے
جمکنو کښې ډير مدت ووم زه مقيم	کہ مین جمکنی مین کافی مدت مقیم تھا

= (۱) مناقب میان صاحب جمکنی از مولانا دادین (قلمی) ورق ۹۲ ۔

******

(۱) مناقب از مولانا دادین (قلمی) ورق ۱۵۲ ۔
(۲) نورالبیان (قلمی) ورق ۳۵ ۔

يوه شپه وشهٔ مجلس له حده زيات	ایک رات مجلس حد سے زیادہ (دیر تک) جاری
په کبر بحث وهٔ د حديث هم د ايات	رہی اور اس مین آیات و احادیث کی بحث (ہو رہی
حقائق او معارف بيانيـــدل	تھی - حقائق و معارف بیان ہوتے تھے -
د هٔ مجلس عالم تمام وزنگليـدل	پھر تمام حاضرین مجلس پر نیند کا غلبہ ہوا
اخر وکړ و د مجلس خلقو برخاست	آخر کار اہلِ مجلس چلے گئے
په خدمت کبن زهٔ تنها ووم ورته ناست	اور مین (آپ کی) خدمت مین تنہا بیٹھا تھا
هوري ناست وو په دا شان تر صباح	صبح تک اسی طرح (ہم دونوں) بیٹھے رہے -
موٴذن وکړ اواز على الفلاح	یہان تک کہ مؤذن نے صبح کی آذان دی
په اذان چه موٴذن وکړ اغاز	جب موذن نے آذان کا آغاز کیا
نور صاحب په تدارک شهٔ د نماز (١)	توحضرت میان صاحب نماز کا اہتمام کرنے لگے

اسی طرح مولانا دادین اخوند عبدالحکیم کی زبانی ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہین -

د هٔ ويل چه عبادت خانه خاصه هٔ وه	وہ کہتے تھے کہ آپ کا جو عبادت خانہ خاص تھا
د انوارو د اسرارو خـــلاصه وه	اور (وہ) گویا انوار و اسرار کا خلاصہ تھا -
خادمان هم ورته ناست وو په حضور کبن	خدام آپ کے حضور مین بیٹھے تھے
په حضور د دې کامل فائض النور کبن	اس کامل و فائض النور کے حضور مین
ولې نور شول مرخص له دغه ځايه	مگر (آپ) سب (آپ) سے رخصت ہوئے صرف مین اور صاحب
يو زهٔ پاتې بل صاحب شو خوشنمايه (٢)	وہان رہ گئے -

(١) مناقب از مولانا [illegible] مسعود گل ص ٤٥

(٢) مناقب از مولانا دادین ورق

مندرجہ بالا دونون بیانات اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اخوند موصوف کے ساتھ

اخوند موصوف ایک فہیم و دانا صوفی اور ایک باعمل عالم تھے - اپنے پیر طریقت کے کشوف و کرامات کے کئی چشم دید واقعات ان سے منقول ہین - (۱) ابتداء مین پشاور مین سکونت رکھتے تھے بعد مین حضرت میان صاحب جھکئی کی اجازت سے موضع گوجر گڑھی (ضلع مردان) مین سکونت (۲) اختیار کرلی - اور وھین پر وفات پائی - عبدالحلیم اثر نے ان کا سن پیدائش ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء اور سن وفات ۱۲۳۶ھ / ۱۸۲۰ء بتایا ھے - (۳)

اخوند عبدالحکیم کی وجہ سے موضع گوجر گڑھی درس و تدریس کا ایک بڑا مرکز بن گیا تھا جس مسجد مین آپ درس دیا کرتے تھے وہ مسجد میان صاحب گوجر گڑھی کے نام سے موسوم ھے - یہان بے شمار تشنگان علم نے آکر اپنی پیاس بجھا لی - اور اخوند عبدالغفور (المعروف اخوند صاحب سوات) جیسی بڑی بڑی ھستیون نے یہان آکر علم کا اکتساب فرمایا - (۴)

اخوند موصوف کے آباء و اجداد کی طرح ان کی اولاد مین بڑے نامور عالم اور روحانی پیشوا گزرے ھین - جنھون نے اپنے دور مین اعلائے کلمۃ الحق اور احیاء و تحفظ دین کی تحریکون کی قیادت فرماکر عظیم دینی خدمات انجام دی ھین -

ان حضرات مین سے یہان میان ابوبکر کا مختصر تذکرہ بے جا نہ ھوگا -

میان ابوبکر بڑے عالم و فاضل آدمی تھے - حدود ۱۳۰۲ھ تک مدرسہ ھاشمیہ بمبئی مین درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رھے اور ۱۳۰۹ مین بمبئی کے مقام پر حضرت سید محمد صالح

= حضرت میان صاحب جھکئی کا خصوصی تعلق تھا - اور وہ خلوت و جلوت دونون مین اکثر ان کی خدمت مین حاضر رھتے تھے -

****

(۱) مناقب از مولانا مسعود گل ص ۴۷ - ۸۶ -

مناقب از مولانا علم دادین ورق ۱۱۴ - ۱۱۵ - ۲۲۷

(۲) حیات افغانی از محمد حیات خان ص ۲۱۰ -

عبدالرحیمؒ میان

میان عبدالرحیم دریائے سندھ کے نواح مین علاقہ ٔ خٹک کے ایک گاونؐ جلبئی مین سکونت رکھتے تھے -اور بڑے زاھد و عابد فہیم و ذھین اور مرجع خلائق بزرگ تھے- حضرت میان صاحب جمکنیؒ سے عمر مین بڑے تھے اور زمانہ ٔ طفولیت ھی سے آپ کے ساتھ وابستہ رھے -

شیخ نورمحمد کہتے ھین کہ ۱۱۵۵ ھ / ۱۷۴۲ ء مین جمکنی سے موضع جلبئی گیا - میان موصوف کی صحبت مین چند دن گزارے اور ان کی زبان در فشان سے حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے زمانہ ٔ خورد سالی کے بہت سے کرامات سننے کا شرف حاصل ھوا - (۱)

عبدالرحمٰن پشاوریؒ قاضی اخوند

قاضی عبدالرحمٰن شہر پشاور کے رھنے والے تھے -نہایت متقی پرھیزگار اور صوفی منش بزرگ تھے -زندگی کا ھر لمحہ احتساب نفس اور مجاھدہ و ریاضت مین گزارا اور حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے مریدین خاص مین سے تھے -مولانا دادین لکھتے ھین -

چه مرید د دې جناب مبارك وو
د شيطان په کنجي سر باند کوتك وو
اخوند هسې متقي وو پرهيزګاره
شيطان بيارته ګرزيده د ده ، له پاره (۲)

چونکہ حضرت میان صاحبؒ جناب مبارک کے مرید تھے تو یہی وجہ ھے کہ شیطان کے گنجے سرپر ڈنڈا کے مانند (وار کرنے والے) تھے -اخوند (موصوف) ایسے متقی اور پرھیزگار آدمی تھے کہ شیطان اس کے خوف سے دور بھاگتا تھا -

---

= فتویٰ متعلق نماز خلف الناس ص ۳۲ - ۱۳۰۲ ھ

نوٹ) (یہ تمام مولانا حبیب الرحمن صاحب گوجر گڑھی کے پاس محفوظ ھین)

(۲) یہ شجرہ ٔ نسب اس شجرہ ٔ نسب کی نقل ھے جو مولانا حبیب الرحمن صاحب گوجر گڑھی کے پاس قلمی شکل مین محفوظ ھے -

*****

(۱) مناقب میان صاحب جمکنی از نورمحمد ورق ۱۹ - ۲۳ -

اخوند موصوف حضرت میان صاحب چمکنی کے بارے میں عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

دی خما مرشد ولي قطب مدار دی	میرا مرشد ولی قطب مدار ہیں
یه هر کار قدرت ورکړی کردگار دی (۱)	اور پروردگار نے آپ کو ہر کام پر قدرت عنایت کی ہے ۔

حضرت میان صاحب چمکنی ان پر بہت مہربان تھے اور ان کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے تھے ان کی خصوصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت میان صاحبؒ کو غسل دینے کی آخری خدمت میں جن حضرات نے حصہ لیا تھا ان میں اخوند عبدالرحمٰن بھی شامل تھے ۔ (۲) پیر و مرشد کے تصرف و کرامات کے کئی عجیب و غریب واقعات کا تذکرہ کیا ہے ۔ (۳)

۱۱۹۰ھ ـ ۱۷۷۶ء میں یقیناً بقید حیات تھے ۔

عبداللہ بیگ مرزا

مرزا عبداللہ بیگ کے والد بزرگوار کا نام مرزا عبدالغفار تھا جو احمد شاہ بابا اور تیمورشاہ درانی کے درباری منشیوں میں سے تھے ۔ آباء و اجداد کی سابقہ خدمات کے پیش نظر ان کی اولاد بھی دولت درانیہ میں اسی منصب سے وابستہ رہی ۔ (۴)

مرزا عبداللہ نسلاً تاجک تھے اور زمانۂ قدیم سے ان کا خاندان سرزمین کابل میں آباد تھا ۔ مرزا موصوف بڑے عالم و فاضل اور اسرار و رموز طریقت کے واقف کار صوفی منش

= (۲) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۳۸ ، ۵۱ ۔

*****

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۳۹

(۲) ایضا ورق ۳۱۹ ۔ (۳) ایضا اوراق ۵۱ ، ۸۵ ، ۳۱۹ ۔

عبدالحلیم اثر کے نزدیک قاضی موصوف پشاور شہر کے مشہور قاضی خیل خاندان سے =

بزرگ تھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے حاضر باش مرید تھے ۔ حضرت میاں صاحب ان کے ساتھ اکثر اوقات اسرار و حقائق آیات پر بحث کیا کرتے تھے ۔ جوکہ ان کی طبعیت کی بڑی دلیل ہے ۔ (۱)

ایک بار نورالدین صوبیدار کشمیر کے زمانے میں جب بغاوت ہوئی تو احمدشاہ درانی نے حضرت میاں صاحبؒ سے نورالدین خان کی مدد و معاونت کی درخواست کی ۔ آپ نے اس نازک موقعہ پر غازیان اسلام کی رہنمائی اور مدد کے لئے اپنے مرید خاص مرزا عبداللہؒ بیگ ہی کا انتخاب فرمایا ۔ مولانا دادین نورالدین کی زبانی یہ واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ کہ

یو خادم ې د حضور هم عنایت کړ	آپ نے اپنا ایک خادم دے دیا
عنایت ې دې خما په رفاقت کړ	اور میرے ہمراہ (رخصت) کر دیا
عجب مرد وو متقي وایم شب خیزه	میں کہتا ہوں کہ نہایت عجیب شب زندہ
چه ې مخ وو د مجلس شمعه گل ریزه	دار متقی آدمی تھے اور گل فشان شمع مجلس کے مانند (خوبصورت) تھے ۔
نوراني دې په انوارو د صاحب وو	میاں صاحب کے انوار سے منورؒ تھے ۔
رسیدلې د باطن په مراتب وو	اور باطن کے (اعلیٰ) مراتب پر پہنچ گئے تھے ۔
واقعې دده د خدائې په داد رضاوه	حقیقت ہے کہ خدا کی داد پر وہ راضی تھے ورنہ ان کا منہ قضائےخداوندی
کړه خوله ې تویك جوړه د قضا وه	

= تعلق رکھتے تھے اور پشاور شہر ہی میں مدفون ہیں ۔ (روحانی تڑون ص ۷۷۵)

(۲) تیمورشاہ درانی از عزیز الدین وکیلی ج دوم اشاعت دوم طبع کابل ۱۳۴۶ھ ص ۳۸۳ ۔

کے بدوق (کے مترادف) تھا اس کا نام جناب مرزا عبداللہ تھا اور ادب و احترام کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کا نام لیا کرو ۔	چہ مرزا عبداللہ نوم د دہ بناغلي په ادب ي ورو ورو اخله په خوله غلي (۱)

نورالدین خان کا بیان ہے کہ حضرت میاں صاحب اور آپ کے مرید مرزا عبداللہ بیگ کے روحانی تصرف اور دعا کا اثر تھا کہ خدا نے قلت تعداد اور ناسازگار حالات کے باوجود بھی لشکر اسلام کو فتح نصیب فرمائی (۲) ۔

مرزا موصوف نے اپنے دور میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج اشاعت اور بدعات و نامشروعات کے استیصال کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں ۔ ان کی ان مساعی جمیلہ کا اثر تھا کہ کابل میں تمام غیر مہذب اور اخلاق سوز امور کا قلع قمع ہو گیا (۳) ۔

تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی ۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ ۱۲۱۳ھ ۔ ۱۷۹۹ء میں بقید حیات تھے کیونکہ اسی سال زمان شاہ درانی کی جانب سے والئ کابل ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے فرزند شہزادہ قیصر کے مشیر بھی رہے ہیں (۴) ۔

عبدالروف ملا

ملا عبدالروف بائیزئی کے رہنے والے تھے ۔ اپنے دور کے مشہور و معروف عالم تھے جو شنکر بوڈئی (ضلع پشاور) کے مقام پر درس و تدریس دیا کرتے تھے اور بے شمار طالبان علم

= (۱) مناقب میاں صاحب از مولانا دادین ورق ۳۷ ، ۱۳۷ ۔
مناقب از مولانا مسعود گل ص ۳۳ ۔ ۳۴ ۔

*****

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۳۷ ۔

(۲) ایضاً ورق ۳۶ ، ۳۷ ۔

(۳) دولت درانیہ ترجمہ از مولوی رحیم بخش طبع دھلی ۱۳۲۱ھ ص ۱۳۵ ۔

(۴) درۃ الزمان از عزیز الدین وکیلی ، طبع کابل ص ۲۱۳ ۔

یہاں آکر علوم دینیہ کی تکمیل و تحصیل سے سرفراز ہوتے تھے ۔ ان کے دوسرے بھائی ملا عبدالواحد بھی بڑے عالم و فاضل آدمی تھے اور چونکہ دونوں بھائی میان صاحب چمکنیؒ کے آستانہ عالیہ سے منسلک رہے لہٰذا ان کی درسگاہ کے اکثر متعلقین بھی آپ کی خانقاہ سے متعلق رہے (١) ۔

عبداللہؒ خان ، مولانا اخوند

ملا عبداللہؒ خان میان (٢) صاحب چمکنیؒ کے مرید خاص ۔ اخوند محمد اکرم ۔ کے بڑے بھائی تھے (٣) ۔ اور علم و فضل اور درس و تدریس کے میدان مین نہایت ممتاز شخصیت کے مالک تھے ۔ ان کے کمال علم کا اندازہ لگانے کے لئے یہ کافی ھے کہ اس دور کے جید عالم و صوفی مولانا مسعود گل نے ان کو " انس و جن کے استاد کل " کے لقب سے یاد کیا ھے (٤) ۔

---

(١) نورالبیان (قلمی) از نورمحمد ورق ٣٢ ، ٣٣ ۔

(٢) نوٹ) مولانا مسعود گل کی جو کتاب ١٢٩٩ھ مین " مجموعہ مناقب میان صاحب چمکنی " کے نام سے مطبع فیض عام سے شائع ہو چکی ھے ۔ اس مین کاتب کے سہو قلم کی وجہ سے " عبداللہؒ خان " کی جگہ " عبداللہ جان " لکھا ہوا ھے جو صحیح نہیں ۔ کیونکہ اس کتاب کا جو قلمی نسخہ مولانا عبدالقدوس صاحب سابق چیرمین شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کے پاس محفوظ ھے اس مین عبداللہ خان مسطور ھے ۔ اسی طرح ایک اور معاصر تذکرہ نگار مولانا دادین نے بھی اس کا نام اخوند عبداللہؒ خان بتایا ھے ۔

(ملاحظہ ہو مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ٩٠)

(٣) مناقب میان صاحب از مسعود گل ص ٨٠ ۔

(٤) ایضاً ص ٥٦ ۔

****

بچپن میں والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا ۔ والد کی وفات کے بعد تحصیل علم کی خاطر گھر سے نکلے اور حضرت میاں صاحب چمکنی کے آستان فیض رسان کے ساتھ منسلک ہو گئے ۔ اور آپ ھی کی عنایات و نوازشات کا اثر تھا کہ بالآخر ان کو خدا نے بلند روحانی مقام پر سرفراز فرمایا (۱) ۔

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے کشوف و کرامات کے بہت سے چشم دید واقعات کے راوی ھیں (۲) ۔

عبداللہ خان درانی ، سردار

عبداللہ خان بن علی‌خان درانی افغانوں کی نورزئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے ۔ اور (۳) سلطنت درانیہ میں نہایت ممتاز اور بااثر شخصیت کے مالک تھے ۔ ۱۱۶۰ھ ۔ ۱۷۴۷ء میں جب نادرشاہ افشار کو فتح آباد (ایران) کے مقام پر قتل کیا گیا تو اس موقعہ پر عبداللہؒ خانؒ احمدشاہ درانیؒ کے ھمرکاب تھے ۔ چنانچہ قندھار میں تخت نشینی کے فوراً بعد سردار جہان خان کو سپہ سالار اور عبداللہ خان کو امیر لشکر (اردو باشی) مقرر کیا گیا ۔ ۶۲-۱۱۶۱ھ ۔ ۴۸-۱۷۴۷ء میں سرحد کے پہلے افغان حکمران مقرر ہوئے ۔ کچھ مدت بعد وزیر دربار (ایشک اقاسی) کی خلعت سے نوازے گئے ۔ اور اس کی جگہ شاہ پسند خان اسحاق زئی کو امیر لشکر بنایا گیا ۔ ۱۱۶۵ھ میں وزیر مالیات (دیوان بیگی) اور اس کے بعد وکیل الدولہ مقرر ہو ئے ۔ اور ۱۱۸۸ھ ۔ ۱۷۷۴ء تک اسی منصب جلیل پر فائز رہے ۔ احمدشاہ درانیؒ کی وفات کے بعد جب تیمورشاہ تخت نشین ھوا تو اس عہد میں بھی وہ اسی عہدہ پر قائم رہے ۔

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مسعود گل ص ۸۱ ۔
(۲) مناقب ایضاً از مولانا دادین ورق ۱۳- ۱۴ - ۱۴-۱۶- ۷۷-۷۸- ۹۰- ۱۰۶ -۱۰۸
(۳) ایضاً ورق ۲۸ ۔

عبداللّٰہ خان کو اوّلین فاتح، اوّلین افغان حاکمِ سرھند، اوّلین فاتح و فرمانروائے کشمیر اور اولین وزیرِ مالیات افغانستان ہونے کا شرف و اعزاز حاصل ھے (۱) ۔

جب ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء میں عبداللّٰہ خان کا انتقال ہوگیا تو اس کے ارشاد کے مطابق ان کے ستوہ بیٹوں میں سے سردار علم خان کو وکیل الدّولہ کے منصب پر تعینات کیاگیا (۲) ۔

درانی سلطنت کے بہت اہم امراء میں ان کا شمار ہوتا تھا اور نہایت اخلاص وفاداری کے ساتھ اس کی خدمت کرتے تھے خود فرماتے ہیں کہ ۔

عبداللّٰہ د هیڅ منصب هوادار نه دي	عبداللّٰہ کسی منصب کا خواهشمند نہیں
(۳) په راستئ د ښه کلام یم په اخلاص	اور یہ صحیح ھے کہ اخلاص کے ساتھ اچھے کلام کا (خواهشمند) ہوں ۔

عبداللّٰہ خان نہایت عابد و زاھد، متشرع اور عالم و فاضل امیر تھے ۔ ایک معاصر تذکرہ نگار میرھوتک خان ان کے زھد و تقویٰ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

یک زمان از یادِ حق غافل نه بود	کسی وقت اللّٰہ کی یاد سے غافل نہ رہتے
(۴) بود باقی تا حیاتش در جهان	جب تک وہ اس دنیا میں زندہ تھے

سردار موصوف حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے بےحد معتقد تھے ۔اکثر و بیشتر ان کی خدمت میں عقیدتمندانہ حاضری دیتے تھے ۔یہی وجہ ھے کہ وہ میاں صاحب چمکنیؒ کے کشوف و کرامات کے کئی چشم دید واقعات کے راوی ہیں (۵) ۔

---

(۱) تیمورشاہ درانی از عزیزالدین وکیلی اشاعت اول طبع کابل ص ۱۱۱ ۔

(۲) درۃ الزمان از عزیزالدین وکیلی طبع کابل ۱۳۳۵ھ ص ۲۲۳ ۔

(۳) تیمورشاہ درانی ص ۱۱۱ ۔

(۴) ایضاً ص ۱۱۵ ۔

(۵) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۳ ـ ۱۵ ۔

ایک معاصر مؤرخ میر ہوتک خان نے ان کی تاریخ وفات کے لئے جو قطعہ تلمیند کیا ہے اس میں ان کی سیرت و کردار کی بہترین تصویر کشی کی گئی ہے - فرماتے ہیں -

بود عبداللہ امیر باوقار	عبداللہ ایک باوقار امیر تھے
از جناب آن شہ والاتبار	اس بادشاہ والاتبار کی جانب سے -
خیرخواہ خلق و تیمورشاہ بود	تیمورشاہ اور دیگر لوگوں کے خیرخواہ تھے
ہم زعہد شاہ دران یادگار	اور شاہ دران (احمد شاہ) کے دور کی یادگار تھے
دامن خاصان حق بگرفتہ او	اورصاحبانِ حق (نیک لوگوں) کے دامن گرفتہ تھے
اے خدایا حاجت او را بوار	اے خدا ان کی حاجت پوری کر
یوم دوشنبہ برفت ازین جہان ۱۲۰۱ ھ وی برعلیین اعلیٰ برقرار (۱)	وراتوار کے دن اس دنیا سے رخصت کر گئے ۱۲۰۱ ھ اور اس کی روح اوپر علیین پر برقرار ہے -

عبدالصمد حاجی

حاجی عبدالصمد میان صاحب چمکنیؒ کے مرید تھے - نہایت متقی اور پرہیزگار آدمی تھے کئی چھ بار حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت حاصل کی - اپنے پیر و مرشد کی ولایت و عرفان کے عجیب و غریب واقعات ان کی زبانی منقول ہیں - (۲)

عماد چمکنی اخوند

اخوند عماد ؒ چمکنی میں سکونت رکھتے تھے - بڑے عالم و فاضل آدمی تھے - علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد چمکنی میں درس و تدریس کا مسند بچھایا اورتا دم آخر اسی کار خیر میں مصروف رہے - نورمحمد قریشی لکھتے ہیں -

---

(۱) تیمورشاہ درانی اشاعت دوم ج ۲ طبع کابل ص ۶۰۸ - ۱۱۴ -
(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۱۵۱ - ۱۵۲ -

د جمکنو اخوند عماد وه	جمکنی کے اخوند عماد جوکہ
چه اکثر علم ې یاد وه	اکثر علوم سے آراستہ تھے
مدرس تدریس ې لویر وه	مدرس تھے اور اکثر تدریس کرتے تھے
د دنیا کارې بل هیر وه (۱)	اور دوسرے دنیاوی کاروبار کو پس پشت ڈال دیا تھا

اخوند موصوف حضرت قطب الاعظم شیخ محمد یحیٰی (حضرت جی اٹک) کے مرید تھے اور اپنے پیر کی هدایت پر بعد مین حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے هاتھ بیعت هوکر خلقہ مریدین مین شامل هوگئے - (۲)

فتح خان گمازئی سردار

فتح خان مندنڑ افغانون کے گمال زئی قبیله سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے وقت کے نامور قبائلی سردارون مین ان کا شمار هوتا تھا - فتح خان کے والد کانام تردو بتایا جاتاھے - جو هوتی (ضلع مردان) کے رهنے والے تھے - حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے علی الدوام خادم اور حاضر باش مرید تھے خاص نے اپنے پیر حضرت میان صاحبؒ کے کشوف و کرامات کے کئی عجیب و غریب چشم دید واقعات بیان کئے هین - (۳)

سلطنت درانیه مین سردار موصوف کے خاندان کو بہت اهمیت حاصل تھی - اس نے اس دور کی جنگی مهمات مین شاندار کارنامے انجام دیئے - تیمورشاہ درانی کے زمانے مین سکھون کے خلاف پنجاب پر فوج کشی کے دوران سرحد کے دوسرے سرداروں کے علاوہ سردار فتح خان کا فرزند ارجمند سردار شاہ ولی خان گمازئی بھی موجود تھا - جس نے اس موقعہ پرنہایت جان نثاری اور شجاعت کا مظاهرہ کیا اور بعد مین تیمورشاہ نے ان کو بہادری اور وفادارانہ خدمات کے صلے مین شاهانه

(۱) کرامت نامه (قلمی) ورق ۲۵ -
(۲) ایضاً ورق ۲۵ - ۲۹ (۳) مناقب از مسعودگل ص ۹ - ۱۳ - ۱۴ -

(۱)
انعامات و اکرامات سے نوازا تھا -

فیض اللّٰہ خان وزیر عدلیہ، اخوند

(۲)
اخوند فیض اللّٰہ خان مشہور عالم و صوفی تھے - سرزمین کابل مین سکونت رکھتے تھے - علوم ظاہری اور باطنی دونون مین ان کو بلند مقام حاصل تھا - اس دور کے ایک اور ممتاز صوفی مولانا مسعود گل نے ان کو معارف آگاہ، فیض رسان اور دستگاہ حقائق جیسے بڑے بڑے القاب سے یاد کیا ہے - (۳)

اخوند موصوف بھی اپنے بھائی قاضی ادریس خان کی طرح بڑے مدبر، مزاج شناس اور بیدار مغز انسان تھے - ۱۱۶۹ھ / ۱۷۵۵ء مین حاجی جہان پوپلزئی کی جگہ تیمورشاہ کے اتالیق مقرر ہوئے - (۴) اور اپنی خداداد قابلیت و صلاحیت کی بنیاد پر ترقی کرتے کرتے آخر کار عہدہ وزارت پر مامور ہوگئے - (۵) تیمورشاہ کے دور مین ان کو بہت اہمیت حاصل تھی - دولت درانیہ کا مصنف لکھتے ہین کہ " وہ نہ صرف محفل شاہی کا جلیس و انیس تھا بلکہ تیمورشاہ درانی کا نفس ناطقہ بن گیا تھا " - (۶)

---

(۱) دولت درانیہ ترجمہ از مولوی رحیم بخش طبع دھلی ۱۳۲۱ھ ص ۶۲ -

(۲) تیمورشاہ درانی ج اول طبع دوم ص ۲۰۳ -

(۳) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا مسعود گل ص ۴۶ -

(۴) درۃ الزمان از عزیزالدین وکیلی طبع کابل ص ۳۰ -

تیمورشاہ درانی " " ص ۶۱

دولت درانیہ ص ۵۴

اخبار هیواد کابل ۲۲ فروری ۱۹۷۷ء -

(۵) رهنمائی کابل از محمد ناصر غرغشت طبع کابل ۱۳۲۵ھ ص ۱۳۷ -

*****

تیمورشاہ درانی کی وفات کے بعد ۱۲۰۷ھ/ ۱۷۹۲ء مین زمان شاہ تخت نشین ہوا چونکہ فیض اللّٰہ خان خلیل کے فرزند اسداللّٰہ خان (المعروف ارسلا خان) کے قتل کے سلسلہ مین زمان شاہ کے دل مین اخوند فیض اللّٰہ خان کی طرف سے بہت کدورت بیٹھ گئی تھی لہٰذا اپنے دور اقتدار مین ان کو قید کر لیا - اور تمام مال و اسباب کو بحق سرکار ضبط کر لیا - تادم مرگ (۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) قلعہ کابل مین مقید رہے اور اس طرح انہون نے تیمورشاہی دور مین جو اقتدار حاصل کیا تھا زمانشاہی دور مین اس کا خاتمہ ہوا تاہم ان کے صاحبزادے حسب سابق محکمہ "شرعیہ" کابل سے منسلک رہے-(۱)

شہر کابل مین گذر قاضی - باغ قاضی اور مسجد قاضی آج بھی اس نامور شخصیت کی یاد تازہ کرنے کے لئے باقی ہین -(۲)

اخوند صاحب موصوف حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے بے حد عقیدت مند تھے اور شاہی دربار مین اپنی مقبولیت و اہمیت کو بھی آپ کی دعا و توجہ کا ثمرہ سمجھتے تھے - کہتے ہین کہ مین ہرات مین مقیم تھا - وہان کچھ مدت گزارنے کے بعد بادشاہ مجھ سے آزردہ خاطر ہوا اس وجہ سے مین بے حد پریشان تھا اسی تردّد و پریشانی کی حالت مین ہرات سے چمکنی روانہ ہوا - عصر کا وقت تھا کہ مین چمکنی پہنچ گیا - عصر کی نماز کے بعد میان صاحب چمکنیؒ مراقبہ مین مشغول ہوگئے - مین چونکہ بہت جلد واپس جانا چاہتا تھا لہٰذا بہت متردّد ہوا اور اسی حالت اضطرار مین اپنے دل مین سوچنے لگا کہ -

چہ م شپہ شوہ څمکنو کښ شولم پاتې	رات آگئی (اور شب گزاری کے لئے) چمکنی مین رہ گیا
تیرہ وم بہ زړہ خو ورځې بہ ملا ماتې	بے دلی سے بادل ناخواستہ چند دن گزارون گا -
نشتہ ماسرہ غمخوار د اس دانې	نہ تو گھوڑے کے لئے خوراک کا بندوبست کرنے والا کوئی ہے
نہ م شتہ دلې اشنا د خصمانې	اور نہ یہان میری دیکھ بھال کیلئے کوئی موجود ہے

(۱) دولت درانیہ ص ۹۳ - ایضاً درۃ الزمان ص ۳۰ - ۳۲

(۲) تیمورشاہ درانی ج ۱ اشاعت دوم ص ۲۰۳ -

هیڅ اشنا نه یم له چا سره څه اوکړم
چاله ورشم او له چا زه خاطرښه کړم
په دربار د میان صاحب کښ هزاران
امیران دي عالمان دي فقیـران
څه خبر به خما اخلي چه دي څوك دي
له کوم ملکه دي راغلي او کوم توك دي
څه به څرنګ دا خپل حال ورته اروایم
څه یم زه چه به خپل حال ورته وستائیم (۱)

کیا کرون یہان کسی کے ساتھ مانوس نہین
کس کے پاس جاؤن اور کس سے اطمینان حاصل کرون
میان صاحب کے دربار مین ہزارون
امیر، علماء، اور فقیر موجود ہین
میرا کیا پوچھے گا کہ یہ کون ہے
کہان سے آیا ہے اور کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے
مین آپ کو کس طرح اپنا حال بیان کرون گا -
مین کیا ہون کہ آپ کے سامنے اپنے حال کی
وضاحت کرون -

اخوند موصوف فرماتے ہین کہ مین اسی سوچ و بچار مین غرقاب تھا کہ آپ فوراً خلاف معمول مراقبہ سے اٹھ کر باغیچہ کی جانب روانہ ہوئے اور تھوڑی دیر بعد ایک خادم بھیج کر مجھے اپنے پاس بلایا - مین ان کی خدمت مین حاضر ہوا - آپ نے مجھ پر بے حد نوازش فرمائی اور ایک پیالہ پانی اپنے ہاتھ سے پلا کر مجھے رخصت کیا - چند دنون کے بعد مین تیمور شاہ کی خدمت مین حاضر ہوا - بادشاہ نے میرے ساتھ بے حد شفقت و محبت کا اظہار کیا اور منصب قضا پر مامور فرمایا - فرماتے ہین -

شاه خلعت او منصب راکړ و د قضا
همیشه به وو بادشاه لما رضا
په دعا په توجه د میان صاحب
ورځ په ورځ م ترقي د مراتب

بادشاہ نے قضا کا خلعت و منصب عطا کیا -
اور یہ بادشاہ ہمیشہ مجھ سے خوش ہوتا
میان صاحبؒ کی دعا کی برکت سے
روز بروز مراتب مین ترقی ملتی تھی

(۱) مناقب از مسعود گل ص ۶۷ -

علم له امیر له وزیره م کار تیر شه	هو امیر و وزیر سے مجھے زیادہ ترقی ملی
د تیر عمر غم م واړه له زړه هیر شه	اور گذشته عمر کا غم و اندوہ بھول گیا
حکومت حما جاري شه په ملکونه	تمام ملک پر میری حکومت جاری ہوگئی
هم دنیا م وګټله په لکونه	اور لاکھوں مال و دولت کمایا ۔
فرزندان او غلامان او ښه اسونه	بیٹے غلام اور اچھے گھوڑے
چه سوریږي راپسې اوسرپه غوځونه	اب فوج در فوج میرے پیچھے چلتے ہیں
دغه واړه برکات د میان صاحب دي	یہ تمام برکات و فیوضات حضرت میاں صاحب جمکنی کی ہیں
چه په کور کښې د بادشاه م مراتب دي (۱)	جواب مجھے بادشاہ کے ہاں اتنے (بلند) مراتب حاصل ہیں ۔

---

(۱) مناقب از مسعود گل ص۲۸ ۔

ایک تحقیق

راقم الحروف کے نزدیک "مقد فیض اللہ خان" کی حیثیت کا تعین ضروری ہے ۔کیونکہ اس ایک دور میں تین فیض اللہ خان تین مختلف حیثیتوں میں نظر آتے ہیں ۔ایک مسجد مہابت خان (پشاور شہر) کا متولی شیخ فیض اللہ دوم کتاب ذخیرۃ القراء کا مؤلف اخوند زادہ فیض اللہ ساکن آگرہ (تپہ ہشتنگر چارسدہ) اور سوم تیمورشاہ درانی کا قاضی القضاۃ (وزیر عدلیہ) اخوند فیض اللہ خان ۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ تین الگ شخصیتیں ہیں ۔یا ایک شخص کی تین حیثیتوں کا الگ الگ بیان کیا گیا ہے ۔جہاں تک مسجد مہابت خان کے متولی شیخ فیض اللہ کا تعلق ہے وہ ایک بڑے عالم و فاضل روحانی بزرگ تھے مولانا مسعود گل ان کی عظمت کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

د مسجد متولي شیخ فیض الله وو	شیخ فیض اللہ مسجد کے متولی تھے
دغه شیخ مرد فهیم دانا اګاه وو	اور وہ ایک سمجھدار اوردانا آدمی تھے ۔

(مناقب میان صاحب جمکنی از مسعودگل ص۸۰)

یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ شیخ موصوف حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے معتقدین میں سے تھے اورآپ کے کرامات کے کئی چشم دید واقعات ان سے منقول ہیں ۔ چونکہ شیخ فیض اللہ حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے معاصر تھے اور نہایت عقیدت مندی کے ساتھ آپ کے کرامات کا بیان کرتے ہیں لہٰذا یہ بات بلا تردد کہی جاسکتی ہے کہ موصوف نے آپ کی مریدی کا شرف ضرور حاصل کیا ہوگا ۔

یہ بات بھی یقینی ہے کہ قاضی القضاۃ اخوند فیض اللہ خان بھی حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے معتقد اور آپ کے کرامات کے چشم دید گواہ ہیں ۔

کتاب "تیر ہیر شاعران" کے مولف عبدالحلیم اثر نے مذکورہ بالا تین آدمیوں کو ایک شخصیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ (تیر ہیر شاعران از عبدالحلیم اثر پشتواکیڈیمی پشاور ۱۹۶۳ ص ۱۲۳ ۔ ۱۳۶) مگر راقم الحروف کے نزدیک یہ خیال درست نہیں اس لئے کہ قاضی القضاۃ اخوند فیض اللہ خان ایک موقعہ پر جب ہرات سے روانہ ہوکر جمکنی (پشاور) پہنچ جاتا ہے تو یہاں پر اپنے آپ کو بالکل بیگانہ اور بے یارو مددگار محسوس کرتا ہے ۔کسی کے ساتھ جان پہچان نہیں یہاں تک کہ شب گزاری اور گھوڑے کے آب و دانہ کے بارے میں بھی نہایت متفکر نظر آتا ہے (مناقب میان صاحب جمکنی از مسعودگل ص۶۷) ۔اس بات سے اس حقیقت کی پردہ دری ہوتی ہے کہ قاضی فیض اللہ خان نہ تو مسجد مہابت خان کے متولی شیخ فیض اللہ ہیں اور نہ ذخیرۃ القراء کا مولف اخوند زادہ فیض اللہ ساکن چارسدہ ۔ کیونکہ موضع جمکنی میں ان کا اپنے آپ کو ایسا بیگانہ اور بے یارو مددگار محسوس کرنا تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہے ۔ہاں ممکن ہے کہ مسجد مہابت خان کا متولی شیخ فیض اللہ "ذخیرۃ القراء" کا مولف ہو اورآگرہ میں سکونت رکھتا ہو مگر یہاں بھی راقم الحروف کو عبدالحلیم اثر صاحب کے اس دعوی کے ساتھ اختلاف ہے کہ وہ عبداللہ خان کو فیض اللہ خان کا بھائی بتاتے ہیں ۔یہ بیان درست نہیں کیونکہ تاریخی ثبوت موجود ہے ۔کہ عبد اللہ خان حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے ایک اور مشہور مرید محمداکرم خان کا بھائی ہے

....

= نہ کہ فیض اللہ خان کا - مؤلف مذکور نے اصل کتاب کے اشعار میں معمولی تصرف کر کے عبداللہ خان کو فیض اللہ خان کا بھائی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے - اصل بیان یوں ہے -

۱- پیښور کښې یو مسجد دې ښه ځیان او باني ئې وو نواب مهابت خان	پشاور میں ایک مشہور مسجد ہے جس کا بانی نواب مہابت خان تھا
۲- د مسجد متولي شیخ فیض الله وو دغه شیخ سرد فهیم دانا اګاه وو	مسجد کا متولی شیخ فیض اللہ تھا وہ ایک سمجھدار اور دانا آدمی تھا
۳- له محمد اکرم شیخ دا نقل کاندي کرامت د میان صاحب ځما د وړاندې	شیخ فیض اللہ محمد اکرم کی زبانی یہ بیان نقل کرتا ہے کہ میرے سامنے میان صاحب کی یہ کرامت (ظاہر ہوئی)
۴- مشر ورور زما اخوند عبد الله خان موږ نږه پاتې شو د پلاره یتیمان	میرا بڑا بھائی اخوند عبداللہ خان اور میں (باپ کی وفات کے بعد) یتیم رہ گئے -

~~مذکورہ بالا اشعار کے بیت نمبر ۳ میں~~

(ملاحظہ ہو مناقب میان صاحب چمکنی از مسعود گل مطبوعہ فیض عام دہلی ۱۲۹۹ ھ ص ۸۰)

مذکورہ بالا اشعار کے بیت نمبر ۳ میں ردو بدل کیا گیا ہے - تبدیل شدہ شعر یوں ہے

محمد اکرم له شیخ دا نقل کاندي کرامت د میان صاحب ځما د وړاندې	محمد اکرم شیخ کی زبانی یہ بیان نقل کرتا ہے کہ میان صاحب کی (یہ) کرامت میرے سامنے (ظاہر ہوئی)

اس طرح مروی عنہ کو "راوی" ظاہر کر کے شعر کو حصول مقصد کا ذریعہ بنایا گیا ہے - اور عبداللہ خان کو شیخ فیض اللہ خان کا بھائی ثابت کیا گیا ہے حالانکہ اصل بیان میں مسجد مہابت خان کا متولی شیخ فیض اللہ میان صاحب چمکنی کے مرید محمد اکرم کی زبانی بیان نقل کرتا ہے کہ میں (محمد اکرم) اور میرا بھائی اخوند عبداللہ خان اپنے والد کی وفات کے بعد یتیم رہ گئے تھے - اس کتاب کے مطبوعہ نسخہ کے علاوہ ایک اور قلمی نسخہ مولانا عبدالقدوس صاحب سابق جیومین شعبہ اسلامیات کے پاس موجود ہے - اس میں واقعہ کے "عنوان" میں

=

فیض طلب خان، سردار

سردار فیض طلب خان ایک نامور قبائیلی سردار تھے - مولانا دادین کے بیان کے مطابق (۱) سردار فیض طلب خان محمودزئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے - جبکہ "دولت درانیہ" کے مصنف (۲) ان کو محمدزئی قبیلے کا سرداربتاتے ھین - مگر چونکہ سردار موصوف کے تفصیل حالات دستیاب نہین ہوئے لہٰذا یہ معلوم نہ ہوسکا کہ مذکورہ قبیلون مین سے کس کےساتھ ان کا تعلق تھا - بہرحال (۳) یہ بات یقینی ہے کہ احمد شاہ درانی کے نہایت معتمد اور اہم امراء مین سے ان کا شمار ہوتا تھا -

دولت درانیہ مین فیض طلب خان کے خاندان کو بہت اہمیت حاصل تھی - اور اس دور کی اکثر جنگی مہمات مین نمایان کارنامے انجام دئے - احمد شاہ درانی کی وفات کے بعد جب آزاد خان بن حاجی کریمداد خان بامی زئی (درانی) نے کشمیر مین علم بغاوت بلند کیا تواس کے خلاف لشکر کشی کے موقعہ پر سردار موصوف تیمورشاہ کیے ہمرکاب تھے - اسی طرح جب مظفرآباد کے رئیس فتح خان (۴)

= صاف طور پر مذکور ہے کہ محمد اکرم اور عبداللّٰہ خان دونون بھائی ھین اور محمداکرم اپنا اور اپنے بھائی عبداللّٰہ خان کی بیٹیں اور اس سلسلے مین حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی ایک کرامت کا واقعہ بیان کرتا ہے -

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہومناقب میان صاحب چمکنی از مسعودبگ مطبوعہ ص ۸۰-۸۳ نیز ملاحظہ ہو کتاب مذکور کا قلمی نسخہ مملوکہ "مولانا عبدالقدوس صاحب سابق چیرمین شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی - ایضاً ملاحظہ ہو تیر ہیر شاعران ہوا از عبدالحلیم اثر ص ۱۲۳ - ۱۳۶)

******

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۹

(۲) دولت درانیہ ترجمہ از مولوی رحیم بخش طبع دہلی ۱۳۲۱ھ ص ۶۲ - ۸۶ -

(۳)

(۴) دولت درانیہ ص ۶۹ -

یوسف زئی تیمورشاہ کی اطاعت سے منحرف ہو گیا تو فیض طلب خان ہی نے اس کو گرفتار کرکے حضور شاہی میں پیش کیا جس کو بعد میں سولی پر چڑھایا گیا (۱)۔

سردار فیض طلب خان حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے نہایت معتقد اور فرمانبردار تھے اور اکثر و بیشتر آپ کی صحبت میں حاضری دے کر بہرہ اندوز ہوا کرتے تھے ۔ مولانا دادین آپ کی مجلس ارشاد کے ذیل میں لکھتے ہیں ۔

یوه ورځ په باغچه کښ میان صاحب وو
ناست ولاړ ورته عالم په مراتب وو
دست بسته ورته ولاړ عظمت بنګښ وو
محمودزي فیض طلب خان په ناستي خوښ وو
وجیهه خان خټك هم ناست وو په حضور کښ
په حضور کښ د د غوث فائض النور کښ
د ودسته ورته صف جوړ په چپ و راست وو (۲)

ایک دن حضرت میاں صاحب چمکنیؒ باغچہ میں تشریف فرماتھے اور درجہ بدرجہ لوگ آپ کے گرد کھڑے تھے ۔ عظمت بنگش آپ کے سامنے دست بستہ کھڑا تھا اور فیض طلب خان محمودزئی بھی خوش و خرم بیٹھا تھا وجیہہ خان خٹک بھی آپ کے حضور میں بیٹھا تھا اس غوث فائض النور کے حضور میں ۔ اور دائیں بائیں دونوں طرف لوگ صف بستہ کھڑے تھے

فیض طلب خان کی طرح اس کے فرزند بہادرخان بھی ممتاز شخصیت کے مالک تھے ایک بار جب تیمورشاہ نے سکھوں کے خلاف لشکرکشی کی تو بہادرخان نے اس مہم میں اپنی شجاعت کا بھرپور مظاہرہ کیا اور جب تیس ہزار سکھوں کے سرکاٹ کر بادشاہ کے سامنے پیش کئے گئے تو اس موقعہ پر بہادرخان کو تیمورشاہ نے شاہانہ عنایات سے نوازا تھا (۳)۔

---

(۱) دولت درانیہ ص ۸۲۔
(۲) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۹ ۔ (۳) دولت درانیہ ص ۶۲۔

لشکرخان مہمند ، ارباب زادہ

ارباب زادہ لشکرخان ارباب محسن خان کے قرابت دار تھے اور حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے نہایت منظور نظر مریدین مین سے تھے ۔ زندگی کا بیشتر حصہ آپ کی صحبت مین گزارا اور سفر و حضر دونون مین اکثر آپ کے ہمرکاب رہے ۔ جان نثاری کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت حضرت میان صاحبؒ پر قربان ہونے کے لئے تیار رہتے ۔ اپنی عقیدت مندی کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہین ۔

زۂ بہ زرۂ بہ روح قربان د دجناب ووم	مین آپ پہ دل و جان سے فدا تھا
زۂ د د قند و بیدو لکہ ذباب ووم (۱)	اور مین اس قند کا مکھی کی طرح مشتاق تھا

حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے تصرف و کرامت کے بہت سے واقعات ان سے منقول ہین (۲)

محمد اکرم پشاوری ، اخوند

اخوند محمد اکرم ، سڑبنی افغانون کے غوریاخیل قبیلہ کی داوُدزئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے ۔ (۳) بڑے عابد و زاہد اور نیک سیرت بزرگ تھے اور علوم ظاہری و باطنی دونون مین کمال حاصل تھا ۔ مولانا مسعودگل ان کی سیرت و کردار کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہین ۔

دا بیان کاند اخوند محمد اکرم	اخوند محمد اکرم یہ بیان کرتا ہے (وہ
د ظاہر او د باطن صاحب کرم (٤)	اخوند) جو ظاہر و باطن کے صاحبِ کرم تھے ۔

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۳۱ ، ۱۳۲ ۔

(۲) مناقب میان صاحب چمکنی از مسعودگل ۸۹-۹۰ ۔

مناقب از مولانا دادین اوراق ۳۴- ۳۵ ، ۱۳۱- ۱۳۲ ۔

(۳) نورالبیان (قلمی) ورق ۲۳ ۔

(٤) مناقب از مولانا مسعود گل ص ۶۸ ، ۶۹ ۔

اخوند موصوف حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے محب و محبوب اور مخلص و وفادار مرید تھے ـ اور احمد شاہ درانیؒ کے دربار کے خصوصی اور اہم متعلقین میں سے تھے ـ مولانا مسعود گل احمد شاہی دربار کی ایک مجلس کی تصویر کشی کرتے ہوئے اخوند محمد اکرم کا ذکر یوں کرتے ہیں ـ

په مجلس کښې ځنې ځنې خادمان وو
په ظاهر باطن د میان صاحب دوستان وو
خصوصا صاحب کمال پیر مکرم
مبارک صورت سیرت محمد اکرم (۱)

(اس) مجلس میں بعض میان صاحبؒ کے خادم موجود تھے اور جو ظاہر و باطن دونوں میں آپ کے دوست تھے ـ بالخصوص ان میں سے جو صاحب کمال اور بہت معزز و مکرم تھے اور صورتاً و سیرتاً مبارک تھے (وہ) محمد اکرم (ہیں)

احمد شاہ درانیؒ کے دربار میں ان کو اتنی اہمیت و خصوصیت حاصل تھی کہ حرم سرا کی بیگمات بھی خاص مواقع پر ادھی کو قاصد بناکر حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے پاس بھیج دیا کرتی تھیں ـ اخوند موصوف نے میان صاحب کے کشوف و کرامات اور احمد شاہ درانیؒ کے ساتھ خصوصی تعلقات کے کئی واقعات بیان کئے ہیں ـ (۲)

اخوند محمد اکرم کا والد ماجد ایک باأثر قبائلی سردار تھا اور احمد شاہ درانیؒ کے زمانے میں ان کو اہم مقام حاصل تھا ـ اخوند موصوف بیان کرتے ہیں کہ جب میرا باپ فوت ہو گیا تو ہم دو بھائی (یعنی اخوند عبداللہ خان اور اخوند محمد اکرم) یتیم رہ گئے ـ ہمار ی قرابت داری میں سے ایک شخص ملک بلند خان داوڈزئی ہمارا

---

(۱) مناقب از مولانا مسعود گل ص ۲۹ ـ (۲) ایضا ص ۳۰، ۶۸ـ ۶۹ ـ
نورالبیان (قلمی) ورق ۳۷ ، ۵۶ ، ۶۳ ـ
مناقب از مولانا دادین ورق ۲۱ ـ ۲۲ ـ

قدیمی دشمن تھا ۔ ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد وہ ہماری جائیداد پر قابض ہوا اور ہر وقت ہمارے درپئے آزار رہتا تھا ۔ چنانچہ اس کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر ہم نے اپنے گاؤں کو خیرباد کہا ۔ میرا بڑا بھائی عبداللّٰہ خان تحصیل علم میں مصروف ہوا اور میں نے آکر حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی خدمت و صحبت اختیار کرلی ۔ کہتے ہیں ۔

خما ورور شہ مسافـر طالب د علم
لہ خوارئ نہ واخستہ ما صبر و حلم
اخر واخست ما د میان صاحب خدمت
ورتہ پروت ووم پہ درگاہ کبن ډیر مدت (۱)

میرا بھائی طلب علم میں مسافر ہو گیا
مجبوراً میں نے صبر و حلم اختیار کیا
آخرکار میں نے حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت
کو اپنا پیشہ بنایا اور کافی مدت تک میں آپ
کے دربار میں پڑا رہا ۔

اخوند محمد اکرم کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن میاں صاحب کے سامنے بلند خان کے ظلم و زیادتی کا ماجرہ بیان کیا ۔ آپ نے یہ سن کر نہایت شفقت فرمائی اور بلند خان کو کہلا بھیجا کہ ان یتیموں کی جائیداد واپس کردو اس نے ایسا کرنے سے انکار کردیا ۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو غضبناک ہوکر اس کو بددعا دی ۔ مسعود گل لکھتے ہیں ۔

چہ صاحب پہ دا خبرہ شہ خبر
زر ئې وکاتہ لہ قھـرہ لرو بـر
نور ئې ووې د وئ خما در دې نیولې
ماله خدائ پہ ورتہ وغوښت تمام کلې
تمام کلې بہ د دوئ ملکانہ وي

جب میاں صاحب کو اس کی خبر ہوئی
فوراً غضبناک ہوکر اوپر نیچے نظر دوڑائی
پھر کہا کہ یہ (دو بچے) میرے در پر
آئے ہیں ۔ میں نے خداوند تعالیٰ سے ان کے
لئے سارا گاؤں مانگا یہ تمام گاؤں ان کا انعام

---

(۱) مناقب از مسعود گل ص ۸۰ ، ۸۱ ۔

هوگا اور بادشاہ کی طرف سے ان کا شکرانہ ہوگا ۔	(۱) له بادشاه نه د دوئ نور شکرانه وي

اخوند محمد اکرم کہتے ہیں کہ میاں صاحب چمکنیؒ کی بددعا کا اثر تھا کہ عو بلند خان بہت ذلیل و خوار ہوکر ذلت کی موت مرا (۲) ۔ اور میاں صاحبؒ کے طفیل ہمیں احمد شاہ درانیؒ کے دربار میں اہم مقام حاصل ہوا ۔ فرماتے ہیں ۔

میں اور میرا بھائی دونوں بادشاہ کے مقربین میں شامل ہوگئے اور خاص و عام اور ہند و سندھ میں مشہور ہوئے ۔ بادشاہ کے ہاں مجھے بہت مرتبہ ملا اور وزیر سے میرا مرتبہ زیادہ تھا ۔ وہ گاؤں کیا کئی اور گاؤں بطور جاگیر مجھ مل گئے ۔ اور بادشاہ کی نظر میں ہم ہر امیر سے زیادہ قریب ہو گئے ۔	زه او وررور سره مقرب الخاقان شو په عام خاص په سند و هند کښ نمایان شو مرتبه م شوه د شاه په کورکښ لویـــره تر وزیره م رتبه شـوله بـــر سیـــره هغه کلي څه نور کلي م جاګیر شـو و بادشاه ته مقرب تـــر هر امیر شو (۳)

اخوند موصوف اوتاد کے مرتبہ میں تھے اور نہ صرف راہ سلوک و طریقت کے اچھے شہسوار تھے بلکہ میدان جہاد کے ایک سرپکٹ مجاہد بھی تھے اور ہندوستان وایران کی اکثر مہمات میں مجاہدانہ شریک ہوئے (۴) ۔ قلعۂ ستوگ کے محاصرہ کے وقت احمد شاہؒ کے لشکر میں محمد اکرم خان کے علاوہ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے تین اور مرید بھی ایسے تھے جن کو ولایت و عرفان میں بلند مقام حاصل تھا ۔ اس واقعے کا بیان کرتے ہوئے مولانا دادین

---

(۱) مناقب از مسعودگل ص ۸۱ * ایضا ملاحظہ ہو کرامت نامہ (قلمی) از نورمحمد ورق ۶۳ ۔

(۲) کرامت نامہ ورق ۶۳ ۔ (۳) مناقب از مسعودگل ص ۸۲ ۔

(۴) مناقب از دادین ورق ۲۱ ۔ مناقب از مسعودگل ص ۳۳ ، ۶۸ ۔ ۶۹ ۔

لکھتے ہین -

اوس ته واوره چه د ده سره اوتاد وو	اب سن لو - که اوتاد ان کے همراه تھے
نام بنام نیغلوئي تاته بنکم چه هستي یاد وو	اور نام بنام وه تحریر کرتا هون که وه کس نام سے یاد
یو له دویځ اخوند اکرم وو ورسره	تھے -ایک ان اوتاد مین سے اخوند (محمد) اکرم
بل اخوند جان محمّد په دین کره	تھا -اور دوسرا جان محمد تھا جوکامل دیندار
بل وتد ولي اخوند ملا یوسف وو	تھا -دوسرا وتد ولی اخوند ملایوسف تھا
ریاضت ته ئي شیطان په تاسف وو	جس کی ریاضت دیکھ کر شیطان کو افسوس هوتاتھا
له چمنَ د وحدت څلورم گل دي	چمن وحدت سے جوتھا وتد "گل" هین
(۱) زه ئي نه بنکم اکثر حکم د کل دي	مین اس کا اکثر نهین بتاتا جوکه کل کے حکم مین هے

جب جدوجهد بسیار کے باوجود مستونگ فتح نه هوسکا تو مذکوره بالا حضرات کے مشوره سے احمد شاه درانیؒ نے میان صاحب چمکنیؒ کی خدمت مین ایک عریضه لکھ کر آپ سے دعا کی درخواست کی -میان صاحبؒ نے عریضه پڑھ کر دعا فرمائی اور احمد شاه کو خط لکھ کر فتح کی بشارت دی -خداوند تعالیٰ نے اپنے محبوب کی یه پیشگوئی سچ کو دکھائی اور اپنی قوت جلال سے اهل قلعه کو ایسا مرعوب کیا که خود بخود هتھیار ڈال کر قلعه لشکر اسلام کے سپرد کردیا - (۲)

اخوند صاحب موصوفؒ شیخ مسعود پشاوری المتوفی ۱۱۳۲ھ کے ساتھ بھی تعلق رکھتے تھے -اور ان کے مقبول و منظور احباب مین شمار هوتے تھے - (۳)

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۲۲ -

مذکوره چار اوتاد مین غالباً حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے فرزند اصغر صاحبزاده "میان گل" شامل تھے کیونکه شاعر مذکور نے اس کی طرف اشاره کیا هے اور صرف "گل" کا ذکر کیا هے مگر کہا هے که اکثر (بیان ؟ نهین بتاتا کیونکه اکثر کل کے حکم مین هوتا هے اور ==

= ظاہر ہے کہ "میان "بوڑے نام" میان گل "کا اکثر حصہ ہے واللہ اعلم -

(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۲۱ -۲۲ -

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ احمد شاہی دور کی جنگی مہمات کی کامیابی مین میان صاحب جمکنیؒ کا بڑا ہاتھ تھا اور آپ کی ظاہری اور باطنی مدد و تصرف اور پرتاثیر دعاؤں سے احمد شاہ درانیؒ کے ارادون کو بے پناہ تقویت ملتی تھی اور یہی ان کی کامیابی کا ایک بڑا راز ہے - واللہ اعلم -

(۳) ملاحظہ ہو مکتوبات فقیراللہ شاہ شکارپوری مکتوب بنام اخوند عبدالرشید پشاوری ص ۳۸۹ -

ایک تحقیق

یہان ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہون وہ یہ کہ اخوند محمداکرم کے اپنے بیان کے مطابق ان کے بڑے بھائی کا نام عبداللہ خان تھا -اور دونون حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے مریدین اور احمد شاہ درانیؒ کےاہم امراء مین سے تھے -اور یہ دونون بھائی داوڑزئی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے - لہٰذا اخوند محمداکرم کے ~~ہوووو~~ اس بیان سے عبدالحلیم اثر کے اس بیان کی تردید ہوتی ہے کہ محمداکرم کے دوسرے بھائی کا نام محمدکرم تھا اور یہ کہ وہ حسن خیل قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا -

* * * * * *

محمد بیاض جدون

محمد بیاض نسلاً جدون تھے ۔تحصیل صوابی کے مشہور گاؤں زیدہ میں سکونت رکھتے تھے (۱)

اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے نہایت عقیدت مند مرید وخادم تھے ۔لکھتے ہیں ۔

زه بیاض خاصه غلام د میانصاحب یم	میں بیاض خاص کر میاں صاحب کا غلام ہوں
دامنگیر شي په دنیا هم په قیامت یم (۲)	اور دنیا اور روز قیامت دونوں میں آپ کا دامنگیر ہوں
غم به نه وینئي بیاض تر مرګ پورې	بیاض زندگی میں غمزدہ نہیں ہوگا
چه مرید د میان صاحب د خوګو شه (۳)	اس لئے که وہ میاں صاحب کا مرید ہوگیا (ہے)

اپنے پیر و مرشد کے ساتھ عقیدت و محبت کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

هر چه نوم د میان صاحب و خوك اخلي	جو کوئی حضرت میاں صاحب کا نام لیتا ہے
هغه لور ته زه بیاض لاسر په سلام یم (٤)	میں بیاض اس جانب دست بہ سلام ہوتا ہوں

بیاض نہایت زاہد و عابد اور شب زندہ دار عالم اور تصوف و روحانیت کے اسرار و رموز سے

واقف صوفی تھے ۔فرماتے ہیں کہ ۔

که طلب کوي د یار پاسه بیاض	اے بیاض! اگر اپنے محبوب کے طلبگار ہو ۔اٹھو
پس د نیمو شپو نه خوب په ځان حرام کړه	اور آدھی رات کے بعد نیند اپنے اوپر حرام کردو
د غفلت د خوب زر پاسه بیاض	اے بیاض خواب غفلت سے جلدی بیدار ہوجاؤ
صاف په نفي په اثبات باند کوګل کړه	اور (ذکر) نفی و اثبات کے ذریعے اپنا باطن صاف کرلو

---

(۱) دیوان بیاض طبع پشاور ۱۹۵۸ء ص ۵۶ ۔ ۵۷

(۲) " " " ص ۸۷

(۳) " " " ص ۱۱۵

(۴) " " " ص ۹۳

چه بازونه د لاهوت به کبر نیوه شي	اور اپنے چہرے پر زلفون کا ایسا دام پھیلاؤ
به سپین مخ باند راخور د زلفو دام کړه (۱)	جس میں "لاهوت" کے باز پکڑے جاتے ہوں

بیاض فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ عمر گرانمایہ محبوب حقیقی کی طلب میں صرف کی زندگی بھر بھی تمنا رہی اور اپنے محبوب کی جدائی میں آہ و فغان اور نالہ و زاری کا بازار گرم کرکے مرغ بسمل کے مانند تڑپتے ہوئے بے قرار نظر آتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ :

د وصال پلو اوس اچوه را باندې	اب مجھ پر وصال کی چادر ڈالو کیونکہ میں آپ کی
په خنډونو ستا د مینې شوک نه شوک یم	محبت کے کانٹوں کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہوں
ذکر فکرم ستا نوم په زړه جاري دې	اے محبوب تیرا نام ذکر و فکر میں دل میں جاری ہے
خدائې د نه که چه یو دم یکبر غافل شم	خدا نہ کرے کہ ایک لمحہ اس ذکر و فکر سے غافل ہوجاؤں
د وصال خیرات به راکړه په کچکول کښ	کاسہ گدائی میں وصال کی خیرات دے گا
در په در چه کور په کور پسې سائل شم (۲)	اگر در در اور کوچہ کوچہ پھیر کر سائل ہوجاؤں

بیاض ہر چیز سے زیادہ نیک عمل کی اہمیت پر زور دیتے تھے اور اسی کو اخروی کامیابی کا راز سمجھتے ہیں۔

چه پیشکش د خپل عمل راسره نه وي	جب تک اپنے عمل کی پیشکش میرے پاس نہ ہو
د دنیا په چارو څه شو که عاقل شم	تو دنیاوی روزگار کو کیا کروں اگر عاقل ہوں (تو کیا ہوا)۔

اپنے عشق اور اپنے سوز درون کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

په پیرۍ کښ د بیاض زاړه هډونه	بڑھاپے میں بیاض کی تمام اعضاء عشق کی آگ
سره لمبه د عشق په اور لکه وابنه شو	میں خس و خاشاک کی مانند جل اٹھے

(۱) دیوان بیاض طبع پشاور ۱۹۵۸ء ص ۷۰-۷۱۔ (۲) دیوان بیاض ص ۹۰

محمد بیاض پشتو زبان کے ایک زندہ دل رنگین بیان اور نازک خیال شاعر بھی تھے - ان کا دیوان عشق و محبت کا ایک لبریز پیمانہ ھے جسے پڑھ کر عشق الٰہی کے پیاسون کو تسکین ملتی ھے - یہ دیوان ایک مینار نور ھے جس سے راہ سلوک کے راھگیرون کو رھنمائی حاصل ھوتی ھے - اور ایک دوا ھے جس سے عاشقان حقیقی کے زخمی دلون کو شفا ملتی ھے -

بیاض پشتو کے دو نامور صوفی شعراء یعنی رحمان باباؒ اور عبدالحمید باباؒ کے کلام سے بہت زیادہ متأثر تھے - لکھتے ھین -

چه رحمان عبد الحمید ~~عبدالحمید~~ کړ و سر په کور کښ

بنه مضمون وته به وړاند کوم شاعر شـــــي

مولوی محمد ایوب صاحب بیاض کی عارفانہ زندگی اور حسن کلام پر تبصرہ کرتے ھوئے لکھتے ھین -

رحمان بابا او بیاض د واړه د یو منزل مقصود تلونکي وو د واړو د یو ساقي د لاسه د محبت پیالې نوش کړې وې ــ د دواړو سینې د معرفت د یوې ډیوې نه منورې شوې او د دواړو ماوې و مرجع یوه وه او د دواړو کلام د یو بل تفسیر دې ـــ

"رحمان باباؒ اور بیاض دونون ایک منزل مقصود کے مسافر تھے دونون نے ایک ھی ساقی کے ھاتھ سے جام محبت نوش کیاتھا اور دونون کے سینے معرفت کے ایک ھی چراغ سے روشن ھوئے تھے - دونون کا مرجع و ماوٰی ایک تھا اور دونون کا کلام ایک دوسرے کے کلام کی تفسیر ھے "

بیاض محبت و طاعت رسول ھی کو خدا تک رسائی کا وسیلہ سمجھتے ھین -

---

(۱) مقدمہ دیوان بیاض از مولوی محمد ایوب صاحب طبع پشاور ۱۹۵۸ء ص ۱۶ -

كه رسد د محمد وه تر صمده زه بياض غوارم رسد تر محمده (1)	(چونكه) محمد صلى الله عليه وسلم كى رسائى ذات صمد جل شانه تك تهى (لهذا) مين محمد صلى الله عليه وسلم كى ذات تك رسائى چاهتا هون -

بياض ۱۲۰۰ هـ/ ۱۷۸۵ ء مين زنده تهے كيونكه جب ۱۲۰۰ هـ/ ۱۷۸۵ ء مين ميان صاحب جعكنىؒ كے برادرزادے صاحبزاده بازگل كا انتقال هوگيا تو وه ان كے جنازه مين شريك هوئے - اس موقعه پر انهون نے جو مرثيے لكهے هين ان مين اپنے فن كا كمال دكهايا هے اور پڑهنےوالا ايسا محسوس كرتا هے گويا كه وه جنازے كا دلخراش منظر اپنى آنكهون سے ديكه رها هے -

بياض صاحبزاده بازگل كے نهايت قريبى تعلقدار اور جان نثار دوست تهے - فرماتے هين -

وارِه ما دي ستا د لاسه قربان كړي كه م مال كه م دولت دي كه م سر لاړ (۲)	ميرا سب كچه تجه پر فدا هے مال هو، دولت هو، پاس مين ميرى جان چلى جائے

ان كے ساته اسى تعلق و محبت كى بناء پر ان كى وفات پر خون كے آنسو بهاتے نظرآتے هين

ړېي م كور بهر دا ستا ځواني اوس بې لتا خيل ژوندون وينم تاواني اوس دا نن ستا د بيلتون ورځ ده كه محشر دي خيل پردي واړه د غم په چغو سر دي (۳)	اب گهر كے اندر اور باهر تيرى جوانى مجهے رلاتى هے اور تمهارے بغير زندگى نقصان ده دكهائى ديتى هے يه آج تمهارى جدائى كا دن هے يا روز محشر هے كه يگانه اور بيگانه سب غم كے مارے چيخ و پكار مين مشغول هين -

---

(۱) ديوان بياض ص ۵۷
(۲) " " ص ۷۱
(۳) " " ص ۱۷۰ - ۱۷۱

غروم پمڅ خپل لاسرپه خپل گوگل کښي
چه تر گومه پکښي ستا د لاس خنجر لاړي (۱)

(تیری جدائی نے میرے سینے میں خنجر گھونپ دیا) لہٰذا اب اپنے سینے کے اندر ہاتھ ڈال کر دیکھتا ہوں کہ کہاں تک تیری جدائی کا خنجر سینے میں اندر چلا گیا ہے -

محمد زاهد اکبوپوری

محمد زاهد اکبوپورہ (ضلع پشاور) کے رهنے والے تھے اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے محبین و معتقدین میں سے تھے - حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کی صحبت کی تاثیر کا ذکر کرتے هوئے کہتے ہیں کہ جب آپ کے کشوف و کرامات کا هر طرف چرچا هوا تو میں امتحان کی غرض سے آپ کے پاس چمکنی آیا - اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور خدام و مریدین پروانوں کی مانند آپ کے گرد جمع تھے - میں بھی قریب آکر مجلس ارشاد میں شریک هوا - دوران گفتگو آپ نے مجھ پر ایسا تصرف کیا کہ میں نے لرزہ براندام هوکر ان کے جاہ و جلال کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور ان کی ولایت پر غیر متزلزل یقین و اعتقاد حاصل هوگیا - لکھتے هیں -

ما زاهد چه کشف هسې ولیدہ
لکه غر مې شه یقین نه خوځیدہ (۲)

میں (زاهد) نے جب آپ کا یہ کشف دیکھا تو پہاڑ کی مانند میرا یقین مستحکم هوگیا

محمد سواتی ، ملّا

ملا محمد سوات کے علاقہ کوهستان کے باشندے تھے - کامل سالک اور عالم و فاضل بزرگ تھے - اور حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے محبوب و مقبول اصحاب میں سے تھے - خداوند تعالیٰ نے دو سو ساٹھ سال کی عمر دراز عطا فرمائی تھی - اپنے پیر بھائی شیخ نورمحمد تھانوی کے ساتھ گھوے

---

(۱) دیوان بیاض ص ۷۱ ـ
(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۶۹ -

تعلقات تھے اور اکثر و بیشتر ان کے پاس ان کے آبائی گاؤن تھانہ (مالاکنڈ ایجنسی) مین مقیم رہتے۔ شیخ نورمحمد ان کی علمیت، زھدو تقوی اور روحانی مراتب کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ھین ۔

ملا محمد د کوهستان
وهٔ مرید د شاه سلطان
وهٔ گوجر پــه اصل دې
دهٔ به مال نه خوړ پردې
د دهٔ عمر وهٔ دراز
شپیتهٔ دوه سوه کاله شاذ
د اسمانونو دې سیار وهٔ
رب ورکړې دغه کار وهٔ
خپل استاد پرکړې داد وهٔ
ورته کړې پیر ارشاد وهٔ
د لرغوني زمانــې یـــاره
دهٔ خبرې کړې ابراره
د مخدوم به مشغولا — وه له دهٔ سره اعلا (۱)
معزالله خان مهمند' ارباب

کوهستان (علاقہ سوات) کے ملا محمد
شاہ سلطان کے مرید تھے
نسلاً گوجر تھے اور حرام کا مال کھانے سے پرھیز
کرتے تھے خدا نے عمر دراز عطا فرمائی تھی
تقریباً دوسو ساٹھ برس کے تھے
آسمانون کے سیّار تھے/ خدا نے اس کو اس کام
سے سرفراز فرمایا تھا ۔
اپنے استاد نے نظر کرم سے نوازا تھا
اور پیر و مرشد نے اس کو ارشاد کیا تھا
وہ بہت پرانے زمانے کی باتین کیا کرتا تھا
مخدوم (میان صاحب) اکثر و بیشتر
اس کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے ۔

ارباب معزاللہ خان مھمند نسلاً مھمند اور پشاور شھر سے مغرب کی جانب تقریباً پانچ میل دور موضع سربند مین سکونت رکھتے تھے ۔ (۲) باپ کا نام عبداللہ خان تھا ۔ اور اپنے دور کے مشہور و معروف شخص نواب مستجاب خان کی اولاد مین سے تھے اور مغل بادشاہ شاہ جہان کے دور حکومت

(۱) نورالبیان از نورمحمد ورق ۳۷ ۔
(۲) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین اوراق ۱۲۲ ۔ ۱۲۳ ۔ ۴۲۶ ۔ ۱۴۰ ۔

مین اربابی کے منصب پر فائز رہے ۔

معزاللہ خان ۱۰۸۵ھ / ۱۶۷۴ء کے حدود مین پیدا ہوئے اور ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء مین یقیناً زندہ تھے (۱) ۔ اپنے دور کے جید عالم اور درویش صفت انسان تھے اور شیخ احمد سوھندی کی اولاد مین سے روحانی استفادہ کرنے کا شرف ان کو حاصل رہا (۲) ۔

معزاللہ خان پشتو زبان کے پختہ کار شاعر تھے ۔ان کی شاعری پر تصوف کا رنگ غالب ہے آپ کے کلام سے ادبی اور علمی آثار مین سے آج کل ان کا دیوان "آئینہ معنیٰ نما" دستیاب ہے ۔جو علم و فضل اور تصوف و طریقت مین ان کے بلند مقام پر ایک ناقابل تردید دلیل کی حیثیت رکھتا ہے ۔

اگرچہ ان کی مادری زبان پشتو ہے مگر انہون نے فارسی اوراردو زبانون مین طبع آزمائی کی ہے اور دونون زبانون مین نہایت چست اور شستہ انداز مین اشعار کہے ہین (۳) ۔

معزاللہ خان حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے خاص الخاص معتقدین و محبین مین شامل تھے اورپروانہ وار آپ کی خدمت مین حاضر رہا کرتے تھے (۴) ۔

---

(۱) دیباچہ دیوان معزاللہ خان از خیال بخاری ۔
مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ پشاور ص ۶۳۵ ۔
دیباچہ دیوان معزاللہ خان از خیال بخاری ۱۹۵۸ء
معزاللہ خان کا اردو کلام مترجمہ سیف الرحمن سید ۱۹۶۲ء
روحی ادب (قلمی) ج دوم از محمد نواز طائر ورق ۳۰ ۔
روزنامہ جہاد پشاور ۱۵ / جنوری ۱۹۷۶ء (مضمون معزاللہ خان مہمند از محمد بشیر خان)

(۲) دیباچہ دیوان معزاللہ خان ص ۱۹

(۳) ملاحظہ ہو "آئینہ معنی نما" دیوان معزاللہ خان مہمند مطبوعہ پشتو اکیڈیمی پشاور یونیورسٹی ۔

(۴) مولانا دادین کے یہ دو اشعار ملاحظہ ہون ۔

=

زندگی کے بیشتر لمحات آپ کی صحبت مین گزارے اور سفر و حضر مین دونون اکثر آپ کے همرکاب رهے - مولانا دادین ان کی زبانی حضرت میان صاحبؒ کی ایک مجلس کا حال بیان کرتے هوئے لکھتے هین که -

حکایت معزاللهؒ د سربند دا
په درتې بنده راسرکبد که خوشنما
چه یو خلق میان صاحب په انجمن کښې
لکه گل د گلاب زیب که په چمن کښې،
باشنده هم وو د ښهر چاپېره
گویا ښیول وو تر قمر کړې کیره
بنده هم ورته حاضر په حضورناست وو
لرې کړې م وسواس و چپ و راست وو
صاحب ناست وو په اظهار د سرائیرو
فیضیاب تر حاضرین وو د نادرو (۱)

معزاللهؒ ساکن سربند نے یه خوشنما حکایت بیان کی (کہا) که ایک دفعه حضرت میان صاحب چمکنیؒ مجلس مین (تشریف فرما تھے) اور ایسے خوبصورت دکھائی دیتے تھے جیسے چمن مین گلاب کا پھول خوبصورت و دلکش دکھائی دیتا هے شہر کے باشندے بھی آپ کے گرد جمع تھے جیسا که چاند کے گرد حلقه موجود هوتے هین - بنده بھی حضور مین موجود تھا اور تمام وساوس سے دل خالی کرکے متوجه بیٹھا تھا حضرت میان صاحبؒ سرائر و رموز کے اظهار مین مصروف تھے اورآپ کے عجیب و غریب اسرار سے حاضرین فیضیاب (هوتے) تھے -

---

وایم دا معزاللهؒ نوماند پښتون وو
د خدمت ې په دې درکښ پیوستون وو

معزالله نوماند پوښتون وو د صاحب خدمتې
چه ذره وار به ته راته تر د خورشید نظیر (مناقب میانصاحب چمکنی ورق ۹۵ ـ ۹۶)

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۳۶ -

اسی طرح ان کی زبانی آپ کے ایک سفر کا چشم دید حال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ -

دا قصه گوره چه څرنګ هویدا ده
سربندي معزالله ولي دا ده
چه یو کال مې صاحب دا رنګ ظهور راوړ
باجوړ ته ې د یاڼ وجود نور راوړ
مشرف ې باجوړیان کړ په انوارو
د دیدن دولت ې ورکړ و د خوارو
څومده ې د انوارو په عطا شوه
چه د زړه خونه د واړو ویر بسیا شوه
نورې بیا مراجعت کړ څمکنو ته
چه انوار ورکا د د خائې اوسنو ته
په خدامو کښې زه هم وم ورسره
چه پرېښوې م نه شوه دا د نور پره (۱)

یہ قصہ دیکھو کہ کس طرح ظاہر ہے
اور معزاللہ سربندی نے یہ بیان کیا ہے کہ
ایک سال حضرت میاں صاحبؒ باجوڑ تشریف
لائے -
باشندگان باجوڑ کو انوار سے مشرف کیا
اور ملاقات کا شرف بخشا
کچھ مدت انوار کی بخشش کا یہ سلسلہ
جاری رہا اس طرح ان کے دل شاد و آباد
ہو گئے -
پھر (کچھ مدت بعد) چمکنی واپس آئے
یہاں کے لوگوں کو فیضیاب کرنے کے لئے -
میں بھی اس وقت خدام میں موجود تھا -
اور میں اس روشنی کے چھوڑنے کے لئے ہرگز تیار نہ
تھا -

حضرت میاں صاحب چمکنیؒ بھی ان پر بے حد مہربان تھے - ایک مرتبہ احمد شاہ درانیؒ کے سپہ سالار سردار جہان نے معزاللہ خان کو گرفتار کرکے قید کر لیا - مگر جب حضرت میاں صاحبؒ کے ساتھ ان کے ربط و تعلق کا علم ہوا تو اس نے نہ صرف اس کو رہا

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۱۳۴ -

کردیا بلکہ اپنا مشیر بھی مقرر کر دیا ۔ [1]

معزاللہ خان کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے ۔

محبت خان
|
آزاد خان
|
مستجاب خان
|
محمد خان

عبداللہ خان — محب اللہ خان — عبدالحق خان

(عبداللہ خان کے بیٹے:) حبیب اللہ خان — عزیز اللہ خان — معزاللہ خان [2]

---
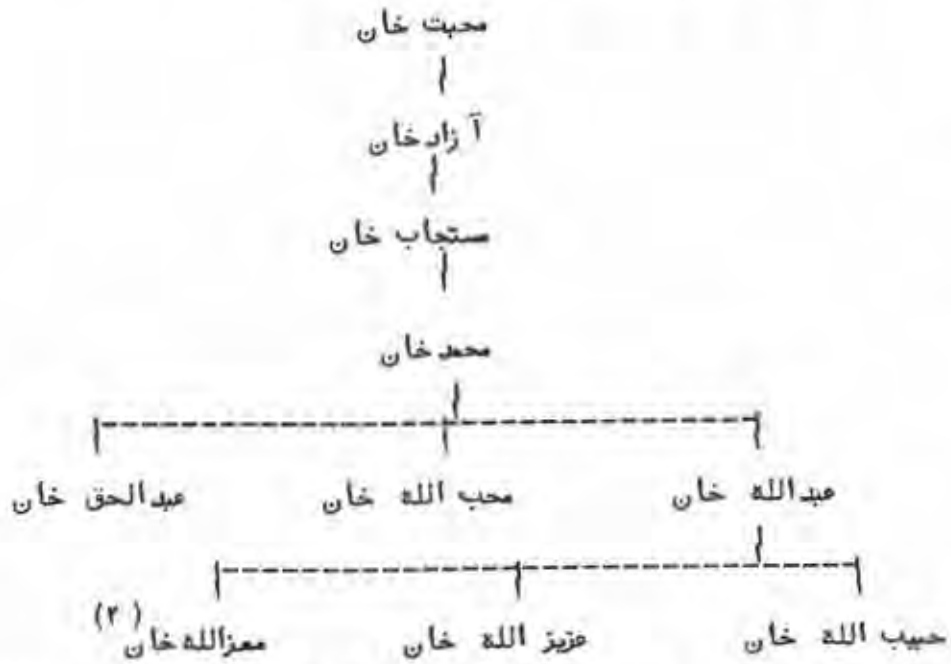
(۱) ملاحظہ ہو مناقب از مولانا دادین ورق ۹۶ - ۹۷

(۲) دیباچہ دیوان معزاللہ خان از خیال بخاری ص ۷ ۔ تاریخ پشاور گوپال داس ص ۶۳۵ ، معزاللہ خان کا اردو کلام ترجمہ سیف الرحمن سید ۱۹۶۲ء ص ۱۰ -

جناب خیال بخاری صاحب دیوان معزاللہ خان کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ معزاللہ خان شیخ احمد سرھندی کے مرید و خلیفہ تھے مگر یہ بات محل نظر ہے ۔ اس لئے کہ جناب مولف موصوف کی تحقیق کے مطابق معزاللہ خان کا سن پیدائش ۱۰۸۵ھ ۱۶۷۳ء ہے جبکہ شیخ احمد سرھندی ۱۰۳۳ھ - ۱۶۲۳ء میں انتقال کر گئے ۔ لہذا دونوں کی ملاقات محال ہے ۔ البتہ یہ بات ممکن ہے کہ شیخ احمد سرھندی کے ساتھ عقیدت کی بناء پر ان کی اولاد میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا ہو ۔ کیونکہ وہ اپنے پیر کا مسکن ، سرھند بتاتے ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیر کی وفات کے بعد حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے آستان فیض رسان

محمد گل جی بخاری

محمد گل بخاری حضرت شاہ بہاؤ الدین نقشبند کی اولاد میں سے تھے ۔ عرصۂ دراز تک میاں صاحب چمکنیؒ کے زیر سایہ تزکیۂ نفس میں مصروف رہے ۔ یہاں تک کہ چشمۂ فیض سے سیراب ہو کر روحانی کمال حاصل کیا اور کامل و مکمل ہوکر اذن و خلافت سے مشرف سرفراز ہو گئے ۔ (۱)

مسعود گل ، مولانا

مولانا مسعود گل اپنے دور کے ایک زاہد مرتاض صوفی اور جیّد عالم تھے اور پشاور کے مضافات میں سکونت رکھتے تھے ۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا اور سلوک و طریقت کے سلسلے میں رشحات عین الحیاۃ ، کشف المحجوب ، عوارف المعارف ، نفحات الانس اور مکتوبات مجدد سے زیادہ متاثر تھے ۔ (۲)

مولانا موصوف کے والد ماجد حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے خصوصی متعلقین میں شمار ہوتے تھے اور آپ کی کرامات کے کئی واقعات ان سے منقول ہیں ۔ (۳) اپنی خاندانی روایت کے مطابق مولانا موصوف بھی حضرت میاں صاحبؒ کے آستانۂ عالیہ کے ساتھ منسلک ہوئے اور آپ کی صحبت سے استفادہ کرتے رہے تاآنکہ روحانیت میں درجۂ کمال حاصل ہوا ۔ اپنے پیر و مرشد کے کمال اور جلال و جمال کے بے حد معتقد تھے ۔ ایک جگہ لکھتے ہیں ۔

چه ېې حال وي د حيات او ممات سم خلور غوث پخواني دي دې پنځم	(ایسا غوث) جس کی حیات و ممات کا حال یکساں ہوتا ہے ایسے چار غوث پہلے گزر چکے ہیں ۔ اور یہ (محمد عمر) پانچواں ہے ۔

= کے ساتھ منسلک ہو گئے ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

(تفصیل کے لئے خیال بخاری صاحب کا دیباچہ ملاحظہ ہو)

(۱) نورالبیان ورق ۳۵ ۔

په دا بیت کښې ادا هسې رموز کړ	اس بیت مین ایسے راز و رموز بیان کئے
گویا نمر د اسمانه د رته کوز کړ (۱)	که گویا که آسمان سے سورج کو زمین پر اتاردیا

مولانا مسعودگل حضرت میان صاحب جمکنیؒ کی طبعیت و روحانیت کو عدیم النظیر سمجھتے هین ۔ یہی وجه هے که وه فرماتے هین که خوب تحقیق کے بعد مین یه حلفیه بیان دیتا هون که ولایت و عرفان مین آپ کا کوئی همسر نہین هے ۔ لکھتے هین ۔

زه یه سیال د دوئ بل سر نه یم اگاه	آپ کے کسی دوسرے همسر کا مجھے علم نہین
(۲) په والله م د سوګند وي پـه بالله	اللّٰه کی (ذات گرامی کی) قسم

مولانا مسعودگل خود عالم تھے اور علماء و صلحاء کے نہایت عقیدت مند اور قدردان تھے ۔ بزرگان دین کے ساتھ بے حد ادب و تواضع سے پیش آتے تھے ۔ فرماتے هین ۔

د بزرګانو بې رضا چه کوي کار	جو[؟] بزرگون کی رضا کے بغیر کام کرتا هے
تل به اوسي دې په دین په دنیا خوار	دین و دنیا دونون مین خوار و ذلیل هوگا
درته وایم مسعودګله ته احتیاط کړه	اے مسعود گل! تجھے کہتا هون که احتیاط سے
(۳) په ادب کینه پاسه کم اختلاط کړه	کام لو ادب کے ساتھ نشست و برخاست کرو اور زیاده اختلاط سے پرهیزکرو ۔

اپنی تمام عمر علماء و صلحاء کی صحبت مین گزاری یہی وجه هے که ان کے حالات و آداب کا پورا تجربه رکھتے تھے ۔ فرماتے هین ۔

په دا کار کښې څه یم نه یم ازموده کار
(۴) چه څما دې تل له دوئ سره روزګار

---

(۲) مناقب میان صاحب از مولانا مسعودگل ص ۳۲ ۔
(۳) ایضا ص ۳۸ ، ۹۱ ، ۱۰۳ ۔

*****

(۱) مناقب میان صاحب از منظوم مولانا مسعودگل ص ۷۸ ۔ (۲) ایضا ص ۹۲۔

مولانا موصوف اہل سنت والجماعت کے پیروکار عالم تھے ۔ شریعت و طریقت میں اپنے مسلک کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

ولایت متابعت د شریعت دي	ولایت ، شریعت کی متابعت ہے
اې سالکه شریعت ستا طریقت دي	اے سالک ! شریعت تیری طریقت ہے
په طریق د شریعت حقیقت موند شي	شریعت کی راہ سے حقیقت ملتی ہے
په کمال د حقیقت معرفت موند شي (۱)	اور حقیقت کے کمال کے بعد معرفت حاصل ہوتی ہے ۔

شریعت و سنت کی پابندی کا بہت اہتمام فرماتے اور ہر وقت اسی راہ پر قائم و دائم رہنے کی دعا فرمایا کرتے تھے ۔

دین اسلام م سلامت کړې له زوال	میرے دین اسلام کو زوال سے سلامت رکھ
اې قادره برکمال علم ذوالجـلال	اے قادر ذوالجلال و باکمال
په امان م له ظالم له شیطان کړې	ظالم شیطان سے امان دو
مواقق م تهٔ په شرع په قران کړې	اور شریعت و قرآن کا موافق بناؤ
ما خادم د شریعت لـرې مدام	مجھے ہمیشہ شریعت کا خادم رکھو
هم په شرع مستقیم علی الدوام (۲)	اور ہمیشہ شریعتِ مستقیم پر قائم و دائم رکھو ۔

علماء و صلحاء اور مشائخ دین کے بارے میں اپنے اعتقاد کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

---

(۳) مناقب میاں صاحب از مولانا مسعودگل ص ۱۵ ۔
(۴) ایضاً ص ۳۲ ۔

(۱) مناقب از مسعودگل ص ۲۰ ۔ (۲) ایضاً ص ۴۷ ۔

چه مخې وي د سنت نبوي
د هغو په مونږ لازمه پیروي
چه تجدید شې د سنت وي تل عادت
د هغو دیدن دې زیات له عبادت
چه که په نفل عبادت کښې ثواب زیات دې
د کامل دیدن تر زیات په درجات دې (۱)

جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رکھنے والا ہوتا ہے ان کی پیروی ہم پر لازم ہے ۔ ہمیشہ تجدید سنت جن کی عادت ہو ان کا دیدار (نفل) عبادت سے زیادہ ثواب رکھتا ہے ۔ اگر چہ نفل عبادت میں اجر و ثواب زیادہ ہے مگر کامل (پیر و مرشد) کی صحبت کا درجہ اس سے کہیں زیادہ ہے ۔

باطل اور ڈھونگباز پیروں اور نام نہاد مشائخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۔

اوس چه مونږ په زمانه کښې چه ولیان دي
هې توبه دا دوئ د لارې رهزنان دي
دوکاندار دي جوفروش گندم نمائي
تیوسان دي پـه لباس کښې د همای
د تزویر دام ې په لاس کښې د گران دي
خونخواران دي که لوستوني د قران دي
کار شیطان مي کند نامش ولي
گر ولي این است لعنت بر ولي (۲)

اب ہمارے زمانے میں جو ولی ہیں
افسوس توبہ توبہ راہزن و (ڈاکو) ہیں
جَو فروش، گندم نما دوکاندار ہیں
اور ہُما کے لباس میں چیل ہیں
دام تزویر ان کے ہاتھ میں ہے
خونخوار ہیں، یا قرآن کے پڑھنے والے ؟
شیطان کا کام کرتا ہے اور اس کا نام ولی ہے
اگر ولی یہ ہے تو ایسے ولی پر لعنت ہو

---

(۱) مناقب از مسعود گل ص ۸٦ ۔
(۲) ایضاً ص ۲۰

نوٹ) صدیق اللہ رشتین نے اپنی کتاب ۔ د پختو ادب) اور عبدالحئی حبیبی نے اپنی تالیف " پشتانہ شعراء " میں مولانا مسعود گل کا مختصر تذکرہ کیا ہے ۔

مولانا موصوف پشتو زبان کے نہایت پختہ کار شاعر تھے حدود ۱۲۱۲ھ - ۱۷۹۷ء میں اپنے پیر و مرشد کے مناقب پر مثنوی کے طرز پر ایک کتاب لکھی جو " مناقب میاں صاحب چمکنی " کے نام سے موسوم ہے - یہ کتاب ۱۲۹۹ھ - ۱۸۸۱ء میں مطبع فیض عام دھلی سے شائع ہو چکی ہے - مگر ناقص ہے - محمدامین نامی شخص نے کئی ابتدائی اوراق حذف کرکے اس کو اپنی طرف منسوب کرنے کی ناکام کوشش کی - اس کتاب کا جو قلمی نسخہ مولانا عبدالقدوس صاحب سابق چیرمین شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی کے پاس محفوظ ہے وہ نسبتاً زیادہ کامل ہے - اس میں حضرت میاں صاحب کے کشوف و کرامات کے تقریباً ساٹھ واقعات نقل کئے گئے ہیں اور پوری کتاب تقریباً تین ہزار ابیات پر مشتمل ہے - یہ کتاب مولانا موصوف کے علمی اور ادبی آثار میں سے ہے اور ان کی طبیعت ، زہد و تقویٰ ، علم و عرفان اور کمال فن کا مکمل آئینہ دار ہے -

مولانا نے اپنی کتاب میں حضرت صاحبزادہ محمدؒ کے مناقب مرتب کرنے کے ارادے کا اظہار کیا ہے - (۲) لیکن نہ معلوم وہ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنا چکے ہیں یا نہیں کیونکہ تادم تحریر ہذا یہ کتاب دستیاب نہیں ہو سکی - واللہ اعلم -

مجیب ننگرہاری ، مفتی ملا

ملا مجیب افغانستان کے علاقہ ننگرہار میں سکونت رکھتے تھے - اپنے دور کے مشہور فقیہہ تھے اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ عہدہ افتاد پر بھی فائز تھے اور ۱۱۸۸ھ - ۱۷۷۴ء میں زندہ تھے - حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے مرید اور آپ کے کشوف و کرامات کے چشم دید گواہ ہیں - ملا موصوف کہتے ہیں کہ میرا چچا ہندوستان میں حافظ رحمت خان شہید (۱۱۸۸ھ - ۱۷۷۴ء) کے ہاں منصب دار تھا - قضائے الٰہی سے وہیں پر اس

---

(۱) مناقب از مولانا مسعودگل ص ۲۵ -

کا انتقال ہو گیا ۔ میری خواہش تھی کہ ہندوستان جاکر حافظ رحمت خان روھیلہ سے درخواست کروں کہ میرے چچا کا منصب مجھے عطا کردے ۔ یہی عزم دل میں لئے ہوئے ننگرہار سے ہند کی جانب روانہ ہوا ۔ پہلے چمکنی میں حضرت میاں صاحبؒ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور آپ کو اپنے ارادے کی خبر دے کر دعا کی التجا کی آپ نے مجھے صبر کی تلقین کی اور ایک ماہ تک اپنا ارادہ ملتوی کرنے کی ہدایت فرمائی ۔ مگر میں ہندوستان جانے کے لئے بہت بیقرار تھا عج لہٰذا آپ کی اجازت لئے بغیر ہندوستان روانہ ہوا ۔ خدا کی شان دیکھئے کہ راستے ہی میں پبہائی کے مقام پر شدید بیماری میں مبتلا ہوگیا ۔ چند دن وہاں گزارنے کے بعد مجبور حضرت صاحبزادہ محمّدیؒ کو اپنے حالات سے مطلع کیا ۔ صاحبزادہؒ موصوف نے فوراً چند آدمی روانہ کرکے مجھے چمکنی واپس لانے کا اہتمام فرمایا ۔ میں اپنے کئے پر نادم و شرمندہ تھا ۔ حضرت صاحبزادہ محمّدیؒ کی سفارش پر میاں صاحبؒ نے میرا قصور معاف کرکے صحت یابی کی دعا فرمائی ۔ اس حالت میں تقریباً ایک مہینہ گزر چکا تھا کہ حافظ رحمت خان کے انتقال کی خبر موصول ہوئی ۔ ملا مہب کہتے ہیں کہ حضرت میاں صاحبؒ نے مجھے ایک ماہ تک انتظار کرنے کا جو حکم دیا تھا اس کی مصلحت مجھ پر یہ خبر سن کر آشکارا ہو گئی ۔ (۱)

نامدارخان

نامدارخان موضع چمکنی کے باشندے تھے ۔ حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے حلقۂ خدام میں شامل تھے اور آپ کے کشف و تصرف کے کئی چشم دید واقعات ان سے منقول ہیں ۔ (۲)

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا مسعودگل مطبوعہ مطبع فیض عام دہلی ۱۲۹۹ھ ص ۷۸ - ۸۰ -

(۲) مناقب از مسعودگل ص ۵۵ - ۵۶ -
مناقب از مولانا دادین ورق ۸۶ - ۸۸ -

حاجی دریاخان چمکنی کے مزار کی موجودہ عمارت کی تعمیر کا شرف حاجی موصوف کے بھائی بسرت خان اور نامدارخان مذکور کو حاصل ہے[1] ۔

نورالدین خان بامیز ئی
حاکم کشمیر

نورالدین خان درانیوں کی بامی زئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور احمدشاہ درانیؒ کے زمانے میں کشمیر کے صوبیدار تھے ۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک بار بادشاہ نے ایک حکمنامہ کے ذریعے مجھے واپس بلایا ۔ حکمنامہ ملتے ہی فقیرخان کو اپنا نائب بنا کر میں بہت پریشانی کی حالت میں کابل روانہ ہوا ۔ کابل جاتے ہوئے میاں صاحب چمکنیؒ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ کو اپنے حالات سے مطلع کرکے دعا کی درخواست کی ۔ میاں صاحبؒ نے میرا بیان سن کر تسلی دی اور دعا فرماکر مجھے رخصت کیا ۔ مولانا دادین ان کی زبانی یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

بارراغلم اول وخمکنوتـه
ود خپل قطب الاقطاب د پښتنو ته
مشرف چه په خلعت د قدمبوس شوم
نورگویا ورته د خپل زړه په افسوس شوم
فرمایل ې ورخه واړه خیریت دي
ستا په باب کښ خیریت او جمعیت دي[2]

پہلے میں چمکنی آیا
پٹھانوں کے اپنے اس قطب الاقطاب کے پاس
جب آپ کے قدمبوسی کی خلعت سے مشرف
ہوا تو اس کے بعد اپنے دل کا حال بیان
کرنے لگا (سن کر) فرمایا جاؤ بالکل
خیریت ہے اور تمہارے بارے میں اطمینان ہے

---

(۱) تاریخ پشاور از گوپال داس، ص   مؤلف موصوف کے اس بیان کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نامدارخان بھی حاجی دریاخان کے خاندان ہی سے تعلق رکھتے تھے واللہ اعلم ۔

(۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۶ ۔

نورالدین کہتے ہین کہ جب مین قندھار پہنچ کر شاہ درانی کی خدمت مین حاضر ہوا تو انہون نے دوبارہ میری تقرری کا پروانہ جاری کیا ۔ ان دنون یہ اطلاع موصول ہوئی کہ میری غیر موجودگی مین میرے نائب فقیرخان نے علم بغاوت بلند کیا ہے لہٰذا مین نے بادشاہ سے مدد کی درخواست کی مگر وہ اس وقت مشہد مقدس کی تسخیر کی مہم مین مصروف تھے لہٰذا میان صاحب چمکنیؒ کے نام خط دے کر مجھے آپ کی خدمت مین حاضر ہونے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ ۔

توجه تاته پکار د میان صاحب ده
توجه د پاك رسول د د نائب ده
نوري وشکله شقه له خپله لاس
وحضور ته د ولی قدسي لباس
دائي وسپارله زر و ما غریب ته
دا شقه یوسه حما و د نجیب ته

پس د خو ورځو داخل په چمکنو شوم
قدمبوس ته د ولی د پښتو شوم (۱)

تیرے لئے میان صاحب کی توجہ و التفات کی ضرورت ہے ۔ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نائب کی توجہ (کی ضرورت) پھر اپنے ہاتھ سے ایک خط لکھا ۔
اس قدسی لباس ولی کی خدمت مین
یہ خط فوراً میرے سپرد کردیا (اور کہا)
کہ یہ خط میرے اس حبیب نجیب کے پاس پہنچا
دو چھ دنون کے بعد مین چمکنی مین داخل ہوا اور پٹھانون کے اس ولی کی قدمبوسی کے لئے خدمت مین حاضر ہوا ۔

خان موصوف کہتے ہین کہ واپسی پر جب مین حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی خدمت مین حاضر ہوا تو احمدشاہ درانیؒ کا چھ خط آپ کے سپرد کیا آپ نے خط پڑھ کر میرے حق مین کامیابی کی دعا فرمائی اور اپنا ایک کامل مرید مرزا عبداللّٰہ خان میرے ساتھ روانہ کردیا ۔ (۲)

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۷ ۔ (۲) ایضاً ورق ۳۶ - ۳۷ ۔

کشمیر پہنچ کر فقیرخان کے لشکر کے ساتھ ایک خونریز جنگ ہوئی جس کے نتیجے مین ان کی قوت کو کچل دیا گیا اور بغاوت کا سرغنہ فقیرخان گرفتار ہوا ۔ خان موصوف کہتے ہین کہ اس جنگ کے دوران حضرت میان صاحب چمکنیؒ اور ان کے مرید مرزا عبداللہ خان کے کشف و کرامات کے عجیب و غریب واقعات دیکھنے مین آئے ۔ جنگ کا آغاز ہوا تو مین نے خود اپنی آنکھون سے دیکھا کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار ہوکر ہماری فوج کے مقدمۃ الجیش مین دشمن کے خلاف لڑ رہے ہین ۔ نورالدین کی زبانی جنگ کا منظر بیان کرتے ہوئے مولانا دادین لکھتے ہین ۔

که کاتهٔ م له لمنې نور لــه غرهٔ
میان صاحب لکه مزرې تیرهٔ شیرهٔ
راغې د ې نوراني مخ په ابلق اس سور
خوځوې چرچنړې شنه نیزه په لاس نور
تړه م واخست هسې رنګ استقامت پر
چه په اوس پر ګو کړم شور د قیامت جد پر
میان صاحب حمونږ مقدمة الجیش شه
شګفته م پژمرده ګلاب د عیش شه
پدا هونبره پر لښکرې شکست وکړ
واقعی د وړ پر مرګ د ست په د ست وکړ (۱)

کیا دیکھتا ہون کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ پہاڑ کے دامن کی جانب سے غضبناک شیر کی مانند ظاہر ہوئے آپ کا چہرہ اس وقت بہت نورانی تھا اور سیاہ و سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار ہوکر ہاتھ مین سبز رنگ کا نیزہ لئے ہوئے تھے ۔ میرا دل مطمئن ہوا اور دل مین کہا کہ اب مخالفین پر قیامت برپا کردون گا میان صاحب ہمارے مقدمۃ الجیش بن گئے ۔ اور (یہ دیکھ کر) میری زندگی کا پژمردہ گلاب تازہ ہو گیا اور اتنے لشکر کے باوجود وہ شکست کھاکر موت کی گرفت مین آگئے ۔

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۸ ۔

دشمن کی شکست و فرار کے بعد حضرت میان صاحبؒ غائب ہو گئے ۔ مولانا دادین کیا خوب فرماتے ھین کہ ؛

خرتنگ به ته تښتيدل وايم ګيدړ لونبړې (۱)	گیدڑ اور لومڑیان کیون نہ بھاگتے ھون گے
چه د لاهوت د ځنګل هسې مزري شين راغلې	کیونکہ جنگل لاھوت کا سبز شیر آیا ہے

نصراللہ خان اورکزئی
رئیس پشاور

نصراللہ خان ، احمدشاہ درانیؒ کے فوجی منصب دار درہ خیبر کے ایک قبائلی سردار قاسم خان اورکزئی کے فرزند ارجمند تھے ۔ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے خادمان خاص مین ان کا شمار ھوتا تھا (۲) ۔ بڑے بہادر اور جری جوان تھے ۔ مولانا دادین کہتے ھین۔

ولې دې هم له خادمانو د د دربار	چونکہ وہ بھی اس دربار کے خدام مین شامل
د خيبر د درې څکه شير نر وو (۲)	تھے یہی وجہ ہے کہ درہ خیبر کے بہادر شیر تھے

نصراللہ خان حضرت میان صاحبؒ کے ساتھ نہایت والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور ھر وقت پروانہ وار آپ کی خدمت مین حاضری دیتے ۔ ایکبار حضرت میان صاحب اپنے پیر و مرشد حضرت جی اٹک کے مزار پر انوار کی زیارت کے ارادے سے اٹک روانہ ہوئے اس موقعہ پر نصراللہ خان بھی موجود تھے ہمراہ جانے کی خواھش کی ۔ آپ نے ان کو مصلحتاً نہ جانے کی ھدایت فرمائی ۔ آپ پیچھے رہ جانے پر آمادہ نہ ھوئے اور ساتھ چل دئیے ۔ مولانا دادین فرماتے ھین ۔

---

(۱) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۹ ۔
نورالدین خان کے مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ھو
احمدشاہ تالیف گنڈا سنگھ طبع بمبئی ۱۹۵۹ء ص ۲۲۱ - ۲۲۳-۲۷۳-۲۸۳-۲۸۸
(۲) مناقب از مولانا مسعودگل ص ۹۱-۹۲ ۔ (۳) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۳ ۔

که د متعې شمع خو غه خوځوي سر خپل
پتنګ نه اوري پر اچوي ځګر خپل [1]
چه په نور د میان صاحب لکه پتنګ وو
چه دا شمعه ځني تله ملك په ده تنګ وو
شه روان په خادمانو کښ له جمعي
پروانه نه تکاوېږي بې له شمعې [2]

شمع (پروانے کو خبردار کرنے کے لئے) جتنا بھی اپنا سر ہلاتا ہے پروانہ نہیں رکتا اور اپنا جگر جلاتا ہے ۔ چونکہ وہ میاں صاحبؒ کے نور کا پروانہ تھے جب یہ شمع جاتا تھا تو ملک اس پر تنگ (ہو رہا) تھا ۔ خدام کی جماعت میں روانہ ہوئے اور پروانہ شمع کے بغیر کب ٹھہرتا ہے ۔

نورمحمد خوگیانی
حاکم (پشاور)

نورمحمد خوگیانی قندھار کے رہنے والے تھے اور درانی افغانوں کی خوگیانی شاخ سے تعلق رکھتے تھے ۔ احمدشاہ درانی کے دور حکومت میں پشاور کے صوبیدار اور حضرت میاں صاحب چمکنی کے نہایت عقیدت مند اور فرمانبردار تھے ۔ اکثر و بیشتر آپ کی صحبت میں حاضر ہوکر فیضیاب ہو جاتے تھے ۔ ایک بار سردار جہان خان خوگیانی کے ہمراہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دوران مجلس آپ کے تصرف و کرامت کے حیرت انگیز واقعات دیکھ بے حد متاثر ہوئے ۔ [3]

نورمحمد قریشی ، شیخ

شیخ نورمحمد نسباً قریشی تھے اور موضع تھانہ (مالاکنڈ ایجنسی) میں سکونت رکھتے تھے ۔ اپنے حسب و نسب اور جائے رہائش کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

---

(۱) ، (۲) مناقب از مولانا دادین ورق ۳۴ و ورق ۱۵۲ ۔
(۳) ایضا ورق ۸۳-۸۵ ۔
مناقب از مولانا مسعود گل ص ۳۸ - ۵۰ ۔

هم په صوات ځما وطن دي	سوات میرا وطن هے
په تانړه کښېم مسکن دي	اور تهانه میری جائے سکونت هے
که قریش یم پــه نسب	اگر چه نسباً مین قریش هون
لېر کهتر یم پــه حسب (۱)	تاهم حسباً بهت کهتر هون

آپ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے قدیمی خادم اور منظور نظر مرید تھے ۔ تقریباً ۲۶ برس تک آپ کی صحبت مین رہ کر روحانی فیض حاصل کیا اور اس دوران مین آپ کے کشوف و کرامات کے بے شمار واقعات کا مشاهدہ کیا ۔ آپ کی کرامات کا ذکر کرتے هوئے لکھتے هین ۔

کرامات وو بې نظیره	(آپ کی) کرامات بے نظیر تھین
چه خارج دي له تحریــره	دائرہ تحریر (مین لانے) سے باهر هین
نه سوونه نــه هزار وو	نه سیکڑون تھین نه هزارون (کرامات)
له لکونو نه بسیار وو (۲)	تھین بلکه لاکھون سے بھی زیادہ تھین ۔

شیخ نورمحمد نہایت عابد و زاهد صوفی تھے ۔ بزرگان دین کے خادم وقدردان اور خلاف شرع لوگون کے سخت مخالف تھے ۔ اپنی تمام عمر گرامایه اولیاء و علماء کی مجالس مین گزاری ۔ اپنے دور کے ثقه علماء و صوفیاء مین ان کا شمار هوتا تھا ۔

آپ ابتداً سعدالدین نقشبندی کے هاتھ پر بیعت هوئے تھے ۔ طریقهٔ چشتیه مین شیخ لطیف بغدادی چشتی اور طریقهٔ قادریه مین میان شہامت خان هشتنگری سے استفادہ کیا تھا ۔ بعد مین حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے هاتھ پر تجدید بیعت کرکے آپ کے دربار پروقار کے ساتھ منسلک هو گئے ۔ (۳)

---

(۱) نورالبیان ورق ۲۵ - ۲۶ - (۲) ایضا ورق ۶۵ -
(۳) بیان احوال شیخ نورمحمد (قلمی) از هدا محمد بن شیخ نورمحمد -

آپ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی صحبت مین پهنچنے کا واقعہ بیان کرتے هوئے کهتے هین کہ مین اولیاء و فقراء کی تلاش مین اپنے اپنے گهر سے نکل کر هندوستان کی جانب روانہ هوا راستے مین بہت سے علماء و مشائخ سے ملاقات هوئی مگر کسی کی صحبت سے متاثر هوکر معتقد نہ هوا ۔ آخرکار سرهند مین ایک صاحبِ کمال ولی اللہ سے مل کر ان کی مریدی کا شرف حاصل کیا ۔ کافی مدت ان کی صحبت مین گزاری روحانی کمال حاصل کرنے کے بعد وهان سے واپس اپنے وطن روانہ هوا ۔ راستے مین جگہ جگہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کی تعریف سنی اور لوگون کی زبانی یہ سننے مین آیا کہ :

یو غوث د زمانې قطب الافاق دې	ایک قطب زمان اور قطب آفاق هین
پیدا شوې په زمین شمس الاطباق دې	اور زمین پر شمس الاطباق کے مانند (روشن) هین ۔
سمه صوات څه سنده او هند عجم عرب	هشتنگر سوات ، سندھ اور هند کے باشندے اور اهل عجم و عرب
په دربار کښې پراته وې په ادب	(آپ کی) درگاہ مین ادب و احترام کے ساتھ موجود رهتے هین
څوارلس واړه طریقې ې په کمال دې	کل چودہ سلاسلِ سلوک مین کمال حاصل هے
باطني کارونه ټول ې په اکمال دې	اور باطن کے سب کام بهی مکمل هین ۔
په ظاهر علم کښې هم بحر مواج دې	ظاهری علوم کے بهی بحر موّاج هین
فی الواقع د علماء د سر تاج دې (۱)	اور دراصل علماء کے سرتاج هین ۔

شیخ موصوف کا بیان هے کہ هر جانب آپ کی شهرت کا چرچا تها لهٰذا مین آزمائش کے طور پر آپ کے پاس آیا تو ایسا محسوس هوا کہ عوام و خواص کا ایک سیلاب امڈ آیا هے ۔ مولانا مسعود گل ان کا بیان نقل کرتے هوئے لکهتے هین ۔

---

(۱) مناقب از مسعود گل ص ۱۰ ۔

چه د ملکو عالمان وار ه دلته دي
فقیران او بادشاهان وار ه دلته دي
امیران او ملکان او وزیـــران
حاجتمند او مظلومان او رنځوران
لکه ملخ میږي لښکرې پر ډیره وې
کلي کور وریاند ډکې هم میره وې (۱)

ہر ملک کے علماء یہاں ہیں (آپ کے دربار میں)
اور سب فقراء اور بادشاہ یہاں ہیں
امراء و وزراء اور ملک
ضرورت مند مظلوم اور بیمار
چیونٹیوں اور ٹڈیوں کے مانند کثیر تعداد میں
یہاں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے یہاں تک کہ گاؤں کے
علاوہ باہر صحرا میں بھی رہا کرتے تھے

کہتے ہیں کہ اس ملاقات کے دوران آپ کے جاہ و جلال و عظمت شان سے میں بے حد متاثر ہوا اور آن کے حلقۂ مریدین میں شامل ہو کر آپ کا طوق ارادت زیب تن کیا ۔

شیخ موصوف پشتو زبان کے اچھے شاعر تھے ۔ انہوں نے ۱۱۹۸ھ - ۱۷۸۳ء میں صاحبزادہ بازگل کی فرمائش پر میاں صاحب چمکنی کے مناقب پر ایک کتاب لکھی جو " نورالبیان " کے نام سے موسوم ہے ۔ یہ کتاب ان کے تبحر علمی اور تصوف و سلوک میں ان کے بلند مقام پر ایک ناقابل تردید دلیل کی حیثیت رکھتی ہے ۔

نورالبیان کی زبان پشتو اور نظم کی شکل مثنوی ہے ۔ اس میں میاں صاحب کی کرامات کے تقریباً ساٹھ واقعات کا بیان کیا گیا ہے ۔ اور کل تقریباً ڈھائی ہزار ابیات پر مشتمل ہے اور اس کا ایک فوٹو سٹیٹ کاپی راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے ۔

شیخ موصوف کے دیگر آثار میں سے ایک قصیدہ بردہ کی منظوم شرح بھی دستیاب ہے جس کے آخر میں میاں صاحب چمکنیؒ کے ساتھ عقیدت و تعلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

---

(۱) مناقب از مسعودگل ص ۱۱ ۔

چه مرشد مې د ارشاد دې
هم مې ځائې د اعتقاد دې
د [illegible]مکنو صاحب د مراد دې
شکر دا چه مې استاد دې
وسیله مې پا[illegible] رسول ته غوث زمان دې

جو میرے مرشد ہین
اور میری جائے اعتقاد ہین
میان صاحب جمکنی میرا مقصود و مراد ہین
شکر ہے اس بات پر کہ میرے استاد ہین
رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو یہ غوث زمان میرا وسیلہ ہے -

شاکر اوسه نورمحمده
مرشد لوئې لرې بې حده
مکرم دې له صمده
محاسن ئې بې عدده
چه په شمار ئې گند سحبان دې (۱)

اے نورمحمد شکر گزار رہو
کہ تو بے حد بڑا مرشد رکھتا ہے
وہ اللّٰہ بے نیاز کی طرف سے مکرم و معزز ہین
اور آپ کے محاسن اتنے ان گنت ہین کہ
(مشہور و معروف فصیح اللّسان شخص) سحبان کی زبان بھی اس کو شمار کرنے سے قاصر ہے

شیخ نورمحمد کی اولاد مین سے صرف ایک فرزند ہُدٰی محمد کا نام ملتا ہے - جو صاحبزادہؒ محمدی کے مرید تھے - بڑے زاہد و عابد اور پشتو زبان کے اچھے شاعر گزرے ہین - نورالبیان (قلمی) کے حاشیہ پر ہدٰی محمد کی کئی غزلین درج ہین -

یوسف درانی، اخوند ملا

ملا یوسف درانی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت میان صاحب جمکنیؒ کے خاص

---

(۱) تیر هیر شاعران از عبدالحلیم اثر اشاعت اول طبع پشاور ۱۹۶۳ء ص ۱۰۹ -
ایضاً ملاحظہ ہو روحانی تڑون از عبدالحلیم اثر ص ۲۲۵ -

الخاص مرید تھے زندگی کا بیشتر حصہ چمکنی میں گزارا بلکہ ملا موصوف کے ایک بیان سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ موضع چمکنی ہی میں مستقل سکونت اختیار کئے ہوئے تھے - ان کے پیر مرشد ان پر بیحد (۱) مہربانی اور نوازش فرماتے تھے یہان تک کہ ان کے چشمہ فیض سے سیراب ہوکر ولایت و عرفان کے بلند مقام حاصل کیا - حضرت میان صاحبؒ کے کشوف و کرامات کے بہت سے چشم دید واقعات ان سے منقول ہین (۲)

ایران پر لشکر کشی کے دوران راستے مین جب احمد شاہ نے قلعہ مستونگ کا محاصرہ کرلیا اور اس موقعہ پر ملا یوسف کے علاوہ حضرت میان صاحبؒ کے دیگر تین ایسے مرید شامل تھے جو اوتاد کے مرتبہ مین تھے - مولانا دادین اس واقعے کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ -

اوس تہ واورہ چہ لہ دہ سرہ اوتاد وو	اب (یہ بات) سن لو کہ اوتاد اس کے ہمراہ تھے
نام پہ نام ئے تاتہ بنکم چہ ہسے زیاد وو	نام بنام تحریر کرتا ہون کہ اتنے زیادہ تھے
یو لہ دوئ اخوند اکرم وو ورسرہ	ان مین سے ایک اخوند اکرم اس کے ساتھ تھا
تل اخوند جان محمد پہ دین کرہ	دوسرا اخوند جان محمد جو دین مین بہت کھرا
بل وتد ولی اخوند ملا یوسف وو	تھا دوسرا وتد ولی اخوند ملا یوسف تھا
ریاضت تہ ئے شیطان پہ تاسف وو	جس کی ریاضت کو دیکھ کر شیطان متأسف رہتا
لہ چمن د وحدت خلورم گل دئ	چمن وحدت سے چوتھا "گل" ہین
زہ ئے نہ ښیم ( ) اکثر حکم د کل دئ (۱)	مین اس کا اکثر نہین بتاتا (اکثر) کل کے حکم مین ہے -

---

(۱) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا مسعود گل ص ۴۰

(۲) مناقب ازمولانا مسعود گل ص ۱۷ - ایضاً ۴۱ - ۵۰ - ۵۲ - ۶۴ -
مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۲۱

(۳) مناقب میان صاحب چمکنی از مولانا دادین ورق ۲۱

ملا یوسف کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکی البتہ یہ بات یقینی ہے کہ ۱۱۸۶ھ/ ۱۷۷۲ء میں بقید حیات تھے - (۱)

معاصر تذکرہ نگاروں کی کتابوں میں حضرت میاں صاحب چمکنیؒ کے بعض ایسے مریدین و خلفاء کے نام ملتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ آپ کی صحبت میں گزارا - آپ کے کشوف و کرامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا - آپ کے زیر تربیت رہ کر ذکر و فکر اور مجاہدات کے ذریعے تزکیہ نفس حاصل کیا اور ان میں سے اکثر سلسلہ نقشبندیہ کے انوار و فیوضات کو عام کرنے کی خاطر اذن و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے مگر تاحال ان کے حالات پردہ خفا میں ہیں - ایسے چند حضرات کے نام حسب ذیل ہیں -

(۱) اخوندزادہ ساکن تنگی (تحصیل چارسدہ)

(۲) اشرف بنیوری، ملا

(۳) اصالت خان

(۴) اعظم بنیوری، ملا

(۵) افضل، ملا

(۶) پیر غلام

(۷) جہان قاضی ساکن پانڈو

(۸) خواجہ مدی خیل

(۹) دیندار پشاوری، شیخ

(۱۰) رحمت، ملا

(۱۱) رشید کمال زئی، ملا

---

(۱) مناقب میاں صاحب چمکنی از مولانا مسعودگل ص ۵۰ -

(۱۲ سیدعالم شاہ

(۱۳ سیدعلی ۔ ۱۱۹۲ھ/ ۱۷۸۰ء میں زندہ تھے ۔

(۱۴ سیدعلی تور ھشتنگری

(۱۵ سیدنور، ملا

(۱۶ سیف الدین ولد پیر شکور مدی خیل ساکن مردان

(۱۷ شرف، ملا

(۱۸ سلیمانی، حاجی

(۱۹ صدیق پشاوری، باغبان

(۲۰ صدیق مدی خیل

(۲۱ عبدالحق، ملا

(۲۲ پیرغلام ساکن خونه*

(۲۳ فیض میرزا

(۲۴ فضل، ملا

(۲۵ قریش جلال آبادی، قاضی

(۲۶ گل محمد ارمڑ

(۲۷ محمداکبرخان ساکن کانگاہ (تحصیل چارسدہ)

(۲۸ محمد بیگ

(۲۹ محمد گل

(۳۰ محمد میر

(۳۱ مسعود قاضی ۔ ۱۱۹۰ھ/ ۱۷۷۶ء میں زندہ تھے ۔

۳۲) میر جعفر خان

۳۳) میر حسین

۳۴) نصیر پشاوری، شیخ (۱)

علاوہ ازین اس دور مین بعض شخصیتین ایسی بھی موجود تھین جو اپنے وقت کے نامور علماء و صوفیاء شمار کئے جاتے ھین مگر تادم تحریر ھذا یہ معلوم نہین ھوسکا ھے کہ حضرت میان صاحب چمکنیؒ کے ساتھ ان کی ملاقات ھوچکی ھے یا نہین - ایسے چند مشاھیر علماء کے اسماء گرامی درج ذیل ھین -

۱) جنید پشاوری، شیخ (المتوفی ۱۱۶۲ھ/ ۱۷۴۸ء)

۲) حبیب پشاوری، شیخ (المتوفی ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء)

۳) دریاخان قباپوش، حاجی (سن وفات نامعلوم)

۴) شاہ قبول پشاوری، حضرت (المتوفی ۱۱۸۱ھ/ ۱۷۶۷ء)

۵) شیرمحمد گگیانی، اخوند - ساکن دوابہ (ضلع پشاور) سن وفات نامعلوم -

۶) عبدالرشید پشاوری، اخوند (سن وفات نامعلوم)

۷) حافظ البوری، - دیکھین معظم خان (المتوفی ۱۲۱۵ھ/ ۱۸۰۰ء)

۸) محمد صدیق، حافظ - ساکن بشونڑئی (بنیر) المتوفی ۱۱۹۸ھ/ ۱۷۸۳ء -

۹) محمدغوث پشاوری ثم لاھوری، اخوند (المتوفی ۱۱۵۲ھ/ ۱۷۳۹ء)

۱۰) مسعود پشاوری، شیخ (المتوفی ۱۱۸۱ھ/ ۱۷۶۷ء)

۱۱) معظم خان (المتوفی ۱۲۱۵ھ/ ۱۸۰۰ء)

---

(۱) ملاحظہ ھون - مناقب از مسعودگل صفحات ۳۲ - ۴۴ - ۵۵ - ۶۱ - ۶۲ - ۵۲ - ۵۴ - ۵۷ - ۵۹ - ۷۰ - ۷۱ - ۹۲ - ۹۵ - ۱۰۶ - ۱۰۸ - ۹۷
مناقب از مولانادادین (قلمی) اوراق ۱۵۸ - ۱۴۹ - ۱۵۰ - ۱۰۰ - ۱۰۱ - ۱۱۶ - ۱۱۷ - ۱۰۰
مناقب از مولانا نورمحمد (قلمی) اوراق ۲۹ - ۳۵ - ۵۳ - ۶۰

مقالہ کے اختتام پر تبرکاً حضرت میاں محمد عمر چمکنی کے حق میں آپ کے فرزند اکبر حضرت میاں محمدیؒ کے مندرجہ ذیل دعائیہ کلمات نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں -

تَغَمَّدَهُ اللّٰه بِغُفرانِهٖ وَأَسكَنَهُ فَرادِیسَ جِنانِهٖ وافاض علیه وِلاءَ الفضلِ والامتنانِ وأَطلَق برشحاتِ برکاتِهٖ نوائر النیرانِ رَوَّحَ اللّٰه روحَهُ وزاد فی جوار الصدیقینَ فتوحَهُ اللّٰهم بَرِّد مضجعهُ ونَوِّر مرقدهُ اعلِ علیٰ بناء النّاسِ بناءهُ واملأ بالآلاء الوافرةِ وِعاءَهُ واحشُرهُ فی زُمرة الصالحینَ الاخیار والشُرهُ فی طائفة الصدیقینَ الابرار برحمتک یا عزیز الغفّار - آمین ثم آمین - (۱)

(۲)
رَبَّنا لا تُؤاخِذْنا اِنْ نَسِینا او اخطأنا -

سبحانَ ربِّکَ ربِّ العزّة عمّا یصفون ۝ وسلامٌ علی المرسلینَ ۝
(۳)
والحمد للّٰه ربِّ العالمینَ ۝

* * * * * * * * * * *

---

(۱) مقدمہ مقاصد الفقہ از صاحبزادہ محمدی (قلمی) ورق ۱ - ۲

(۲) سورہ البقرہ ۲ : ۲۸۶

(۳) سورہ ص ۳۸ : ۱۸۰ - ۱۸۲ -

مراجع اور مصادر

مقالہ لکھنے میں جن کتب و رسائل سے مدد لی گئی ان کی فہرست حسب ذیل ہے ۔

مخطوطات

۱۔ الفج العمیق از مولانا شیرمحمد خان کاگیانی ۱۱۸۱ھ (فارسی و عربی)

۲۔ اللآلی علیٰ نھج قوافی الامالی از میان محمد عمر چمکنیؒ (عربی منظوم)

۳۔ المعالی شرح امالی از میان محمد عمر چمکنیؒ ۱۱۵۸ھ (فارسی)

۴۔ الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر از شیخ عبدالوہاب شعرانی (عربی)

۵۔ برہان الاصول از صاحبزادہ محمدیؒ ۱۲۰۸ھ (عربی)

۶۔ تحفۃ السالکین از محمد درویش لاہوری (فارسی)

۷۔ تقدمہ علیٰ مقدمہ الفتوحات الفیبیہ از ڈاکٹر سید سعیداللہ (مقالہ برائے پی ایچ ڈی) (عربی)

۸۔ توضیح المعانی از میان محمد عمر چمکنیؒ (پشتو منظوم)

۹۔ چمنِ بے عدیل از میان اخزر گل (فارسی و پشتو)

۱۰۔ خاتمۂ خلاصۃ الانساب از حافظ رحمت خان (پشتو)

۱۱۔ دیوان خوشحال خان (پشتو)

۱۲۔ دیوان سکندر خان (پشتو)

۱۳۔ دیوان کاظم خان ۱۱۸۱ھ (پشتو)

۱۴- دیوان محمدیؒ صاحبزادہؒ (پشتو)

۱۵- دیوان نجیب (پشتو)

۱۶- رسالۂ شجرۂ طریقت از صاحبزادہ احمدیؒ ۱۲۲۳ھ (پشتو منظوم)

۱۷- رسالۂ شجرۂ نسب از صاحبزادہ احمدیؒ (پشتو منظوم)

۱۸- رسالۂ غوثیہ از محمد غوث قادری ۱۱۲۶ھ (فارسی)

۱۹- رسالہ مسائل ذبائح از حافظ گل محمد مرغزیؒ (عربی)

۲۰- رشحات عین الحیاۃ از واعظ کاشفی (فارسی)

۲۱- روهی ادب از محمد نواز طائر ج دوم ۱۹۷۳ء (پشتو)

۲۲- شرح صلوٰۃ طمسہ از مولانا عبدالاحد بن بایزید (فارسی)

۲۳- شمائل نبوی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ازعبیداللّٰہ میان گلؒ ۱۲۲۶ھ (پشتو منظوم)

۲۴- شمائل نبوی صلی اللّٰہ علیہ وسلم از میان محمد عمر چمکنیؒ (پشتو منظوم)

۲۵- شمس الهدیٰ از میان محمد عمر چمکنیؒ ۱۱۸۳ھ (عربی)

۲۶- صلوٰۃ محمدیؒ از صاحبزادہ محمدیؒ (فارسی)

۲۷- ظواهر السرائر از میان محمد عمر چمکنیؒ ۱۱۱۲ھ (فارسی)

۲۸- عبرت نامہ از صاحبزادہ احمدیؒ (پشتو منظوم)

۲۹- لائق السُمعة فی تحقیق الجُمعة ازصاحبزادہ احمدیؒ ۱۲۰۳ھ (عربی)

۳۰- مجموعۂ نظم هائے افغانی از مولانا عبدالرحیم - (پشتو)

۳۱- مفتاح الایمان از میان مبین اللّٰہ مکتوبہ ۱۲۸۱ھ (فارسی منظوم)

۳۲- مقاصد الفقہ از صاحبزادہ محمدیؒ ۱۱۹۷ھ (عربی)

۳۳- مکتوبات شیخ عبدالکریم بن اخوند درویزہؒ (فارسی)

۳۴- مناقب غوث اعظم از ابن مقیم (پشتو منظوم)

۳۵- مناقب فقیر از شمس الدین (پشتو منظوم)

۳۶- مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولانا دادین ۱۲۱۹ھ (پشتو منظوم)

۳۷- مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولانا محمد شفیق خٹک (پشتو منظوم)

۳۸- مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولانا مسعود گل (پشتو منظوم)

۳۹- مناقب میان صاحب چمکنیؒ از مولانا نورمحمد (پشتو منظوم)

۴۰- نتائج الحرمین از محمد امین بدخشیؒ ۱۱۳۱ھ (فارسی)

۴۱- نعتُ النّبیؐ از صاحبزادہ محمدیؒ (عربی منظوم)

۴۲- نورالبیان از مولانا نورمحمد قریشی ۱۱۹۸ھ (پشتو منظوم)

۴۳- ھفت کشور از صاحبزادہ احمدیؒ (پشتو منظوم)

مطبوعہ کتب و رسائل

****

قرآن مجید (۱)

۴۴- آب کوثر از شیخ محمد اکرم طبع لاھور ۱۹۷۱ء (اردو)

۴۵- آزاد پٹھان از اللہ بخش یوسفی طبع کراچی (اردو)

۴۶- احمدشاہ باباے افغان از میر غلام محمد غبار طبع کابل ۱۳۲۲ھ شمسی (فارسی)

۴۷- احمدشاھی تاریخ از محمود الحسینی طبع کابل ۱۹۷۳ء (فارسی)

۴۸- اخبار ھیواد کابل ۲۶-۱-۱۳ ، ۲۶-۱-۲۲ ، ۲۶-۲-۱ (پشتو)

۴۹- اخوند پنجو باباؒ از نصراللہ خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

---

(۱) فہرست میں اگر چہ حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے مگر قرآن مجید کو اس سے مستثنی رکھ کر تبرکاً ابتداء میں درج کیا گیا ہے ۔

۵۰- آداب المریدین از شیخ ضیاء الدین سہروردی (اردو ترجمہ از محمد عبدالباسط) طبع لاہور ۱۳۹۳ھ -

۵۱- ارشاد الطالبین از اخوند درویزہ طبع لاہور ۱۹۰۷ء (فارسی)

۵۲- ارشاد المریدین از اخوند درویزہ طبع پشاور ۱۳۰۲ھ (فارسی)

۵۳- اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ از ابن اثیر الجزری طبع مصر (عربی)

۵۴- الاصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن الحجر العسقلانی طبع مصر (عربی)

۵۵- التعرف لمذہب اہل التصوف از امام ابوبکر بن ابی اسحاق محمد بن ابراہیم یعقوب البخاری الکلاباذی (اردو ترجمہ از ڈاکٹر پیر محمد حسن طبع لاہور ۱۳۹۱ھ)

۵۶- اصطلاحات الصوفیہ از کمال الدین ابی الغنائم عبدالرزاق بن جمال الدین الکاشی السمرقندی طبع لاہور - (عربی)

۵۷- اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ از ڈاکٹر مظہر بقا طبع لاہور ۱۹۷۳ء (اردو)

۵۸- المعجم المفہرس لالفاظ القرآن از فواد عبدالباقی

المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث از فواد عبدالباقی

۵۹- انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ دہلوی طبع لاہور ۱۳۹۳ھ (فارسی)

۶۰- اُولس (ماہنامہ) نومبر ۱۹۶۷ء (صاحبزادہ محمدی از عبدالحلیم اثر) (پشتو)

۶۱- اولس (سالنامہ) اکتوبر نومبر کوئٹہ ۱۹۶۹ء (محمدی صاحبزادہ از عبدالحلیم اثر) (پشتو)

۶۲- اولس کوئٹہ ستمبر ۱۹۷۳ء

۶۳- انوار اصفیاء مرتبہ ادارہ تصنیف و تالیف شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور سلسلہ مطبوعات ۲۸۳- (اردو)

۶۴- اولیائے کرام سلسلہ مطبوعات اباسین نمبر ۳ طبع پشاور ۱۹۶۳ء (پشتو)

۶۵- اولیائے لاہور از محمد لطیف ملک طبع لاہور ۱۹۶۲ء (اردو)

۶۶- بحرالانوار از عبدالروف نوشہروی طبع پشاور ۱۳۸۳ھ (پشتو)

۶۷- بندوبست مردان ۱۸۷۰ء

۶۸- بوارق الاسماع فی الحاد من یحل السماع از قاضی میرعالم طبع لاہور ۱۳۰۸ھ ۔

۶۹- بیان واقع از خواجہ عبدالکریم (تصحیح و تعلیق از ڈاکٹر کے بی نسیم) طبع لاہور ۱۹۷۰ء (فارسی)

۷۰- پٹھان از اولف کیرو (اردو ترجمہ از سید محبوب علی) طبع پشاور ۱۹۶۷ء

۷۱- پښتانهٔ د تاریخ په رڼا کښ از بہادرشاہ ظفر کاکاخیل طبع پشاور ۱۹۶۵ء (پشتو)

۷۲- پښتانهٔ شعراء از عبدالحئی حبیبی طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

۷۳- تاریخ ادب عربی از بروکلمان

۷۴- تاریخ افاغنہ از مولوی عبدالمجید افغانی باجوڑی طبع آگرہ سلسلہ مشاہیر افاغنہ ۳ (اردو)

۷۵- تاریخ افغانستان از سید جمال الدین افغانی (اردو ترجمہ از مولوی محمودعلی خان طبع لاہور ۱۳۳۲ھ ۔

۷۶- تاریخ ایران ج ۱ ، ج ۲ از پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی طبع لاہور ۱۹۶۷ء (اردو)

۷۷- تاریخ پشاور مرتبہ گوپال داس (بندوبست ۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۳ء) طبع لاہور (اردو)

۷۸- تاریخ دعوت و عزیمت از ابوالحسن علی سید طبع اعظم گڑھ مطبع معارف ۱۹۵۷ء (اردو)

۷۹- تاریخ وجها ریاست سوات از محمد آصف خان حصہ اول طبع پشاور ۱۹۵۸ء (پشتو)

۸۰- تاریخ سلطانی از سلطان محمدخان طبع بمبئی ۱۲۹۸ھ (فارسی)

۸۱- تاریخ فرشتہ از محمد قاسم فرشتہ (اردو ترجمہ از مولوی فدا علی طالب) طبع حیدرآباد دکن ـ

۸۲- تاریخ مرصّع ازافضل خان (تصحیح و تعلیق از دوست محمدخان کامل) طبع پشاور ۱۹۷۳ء (پشتو)

۸۳- تاریخ سلطان پاکستان و بھارت ازسید هاشمی فرید آبادی طبع کراچی ۱۹۵۳ء (اردو)

۸۴- تاریخ معتزلہ ازڈاکٹر زهدی حسن جاراللّٰہ (اردو ترجمہ از رئیس احمد جعفری) طبع کراچی ۱۹۶۹ء ـ

۸۵- تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی طبع دهلی ۱۹۵۳ء (اردو)

۸۶- تبیان فی احکام شرب الدخان از ابوالخیر محمد معین الدین طبع نول کشور کانپور ۱۲۹۵ھ (اردو)

۸۷- تحفۃ الابرار از مرزا آفتاب بیگ ج ۵ طبع دهلی ۱۳۲۳ھ ـ

۸۸- تحفۃ الاولیاء از میراحمد پشاوری طبع لاهور ۱۳۲۱ھ (فارسی)

۸۹- تحقیقات چشتی لطھ از مولوی نوراحمد چشتی طبع لاهور ۱۹۶۳ء (اردو)

۹۰- تذکرہ الابرار والاشرار از اخوند درویزہ طبع پشاور (فارسی)

۹۱- تذکرۂ خواجہ گیسو دراز از اقبال الدین احمد طبع کراچی ۱۹۶۶ء (اردو)

۹۲- تذکرۂ شیخ رحمکار از سید سیاح الدین کاکاخیل طبع لائل پور ۱۹۶۳ء (اردو)

۹۳- تذکرۂ صوفیائے پنجاب از اعجاز الحق قدوسی طبع کراچی ۱۹۶۲ء (اردو)

۹۴- تذکرۂ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی طبع لاہور ۱۹۶۴ء (اردو)

۹۵- تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد از امیر شاہ قادری طبع لاہور ۱۹۷۲ء (اردو)

۹۶- تذکرہ مردم دیدہ از عبدالحکیم حاکم طبع لاہور ۱۹۶۱ء (اردو)

۹۷- تصوف اسلام از عبدالماجد دریاآبادی طبع لاہور ۱۳۹۳ھ (اردو)

۹۸- تصویر کے شرعی احکام از مولانا مفتی شفیع طبع کراچی ۱۹۷۳ء (اردو)

۹۹- تفسیر بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی (اردو)

۱۰۰- تفسیر روح المعانی از علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ (عربی)

۱۰۱- تفسیر کبیر ازامام ابوبکر الرازیؒ (عربی)

۱۰۲- تفسیر ماجدی از مولانا عبدالماجد دریاآبادی (اردو)

۱۰۳- تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی طبع کراچی ۱۹۶۵ء (اردو)

۱۰۴- تلبیس ابلیس از علامہ ابن الجوزی (اردو ترجمہ از ابو محمد عبدالحق) طبع کراچی -

۱۰۵- تواریخ حافظ رحمت خانی از پیر معظم شاہ (اردو ترجمہ از روشن خان) طبع کراچی ۱۹۷۴ء

۱۰۶- توره هیری بابا از نصراللّٰہ خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۲ء (په پشتو)

۱۰۷- تہذیب الاسلام از قاضی عرفان الدین طبع لاہور ۱۳۲۲ھ (عربی)

۱۰۸- تیرهیر شاعران از عبدالحلیم اثرؔ طبع پشاور ۱۹۶۳ء (پشتو)

۱۰۹- تیمورشاہ درانی از عزیز الدین وکیلی طبع کابل ۱۳۳۶ھ (فارسی)

۱۱۰- جاوید نامہ از علامہ محمد اقبال

۱۱۱- جمال الاولیاء از مولانا اشرف علی تھانویؒ طبع لاہور (اردو)

۱۱۲- جمہوراسلام دسمبر ۱۹۶۲ء

۱۱۳- جمہور اسلام اکتوبر ۱۹۶۲ء

۱۱۴- جمہور اسلام جون ۱۹۷۴ء

۱۱۵- جہانگشائی درانی از عزیز الدین وکیلی طبع کابل (فارسی)

۱۱۶- چارٹ شائع کردہ اطلاعات و نشریات ڈویژن بارڈر پبلسٹی آرگنائیزیشن ۱۹۷۴ء

۱۱۷- حالات مشائخ نقشبندیہ از محمد حسن طبع مراد آباد ۱۳۲۲ھ (اردو)

۱۱۸- حضرت شیخ محمد شعیبؒ از نصراللہ خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۳ء (پشتو)

۱۱۹- حیات افغانی از نواب محمدحیات خان (اردو)

۱۲۰- خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ، ج ۲ از مفتی غلام سرور لاہوری طبع نول کشور کانپور ۱۲۸۱ھ (فارسی)

۱۲۱- خورشید جہان از شیرمحمدخان گنڈہ پور طبع لاہور ۱۸۹۴ء (فارسی)

۱۲۲- خیرالبیان از بایزید انصاری (تحقیق و تعلیق از مولانا عبدالقدوس) طبع پشاور ۱۹۶۷ء (پشتو)

۱۲۳- دائرۃ المعارف آریانا ج دوم احمدشاہ بابا مقالہ ازعبیداللہ ہروی ۱۳۳۲ھ (پشتو)

۱۲۴- دُرّۃ الزمان از عزیز الدین وکیلی طبع کابل ۱۳۵۳ھ (فارسی)

۱۲۵- درۂ نادرہ از مرزا مہدی خان استرآبادی طبع تہران ۱۳۳۱ھ (فارسی)

۱۲۶- د کندھار مشاہیر از محمدولی زلمئی طبع کابل ۱۳۲۹ھ -

۱۲۶ب دلیل العارفین [illegible] خواجہ قطب الدین بختیار کاکی [illegible]

۱۲۷- دولت درانیہ از مولوی رحیم بخش طبع دہلی ۱۳۲۱ھ (اردو)

۱۲۸- دیوان احمدشاہ باباؒ (پشتو)

۱۲۹- دیوان بیاتر (پشتو)

۱۳۰- دیوان بیدل (پشتو)

۱۳۱- دیوان حافظ الپوری (پشتو)

۱۳۲- دیوان خواجه شمس الدّین محمد (حافظ شیرازی) (فارسی)

۱۳۳- دیوان عبدالرحمٰن باباؒ (پشتو)

۱۳۴- دیوان عبدالعظیم باباؒ (پشتو)

۱۳۵- دیوان علی خان (پشتو)

۱۳۶- دیوان مصری خان گگیانی (پشتو)

۱۳۷- دیوان معزاللّٰه خان مهمند (پشتو)

۱۳۸- د پشتو ژبې ادب او تاریخ از صدیق اللّٰه رشتین طبع کابل ۱۹۵۳ء (پشتو)

۱۳۹- د پشتو تاریخ جلد اول و دوم از قاضی عطاء اللّٰه خان طبع پشاور ۱۹۶۲ء (پشتو)

۱۴۰- د چکنو میان عمر صاحبؒ از نصراللّٰه خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

۱۴۱- روح اسلام مطبوعه فیروز سنز لاهور ناشر ڈاکٹر عبدالوحید ۱۹۶۳ء (اردو)

۱۴۲- روحانی رابطه اور روحانی ترون از عبدالحلیم اثر طبع پشاور ۱۹۶۵ء - (پشتو)

۱۴۳- رودِ کوثر از شیخ محمد اکرام طبع لاهور ۱۹۷۵ء (اردو)

۱۴۴- روز نامه مشرق ۳ اکتوبر ۱۹۷۶ء -

۱۴۵- روز نامه مشرق اگست ۱۹۷۲ء -

۱۴۶- رساله قشیریه ازامام ابوالقاسم قشیریؒ (اردو ترجمه از ڈاکٹر پیر محمد حسن) طبع کراچی ۱۹۷۰ء -

۱۴۷- رهنمائی کابل از محمد ناصر غرغشت طبع کابل ۱۳۲۵ھ (پشتو)

۱۴۸) ریکارڈاوقاف کمیٹی میاں صاحب چمکنیؒ دفتر اوقاف صوبہ سرحد پشاور (اردو)

۱۴۹- سراج التواریخ از محمود طوزی طبع کابل ۱۳۳۱ھ (فارسی)

۱۵۰- سر دلبراں از شاہ محمد ذوقی طبع کراچی ۱۳۸۸ھ (اردو)

۱۵۱- سفینۃ الاولیاء از شہزادہ داراشکوہ طبع لاہور (اردو ترجمہ)

۱۵۲- سلوک سلیمانی از مولانا اشرف خان طبع لاہور ۱۹۶۹ء (اردو)

۱۵۳- سنن ابی داودؒ از ابوداودؒ سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی (عربی)

۱۵۴- شاهنامه احمد شاہ ابدالی از حافظ برغزی طبع پشاور ۱۹۶۵ء (پشتو منظوم)

۱۵۵- شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی ۱۹۵۰ء (فارسی)

۱۵۶- شرح عقائد از علامہ سعید الدین مسعود بن عمر التفتازانی (عربی)

۱۵۷- شرح فقہ اکبر از علامہ ابو المنتہی احمد بن محمد الحنفیؒ (عربی)

۱۵۸- شریعت و طریقت از مولانا اشرف علی تھانویؒ طبع کراچی ۱۳۷۱ھ (اردو)

۱۵۹- شفاء العلیل اردو ترجمہ للقول الجمیل از شاہ ولی اللہ دھلویؒ طبع کراچی ۱۹۷۳ء

۱۶۰- شمائل ترمذی از ابوعیسیٰ ترمذیؒ (عربی)

۱۶۱- صحیح البخاری از امام ابو عبداللہ بخاری (عربی)

۱۶۲- صولت افغانی از زرداد خان طبع حیدرآباد دکن ۱۸۷۶ء (اردو)

۱۶۳- علماء و مشائخ سرحد از محمد امیر شاہ قادری طبع لاہور ۱۹۶۴ء - (اردو)

۱۶۴- علوم القرآن از مولانا شمس الحق افغانی طبع بہاول پور ۱۹۶۹ء (اردو)

۱۶۵- عوارف المعارف از محمد عمر بن شہاب الدین سہروردیؒ (اردو ترجمہ از حافظ سید رشید احمد) طبع لاہور ۱۹۶۲ء

۱۶۶ـ فتاویٰ درباره نماز جنازه گناهگار ۱۳۰۲هـ (فارسی)

۱۶۷ـ فتاوی متعلق اشارت بالسبابه عند التشهد ۱۳۱۵هـ (فارسی)

۱۶۸ـ فتاوی متعلق سوار گشیدن و تنباکو نوشی ۱۳۰۲هـ (فارسی)

۱۶۹ـ فتاوی متعلق نماز خلف الفاسق ۱۳۰۲هـ (فارسی)

۱۷۰ـ فتح الباری شرح صحیح بخاری از علامه ابن حجر عسقلانیؒ

۱۷۱ـ فقه اکبر از امام ابوحنیفه رحمة الله علیه

۱۷۲ـ فکر و نظر اگست ۱۹۷۱ء

۱۷۳ـ فیوض یزدانی از شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (اردو ترجمه از مولانا عاشق الهی میرٹهی) طبع کراچی ۱۹۶۵ء ـ

۱۷۴ـ قصه شهزاده جهاندارشاه از صاحبزاده احمدیؒ ـ (مرتبه نصرالله خان نصر) طبع پشاور ۱۹۶۱ء (پشتو)

۱۷۵ـ قطب الارشاد از فقیرالله شاه شکارپوریؒ طبع بمبئی ۱۳۳۵هـ (عربی)

۱۷۶ـ قلمی یادداشتین از ششتی گل چمن ملوکه فضل سبحان ساکن جمکنی (منظوم پشتو)

۱۷۷ـ قند ماهنامه نومبر دسمبر ۱۹۷۴ء (پشتو)

۱۷۸ـ قند ماهنامه فروری ۱۹۷۲ء (پشتو)

۱۷۹ـ فوائد السالکین از بابا فرید گنج شکرؒ طبع لاهور ۱۳۳۰هـ ـ (فارسی)

۱۸۰ـ کاکاصاحب از محمد سرفراز خٹک طبع بنون ۱۹۶۴ء (اردو)

۱۸۱ـ کاکا صاحب از نصرالله خان نصر طبع پشاور ۱۹۵۱ء (پشتو)

۱۸۲ـ کتاب الاسلام از مولانا سید نذیرالحق قادری طبع دهلی ۱۹۴۰ء (اردو)

۱۸۳ـ کرامات امدادیه از عبدالغنی صاحب طبع کراچی ۱۳۱۹هـ (اردو)

۱۸۴- کرامات صحابہ از مولانا اشرف علی تھانویؒ طبع کراچی ۱۹۷۳ء (اردو)

۱۸۵- کشف الظنون حاجی خلیفہ المعروف کاتب چلپی (عربی)

۱۸۶- کشف المحجوب از علی بن عثمان ھجویری طبع لاھور ۱۹۶۸ء (فارسی)

۱۸۷) کلید افغانی از پادری ھیوز طبع لاھور ۱۸۷۲ء (پشتو)

۱۸۸- لاھور کے اولیائے سہرورد از محمد دین کلیم طبع لاھور ۱۹۶۹ء (اردو)

۱۸۹- لاھور مین اولیائے نقشبند کی سرگرمیان از محمد دین کلیم طبع لاھور (اردو)

۱۹۰- لباب المعارف العلمیہ ج ۱ و ۲ از مولانا عبدالرحیم طبع آگرہ ۱۹۱۸ء

۱۹۱- لوئی احمد شاہ بابا از عبدالحئی حبیبی طبع کابل (پشتو)

۱۹۲- مآثر عالمگیری (اردو ترجمہ از محمد فدا علی) طبع کراچی ۱۹۶۲ء

۱۹۳- ماھنامہ "الرشید (دیوبند نمبر) ۱۹۷۶ء (اردو)

۱۹۴- مثنوی پس چہ باید کرد از علامہ محمد اقبالؒ

۱۹۵- مثنوی از مولانا جلال الدین رومیؒ طبع نول کشور لکھنو ۱۹۱۳ء (فارسی)

۱۹۶- مخزن الاسلام از اخوند درویزہؒ طبع پشاور ۱۹۶۹ء (پشتو)

۱۹۷- مشکوٰۃ المصابیح از ولی الدین ابو عبداللہ الخطیب التبریزی (عربی)

۱۹۸- معجزات انبیاء از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (اردو)

۱۹۹- معدن السرور فتوی بہاولپور از علامہ شمس الحق افغانی طبع پشاور (اردو)

۲۰۰- معرفت از محمد عباس طبع پشاور ۱۹۷۰ء (پشتو)

۲۰۱- معزاللہ خان کا اردو کلام از سیف الرحمن سید پشتو اکیڈیمی مطبوعات کا سلسلہ نمبر ۱۹ (اردو)

۲۰۲- معیت الٰہیہ از شاہ عبدالغنی پھولپوری ناشر خانقاہ اشرفیہ ناظم آباد ۲ کراچی (اردو)

۲۰۳- مقالات شبلی ج ۷ طبع اعظم گڑھ ۱۹۳۸ء (اردو)

۲۰۴- مقامات قطبیه از شیخ عبدالحلیم بن شیخ رحمکار طبع دهلی ۱۳۱۸ھ (فارسی)

۲۰۵- مقدمه تاریخ العلامه ابن خلدون از علامه عبدالرحمٰن بن خلدون المغربی (عربی)

۲۰۶- مکتوبات شیخ عبدالکریم بابا بن اخوند درویزہؒ مرتبه شیراحمد وردگ طبع پشاور (فارسی)

۲۰۷- مکتوبات شیخ فقیرالله شاه شکارپوری طبع لاهور (فارسی)

۲۰۸- مکتوبات مجدد الف ثانیؒ (فارسی)

۲۰۹- مکتوبات معصومی (فارسی)

۲۱۰- مناقب میان صاحب جمکنیؒ از مولانا مسعودگل طبع دهلی ۱۲۹۹ھ (پشتو منظوم)

۲۱۱- موج کوثر از شیخ محمد اکرم طبع لاهور ۱۹۵۸ء (اردو)

۲۱۲- نصیحة عباد الله وامة رسول الله صلی الله علیه وسلم منسوب به حضرت میان صاحب جمکنیؒ طبع کانپور ۱۳۰۰ھ (فارسی)

۲۱۳- نفحات الانس از عبدالرحمٰن جامیؒ (اردو ترجمه ازسید احمدعلی چشتی) طبع لاهور ۱۹۵۵ء-

۲۱۴- تنگیالی پشتانه " از الحاج محمدخان میر هلالی طبع پشاور ۱۳۷۷ھ (پشتو)

۲۱۵- وجود و شهود از حمزه خان شنواری طبع پشاور ۱۹۷۴ء (اردو)

۲۱۶- ورکه خزانه از همیش خلیل حصه دوم طبع پشاور ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء (پشتو)

۲۱۷- هدایه الطالبین از شیخ ابوسعید مجددی دهلویؒ طبع لاهور ۱۹۱۲ء

۲۱۸- همعات ازشاه ولی اللهؒ دهلوی طبع حیدرآباد دکن ۱۹۶۴ء (فارسی)

۲۱۹- هندوستان کی حالت (برطانوی تسلط کے قریب) از اوون سڈنی (اردو ترجمه از سید هاشمی فریدآبادی) طبع حیدرآباد دکن -

۲۲۰- یوسفزے افغان از الله بخش یوسفی طبع کراچی ۱۹۶۰ء (اردو)

221. Ahmad Shah Durrani by Ganda Singh, Bombay, 1958.

222. Afghanistan by Hamilton, London, 1906.

223. An account of the Kingdom of Caubul by Elphinstone, London, 1842.

224. History of Afghanistan by Malleson.

225. History of the Afghans by Ferrier J.P. 1858.

226. Journal of the Asiatic Soceity of Bengal, 1917.

227. Kingdom of Afghanistan by G.P.Tate, Karachi.

228. Life and works of Nawab Siddiq Hasan Khan of Bhopal by Dr. Saeedullah Qazi, Lahore, 1973.

229. Note on Afghanistan by Maj. H.G. Roverty, 1888.

230. On a Foreign approach to Khushal by Dost Mohd Khan Kamil, Peshawar, 1968.

231. Persian Literature by C.A.Story.

232. Peshawar by Dr. Ahmad Hasan Dani, Peshawar, 1967.

233. Political Leadership among Swat Pathans (Ph.D. thesis submitted) by Fredrik Barth, 1970-72.

234. SETTLEMENT OF THE PESHAWAR DISTRICT, 1962.

235. The District Sensus of Gujranwala.

236. The Pathans by Olaf Caroe, London, 1961-62.

237. The Races of Afghanistan by S.E.H.W. Bellow C.S.I, Lahore.